امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً 300 تصانیف سے ماخوذ

جامع الاحادیث

مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

مرتب

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً تین سو تصانیف سے ماخوذ (۴۵۰۰) احادیث و آثار

(۶۰۰) مباحث تفسیریہ اور (۱۱۰۰) افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ

اَلْمُخْتَارَاتُ الرَّضَوِيَّةُ مِنَ الْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ وَالْآثَارِ الْمَرْوِيَّةِ

المعروف بہ

جامع الاحادیث مکمل

مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

جلد ہشتم

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر
شبیر برادرز
۴۰۔ اردو بازار، زبیدہ سنٹر، لاہور

نام کتاب •=•=•=• المختارات الرضویۃ من الاحادیث النبویۃ والآثار المرویۃ (جلد ہشتم)
عرفی نام •=•=•=• جامع الاحادیث (مکمل)
افادات •=•=•=• امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز
ترتیب وتخریج •=•=•=• مولانا محمد حنیف رضوی (صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف)
پروف ریڈنگ •=•=•=• مولانا عبد السلام رضوی (استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف)
کمپوزرز •=•=•=• مولوی محمد زاہد علی بریلوی۔ مولوی محمد فضل حق بستوی محمد عبد الوحید
محمد منیف رضا، محمد عفیف رضا، محمد نظیف رضا
باہتمام •=•=•=• شبیر برادرز اُردو بازار لاہور (پاکستان)
تعداد •=•=•=• ۶۰۰
سن اشاعت •=•=•=• ۲۰۰۵ء

عرض مرتب

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

جامع الاحادیث کی جب چھ جلدیں منظر عام پر آئیں تو بعض احباب نے فرمائش کی کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ احادیث کے ساتھ تفسیری مباحث پر مشتمل ایک مجموعہ بھی ہونا چاہیے۔

جامع الاحادیث کے لئے ہندو پاک کے جن حضرات علماء ومشائخ نے اپنی تقاریظ سے نوازا تھا ان میں بعض نے اس جانب بھی اشارہ فرمایا کہ اسی نہج پر امام موصوف کی تحقیقات علمیہ دوسرے فنون سے متعلق بھی پیش کی جائیں۔

سید الکریم بحر العلوم حضور مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ نے تو صراحۃ اس کو بیان فرماتے ہوئے ترغیب دلائی کہ اس موضوع پر کام ہونا چاہیے۔

لکھتے ہیں: یہ اور اعلیٰ حضرت کی تحریروں کے انبار میں اس موضوع (تفسیر) سے متعلق بیشمار مواد ملے گا، جسے ترتیب اور سلیقے سے ایک جگہ کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کر دیا جائے تو ایک وقیع تقریری وثیقہ ہوگا، جس میں ریسرچ اسکالروں کے ساتھ عام مسلمانوں کا بھی بھلا ہوگا۔ (مقدمہ جامع الاحادیث ص ۲۰)

نیز حضور امین ملت مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ نے خود بالمشافہ گفتگو میں راقم سے فرمایا کہ اس کام کو ضرور انجام دینا ہے اور جن کتابوں کی ضرورت پیش آئے مجھے بتانا۔

ان بزرگوں کی فرمائش کے احترام میں اور احباب کی خواہش پر میں نے یہ کام شروع کیا اور تقریباً دو سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ فالحمد للہ علی ذلک

کام کی طرح ڈالی تو یہ فیصلہ مشکل نظر آیا کہ کس طرح ترتیب دیا جائے۔ آیا قرآن کریم کی مکمل عبارت اوپر بطور متن لکھی جائے۔ یا صرف انہیں آیات کو جن کی تفسیر مقصود ہے۔

اول صورت میں کتاب ضخیم ہو جاتی جبکہ مکمل قرآن مع ترجمہ تو علیحدہ سے موجود ہی ہے، لہذا میں نے انہیں آیات کو شامل کیا جن کی تفسیر مقصود ہے اور محدثین اپنی کتابوں میں اسی طرح ''کتاب التفسیر'' قائم کرتے آئے ہیں۔

لہذا اب یہ تفسیر قرآن کی تفسیر کی حیثیت سے نہ تو کوئی علیحدہ تفسیر ہے اور نہ ہی اس کا نہج مستقل تفسیر لکھنے والے مفسرین کی طرح ہے، بلکہ امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ کے ضمن میں جہاں آیات سے استدلال فرمایا اور ان آیات کے معانی ومفاہیم موقع کی مناسبت سے بیان فرمائے انہیں کا مجموعہ ہے اور محدثین کے عنوان کتاب التفسیر کے نہج پر ہے۔ لہذا اس کا عنوان ''کتاب التفسیر'' ہی منتخب ہوا اور جامع الاحادیث کے ابواب سے اس کو ملحق کر دیا

گیا۔

اب ہر سورت میں سے انہیں آیات کولکھ کر ترجمہ لکھا ہے، اور پھر افادات میں اس آیت کی تفسیر سے متعلق بعض گوشے بیان کئے گئے ہیں، جہاں کہیں آیت کے معنی اور افادہ کے درمیان ربط کی ضرورت پیش آئی وہاں راقم نے قوسین میں کچھ عبارت کا اضافہ کردیا ہے تاکہ قارئین افادہ کو غیر مربوط سمجھ کر کسی غلط فہمی کے شکار نہ ہو جائیں۔

اولا خیال کیا تھا کہ آیات مع ترجمہ قرآن کریم کے کسی نسخہ سے فوٹو کر کے چسپاں کی جائیں کہ تصحیح وغیرہ کی مشکلات سے خلاصی رہے۔ لیکن بعد میں بعض مجبوریوں کے سبب اس کو ٹائپ کرانا ہی پڑا، اور تین چار مرتبہ خاص طور پر اس کی تصحیح کی گئی۔ وقت کی قلت اور کاموں کی کثرت کے سبب آخری ایام میں نہایت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، بہر حال خدا خدا کر کے کام تو مکمل ہو گیا ہے لیکن کچھ خامیاں ہونگی جس کی نشاندھی خیر خواہانہ انداز میں قارئین کے ذمہ ہے،

آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ضرور ہو جائے گی۔ اب یہ کتاب سابقہ چھ جلدیں جامع الاحادیث اور اس کے ساتھ ہی احادیث سے متعلق ایک جلد اور یہ تین جلدیں مقدمہ تفسیر اور تفسیری مباحث پر مشتمل ہیں۔

امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف کے بعض ارکان کی خواہش تھی کہ اسی ادارہ سے اس کی اشاعت ہو۔ لیکن اکیڈمی نے حال ہی میں ایک آراضی اپنی عمارت کے لئے دہلی روڈ پر صالح نگر کے متصل خریدی ہے جس میں بہت بڑی رقم خرچ کرنا پڑی حتی کہ قرض بھی لیا گیا۔

لہذا اس ادارہ میں کوئی پونجی نہیں تھی، لیکن رب قدیر نے مدد فرمائی اور بعض احباب اہلسنت اس کی اشاعت کے لئے اکیڈمی ہی کی طرف سے کمربستہ نظر آئے اور یہ خاص انہیں کے اشتراک زر سے مکمل جلدیں ایک ساتھ اکیڈمی ہی کی جانب سے شائع کی جارہی ہیں۔

مولی تعالی سے دست بدعا ہوں کہ میری اس خدمت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے اور پہلی چھ جلدوں کی طرح اس کو بھی مقبول خاص وعام بنائے،

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

خادم الطلبہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مورخہ ۵/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

۲۱/ ستمبر ۲۰۰۴ء بروز سہ شنبہ

مقدمہ علم تفسیر

حامداو مصلیا و مسلما

تفسیر وتاویل کے معنی

تفسیر کے لغوی معنی ہیں، کسی چیز کو واضح کرنا، بیان کرنا اور تفصیل سے ذکر کرنا۔ تو یہ 'فسر' بمعنی کشف سے ماخوذ ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں یہی معنی لغوی مراد ہیں۔

" ولا یا تو نك بمثل الا جئنا ك با لحق واحسن تفسیرا '' (سو رۃ الا سراء۔)

اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔

لفظ تفسیر کا استعمال اشیاء حسیہ اور معانی معقولہ دونوں کے کشف وایضاح کے لئے ہوتا ہے لیکن معانی میں اکثر۔

تفسیر کے اصطلاحی معنی میں علماء مختلف ہیں، لیکن سب کا مرجع و مآل تقریبا ایک ہے۔

یعنی ایسا علم جس کے ذریعہ قرآن کریم کے معانی مراد بقدر طاقت بشری سمجھے جائیں۔

لھذا یہ تعریف ان تمام چیزوں کو شامل ہے جن پر فہم معنی اور بیان مراد موقوف ہو۔

تاویل کے لغوی معنی ہیں، رجوع کرنا۔ لھذا یہ "اول" سے مشتق ہے۔ تو تاویل آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے معنی کی طرف پھیر دینا جس کی وہ آیت محتمل ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں تفسیر وتاویل کا فرق واضح ہو گیا۔ جس کی تعبیر امام ابو منصور ماتریدی کے الفاظ میں یوں کی جاتی ہے۔ کہ تفسیر اس یقین کا نام ہے کہ لفظ سے حق تعالی کی مراد یہ ہی ہے۔ اور تاویل اس کو کہتے ہیں کہ چند احتمالات سے کسی ایک کو یقین کے بغیر ترجیح دینا (۱)۔

۱۔ التفسیر والمفسرون للدکتور حسین الذہبی ۔ ۲۰

بعض مفسرین نے تفسیر کو روایت اور تاویل کو درایت کے ساتھ خاص مانا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر آیت کے کوئی معنی بلا دلیل بیان کئے جائیں تو نہ وہ مسموع اور نہ صحیح بلکہ وہ تاویل فاسد ہے۔ اور آیات سے کھلواڑ کے مترادف۔ لہذا ایسے معنی تفسیر بالرائے کے قبیل سے ہونگے جس کی مذمت احادیث کریمہ میں وارد ہے۔ علمائے متاخرین نے دونوں میں فرق یوں بیان فرمایا۔ کہ تفسیر کا تعلق عبارۃ النص سے ہوتا ہے اور تاویل کا اشارۃ النص سے۔

ان تمام اقوال میں غور وخوض سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ قول راجح ہے جس میں تفسیر کا تعلق روایت اور تاویل کا تعلق درایت سے قرار دیا گیا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ تفسیر کے معنی کشف وبیان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مراد کی وضاحت پر جزم اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ وہ معنی مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہوں۔ یا صحابہ کرام سے منقول ہوں جو نزول وحی کے پس منظر اور پیش آمدہ واقعات سے باخبر تھے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر وحضر میں موجود اور مشکل آیات کے وقت آپ کی جانب رجوع لاتے۔ یا۔ وہ تابعین عظام جو مفسرین صحابہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں ان سے منقول ہوں۔ تاویل میں چونکہ کسی ایک معنی محتمل کی ترجیح ملحوظ ہوتی ہے۔ اور ترجیح میں اجتہاد پر اعتماد، لغت عرب کی تتبع اور تلاش کے ذریعہ الفاظ کی معرفت، سیاق وسباق سے کسی معنی کی تعیین، اور عربی اسلوب کی معرفت سے معانی کا استنباط ہوتا ہے۔ اس لئے علامہ زرکشی نے فرمایا: کہ تفسیر وتاویل کے درمیان فرق کی اصطلاح معانی منقولہ اور معانی مستنبطہ کے درمیان امتیاز کی رو سے ہے تا کہ منقول معنی پر اعتماد ہو اور مسائل مستخرجہ میں نظر وفکر سے کام لیا جائے۔ (۲)

موضوع تفسیر۔

آیات قرآنیہ اس حیثیت سے کہ ان کے مطالب ومقاصد بیان کئے جائیں۔

غرض وغایت۔

سعادت دارین حاصل کرنا۔

۲۔ التفسیر والمفسرون للدکتور حسین الذہبی ۲:۲

ان تینوں چیزوں کی معرفت ضروری ہے، ورنہ علم تفسیر کی جانب نہ طبعی رجحان ہوسکتا ہے، نہ اس علم کا دوسرے علوم سے امتیاز، اور نفس کی توجہ بھی کسی علم کی جانب اسی وقت ہوسکتی ہے جب اس کا من وجہ تصور ہو۔

انواع علم تفسیر

علم تفسیر کے مختلف شعبے ہیں۔ علامہ زرکشی نے اس طرح کے شعبوں اور انواع کی تعداد (۴۷) شمار کی ہے۔

مثلاً معرفت شان نزول۔ معرفت مناسبت بین الآیات۔ معرفت وجوہ ونظائر۔ معرفت مکی ومدنی۔ معرفت ناسخ ومنسوخ۔ معرفت احکام۔ معرفت امثال وغیرہا (۱)

اس کے بعد لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص ان انواع میں سے کسی ایک نوع کا استقصا اور احاطہ کرنا چاہے تو اس کی عمر تمام ہوجائے اور یہ خواہش پوری نہ ہو۔ (۲)

لہٰذا ان تمام مباحث سے عنان قلم پھیرتے ہوئے اس مقالہ میں چند ضروری چیزوں کے بیان پر اکتفا کررہا ہوں۔

مراحل علم تفسیر

پہلا مرحلہ = حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے لے کر دور حاضر تک علم تفسیر مختلف مراحل سے گزرا، اور ہر مرحلہ میں سابقہ تعلیمات کو منارۂ نور اور سرچشمہ ہدایت کا درجہ حاصل رہا۔

بندوں تک دین حق پہونچانے کے لئے ہمیشہ سے سنت الٰہیہ قائم رہی کہ نبی ورسول اپنی اپنی اقوام کی زبان میں پیغام حق سنائیں۔ لہٰذا وہ اپنے ساتھ کتاب لاتے تو اس کی توضیح وتفصیل بھی خود فرماتے۔

۱۔ البرہان فی علوم القرآن للزرکشی

۲۔ البرہان فی علوم القرآن للزرکشی

اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے:

" وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه " [سورة ابراهيم ـ ٤]

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم لے کر آئے تو اس کی تشریح وتفسیر بھی فرمائی۔ کیونکہ آپ کی طبیعت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسا رسوخ وملکہ ودیعت فرمایا تھا کہ آپ قرآن کریم کو اجمالی اور تفصیلی دونوں اعتبار سے بخوبی جانتے تھے۔ لہٰذا موقع ومحل کے اعتبار سے بخوبی وضاحت فرماتے تھے۔ البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کسی آیت کے ظاہری معنی ومطالب اور احکام سے من وجہ واقفیت کے ساتھ ساتھ تفصیلی معلومات اور رموز و اسرار حاصل کرنے کے لئے حضور کی جانب رجوع لازم تھا۔ ورنہ مجمل ومشکل اور متشابہ آیات کا علم محض مادری زبان اور روزمرہ کی بول چال نیز معرفت لغات سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

لہٰذا صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں شب وروز صرف فرمائے، بحث ونظر اور غور وفکر کے ذریعہ قرآنی آیات کے مطالب حاصل کئے، اور جہاں ضرورت پیش آئی فوراً حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رجوع لائے۔ اس طرح جیسے جیسے قرآن کریم نازل ہوتا جاتا صحابہ کرام بھی اس کے سمجھنے سمجھانے میں مشغول رہتے۔ تاہم اس میدان میں تمام صحابہ یکساں نہیں تھے بلکہ دوسرے علوم کی طرح مختلف المراتب۔ کہ بعض حضرات کے لئے ایک معنی ظاہر ہوتے تو دوسروں پر مخفی رہتے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ کہ لغت کا احاطہ نبی کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ بہرحال بعض صحابہ کو فہم قرآن میں عظیم مقام حاصل تھا۔ ان میں دس صحابہ کرام کو خصوصی شہرت حاصل ہوئی جو حسب ذیل ہیں۔ (۱)

خلفائے اربعہ۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ ابی بن کعب۔ زید بن ثابت۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عبداللہ بن زبیر۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ان میں خلفاء ثلثہ، ابوبکر صدیق اکبر، عمر فاروق اعظم اور عثمان ذوالنورین سے تفسیر قرآن میں زیادہ روایات منقول نہیں۔ وجہ اس کی یہ رہی کہ ان کا وصال جلد ہوگیا اور خلافت و

۱۔ التفسیر والمفسرون للدکتور حسین الذہبی　۲۲

فتوحات کی مشغولیات نے اس کی مہلت نہیں دی۔ لہٰذا خلفائے اربعہ میں حضرت علی مرتضیٰ کثیر الروایات فی التفسیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت عثمان غنی کے زمانہ تک خلافت کی مشغولیات سے فارغ رہے، اور آپ کا وصال اس زمانہ میں ہوا جب تفسیر قرآن کے لئے لوگوں کو زیادہ ضرورت درپیش تھی کہ اس وقت اسلام اہل عرب سے نکل کر دوسری اقوام تک پہنچ چکا تھا۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب سے بھی باب تفسیر میں کثیر روایات منقول ہیں کہ یہ تینوں حضرات اپنے اماکن میں مرجع عوام وخواص تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس مکہ مکرمہ میں۔ حضرت ابی بن کعب مدینہ منورہ میں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کوفہ میں۔ باقی تین حضرات یعنی زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر اگرچہ تفسیر میں مشہور ہوئے مگر ان کی روایات کم ہیں۔

ان چار حضرات میں بھی روایات کی کثرت کے اعتبار سے ترتیب اس طرح سے ہے۔

(۱) عبداللہ ابن عباس، (۲) عبداللہ ابن مسعود، (۳) علی ابن ابی طالب، (۴) ابی بن کعب۔

لہٰذا ان حضرات اربعہ کی تفسیری خدمات کے تعلق سے کچھ معلومات مختصر سوانح کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس

آپ عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف قریشی ہاشمی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔ والدہ کا نام لبابہ کبریٰ بنت حارث بن حزن ہلالیہ ہے۔ آپ کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضور مع خاندان شعب ابی طالب مکہ مکرمہ میں محصور تھے۔ حضور کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے اپنے لعاب دہن سے تحنیک فرمائی۔ یہ ہجرت سے تین سال قبل کی بات ہے۔

ہجرت کے بعد جب آپ کا ابھی بچپن ہی تھا آپ نے حضور کی صحبت اختیار کرلی اور شب وروز آپ کے ساتھ گزارتے۔ ایک تو آپ خاندان کے فرد، دوسرے آپ کی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس وجہ سے آپ کو قرب وصحبت کے زیادہ مواقع ملتے

رہے۔ حضور کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک تقریبا پندرہ سال تھی۔

خود بیان کرتے ہیں کہ وصال کے بعد میں نے اپنے ہم عمر ایک انصاری صحابی سے کہا: حضور کی صحبت سے تو ہم محروم ہو گئے لہذا چلو اب اکابر صحابہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیثیں حاصل کریں اور اکتساب علم کریں۔

وہ بولے اے ابن عباس: یہ تو دیکھو اتنے جلیل القدر صحابہ کی موجودگی میں کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ آکر آپ سے حدیث و مسائل پوچھے۔ کہتے ہیں: میں نے ان کی بات پر کان نہ دیا اور مسلسل کوشش جاری رکھی۔ مجھے جس کے سلسلہ میں علم ہوتا کہ ان کہ پاس حضور کی کوئی حدیث ہے تو میں ان کے در دولت پر پہونچتا اور حدیث سن کر یاد کر لیتا۔ بعض حضرات کے دروازہ پر پہونچ کر معلوم ہوتا کہ وہ آرام میں ہیں تو ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ جاتا۔ ہواؤں کے تھپیڑے چلتے۔ گرد و غبار اڑ کر میرے چہرے اور کپڑوں پر اٹ جاتا، لیکن میں اسی حال میں منتظر رہتا، وہ خود باہر تشریف لاتے تو اس وقت میں اپنا مدعا بیان کرتا، وہ حضرات مجھ سے فرماتے: آپ تو خاندان نبوت کے فرد ہیں، آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی ہمیں یاد کیا ہوتا ہم خود آپکے پاس پہونچتے، میں عرض کرتا: میں طالب علم ہوں، لہذا میں ہی اس بات کا مستحق ہوں کہ آپکی خدمت میں حاضری دوں۔ بعض حضرات پوچھتے، آپ یہاں کب سے ہیں تو میں وقت بتاتا جس پر وہ برہم ہو کر فرماتے:

آپ نے اپنی آمد کی اطلاع ہمیں کیوں نہ کرادی کہ ہم فوراً آتے، میں عرض کرتا: میرے دل نے نہ چاہا کہ میں از خود آپ کو بلاؤں اور آپ اپنی ضرورت میں ہوں۔

انکی اس جانفشانی اور عرق ریزی کا ثمرہ تھا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغر سنی کے باوجود ممتاز علمائے صحابہ میں جگہ دیتے۔

جب آپ مرجع انام بن گئے تو وہ انصاری صحابی بہت پچھتاتے اور کہتے تھے۔

كان هذا الفتىٰ اعقل منى۔

یہ نوجوان مجھ سے زیادہ عقلمند نکلا۔

آپ کا وصال ۶۸ ہجری میں ہوا اس وقت آپ کی عمر ستر سال سے متجاوز تھی۔ طائف میں تدفین ہوئی۔ حضرت محمد بن حنیفہ نے دفن کے بعد کہا تھا آج حبر امت کا انتقال ہو گیا۔

فضل وکمال

آپ کے القاب میں حبر و بحر دونوں آپ کے کثرت علم وفضل پر دال ہیں، آپ اجتہاد کے اعلی درجہ پر فائز تھے اور قرآن کریم کے معانی سمجھنے میں امتیازی شان حاصل تھی۔ اسی لئے آپ کو ترجمان القرآن اور رئیس المفسرین بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کے وفور علم کے پیش نظر حضرت عمر فاروق اعظم آپ کو کبار صحابہ میں جگہ دیتے۔ آپ کی رائے کی قدر کرتے اور جب مشکل فیصلے آپ کے دربار میں پیش ہوتے تو آپ سے مشورہ کرتے۔ حضرت ابن عباس خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم میرے پاس جلیل القدر بدری صحابہ کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔ بعض حضرات کے دل میں یہ بات کھٹکی تو انہوں نے امیر المؤمنین سے عرض کیا: آپ ہمیں ان کے پاس نہ لے کر جایا کریں ان جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: یہ تم سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ آخر کار ایک دن ان سب حضرات کو اپنے یہاں بلایا اور مجھے بھی ان کے درمیان رکھا۔ پھر سب نے "اذا جاء" کی تفسیر پوچھی۔ بعض نے کہا اس میں مدد و فتح کے بعد حمد و استغفار کا حکم ہے۔ کسی نے خاموشی اختیار کی۔ مجھ سے بھی پوچھا۔ میں نے عرض کیا: اس میں حضور کے وصال کی خبر ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا "اذا جاء نصر اللہ والفتح" تو یہ آپ کے وصال کی علامت ہے۔ لہذا اللہ تعالی کی حمد بیان کرو اور مغفرت کے طالب رہو۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: میں بھی اس کی تفسیر یہی جانتا ہوں۔ اس طرح کے واقعات آپ کی جودت طبع، قوت فکر اور علم تفسیر میں دوسروں پر فوقیت کے روشن دلائل ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے آپ کو ترجمان القرآن فرمایا۔

مشہور تابعی حضرت عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس کی مجلس سے زیادہ کسی کی مجلس علم وفضل میں عظمت والی نہ دیکھی۔ قرآن کے معانی و مطالب سیکھنے ان کے پاس آتے، حدیث پڑھنے یہاں آتے، فقہ سیکھنے یہاں آتے، اور شعر وسخن کا ذوق رکھنے والے بھی آپ کی مجلس میں حاضری دیتے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہیں: میں نے ابن عباس سے زیادہ نہ کسی کو حدیث

میں دیکھا اور نہ خلفاء ثلثہ کے فیصلوں کو جاننے میں۔ نہ آپ سے زیادہ اچھی سمجھ والا نظر آیا اور نہ پختہ رائے والا۔ ایک دن علم فقہ کیلئے مجلس لگتی تو دوسرے دن علم تفسیر کی محفل منعقد ہوتی۔ پھر ایک دن سیر و مغازی پر تو دوسرے دن شعر و سخن پر گفتگو فرماتے: میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب بھی کوئی سوال آپ سے ہوتا تو فوراً جواب عنایت فرماتے۔ اور جب بھی کسی عالم کو آپ سے ملنا ہوتا تو وہ نہایت ہی خاکساری سے یہاں ملتے۔

حضرت بن کیسان مشہور تابعی فرماتے ہیں: مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم نے اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اس بچے کی مجلس اختیار کر رکھی ہے۔ میں نے کہا: میں نے ستر صحابہ کو دیکھا جب بھی کسی امر میں فیصلہ کرتے تو ابن عباس کے قول کی طرف رجوع کرتے۔

ابو وائل کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت علی مرتضی نے آپ کو حج کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ نے سورۂ بقرہ یا سورۂ نور کی تفسیر کرتے ہوئے میدان عرفات میں خطبہ دیا۔ یہ ایسا خطبہ تھا کہ رومی۔ ترکی اور دیلمی سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

حضرت علی مرتضی خود فرماتے تھے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کے وقت عالم غیب کو باریک پردوں سے دیکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کی پوری زندگی تعلیم و تعلم سے عبارت تھی۔ حضرت علی کی جانب سے بصرہ کے گورنر کی حیثیت سے کچھ دن آپ نے امارت کی مصروفیات میں گزارے، باقی پوری حیات علمی خدمات میں گزاری۔

آپ کی جانب بعض صحابہ نے بھی رجوع کیا اور تابعین کی تو ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ اور قرآن کریم کے مشکل مقامات کا درس لیا۔

حضرت سعید ابن جبیر کہتے ہیں: میں کوفہ سے حج بیت اللہ کے لئے پابر کاب تھا کہ ایک یہودی نے مجھ سے آکر یہ کہا: آپ تو طالب علمی میں لگے رہتے ہو۔ یہ بتاؤ کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے یہاں مدین میں رکھا اور بطور مہر آٹھ سال لازم اور باقی دو سال اختیاری کا وعدہ لیا۔ تو حضرت موسیٰ نے کونسی مدت پوری فرمائی۔ یعنی آٹھ سال میں چلے آئے یا مکمل دس سال کے بعد۔ کہتے ہیں: میں نے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ میں حبر الامت یعنی ابن عباس کے پاس جارہا ہوں، واپسی پر بتاؤنگا۔ چنانچہ میں مکہ مکرمہ آیا، آپ

سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا دس سال کی مدت پوری فرمائی، کہ نبی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا فرماتا ہے۔ (خواہ وہ اختیاری وعدہ ہو)۔فرماتے ہیں میں کوفہ آیا اور اس یہودی کو وہ جواب سنایا تو بولا۔انہوں نے سچ کہا، حضرت موسی پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں اسی طرح ہے۔قسم بخدا یہ شخص عالم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بسا اوقات آپ کی تفسیر قرآن کو کلام الہی پر جرأت قرار دیتے اور تنقید فرماتے۔ایک مرتبہ کسی نے آپ سے اس آیت کے معنی پوچھے۔

"اولم یر الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا رتقا ففتقناھما"۔

آپ نے سائل سے کہا جاؤ ابن عباس سے پوچھو اور جو وہ بتائیں مجھے بھی اس سے آگاہ کرنا، جب وہ پوچھنے آئے تو آپ نے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی۔

آسمان رتق تھا کہ بارش نہیں ہوتی تھی۔اور زمین رتق تھی کہ کھیتی نہیں اگتی تھی، تو دونوں کا فتق بارش و نباتات کی صورت میں ہوا۔

اس شخص نے حضرت ابن عمر کو یہ سب کچھ بتایا۔تو کہنے لگے، مجھے تو ان کی تفسیر ایک جرأت و جسارت معلوم ہوتی تھی، میں اب سمجھا کہ واقعی ان کو علم کتاب عطا ہوا ہے۔(۱)

آپ کے شاگرد حضرت مجاھد فرماتے ہیں: جب آپ کسی آیت کی تفسیر فرماتے تو نور ہی نور نظر آتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں بے شمار روایات منقول ہیں۔حتی کہ کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر میں آپ سے متعدد اقوال منقول نہ ہوں۔اس لئے نقادان حدیث و اثر اور ائمہ فن نے ان روایات کے راویوں کی جانچ پڑتال کی۔لہذا عدول و ضعفاء کو الگ الگ شمار کیا گیا اور ان رواۃ کے عدل و ضعف کے اعتبار سے آثار و مرویات کو رکھا گیا۔یہاں چند مشہور سندیں بیان کی جارہی ہیں ساتھ ہی ان کا مقام و مرتبہ بھی بیان کیا جائیگا۔

پہلی سند

معاویۃ بن صالح عن علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی

عنہما۔ یہ سند آپ کی تمام سندوں میں اجود واعلی شمار کی جاتی ہے۔[۱]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: مصر میں ایک مجموعہ تفسیر میں نے دیکھا جو علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس کی سند سے تھا۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس نسخہ کا تذکرہ کیا ہے جو لیث بن سعد کے کاتب ابو صالح کے پاس تھا۔ ابو صالح نے اس کو معاویہ بن صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس ۔ کی سند سے روایات کیا ہے۔ امام بخاری بھی تعلیقات ابن عباس میں اس پر صحیح بخاری میں اعتماد کرتے ہیں۔ امام مسلم اور باقی اصحاب سنن بھی اس طریق سے احتجاج کرتے ہیں۔ ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے بھی اپنی اپنی تفاسیر میں چند وسائط سے اس سند پر اعتماد کیا ہے۔[۱]

بعض نقاد اس طریق پر طعن بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے سماعت ہی نہیں کی، انہیں تو جو روایات ملیں وہ مجاہد اور سعید بن جبر کے واسطہ سے ہیں۔ لہذا ان کی روایات منقطع ہوئیں۔ گولڈ زیہر مستشرق نے بھی اپنی کتاب المذاھب الاسلامیہ فی تفسیر القرآن میں اس بات کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ جب مسلم ناقدین خود اس پر نقد وجرح کرتے ہیں جو تفسیر کا مصدر اول ہے تو پھر دوسروں کا حال واضح ہے۔

لیکن ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ منقطع روایت میں جب واسطہ معروف ہو اور اس کی ثقاہت مسلم تو پھر انقطاع سند سے کیا نقصان۔ وجہ نقد تو یہ تھی کہ جب واسطہ غیر معروف ہو تو اس کے ترک سے ایک راوی مجہول ہوگا جس سے سند میں ضعف آجائیگا۔ اور یہاں ایسا نہیں۔ اسی لئے امام ذہبی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں:

وقد روی یعنی علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس تفسیرا کثیرا ممتعا والصحیح عندھم ان روایتہ عن مجاھد عن ابن عباس ان کان یرسلھا عن ابن عباس فمجاھد ثقۃ یقبل۔(۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طریق اصح الطرق ہے اور امام بخاری جیسے ناقدین فن کی توثیق واعتماد اس پر شاھد عدل۔

۱۔ التفسیر والمفسرون ص ۶۸

دوسری سند

قیس بن مسلم کو فی عن عطاء ابن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس۔

یہ سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔امام فریابی اور حاکم نے اس سند سے کثیر روایات ذکر کی ہیں۔

تیسری سند

محمد ابن اسحاق صاحب سیر عن محمد بن ابی محمد مولی آل زید بن ثابت عن عکرمۃ او سعید بن جبیر عن ابن عباس۔

یہ سند جید وحسن ہے،ابن جریر وابن ابی حاتم اس سے بہت روایتیں لاتے ہیں اور امام طبرانی معجم کبیر میں اس طریقے سے تخریج فرماتے ہیں۔

چوتھی سند

اسمعیل بن عبد الرحمٰن السدی الکبیر، تارۃ عن ابی مالک، و تارۃ عن ابی صالح عن ابن عباس۔

اس سند میں وارد اسمعیل سدی کے بارے میں اختلاف ہے۔امام مسلم اور اصحاب سنن اربعہ ان سے روایت کرتے ہیں حالانکہ یہ تابعی شیعی ہیں۔امام سیوطی نے فرمایا؛سدی سے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے جیسے امام ثوری اور امام شعبہ،لیکن ان کے مجموعہ تفسیر کو اسباط بن نصر روایت کرتے ہیں اور اسباط پر ائمہ کو اتفاق نہیں،حالانکہ تفسیر سدی امثل تفاسیر کہی جاتی ہے۔تفسیر ابن جریر میں اس تفسیر سے بہت روایتیں ہیں جو سدی عن ابی مالک عن ابی صالح عن ابن عباس۔کے طریق سے مذکور ہیں۔البتہ ابن حاتم نے اس طریق سے اپنی تفسیر میں کوئی روایت ذکر نہیں کی۔کہ انہوں نے اصح روایات کو ذکر کرنے کا التزام کیا تھا۔

پانچویں سند

عبد الملك بن جريج عن ابن عباس

اس سند میں تدقیق سے کام لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ ابن جریج نے تمام روایات کی صحت کا التزام نہیں کیا بلکہ ہر آیت کے تحت صحیح وضعیف ہر طرح کی روایات جمع کر دیں۔ ابن جریج سے ایک جماعت کثیر نے روایتیں لیں۔ ان میں ایک سند یوں ہے۔ بكر بن سهل الدمياطي عن عبد الغني بن سعيد عن موسى بن محمد عن ابن جريج عن ابن عباس۔ اس روایت کو اطول روایت کہا جاتا ہے اور اس میں نظر ہے۔

دوسری سند یوں ہے۔

محمد بن ثور عن ابن جريج عن ابن عباس

اس سند سے مروی احادیث وآثار کا مجموعہ تین ضخیم جلدوں میں تھا۔

تیسری سند اس طرح ہے۔

حجاج بن محمد عن ابن جريج عن ابن عباس

یہ تفسیر ایک جلد میں تھی اور صحیح متفق علیہ۔

چھٹی سند

الضحاك بن مزاحم الهلالي عن ابن عباس۔

اس سند کو غیر مرضی قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اگرچہ بعض لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے لیکن بعض نے اس کو منقطع مان کر ضعیف قرار دے دیا۔ کیونکہ ضحاک کو ابن عباس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور اگر اس سند کو بشر بن عمارة عن ابی روق عن الضحاك کے طریق سے لیا جائے تو بلاشبہ یہ ضعیف ہوگی کہ بشر بن عمارہ ضعیف ہیں حالانکہ ابن جریج اور ابن ابی حاتم نے اس طرح کی کثیر روایات ذکر کی ہیں۔ اور اگر اس طریق کو زبیر عن الضحاك کے طور پر ذکر کیا جائے تو پھر ضعف اور شدید ہو جائیگا کہ زبیر میں ضعف شدید ہے۔ کیونکہ ان کو متروک کہا گیا ہے۔ ایسی سند سے ابن جریر و ابن ابی حاتم روایات نہیں لاتے البتہ ابن مردویہ اور ابو شیخ بن حبان ایسی روایتیں ذکر کرتے ہیں۔

ساتویں سند

عطية العوفی عن ابن عباس ۔

اس سند کو بھی غیر مرضی کہا گیا ہے کہ عطیہ ضعیف ہیں لیکن امام ترمذی بسا اوقات ان کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔ اور اس طریق سے ابن ابی جریر اور ابن ابی حاتم بہت روایتیں لاتے ہیں۔

آٹھویں سند

مقاتل بن سليمان الازدی الخراسانی عن مجاهد او عن الضحاك عن ابن عباس۔

مقاتل کے بارے میں امام شافعی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بعد کے تمام لوگ مقاتل ابن سلیمان کے علم تفسیر میں تابع و پیروکار ہیں۔ حالانکہ دیگر محدثین ان کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ مجاھد اور ضحاک سے روایت کرتے ہیں جبکہ دونوں میں سے کسی سے ان کو سماع نہیں۔ بعض نے کذاب کہا، تجسیم و تشبیہ کا عقیدہ بھی ان کی نسبت سے مشہور ہوا۔ لہذا کسی نے اس کی توثیق بھی نہیں کی۔

امام سیوطی نے کہا کہ مقاتل پر کلبی کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ مقاتل میں مذھبی کمزوریاں تھیں۔ امام وکیع سے مقاتل کے تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا۔ اس کی تفسیر نہ دیکھو۔ سائل نے کہا پھر کیا کریں، فرمایا اس کی تفسیر کو دفن کر دو۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں مقاتل سے کوئی روایت ذکر کروں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس نے مقاتل کی تفسیر کو مستحسن قرار دیا وہ خود بھی ضعیف کہتے اور استحسان کا مطلب بتاتے کہ ان کی تفسیر بہت عمدہ ہوتی اگر یہ ثقہ ہوتے۔

نویں سند

محمد ابن سائب الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس۔

اس کو تمام سندوں میں کمزور ترین سند قرار دیا گیا ہے حالانکہ کلبی تفسیر میں مشہور ہیں کسی

کی تفسیر نہ ان سے زیادہ مطول ہے اور نہ ان سے زیادہ شائع۔

ان تمام چیزوں کے باوجود اگر کوئی کہے کہ ان کی تفسیر سے ائمہ راضی ہیں، تو یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض کے نزدیک ان کے غیر ثقہ اور متروک ہونے پر اجماع قائم ہے۔لہذا ان کی حدیث نہ لکھی جائے اور بعض نے تو ان کو متہم بالوضع قرار دیا ہے کلبی سے روایت کرنے والوں میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی ہے جس کے بارے میں یہ منقول ہے کہ یہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ ذاھب الحدیث اور متروک تھا۔

نیز امام سیوطی نے درمنثور میں فرمایا: کلبی متہم بالکذب ہے۔ اس نے خود اپنے مرض الموت میں کہا تھا کہ میں نے تمھارے لئے جو کچھ ابو صالح سے روایت کیا وہ جھوٹ ہے۔ پھر یہ کہ کلبی سے روایت کرنے والے تفسیر میں یا تو اسی کے مثل ضعیف متہم بالکذب ہیں یا اور زیادہ ضعف ان میں پایا جاتا ہے۔ جیسے محمد بن مروان سدی صغیر۔ ثعلبی وواحدی نے اپنی تفاسیر میں ایسی بہت روایتیں بیان کی ہیں۔

یہ تو طرق حضرت ابن عباس سے مشہور ہیں، ان میں جو خوبیاں اور خامیاں تھیں وہ بیان ہوئیں۔ اور ہر سند کا مقام و مرتبہ بھی معلوم ہو گیا کہ کس پر اعتماد کیا جائے اور کس پر نہیں۔

حضرت ابن عباس کی طرف ایک تفسیر تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، کہ نام سے مشہور ہے، اس کو ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی شافعی صاحب قاموس المحیط نے جمع کیا ہے، اس کی تمام روایتیں محمد بن مروان سدی صغیر اور محمد بن سائب کلبی کے گرد گھومتی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اس تفسیر کا کیا مقام ہوسکتا ہے۔ امام شافعی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ابن عباس سے تفسیر میں سو احادیث سے زیادہ نہیں ثابت ہوسکیں۔ اگر امام شافعی کا یہ قول ثابت و صحیح مان لیا جائے تو واضح ہوجائیگا کہ اس تفسیر میں واضعین نے کس جرأت و دلیری سے کام لیا ہے۔ اور خود تفسیری اقوال میں تناقض سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔ بہر حال اس کی علمی وفنی قدر و منزلت تو اپنی جگہ اکثر مقامات پر واضح ہے ہاں روایتی انداز اور حضرت ابن عباس کی جانب نسبت ضرور مخدوش ہے۔ (۱)

۱۔ التفسیر والمفسرون ص ۶۸

حضرت عبداللہ ابن مسعود

آپ عبداللہ بن مسعود بن غافل ہیں۔ نسب مضر بن کنانہ تک پہونچتا ہے اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، قبیلہ ھذیل سے ہیں، والدہ ام عبد بنت عبدود ہیں اور یہ بھی قبیلہ ھذیل کی خاتون تھیں۔ آپ کی نسبت کبھی والد کی طرف ہوتی ہے تو ابن مسعود کہے جاتے ہیں اور کبھی والدہ کی جانب تو ابن ام عبد کہلاتے ہیں۔ پتلے دبلے گنٹھے قد کے آدمی تھے، قدیم الاسلام ہیں۔ خود کہتے ہیں میں چھٹا مسلمان ہوں جب روئے زمین پر ہمارے علاوہ کوئی اسلام نہ لایا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مکہ میں قرآن کریم بلند آواز سے قریش پر آپ ہی نے پیش فرمایا۔ اس پر اہل مکہ نے آپ کو اذیتیں بھی دیں۔

آپ جب اسلام لائے تو حضور نے آپ کو اپنی خدمت میں رکھا، اکثر حالات میں آپ ہی خدمت کرتے، وضو وغسل کا پانی، مسواک اور نعلین پاک آپ ہی خدمت میں پیش کرتے۔ جب حضور کہیں تشریف لے جاتے تو نعلین پاک پہناتے، جب کسی مقام پر قیام فرماتے تو نعلین پاک اپنی آستین میں رکھتے، چلتے وقت آگے آگے رہتے، غسل فرماتے تو پردہ کرتے۔ آرام فرماتے تو ضرورت کے اوقات آپ ہی بیدار کرتے، اور کاشانۂ نبوت میں بغیر حجاب داخل ہوتے۔ اسی لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بھائی کے ساتھ یمن سے آیا تو ایک زمانہ تک ہم نے یہ سمجھا کہ آپ اور آپ کی والدہ اہل بیت نبوت سے ہیں کہ ہم ان دونوں کو اکثر وبیشتر حضور کے حرم محترم میں بے روک ٹوک آتے جاتے دیکھتے تھے۔

پہلے حبشہ کی طرف پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی، دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاھد میں حضور کے ساتھ شریک رہے۔ غزوۂ بدر میں ابوجھل کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ حضور نے آپ کو جنت کی بشارت اور آپ کی فضیلت اور علو منزلت کی گواہی دی۔ فرماتے ہیں: اگر مومنین کے سوا مجھے کسی شخص خاص سے مشورہ کا حکم ملتا تو وہ ابن ام عبد ہوتے۔

خلافت فاروقی وعثمانی میں آپ کو کوفہ کے بیت المال کا والی بنایا تھا۔ آخری عمر میں

مدینہ شریف کو مسکن بنایا اور ۳۲ ہجری میں وصال ہوا۔ وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کو تدفین عمل میں آئی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی۔

علم وفضل

آپ صحابہ کرام میں کتاب اللہ کے بڑے حافظ تھے۔ خود حضور آپ سے قرآن کریم پڑھوا کر سنتے اور پسند فرماتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: اے ابن مسعود مجھے قرآن سے سورۂ نساء پڑھ کر سناؤ، ابن مسعود فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں آپکو سناؤں حالانکہ قرآن تو خود آپ پر نازل ہوا ہے۔ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ دوسروں سے بھی سنوں۔ کہتے ہیں: میں نے جب تلاوت شروع کی اور فکیف اذا جئنا۔ پر پہونچا تو حضور کی آنکھیں بہہ نکلیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس شخص کو پسند ہو کہ وہ خوش الحانی کے ساتھ قرآن کریم اسی طرح پڑھے جیسا کہ نازل ہوا تو چاہئے کہ وہ ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے۔

حضرت امام مسروق فرماتے تھے: صحابہ کرام کا علم چھ حضرات میں سمٹ آیا تھا،
عمر فاروق اعظم، علی مرتضی، عبداللہ ابن مسعود، ابی بن کعب، ابودرداء، زید بن ثابت۔
پھر ان چھ کا دو حضرات میں، یعنی علی مرتضی اور عبداللہ بن مسعود میں رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت حذیفہ بن یمان سے کہا گیا: ہمیں اس شخص کے بارے میں بتائیں جو چال ڈھال میں حضور کے مشابہ ہوتا کہ ہم ان کی سیرت اپنائیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔ تو آپ نے فرمایا: ہم عبداللہ بن مسعود سے زیادہ کسی کو نہیں جانتے۔

حضرت عمر فاروق اعظم نے جب آپ کو کوفہ بھیجا تو اہل کوفہ کو لکھا، میں عمار بن یاسر کو امیر بنا کر بھیج رہا ہوں اور عبداللہ بن مسعود کو معلم و وزیر، یہ دونوں بدری صحابہ کرام کے اشراف میں ہیں۔ لہذا ان کا اتباع کرنا اور فرمانبرداری کرنا۔ اور عبداللہ بن مسعود کو خاص طور پر تمہارے پاس بھیج کر میں نے اپنے اوپر تم کو ترجیح دی ہے۔ لہذا آپ کوفہ میں اقامت پذیر رہے اور اہل کوفہ آپ سے علم حدیث، تفسیر اور فقہ حاصل کرتے تھے۔ آپ ان کے معلم تھے اور قاضی بھی اور

طریقۂ اجتہاد کے مؤسس و بانی۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضی جب کوفہ تشریف لائے تو بعض اہل کوفہ نے حاضر ہوکر کہا تھا: اے امیر المومنین ہم نے ابن مسعود سے بڑھ کر نہ کسی کو پرہیز گار پایا، نہ ان سے اچھی کسی کی مجلس دیکھی، نہ ان جیسا مہربان کوئی معلم دیکھا اور نہ حسن خلق میں کسی کو ان کا ہم پلہ۔ حضرت علی مرتضی نے فرمایا: میں تم سے حلف لے کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم اپنے صدق دل سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ بولے: ہاں۔ اس پر آپ نے کہا: اے اللہ! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میرے نزدیک بھی ابن مسعود ایسے ہی ہیں بلکہ اس سے بھی افضل۔

ان شہادتوں سے آپ کا علم و فضل ظاہر اور صحابہ کرام میں آپ کی قدر و منزلت عیاں ہے۔ "و ذلك فضل الله يو تيه من يشاء من فضل عباده"۔

علم تفسیر میں آپ کا مقام

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

ہم میں سے جب کوئی دس آیات سیکھ لیتا تو ان سے آگے اس وقت تک نہیں بڑھتا تھا جب تک ان کی معانی و مطالب نہ جان لیتا اور ان پر عمل پیرا نہ ہو جاتا۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت ابن مسعود فہم معانی کتاب کے کتنے گرویدہ تھے اور آپ کو معانی قرآن میں کتنا درک حاصل تھا۔

خود فرماتے ہیں: قسم بخدا ہر آیت کے بارے میں مجھے علم ہے کہ کس سلسلے میں نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے علم ہوتا کہ فلاں مجھ سے کسی آیت کو زیادہ جانتا ہے اور وہاں تک میں اپنی سواری کے ذریعہ پہونچ سکتا ہوں تو ضرور پہونچتا۔

اس قول سے اس بات پر دلالت واضح ہے کہ آپ نے معانی قرآن اور شان نزول آیات کا احاطہ فرمالیا تھا۔

حضرت مسروق کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود ہم پر کوئی سورۃ تلاوت فرماتے۔ پھر اسی سے متعلق احادیث بیان کرتے اور پورے دن اسی کی تفسیر بیان فرماتے۔

ایک مجلس میں حاضرین نے حضرت علی مرتضی سے عرض کیا: ہمیں ابن مسعود کے سلسلہ

میں کچھ بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا: علم قرآن وسنت ان پر منتہی ہوگیا، ان کی جلالت علمی کے سلسلے میں اتنا جملہ ہی بہت ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں: میں ابن مسعود سے زیادہ کسی کو قرآن کا عالم نہیں جانتا۔ یہ سن کر حضرت ابوموسی اشعری نے فرمایا: یہ سچ ہے۔ کیونکہ وہ حضور کا کلام اقدس اس وقت بھی سنتے جب ہم نہیں سن پاتے، اور وہاں سنتے جہاں ہم نہیں پہونچ پاتے (یعنی کاشانہ نبوت میں بے روک ٹوک جاتے تھے)

خود فرماتے ہیں: میں نے حضور سے بالمشافہ ستر سورتوں کا علم حاصل کیا۔ یہ اور ان کے علاوہ دوسرے اقوال حضرت ابن مسعود کی علم تفسیر کی بھرپور شہادت دیتے ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود صحابہ کرام کے درمیان قرآن کریم کے عظیم عالم تھے اور اس کے محکم اور متشابہ، حلال وحرام، قصص وامثال اور اسباب نزول کی زیادہ معرفت رکھتے تھے، دین کے فقیہ، سنت کے عالم اور قرآن میں بصیرت تامہ رکھتے تھے۔

طرق روایات۔ آپ کی تفسیر قرآن سے متعلق روایات حضرت ابن عباس کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔

امام سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔ آپ کی روایات حضرت علی مرتضی کی مرویات سے زیادہ ہیں۔

اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ آپ کے علم تفسیر کو اہل کوفہ نے زیادہ حاصل کیا، کیونکہ آپ کا قیام ایک زمانہ تک کوفہ میں تھا۔ لہذا اہل کوفہ آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور علم حاصل کرتے اور دوسروں تک پہونچاتے۔ ان میں مسروق بن اجدع ہمدانی، علقمہ بن قیس نخعی، اسود بن زید وغیرہم سرفہرست ہیں جنہوں نے بلاواسطہ شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی سندوں سے آپ کی مرویات منظر عام پر آئیں جو کتب تفسیر واحادیث میں ثبت ہیں۔ ان میں بعض طرق وہ ہیں جن پر اعتماد کلی حاصل ہے اور بعض پر ناقدین فن نے جرح اور نقد بھی کی ہے۔ آپ سے منقول مشہور طرق یہ ہیں۔

پہلی سند

اعمش عن ابی الضحی عن مسروق عن ابن مسعود ۔
یہ سند اصح طرق کہلاتی ہے۔

دوسری سند

مجاھد عن ابی معمر عن ابن مسعود ۔
یہ سند بھی صحیح ہے اور ضعف کا اس میں شائبہ نہیں ۔

تیسری سند

اعمش عن ابی وائل عن ابن مسعود ۔
یہ بھی صحیح سند ہے۔

چوتھی سند

اسمعیل بن عبد الرحمن السدی الکبیر عن مرۃ الھمدانی عن ابن مسعود۔
اس سند سے حاکم مستدرک میں روایتیں لاتے ہیں اور ان کی تصحیح فرماتے ہیں ۔ابن جریر نے بھی بہت روایتیں اس سند سے ذکر کی ہیں۔ بہرحال سدی کبیر کا مقام پہلے ہی معلوم ہو چکا۔

پانچویں سند

ابی روق عن الضحاک عن ابن مسعود۔
ابن جریر نے اس سند سے تخریج روایات کی ہے۔لیکن ناقدین نے اس کو غیر مرضی سند قرار دیا کہ ضحاک نے ابن مسعود سے ملاقات نہیں کی۔لہذا یہ سند منقطع ہوئی۔(۱)

۱۔التفسیر والمفسرون ص ۶۸

حضرت علی بن ابی طالب

آپ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب قریشی ہاشمی ہیں۔کنیت ابوالحسن، حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے چچازادے اور داماد اور اہل بیت میں داخل ہیں۔ خلفاء راشدین میں خلیفہ رابع ہیں۔

بچوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ تمام مشاھد وغزوات میں شریک رہے، البتہ غزوۂ تبوک میں حضور نے اہل بیت پر اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، لہذا آپ مدینہ ہی میں رہے۔باقی غزوات میں آپ کی جواں مردی و بہادری مشہور ہے اور جنگ خیبر کے موقع پر تو خود حضور نے ارشاد فرمایا تھا: کہ کل میں اسلامی جھنڈا اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالی خیبر فتح فرمادے گا۔ وہ اللہ ورسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور پھر وہ جھنڈا حضور نے آپ کو عطا فرمایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو آپ نے انصار ومہاجرین کے درمیان رشتہ مواخات قائم فرمایا، یعنی دو دو حضرات کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ تو حضرت علی سے فرمایا: تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔ آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔آپ ایسے بہت سے فضائل کے جامع تھے جو دوسرے حضرات میں نہیں تھے۔ دین میں احتیاط، دنیا سے بے رغبتی، قرابت رسول ورشتہ دامادی، علم کثیر وفضل بے پایاں کے آپ حامل تھے ۔آپ کا وصال ۲۱، رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو ہوا۔ ابن ملجم خارجی نے جامع کوفہ میں عین حالت نماز میں آپ پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں آپ شہید ہوئے۔ عمر مبارک بوقت شہادت ۶۳ سال تھی۔

علم وفضل

آپ علوم ومعارف کے بحر بیکراں تھے، اجتہاد واستنباط میں ملکہ حاصل تھا۔ فصاحت وخطابت اور شعر وسخن سے حظ وافر ملا تھا۔

فیصلوں کے وقت عقل کی پختگی اور خفیہ رازوں کو جاننے میں بے مثال بصیرت کا

مظاہرہ فرماتے۔ صحابہ کرام پوشیدہ حقائق کو سمجھنے اور مشکل مسائل کو حل کرنے کے لئے آپ کی جناب میں رجوع لاتے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور اس طرح دعا سے نوازا۔ اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ۔ چنانچہ آپ اس دعا کا مظہر کامل بن کر مشکل سے مشکل مسائل کے نہایت ہی درست فیصلے فرماتے، یہاں تک آپ ضرب المثل بن گئے، کسی نے کہا۔ قضیۃ ولا ابا حسن لھا۔ اور اس میں تعجب بھی کیا۔ آپ کی تربیت تو کاشانۂ نبوت میں ہوئی تھی، معارف نبوت سے غذا پائی اور مشکاۃ نبوت کے انوار و تجلیات سے دل و دماغ منور رہا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں: ہمارے درمیان اس بات کا چرچا رہتا تھا کہ مدینہ شریف میں سب سے اچھا فیصلہ فرمانے والے حضرت علی ہیں۔

حضرت عطا ابن ابی رباح سے کہا گیا: کیا صحابہ کرام میں حضرت علی سے بڑا کوئی اور عالم بھی تھا۔ تو بولے، قسم بخدا میں کسی کو نہیں جانتا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: جب حضرت علی کی جانب سے ہمیں کوئی چیز طے شدہ مل جاتی تو پھر ہم کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔

علم تفسیر میں آپ کا مقام

آپ کے فتاوی اور فیصلوں سے آپ کا علم قرآن اور اسرار خفیہ کی سمجھ واضح و عیاں ہے۔ صحابہ میں شان نزول اور تاویل و تفسیر کو زیادہ جاننے والے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے علم تفسیر جو بھی حاصل کیا وہ آپ سے حاصل کیا۔ حضرت علی مرتضی کا یہ فرمان بھی ہے: قسم بخدا۔ جو آیت نازل ہوئی تو میں نے اس کے بارے میں یہ ضرور جانا کہ کس [illegible] بارے میں نازل ہوئی (ابونعیم)

حضرت ابوالطفیل فرماتے ہیں: میں نے آپ کو ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ آپ فرمارہے تھے مجھ سے سوال کرو، قسم بخدا! جس چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال کروگے میں اس کا جواب دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، خدا کی قسم میں اس کی ہر آیت

کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑوں پر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: قرآن سات حرف پر نازل ہوا۔اور ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔اور حضرت مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہر ایک کے ظاہر وباطن کو جانتے ہیں۔(ابونعیم) التفسیر ۹۰

ان کے علاوہ اور دیگر آثار بھی ہیں جو آپ کی مفسرانہ شان کی گواہی دیتے ہیں۔

مرویات کا مقام ومرتبہ

اس میں شک نہیں اگرچہ آپ سے تفسیر وغیرہ میں بے شمار احادیث مروی ہیں لیکن محدثین میں ائمہ جرح وتعدیل نے بحث وتحقیق کے ذریعہ صحیح روایات کو ضعیف وموضوع سے ممتاز کرنے میں کافی جدوجہد کی ہے۔

لہذا اب تفسیر میں آپ کی مرویات کی تعداد موضوع روایات کے مقابلے میں قلیل ہی ثابت ہوئیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ غلاۃ شیعہ نے آپ سے غلو محبت میں بہت سی احادیث آپ کی طرف غلط منسوب کرڈالیں جن سے وہ اپنے مذہب کو رواج دینا چاہتے تھے۔اس طرح گویا ان لوگوں نے آپ کے علم کا ایک بڑا حصہ ضائع کردیا۔لہذا اب محدثین ان روایات کو صحیح مانتے ہیں جو یا تو آپ کے اہل بیت سے ثابت ہوں یا حضرت ابن مسعود کے تلامذہ کی سند سے منقول ہوں۔جیسے عبیدہ، سلمان اور شریح وغیرہ۔آپ کی مرویات کی اہم اسناد یہ ہیں۔

پہلی سند

هشام عن محمد بن سیر ین عن عبیدة السلمانی عن علی۔

یہ سند صحیح ہے اور امام بخاری وغیرہ اس کے ذریعہ احادیث بیان فرماتے ہیں۔

دوسری سند

ابن ابی الحسین عن ابی الطفیل عن علی۔

یہ سند بھی صحیح ہے، ابن عیینہ نے اپنی تفسیر میں اس سے احادیث بیان کی ہیں۔

تیسری سند

الزھری عن علی زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ۔

یہ سند اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے حتی کہ بعض نے تو اس کو مطلقا اصح الاسانید شمار کیا، لیکن یہ سند زیادہ مشہور نہیں ہوئی، کہ ضعفاء و کذاب راوی بعد میں امام زین العابدین کی جانب غلط و باطل روایات منسوب کرنے لگے تھے ۔(۱)

حضرت ابی بن کعب

آپ ابی بن کعب بن قیس انصاری خزرجی ہیں ۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابو المنذر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ابو الطفیل رکھی ۔ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر میں شریک رہے ۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی ۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کو سید المسلمین کا لقب عطا فرمایا ۔ آپ کے زمانہ وصال کے بارے میں اختلاف ہے بقول اکثر آپ کا وصال خلافت فاروقی میں ہوا ۔

علم و فضل

آپ سید القراء کے لقب سے مشہور تھے اور کاتبان وحی میں آپ کا شمار ہوتا ہے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا :

ابی بن کعب صحابہ میں سب سے اچھے قاری ہیں ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا : بیشک مجھے اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن کریم کی سورۂ مبارکہ "لم یکن الذین کفروا" پڑھ کر سناؤں ۔ اس پر حضرت ابی نے عرض کی یا رسول اللہ ! کیا اللہ تعالی نے میرا نام لے کر آپ سے فرمایا ہے، ارشاد

۱۔ التفسیر و المفسرون، ص ۸۰،

فرمایا: ہاں، یہ سن کر آپ رونے لگے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابی سے کہا گیا: کیا آپ کو اس مژدہ سے سرور و فرحت حاصل ہوئی: فرمایا: میں کیوں نہ خوش ہوتا جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔"قل بفضل اللہ و برحمتہ فلیفرحوا"

امام شعبی حضرت امام مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں چھ حضرات اصحاب قضاء میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوموسی اشعری،

علم تفسیر میں مقام

آپ کتاب اللہ کے عظیم عالم اور صحابہ میں سب سے زیادہ معانی قرآن کو جاننے والے تھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ علماء یہود میں ایک متبحر عالم تھے اور کتب سابقہ سماویہ کے رموز واسرار سے واقف تھے۔ ساتھ ہی آپ کاتبان وحی میں بھی شمار ہوتے تھے۔ لہذا اسباب نزول اور مقامات نزول کا آپ کو علم ہونا بدیہی بات تھی۔ چنانچہ آپ کو آیات وسور کی تقدیم وتاخیر اور ناسخ ومنسوخ کا علم حاصل رہا۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جب آپ کے سامنے کوئی مشکل آیت آتی ہوگی تو آپ اس کو ضرور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہوں گے۔ تفسیری روایات میں انہیں وجوہ کے پیش نظر آپ کو مکثرین صحابہ میں شمار کیا گیا اور آپ سے منقول صحیح اور حسن روایات کی تعداد کثیر ہے۔

تفسیری روایات

آپ کی تفسیری روایات کی طرق بھی متعدد ہیں۔ اصحاب جرح وتعدیل نے ان کی چھان بین کی ہے اور موضوع روایات کو ممتاز کر دیا ہے۔ مشہور اسناد یہ ہیں۔

پہلی سند

ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی بن کعب۔

یہ سند صحیح ہے اور آپ سے ایک بڑا حصہ تفسیر میں وارد ہے۔ اس سند میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم بہت روایت کرتے ہیں۔ نیز امام حاکم نے مستدرک اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہیں۔

دوسری سند

وکیع عن سفیان عن عبداللہ بن محمد بن عقیل عن الطفیل بن ابی بن کعب عن ابیہ۔

اس سند سے مسند امام احمد میں روایتیں ہیں۔ یہ سند حسن ہے۔ کیونکہ عبداللہ بن محمد بن عقیل اگرچہ صدوق ہیں لیکن ان کے حفظ وضبط میں محدثین کو کلام ہے۔

امام ترمذی نے سنن میں اس کی وضاحت فرمائی اور کہا میں نے امام محمد بخاری کو کہتے سنا کہ امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن ابراہیم اور حمیدی عبداللہ بن محمد بن عقیل کی حدیث سے سند پکڑتے تھے۔ نیز امام بخاری خود ان کو مقارب الحدیث کہتے ہیں اور حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ان کی حدیث حسن ہونے کی صراحت کی ہے۔ میزان الاعتدال ۷☆۸۷

تفسیر میں صحابہ کرام کا مقام

امام حاکم نے کہا: امام بخاری وامام مسلم کے نزدیک صحابہ کرام میں جو شاہد وحی تھے ان کی تفسیر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ لیکن امام ابن صلاح اور امام نووی وغیرھما نے کہا: کہ ایسی روایات جن کا تعلق شان نزول سے ہو، یا جن میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حکماً مرفوع ہیں باقی سب موقوف۔

جیسے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان۔

کانت الیھود تقول: من اتی امرأته دبرھا فی قبلھا جاء الولد احول۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم" (سورۃ البقرۃ ۲۲۳)

ان کے علاوہ صحابہ کرام کی تمام تفاسیر جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہوں وہ سب موقوف ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابی کی تفسیر حدیث مرفوع کی حکم میں اس وقت ہے کہ جبکہ وہ شان نزول سے متعلق ہو۔ اور وہ تفسیر جس میں رائے کو دخل نہ ہو۔ البتہ جس میں قیاس اور رائے کو دخل ہو وہ حدیث موقوف ہے جب تک اس کی نسبت حضور کی جانب نہ ہو۔ نیز جس تفسیر کو حکما مرفوع قرار دیا جا چکا اس کو رد کرنا جائز نہیں بلکہ مفسر پر لازم ہے کہ اس کو قبول کرے۔ البتہ جو موقوف ہو اس میں علما مختلف ہیں۔

ایک جماعت کے نزدیک صحابہ کی تفسیر موقوف کو قبول کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کا رفع حضور تک ثابت نہیں، تو وہ صحابی کا اجتہاد ہوگا، اور مجتہد کے لئے خطا اور صواب دونوں کہ اجتہاد کے سلسلہ میں صحابہ دوسرے مجتہدین کے مثل ہیں۔

دوسری جماعت کہتی ہے: کہ ان کے ان اقوال کی جانب رجوع لازم ہے۔ کیونکہ اس بات کا ظن موجود ہے کہ انھوں نے یہ چیزیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سماعت کی ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کے کہ اگر وہ اپنی رائے سے تفسیر کریں تو ان کی رائے دوسروں کے مقابل زیادہ درست ہوگی کہ وہ کتاب اللہ کے زیادہ جاننے والے تھے۔ کیونکہ وہ اہل لسان بھی تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صحبت کی بدولت معانی قرآن زیادہ سمجھنے والے، احوال وقرائن کے مشاھدہ فرمانے والے، علم صحیح اور تام واکمل سمجھنے والے، بالخصوص اکابر صحابہ جیسے ائمہ اربعہ، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، اور عبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالی عنہم۔

امام زرکشی فرماتے ہیں۔ قرآنی آیات دو قسم پر ہیں۔
قسم اول۔ وہ آیات جن کی تفسیر نقل سے وارد۔
قسم دوم۔ وہ آیات جن کی تفسیر نقل سے وارد نہ ہو۔

قسم اول کی صورت میں تفسیر یا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے منقول ہوگی یا صحابہ واکابر تابعین سے۔ تفسیر اول کے سلسلہ میں سند کی صحت وعدم سے بحث ہوگی۔ اور تفسیر صحابہ وتابعین میں دیکھا جائیگا کہ انھوں نے باعتبار لغت وزبان تفسیر کی ہے، تو اس پر اعتماد میں شک نہیں، یا باعتبار اسباب وقرائن پھر بھی قبول کرنا ضروری ہے۔

اس دور کی خصوصیت

اس دور میں مکمل قرآن کریم کی تفسیر نہ ہوئی۔ کیونکہ جن مقامات پر ابہام و پوشیدگی تھی انہیں کی تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔

فہم معنی قرآن میں اس دور میں اختلاف بھی کم تھا۔ اکثر و بیشتر اجمالی معنی پر اکتفا فرماتے اور تفسیری معنی کے درپے نہیں رہتے۔ لہذا "وفاکھة وابا" جیسی آیات کے سلسلہ میں اتنا ہی کافی سمجھتے تھے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کو شمار فرمایا ہے۔

دوسرا مرحلہ

دوسرا مرحلہ تابعین کا دور ہے۔ اس زمانہ میں مفسرین صحابہ کے تلامذہ نے اس علم کو خوب وسعت دی۔ جس طرح بعض صحابہ اس فن میں مشہور ہوئے اسی طرح بعض تابعین نے بھی خاص طور پر اس علم میں شہرت پائی۔ علم تفسیر میں مباحث جلیلہ پیش فرمائے اور اپنے معاصرین و تلامذہ کے لئے پوشیدہ معنی کی خوب خوب توضیح فرمائی۔

ان مفسرین تابعین عظام نے قرآن کی تفسیر قرآن سے بھی کی۔ اور احادیث رسول سے بھی۔ اور ان آثار صحابہ سے بھی جو انہوں نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں فرمائے تھے۔ ساتھ ہی اہل کتاب کی کتب سماویہ سے بھی مدد لی۔ اور پھر اپنے اجتہاد و استنباط اور نظر و فکر سے بھی کام لیا۔ تفسیر کی کتابوں میں تابعین عظام کے ایسے اقوال کثیر تعداد میں موجود ہیں جو انھوں نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیان فرمائے۔ لیکن یہ انہیں مقامات پر جہاں اول الذکر امور یعنی حدیث رسول اور آثار صحابہ ان کو نہ مل سکے۔

آپ پڑھ چکے کہ احادیث و آثار سے قرآن کریم کی مکمل تفسیر معرض وجود میں نہیں آئی تھی لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا مزید آیات کی تفسیر کی ضرورت پیش آتی رہی حتی کہ تابعین عظام نے اس کام کو مکمل فرمادیا۔

اس کام کی تکمیل کے لئے خاص طور پر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، اور حضرت ابی بن کعب کے تلامذہ نے حصہ لیا۔ ان تینوں حضرات کے خوان کرم سے

فیض پانے والے حضرات کا اجمالی تعارف کچھ اس طرح ہے جنہوں نے تین مشہور مدارس سے علم تفسیر حاصل کیا۔

مکہ مکرمہ میں علم تفسیر کا مدرسہ

حضرت عبداللہ بن عباس نے مکہ مکرمہ میں علم تفسیر کا مدرسہ قائم فرمایا۔ آپ اپنے تلامذہ کے لئے قرآن کی تفسیر بیان فرماتے اور مشکل معنی کی وضاحت کرتے۔ ان کے تلامذہ یعنی تابعین اپنے اساتذہ کے اقوال کی توجیہات کرتے اور بعد والوں کے لئے ان آثار کو روایت فرماتے۔ آپ کے تلامذہ میں مکہ مکرمہ کے اس مدرسہ سے جن حضرات کو خاص شہرت ملی وہ یہ ہیں۔

سعید بن جبیر۔ مجاھد۔ عکرمہ مولی ابن عباس۔ طاؤس بن کیسان یمانی۔ عطا بن ابی رباح۔ رضی اللہ تعالی عنہم۔

یہ تمام حضرات موالی سے تعلق رکھنے والے نفوس قدسیہ تھے، ان میں بھی سب روایت و درایت میں یکساں نہیں تھے بلکہ مختلف المراتب۔

چنانچہ مختصرا ہر ایک کا فن تفسیر میں مقام و مرتبہ اور ان کی روایات پر اعتماد کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سعید بن جبیر

آپکی کنیت ابوعبداللہ یا ابومحمد ہے۔ سعید بن جبیر بن ہشام اسدی والبی ہیں۔

آپ حبشی نژاد تھے، رنگ سیاہ لیکن روشن خصائل کے حامل تھے۔ ائمہ صحابہ کی ایک جماعت سے آپ نے سماعت حدیث کی اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود سے بالعموم روایت کرتے ہیں۔

مقام و مرتبہ

آپ کا مرتبہ اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔ اور تفسیر و حدیث وفقہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ حضرت ابن عباس سے علم قرأت حاصل کیا اور تفسیر کی سماعت کی۔ آپ کی اکثر

روایات انہیں سے ہیں، آپ نے صحابہ کرام کی قرأت ثابتہ کو محفوظ فرمالیا تھا۔ چنانچہ اسمعیل بن عبدالملک سے روایت ہے کہ حضرت سعید ماہ رمضان میں ہماری امامت فرماتے تو ایک شب ابن مسعود کی قرأت کرتے، اور ایک رات زید بن ثابت کی، اور پھر کسی دوسری قرأت پر پڑھتے ۔اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا۔

بلاشبہ اس سے آپ کی معانی قرآن اور اس کے رموز واسرار سے واقفیت اور مہارت تامہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود آپ تفسیر بالرائے سے مکمل اجتناب فرماتے۔ آپ تابعین کے علم کے عالم تھے۔

خصیف کہتے ہیں: تابعین میں سعید ابن میتب مسائل طلاق کے عالم تھے، اور عطا مسائل حج کے، طاؤس علم حلال وحرام میں مہارت رکھتے تھے اور مجاہد علم تفسیر میں۔ لیکن سعید بن جبیر ان سب کے جامع تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس آپ کے علم پر اعتماد فرماتے اور کوئی استفتا لے کر آتا تو آپکے پاس بھیج دیتے تھے۔

اہل کوفہ جب آپ کے پاس کوئی سوال لے کر آتے تو آپ فرماتے: کیا تمہارے پاس ابن ام دھم یعنی سعید نہیں ہے۔

عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سعید ابن جبیر کے انتقال کے زمانے میں روئے زمین پر ہر ایک آپ کے علم کا محتاج تھا۔

علمائے جرح وتعدیل آپ کی توثیق کرتے ہیں ابوالقاسم طبرانی نے کہا: آپ ثقہ، حجۃ اور امام المسلمین ہیں ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، اور کہا آپ فاضل متقی ہیں، ائمہ محدثین میں اصحاب ستہ آپ کی جلالت شان پر متفق ہیں۔

حجاج بن یوسف ظالم حکمران نے آپ کو محبوس اور بے دست وپا کر کے شہید کیا۔ آپ کی شہادت ۹۵ ھجری ۴۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ شہادت سے پہلے آپ کا طویل مناظرہ حجاج

سے ہوا جو قوت ایمانی اور ثبات قلبی پر دال ہے۔ فرضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا۔

حضرت مجاہد بن جبر

آپ کی کنیت ابو الحجاج ہے، مجاھد بن جبر مکی مقری مفسر ہیں۔ ولاء کے اعتبار سے مخزومی کہ سائب بن ابی سائب کے آزاد کردہ ہیں۔ علماء اعلام سے ہیں۔ ۲۱ ہجری میں ولادت اور وصال ۱۰۴ ہجری مکہ مکرمہ میں حالت سجدہ میں ہوا۔

مقام ومرتبہ

آپ کی تفسیری روایات حضرت ابن عباس سے اگر چہ قلیل ہیں لیکن آپ اصحاب ابن عباس میں اوثق شمار ہوتے ہیں، اسی لئے امام شافعی اور امام بخاری وغیرھما نے آپ کی روایات پر اعتماد کیا۔ امام بخاری اپنی صحیح جامع میں بہت روایتیں آپ سے ذکر کرتے ہیں جو آپ کی فقاہت وعدالت کا بین ثبوت ہیں۔

فضل بن میمون کہتے ہیں: میں نے خود امام مجاہد کو کہتے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے قرآن کریم از اول تا آخر تیس مرتبہ پڑھا اور تین مرتبہ تو اس انداز سے پڑھا کہ ہر آیت پر رکتا اور پوچھتا یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی اور کیوں نازل ہوئی۔

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ میں نے امام مجاہد کو دیکھا کہ آپ حضرت ابن عباس سے تفسیر قرآن پوچھتے جاتے اور لکھتے جاتے حتی کہ پورے قرآن کی تفسیر اسی طرح لکھی۔ قتادہ اور مصعب کہتے ہیں: کہ مجاہد علم تفسیر میں علم تابعین تھے۔

ابن سعد نے آپ کو ثقہ فقیہ عالم اور کثیر الحدیث کہا۔ ابن حبان نے فقیہ متقی عابد متقن قرار دیا۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں، جب ہمیں مجاھد سے تفسیر مل جائے تو کافی ہے۔

آپ کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا، آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمر نے کہا: مجھے اس بات کی تمنا ہے کہ نافع تمہارے حافظہ کا حافظ ہو جائے۔

امام ذہبی کہتے ہیں: آپ کی امامت پر امت کا اجماع ہے اور آپ کی روایات قابل احتجاج ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ نے بالاتفاق آپ کی روایات لی ہیں۔ علمائے ناقدین کی یہ شہادتیں آپ کے علم تفسیر میں مقام رفیع کو واضح کرتی ہیں۔

بعض اہل علم نے آپ پر بایں معنی تنقید بھی کی ہے۔ کہ آپ بعض اوقات اہل کتاب کی طرف رجوع کرتے تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے انہیں مواقع پر اہل کتاب کے اقوال لئے جہاں اہل کتاب کے اقوال سے تفسیر جائز ہے۔

بہر حال آپ کی عدالت وصداقت مسلم چیز ہے اور آپ ایسے استاد کے شاگرد رشید ہیں جنہوں نے اہل کتاب سے اخذ تفسیر کی شرعی مخالفت کی۔ البتہ احادیث رسول سے جن چیزوں میں اہل کتاب کے اقوال کو سند بنایا جا سکتا ہے ان سے استناد کوئی معیوب چیز نہیں۔

حضرت عکرمہ مولی ابن عباس

آپکی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ عکرمہ بربری مدنی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے غلام، آپ قبیلہ بربر سے تعلق رکھتے ہیں جو طارق بن زیاد کا قبیلہ تھا، اپنے مولی حضرت ابن عباس، حضرت علی مرتضی، اور ابو ہریرہ وغیرہم صحابہ سے روایت کرتے ہیں،

علماء آپ کی توثیق میں مختلف ہیں۔ جن حضرات نے آپ کی توثیق نہیں کی ہے وہ کہتے ہیں آپ علم کے سلسلہ میں جری تھے اور کہتے تھے کہ میں قرآن کے تمام علوم کا عارف ہوں،

بلکہ بعض لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ نے بعض روایتیں حضرت ابن عباس کی طرف جھوٹ منسوب کی ہیں۔آپ پر یہ بھی الزام ہے کہ آپ خوارج کے پیرو کار تھے۔

ابن حجر تہذیب میں عمر بن مرہ سے نقل کرتے ہیں کہ کسی نے ابن مسیب سے قرآن کی آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے بطور طنز یہ فرمایا مجھ سے مت پوچھو بلکہ ان سے پوچھو جو یہ سمجھتے ہیں کہ میں قرآن کے تمام علوم جانتا ہوں یعنی عکرمہ سے۔

طاؤس ابن کیسان کہتے ہیں: اگر عکرمہ اللہ سے ڈرتے اور اپنی مرویات میں احتیاط سے کام لیتے تو ان کی طرف ایک جم غفیر حصول علم کے لئے آتا۔

یحیٰی بکاء نے کہا: ابن عمر سے لوگوں نے سنا کہ وہ اپنے غلام وشاگرد نافع سے فرماتے کہ اللہ سے ڈرنا اور میری طرف اس طرح جھوٹ منسوب نہ کرنا جیسا کہ عکرمہ نے ابن عباس کے طرف کیا۔

ابن سعد نے روایت کی کہ علی بن عبد اللہ ابن عباس انہیں بیت الخلا کے دروازہ پر باندھ کر سزا دیتے اور کہتے یہ میرے باپ کی جانب جھوٹ منسوب کرتا ہے۔

بعض لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں۔کہ معاصرین میں عکرمہ کا کوئی مقام نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کا اور کثیر شاعر کا ایک ہی دن انتقال ہوا۔تو کثیر شاعر کے جنازہ میں جم غفیر تھا اور ان کے جنازہ میں کوئی نہیں۔

الزامات کا جائزہ

یہ تمام روایتیں جو آپ کے مطاعن پر دال ہیں سب باطل ومردود ہیں۔

حضرت عکرمہ چونکہ حضرت ابن عباس کے سفر وحضر میں ساتھ رہتے تھے اور خدمت انجام دیتے تھے لہذا ابن عباس سے کثیر الروایہ ہونا طبعی امر تھا۔ لہذا کثرت روایت کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے ابن عباس کی جانب بہت روایتیں جھوٹ منسوب کردیں۔ یہ الزام تو حضور کی نسبت سے حضرت ابوھریرہ پر بھی لوگوں نے لگایا لیکن آپ نے پرزور الفاظ میں تردید کی۔ اور وجہ وہی بیان کی کہ میں حضور کی خدمت میں کثرت سے حاضر رہا لہذا میری روایتیں زیادہ ہوئیں۔

حضرت حماد ابن زید حضرت ایوب سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ کہتے ہیں: لوگ میری پیٹھ پیچھے میری تکذیب کرتے ہیں سامنے کیوں نہیں کرتے، سامنے آئیں تو جانیں۔

عثمان ابن حکیم نے بیان کیا کہ میں ابوامامہ بن سھل بن حنیف کے ساتھ بیٹھا تھا کہ عکرمہ آئے اور فرمایا: اے ابوامامہ اللہ کو سمیع وبصیر جان کر کہو کہ آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عکرمہ میری طرف منسوب کرکے جو روایت بیان کریں اس کی تصدیق کرو کہ وہ میری طرف جھوٹ منسوب نہیں کرتا۔ ابوامامہ نے یہ سن کر فرمایا: ہاں۔

یہ روایت ان لوگوں پر کھلا رد ہے جو آپ پر کذب کا بہتان لگاتے ہیں۔ اور وہ روایت کہ حضرت ابن عباس کے صاحبزادے علی آپ کو سزا دیتے اور کہتے یہ میرے باپ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اس کہ حقیقت یہ ہے کہ مردود و باطل ہے۔

تہذیب میں ہے کہ حضرت ابن عباس کا وصال ہوا۔ تو آپ غلام تھے۔ لہذا ایک موقع پر ابن عباس کے انہیں صاحبزادے علی نے آپ کو چار ہزار دینار کے عوض خالد بن یز

ید بن معاویہ کے ہاتھ میں فروخت کر دیا، جب یہ خبر عکرمہ کو پہونچی تو آپ نے حاضر ہو کر اپنے آقا علی سے کہا: آپ کے لئے یہ اچھا نہیں کے اپنے والد کا علم چار ہزار دینا رمیں بیچ ڈالیں۔ یہ سنکر مشتری سے آپ کو واپس لے کر آزاد کر دیا۔

حضرت ابن عمر کی روایت یحیی بکاء کے حوالہ سے جو گزری اس کی حقیقت یہ ہے کہ یحیی بکاء متروک الحدیث ہے۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مجروح کی روایت سے عادل وضابط کو مجروح قرار دیا جا سکے۔

اب رہی وہ بات کے کثیر شاعر کے جنازہ میں جم غفیر تھا اور آپ کے جنازہ میں کوئی نہیں۔ تو یہ روایت ہرگز درست نہیں۔ ابن حجر فرماتے ہیں: کہ یہ روایت ثابت نہیں کیونکہ اس کا ناقل مجہول ہے۔ اور خوارج کی طرف میلان والی روایت کا حال بھی یہی ہے۔

مقام ومرتبہ

مروزی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ کیا عکرمہ کی حدیث قابل احتجاج ہے؟ فرمایا: ہاں، اس سے احتجاج درست ہے۔

امام ابن معین کہتے ہیں: جب تم عکرمہ اور حماد بن مسلم کے بارے میں کسی کو کچھ کہتے سنو تو سمجھو کے اس کے اسلام میں شبہ ہے۔

امام عجلی نے کہا: وہ مکی تابعی ثقہ ہیں خارجی ہونے کی نسبت جو ان کی طرف کی جاتی ہے وہ اس سے بری ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں: ہمارے تمام اصحاب عکرمہ کی روایات سے احتجاج کرتے

ہیں۔امام نسائی نے آپ کو ثقہ قرار دیا اور اپنی سنن میں آپ سے تخریج کی۔ص ۴۸

اسی طرح آپ کی روایات امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد نے بھی ذکر کی ہیں۔امام مروزی کہتے ہیں کہ عموما محدثین کا آپ کی مرویات سے احتجاج کرنے پر اجماع ہے۔اور ہمارے زمانے کے محدثین بھی اس پر متفق ہیں۔جیسے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راھویہ، امام یحیٰی بن معین وغیرہم کہتے ہیں: میں نے اسحاق بن راھویہ سے آپ کی حدیث سے احتجاج کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: عکرمہ ہمارے نزدیک امام الدنیا ہیں اور میرے سوال سے ان کو تعجب ہوا۔

کیا ان ائمہ حدیث کے حضرت عکرمہ کے سلسلہ میں توثیقی کلمات ہوتے ہوئے کسی شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے۔لہذا حق یہی ہے کہ آپ جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ کی ثقاہت و عدالت، اور دین و دیانت ائمہ کے درمیان مسلم ہیں۔

علم تفسیر میں مقام

آپ کو علم و فضل کے میدان میں عظیم مقام حاصل تھا بالخصوص فن تفسیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے، علماء نے اس امر کی بھی شہادت دی ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں: ہم عصر علماء میں فقہ و تفسیر میں اعلم تھے۔

عمر بن دینار نے فرمایا: جابر بن زید سے چند مسائل کسی نے پوچھے تو آپ نے عکرمہ سے معلوم کئے اور فرمایا: یہ عکرمہ مولی ابن عباس ہیں، یہ علم کا سمندر ہیں ان سے پوچھا کرو۔

امام شعبی فرماتے تھے: کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھنے والوں میں عکرمہ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا۔

حبیب بن ثابت نے کہا: میرے پاس پانچ حضرات صاحبان علم وفضل جمع ہوئے، یعنی طاؤس، مجاہد، سعید، عکرمہ، عطاء، ان میں مجاہد وسعید دونوں عکرمہ پر کوئی آیت پیش کرنے اور اس کی تفسیر پوچھتے تو آپ فوراً اس کا جواب دیتے۔ جب ان کے سوالات ختم ہو گئے تو خود فرمانے لگے اس آیت کا شان نزول یہ ہے اور اس آیت کا یہ۔

یحیی بن ایوب مصری کہتے ہیں: مجھ سے ابن جریج نے پوچھا، کیا تم نے عکرمہ کی روایات لکھیں، میں کہا نہیں، تو فرمایا: تم نے دو تہائی علم ضائع کر دیا۔ آپ کا وصال بھی ۱۰۴ھ میں ہوا۔

حضرت طاؤس بن کیسان یمانی

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن طاؤس بن کیسان یمانی محبری جندی ہیں بحیر بن ریسان یا ہمدان کے غلام تھے۔

عبادلہ اربعہ وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں: میں پچاس صحابہ کی مجلس میں بیٹھا۔

آپ عالم متفق تھے اور کتاب اللہ کے معانی کے عالم، صحابہ میں خاص طور پر آپ نے حضرت ابن عباس سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ نہایت ہی متقی و پرہیزگار اور امین تھے۔ حتی کے حضرت ابن عباس نے آپ کی فضیلت کی گواہی دی اور فرمایا:

میں سمجھتا ہوں کے طاؤس اہل جنت سے ہیں۔

عمرو بن دینار نے کہا: میں نے طاؤس جیسا کسی کو نہ دیکھا۔

ابن معین نے آپ کو ثقہ فرمایا۔ ابن حبان نے آپ کو عابد اور سادات تابعین میں شمار کیا

آپ مستجاب الدعوات تھے، چالیس حج کئے۔ اصحاب صحاح ستہ آپ سے تخریج کرتے ہیں۔

امام ذہبی کہتے ہیں: آپ شیوخ اہل یمن سے تھے، بہت حج کئے اور مکہ ہی میں ۱۰۶ھ

میں وصال ہوا۔

حضرت عطا ابن ابی رباح

آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ عطا بن ابی رباح مکی قرشی ہیں۔ یعنی خاندان قریش میں کسی

کے غلام تھے۔ ۲۷ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۱۴ھ میں وصال ہوا۔

حضرت ابن عباس، ابن عمر، اور ابن عمرو بن عاص وغیرہم سے روایت کرتے

ہیں۔ خود فرماتے تھے کہ میں نے دو سو صحابہ کرام کا زمانہ پایا۔ آپ ثقہ فقیہ عالم اور عظیم محدث تھے

، مکہ مکرمہ میں آپ پر علم فتوی منتہی ہوا۔

حضرت ابن عباس نے اہل مکہ سے فرمایا:

تم لوگ میرے پاس فتوی پوچھنے آتے ہو حالانکہ تم میں عطا موجود ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں: میں نے جن حضرات سے ملاقات کی ان میں حضرت

عطا سے افضل اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔

امام اوزاعی نے فرمایا: جس دن عطا کا وصال ہوا اس دن وہ لوگوں میں سب سے زیادہ

مقبول تھے۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: جنہوں نے اپنے علم سے اللہ کی رضا چاہی میں نے ایسے تین

اشخاص کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا، یعنی عطا، مجاہد، طاؤس۔

ابن حبان فرماتے ہیں: آپ سادات تابعین میں سے ہیں اور فقیہ عالم فاضل متقی۔

اصحاب ستہ نے آپ سے تخریج کی۔

مدینہ منورہ میں علم تفسیر کا مدرسہ

حضرت اُبی بن کعب نے مدینہ منورہ میں اس علم کی آبیاری کی اور علم تفسیر کو پروان چڑھایا۔ مدینہ منورہ میں اگرچہ صحابہ کرام بڑی تعداد میں موجود تھے لیکن آپ کو اس میدان میں نمایاں شہرت حاصل ہونے کی وجہ سے زیادہ لوگ آپ کی جانب رجوع کرتے جس کی وجہ سے آپ مرکز توجہ بن گئے۔ آپ کے تلامذہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے شہرت حاصل کی۔

ابوالعالیہ۔ محمد بن کعب القرظی۔ زید بن اسلم

حضرت ابوالعالیہ

آپ کی یہ کنیت ہے۔ رفیع بن مہران ریاحی ہیں اور غلام تھے۔ جاہلیت کا زمانہ پایا لیکن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال بعد اسلام لائے۔

حضرت علی ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر اور ابی بن کعب وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ ثقات تابعین میں مشہور مفسر قرآن ہیں۔

ابن معین، ابوزرعہ اور ابوحاتم آپ کو ثقہ کہتے ہیں۔ لالکائی نے آپ کی ثقاہت پر اجماع نقل کیا ہے۔

امام عجلی نے تابعی ثقہ کہا۔ اور کبائر تابعین میں شمار کیا۔ آپ قرآن کریم حفظ کرتے اور اچھی طرح پڑھتے۔

قتادہ نے بیان کیا کہ آپ فرماتے تھے: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دس سال بعد قرآن کریم پڑھا۔ نیز فرمایا: میں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں تین مرتبہ قرآن کریم پڑھا۔

ابن ابی داؤد کہتے ہیں: صحابہ کے بعد علم قرأت میں آپ کا ثانی نہیں تھا۔

حضرت ابی بن کعب سے ایک نسخۂ تفسیر آپ کی سند سے منقول ہے اور یہ سند اس طرح ہیں۔ ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی۔

اس سے قبل یہ بتایا جاچکا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اور اس نسخہ اور سند سے ابن جریر وابن ابی

حاتم خوب روایتیں لیتے ہیں۔

امام حاکم نے مستدرک اور امام احمد نے مسند میں بھی اس سند سے تخریج کی ہے۔

آپ کا وصال ۹۰ھ میں ہوا۔

حضرت محمد بن کعب القرظی

آپ کی کنیت ابوحمزہ یا ابوعبداللہ ہے۔ محمد بن کعب بن سلیم بن اسد قرظی مدنی ہیں۔ قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ حضرت علی۔ ابن مسعود۔ ابن عباس وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور حضرت ابی بن کعب سے بالواسطہ روایت لیتے ہیں؛

ثقاہت، عدالت اور تقوی میں مشہور تھے۔ عظیم محدث ومفسر کی حیثیت سے متعارف،

ابن سعد نے آپ کو ثقہ عالم متقی اور عظیم محدث مانا۔

امام عجلی نے مدنی تابعی اور مرد صالح اور عالم قرآن کہا۔

ابن عون نے کہا: میں نے ان سے زیادہ عظیم مفسر کسی کو نہ دیکھا۔

ابن حبان نے افاضل مدینہ میں شمار کیا اور عالم فقیہ کہا۔ آپ کے وصال کا حادثہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک مسجد میں درس وتدریس میں مشغول تھے کہ اچانک چھت گرگئی اور آپ مع ساتھیوں کے شہید ہوگئے۔ یہ ۱۱۸ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت زید بن اسلم

آپ کی کنیت ابو اسامہ یا ابوعبداللہ ہے۔ زید بن اسلم عدوی مدنی ہیں اور فقیہ ومفسر سے مشہور ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق کے غلام تھے اور تابعین میں شمار ہوتے تھے۔

امام احمد، امام ابوزرعہ، ابوحاتم، اور امام نسائی نے آپ کو ثقہ فرمایا۔

ان چار ائمہ حدیث کی شہادت کے بعد آپ کی عدالت وثقاہت پر مزید کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اصحاب ستہ آپ سے تخریج احادیث کرتے ہیں،

آپ اپنے علم وفضل کے اعتبار سے معاصرین میں مشہور تھے، بہت سے حضرات آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور علم نافع حاصل کرتے۔ حضرت علی بن حسین امام زین العابدین اپنی

خاندانی مجالس علمیہ چھوڑ کر آپ کی مجلس میں آتے۔ ایک مرتبہ نافع بن زبیر بن مطعم نے کہا آپ اپنی قومی درسگاہ چھوڑ کر حضرت عمر کے ایک غلام کی مجلس میں آکر بیٹھتے ہیں۔ اس پر امام زین العابدین نے فرمایا:

آدمی کو اپنے دین کا جہاں نفع ملتا ہے وہیں جاتا ہے۔

آپ تفسیر بالرائے میں مشہور ہوئے اور اسمیں آپ کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ چونکہ صحابہ وتابعین کے تفسیر بالرائے کے سلسلہ میں دو گروہ تھے۔ لہذا آپ کا تعلق مجوزین کی جماعت سے تھا۔ خاص بات یہ ہے کہ آپ کسی بدعت کو رواج دینے والے نہیں تھے۔ کہ جس کی طرف اپنی تفسیر سے بلاتے۔ لہذ اتفسیر بالرائے میں کچھ حرج نہیں۔ اور تفسیر بالرائے کن قیود کے ساتھ جائز ہے۔ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے۔

آپ سے عبدالرحمٰن بن زید اور امام مالک نے علم تفسیر حاصل کیا۔

آپ کا وصال ۱۳۶ھ میں ہوا۔

عراق میں علم تفسیر کا مدرسہ

عراق میں تفسیر کا مدرسہ اس وقت قائم ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود وہاں تشریف لے گئے، اگر چہ وہاں دوسرے صحابہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ لیکن اولیت کا سہرا آپ کے سر ہے۔ آپ کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر کے ساتھ معلم وزیر بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت عمار کوفہ کے گورنر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لہذا اہل کوفہ آپ کی خدمت میں حصول علم کے لئے حاضر ہوتے رہے۔

اہل عراق آگے چل کر اہل رائے سے مشہور ہوئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کو جہاں قرآنی آیات اور احادیث کریمہ کسی مسئلہ میں نہیں ملیں تو انہوں نے اجتہاد وقیاس سے مسائل کا استنباط کیا۔ دراصل اس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود نے رکھی۔ اور پھر آپ ہی سے اہل عراق نے یہ طریقہ حاصل کیا۔ اسی طرح تفسیر قرآن میں بھی رائے اور قیاس سے کام لیا جانے لگا۔ اور مسائل خلافیہ شرعیہ کا استنباط اسی انداز سے ہوا۔ علم تفسیر میں بہت سے تابعین عراق نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ لیکن ان میں جن حضرات کو شہرت حاصل ہوئی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

علقمہ بن قیس، مسروق، اسود بن یزید، مرہ ہمدانی، عامر شعبی، حسن بصری، قتادہ بن دعامہ سدوسی۔

حضرت علقمہ بن قیس

آپ علقمہ بن قیس بن عبد بن مالک نخعی کوفی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ولادت ہوئی۔ حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ حضرت ابن مسعود کے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور آپ کے علم کے سب سے بڑے عالم تھے۔

عثمان بن سعید کہتے ہیں: میں نے ابن معین سے کہا: آپ کے نزدیک علقمہ زیادہ پسندیدہ ہیں یا عبیدہ۔ تو آپ نے کسی کو ترجیح نہیں دی۔

پھر عثمان نے خود ہی کہا۔ دونوں ثقہ ہیں اور علقمہ اعلم تھے۔

ابو مثنی کہتے ہیں: کوئی اگر حضرت ابن مسعود کا دیدار نہ کر سکا اور علقمہ سے شرف ملاقات اس نے حاصل کر لیا تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ کہ علقمہ چال ڈھال میں حضرت ابن مسعود سے بہت مشابہ تھے۔

داؤد بن ابو ہند کہتے ہیں: میں نے امام شعبہ سے کہا: مجھے حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں کسی کی نشاندہی کیجئے۔ فرمایا: علقمہ سب سے زیادہ منظور نظر تھے۔

عبد بن یزید کہتے ہیں: حضرت ابن مسعود نے خود فرمایا: علقمہ میری قرأت اور میرے علم کے وارث اور حامل ہیں۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعود کے تلامذہ جو لوگوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیتے تھے چھ حضرات تھے۔ اور پھر علقمہ کا نام سب سے پہلے ذکر فرمایا۔

امام احمد نے آپ کو اہل خیر اور صلاح میں شمار فرمایا۔

مرہ ہمدانی نے علمائے ربانیین میں داخل مانا۔

خلاصہ یہ کہ ورع واحتیاط وصلاح وفلاح میں آپ کا پایا بلند تھا۔ اصحاب ستہ نے آپ

سے تخریج احادیث کی۔

۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔وقت وصال ۹۰ سال عمر مبارک تھی۔

حضرت مسروق

آپ کی کنیت ابو عائشہ ہے۔مسروق بن اجدع بن مالک بن امیہ ہمدانی کوفی ہیں ،عابد کے لقب سے مشہور تھے۔ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق نے آپ کا نام پوچھا تو آپ نے جواب دیا،میرا نام مسروق بن اجدع ہے۔فاروق اعظم نے فرمایا:اجدع شیطان کو کہتے ہیں۔ تم مسروق بن عبدالرحمٰن ہو۔

آپ خلفائے اربعہ،ابن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود کے اعظم تلامذہ میں تھے۔اپنے علم اور تقویٰ اور عدالت میں مشہور ہوئے،شریح قاضی کوفہ مشکل مسائل میں آپ سے مشورہ کرتے۔

مالک بن مغول کہتے ہیں:میں نے ابو سفر کو بارہا کہتے سنا کہ ہمدانی عورتوں نے مسروق جیسا نہیں جنا۔

امام شعبی نے فرمایا:میں نے مسروق جیسا طالب علم نہیں دیکھا۔

ابن مدنی کہتے ہیں:حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں سب سے پہلے شاگرد آپ ہیں،

حضرت مسروق خود فرماتے ہیں:میں صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھا۔میں نے ان کو دریا کے مثل پایا ایسا دریا جو کبھی ایک شخص کو سیراب کرتا ہے اور کبھی دو کو اور کبھی دس کو اور کبھی سو کو حتی کہ اگر تمام اہل زمیں بھی اس کے پاس جائیں تو سب سیراب ہو جائیں۔

آپ علم تفسیر کے امام اور عظیم عالم تھے اور کتاب اللہ کے معانی اور مطالب سے خوب خوب آگاہ۔خود فرتے ہیں کہ میں نے علم تفسیر اپنے استاد سے حاصل کیا۔آپ ایک سورۃ تلاوت کرتے اور اس کی تفسیر میں پورے دن احادیث بیان کرتے اور تفسیر فرتے۔ائمہ محدثین اور اصحاب جرح وتعدیل کے یہاں آپ کی شخصیت مسلم ہے۔

ثقہ ہیں اور ان جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا کے یہ کیسے ہیں۔

ابن سعد نے ان کی احادیث کو صالح الاحتجاج بتایا اور ان کو ثقہ کہا۔

ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔

اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج احادیث کی۔ ابو اسحاق سے امام شعبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسروق نے ایک مرتبہ حج کیا تو سجدہ کے علاوہ کبھی نہیں سوئے۔

آپ کا وصال ۶۳ھ میں ہوا۔

حضرت اسود بن یزید

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ اسود بن یزید بن قیس نخعی ہیں۔ کبائر تابعین سے ہیں اور حضرت ابن مسعود کے ارشد تلامذہ میں گنے جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی مرتضی، حذیفہ اور بلال وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ثقہ اور صالح تھے اور کتاب اللہ کے عظیم عالم۔ امام احمد بن حنبل نے آپ کو ثقہ کہا اور اہل خیر میں شمار کیا۔ یحیی بن معین ثقہ کہتے ہیں۔

ابن سعد ثقہ کہتے اور آپکی مرویات کو صالح الاحتجاج قرار دیتے۔ حکم کہتے کہ آپ صائم الدہر رہتے۔ حتی کہ کثیر صوم کی باعث آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔

امام نخعی نے حضرت ابن مسعود کے تلامذہ میں مسند افتاء کی زینت قرار دیا۔

ابن حبان نے ثقات میں آپ کو زاہد و فقیہ قرار دیا۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ آپ کا وصال ۷۴ھ میں ہوا۔

حضرت مرہ ہمدانی

آپ کی کنیت ابو اسمعیل ہے۔ مرہ بن شراحیل ہمدانی کوفی ہیں۔ عابد، مرہ طیب، اور مرۃ خیر کے لقب سے ملقب تھے۔ یہ القاب آپ کو عبادت میں انہماک اور غایت تقوی کے سبب دئیے گئے تھے۔

حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی مرتضی، ابن مسعود وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ سے امام عامر شعبی اور دیگر ساتھیوں نے روایت کی ہے۔ امام ابن معین اور امام عجلی آپ کی توصیف کرتے ہیں۔ اصحاب ستہ نے آپ سے روایت کی۔

حارث غنوی کہتے ہیں: آپ اس کثرت سے سجدہ ریز رہتے۔ کہ مٹی کے گہرے اور واضح نشانات چہرہ سے ظاہر ہوتے تھے۔ ہر دن چھ سو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ ۷۶ھ میں وصال ہوا۔

حضرت عامر شعبی

آپ کی کنیت ابو عمرو ہے۔ عامر بن شراحبیل شعبی حمیری کوفی اور جلیل القدر تابعی ہیں، کوفہ کے قاضی رہے۔

حضرت فاروق اعظم، علی مرتضی اور ابن مسعود سے روایت تو کرتے ہیں لیکن سماعت حاصل نہیں ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ، ابن عباس اور ابو موسی اشعری وغیرہم سے روایت کرتے ہیں۔ خود فرماتے تھے: میں نے پانچ سو صحابہ کا زمانہ پایا۔

امام عجلی فرماتے ہیں: آپ نے اڑتالیس صحابہ سے سماعت حدیث کی۔

عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں: حضرت ابن عمر امام شعبی کے پاس سے گزرے تو آپ مغازی بیان فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا: میں قوم کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ یہ بلاشبہ اس فن کے بڑے حافظ و عالم ہیں۔

مکحولی کہتے ہیں: میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

ابن عیینہ کہتے تھے: لوگ کہتے ہیں: ابن عباس۔ شعبی۔ ثوری۔ اور ابن شبرمہ اپنے اپنے زمانہ میں فرید عصر تھے۔

نیز کہتے تھے کہ میں نے امام شعبی کو خود فرماتے سنا کہ میں نے کبھی سیاہی سے سفیدی پر نہیں لکھا۔ اور جب بھی کسی نے کوئی حدیث بیان کی مجھے حفظ ہوگئی۔ کہ میں نے کبھی اس کی تکرار نہیں کی۔

ابن معین اور ابو زرعہ وغیرہما ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ شعبی ثقہ ہیں۔

ابن حبان نے ثقات میں آپ کو فقیہ وشاعر لکھا۔

ابو جعفر طبری نے طبقات فقہاء میں فرمایا: آپ ادب، فقہ اور دیگر علوم میں ممتاز تھے۔

ابن ابی خیثمہ نے ابو حصین سے روایت کی کہ میں نے ان سے بڑا عالم کسی کو نہ دیکھا۔ اس پر ابو بکر عیاش نے کہا۔ کیا امام شریح بھی نہیں۔ فرمایا۔ کیا تم سمجھتے ہو میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ ہاں سنو میں نے امام شعبی سے بڑا عالم ان کو بھی نہیں پایا۔

ابو اسحاق کہتے ہیں: وہ علوم وفنون میں وحید عصر تھے۔

سلیمان بن ابی مجلز کہتے ہیں: میں نے شعبی سے بڑا فقیہ نہ سعید بن مسیب کو دیکھا اور نہ طاؤس وعطا کو اور نہ حسن بصری وابن سیرین کو۔

ابو بکر ہذلی کہتے ہیں: مجھ سے ابن سیرین نے فرمایا: امام شعبی کے حلقہ درس کو نہ چھوڑنا کہ میں نے خود دیکھا کہ ان سے مسائل پوچھنے لوگ اس زمانہ میں بھی آتے تھے جب کہ صحابہ کرام کثرت سے موجود تھے۔ پھر فرماتے:

میں کوفہ آیا تو امام شعبی کا ایک حلقہ درس تھا۔ جب کہ وہاں صحابہ بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

عاصم کہتے ہیں: میں نے علم حدیث میں اہل کوفہ وبصرہ اور اہل حجاز سے کسی کو آپ کا ہم پلہ نہیں دیکھا۔

اہل علم کی یہ تمام شہادتیں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ آپ مختلف علوم وفنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خواہ وہ حدیث وتفسیر ہو یا فقہ وشعر۔

جب صحابہ کے زمانہ اقدس میں ان کے فتوی پر لوگ پر اعتماد کرتے اور اہل علم ان کی علمی مجلس میں حاضر ہوتے تو پھر اس سے بڑھ کر ان کی علمی جلالت پر اور کس شہادت کی ضرورت ہے۔ لہذا بلا شبہ وہ اپنے اقران وامصار میں عظیم مقام کے حامل تھے۔ ان تمام فضائل وکمالات کے باوجود وہ علم تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتے۔ سلف سے جب تک کوئی روایت نہیں ملتی اس وقت تک توقف فرماتے۔ بآں علم وفضل یہ ان کی غایت احتیاط تھی۔

ابن جریر طبری کہتے ہیں میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تین چیزوں کے بارے میں اپنے طور سے کچھ نہیں کہوں گا حتی کہ میری موت آجائے۔ یعنی قرآن، روح اور رائے۔ اسی

لئے آپ ان ائمہ سے خوش نہیں رہتے تھے جو تفسیر میں اپنی رائے سے کام لیتے۔ حالانکہ وہ کوتاہ علم اور قاصر نظر ہوتے۔

آپ کی سنہ ولادت ووصال میں بہت اختلاف ہے۔ اور قول مشہور یہ ہے کہ ۲۰ھ میں ولادت اور ۱۰۹ھ میں وصال ہوا۔

حضرت حسن بصری

آپ کی کنیت ابوسعید ہے۔ حسن بن ابی الحسن یسار بصری ہیں اور انصار کے غلام تھے۔

آپ کی والدہ خیرہ ام المومنین ام سلمہ کی باندی تھیں۔

آپ کی ولادت دور فاروقی میں یعنی ۲۳ یا ۲۴ ہجری میں ہوئی۔

آپ کو وعظ وتقریر میں کمال حاصل تھا۔ نہایت فصیح وبلیغ اور زہد وورع میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ آپ کے جملے دلوں میں گھر کر جاتے اور سامعین خوب مستفیض ہوتے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول کے عظیم عالم، حلال وحرام کے مسائل میں امتیازی شان کے مالک، خلق کثیر نے آپ کی جلالت شان کی گواہی دی۔

حضرت انس بن مالک صحابی رسول اور خادم حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

حسن سے پوچھو کہ علوم ومعارف ان کو محفوظ ہیں اور ہم ضعف پیری کی وجہ سے بھول گئے۔

مطر بن وراق کہتے: جابر بن زید بصرہ کی عظیم شخصیت تھے لیکن جب حسن بصری مسند علم وفضل پر نمودار ہوئے تو گویا پردۂ غیب اور عالم آخرت سے ایک شخص ظاہر ہوا کہ وہاں کے چشم دید مناظر بیان کرتا ہے۔

سلیمان تیمی کہتے: حسن بصرہ کے شیخ وامام ہیں۔

ابوعوانہ نے قتادہ سے روایت کی۔ کہ میں کبھی کسی فقیہ کی بارگاہ میں نہیں بیٹھا مگر حسن کو ان سے افضل پایا۔

بکر مزنی کہتے تھے: جس کو یہ بات اچھی لگے کہ میں اس زمانے کے بڑے عالم کو دیکھوں تو وہ حسن بصری کو دیکھے۔ ہم نے کسی کو ان سے بڑا عالم نہیں پایا۔

حجاج بن ارطاۃ کہتے ہیں: میں نے عطاء ابن ابی رباح سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: کبھی حسن بصری کی درس گاہ نہ چھوڑنا۔ وہ عظیم امام ومقتدا ہیں۔

امام باقر کی خدمت میں جب بھی آپ کا ذکر ہوتا تو فرماتے: ان کا کلام تو انبیاء کے کلام کے مشابہ ہوتا ہے۔

ابن سعد آپ کو عالم وفقیہ، جامع ورفیع، ثقہ ومامون، عابد وزاہد، وجیہ وجمیل اور کثیر العلم جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

حماد بن مسلم نے حمید سے روایت کی کہ میں نے حسن بصری کے روبرو قرآن عظیم کی تلاوت کی تو آپ نے قدر وقضاء کے اثبات میں تفسیر فرمائی اور ارشاد فرمایا: جو تقدیر کا انکار کرے کافر ہے۔

اصحاب ستہ نے آپ سے روایت کی۔

۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔

حضرت قتادہ

آپ کی کنیت ابو الخطاب ہے۔ قتادہ بن دعامہ سدوسی ہیں اور عربی الاصل۔ بصرہ میں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت انس، ابو الطفیل، دونوں صحابیوں سے رویت کی، ان کے علاوہ تابعین میں ابن سیرین، عکرمہ، عطاء وغیرہم سے علم حدیث حاصل کیا۔

آپ کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا۔ عربی شعر کی وسیع معلومات رکھتے تھے۔ ایام عرب اور انساب قبیلہائے عرب کی خوب خوب معلومات حاصل تھیں۔ عربی لغت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

آپ کے حافظہ کی قوت پر وہ واقعہ دلالت کرتا ہے جس کو سلام بن مسکین نے عمرو بن عبد اللہ سے روایت کیا کہ قتادہ ایک مرتبہ سعید بن مسیب کے پاس آئے تو ابن مسیب نے آپ

سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ سعید بن مسیب نے فرمایا: جوسوالات آپ نے کئے ہیں کیا وہ سب آپ نے اپنی یادداشت اور حفظ وضبط ہی سے کئے ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب اور ابن سیرین آپ کے حفظ وضبط کی گواہی دیتے ہیں حتی کہ سعید نے فرمایا: میرے پاس عراقیوں میں کوئی قتادہ سے بہتر نہیں آیا۔

معمر نے امام زھری سے کہا:

آپ کے نزدیک قتادہ اعلم ہے یا مکحول۔ آپ نے جواب دیا بلکہ قتادہ۔

ابو حاتم کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل کو آپ کا ذکر جمیل نہایت شرح وبسط سے کرتے دیکھا، آپ کے علم وفقاہت، تفسیر اور اختلافی مسائل میں معرفت، اور حفظ وضبط کی تعریف فرماتے اور کہتے: ان پر جن کو تقدم حاصل ہو وہ کم ہی ہیں۔

آپ کا وصال ۱۱۷ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۶ سال سے متجاوز تھی۔

تابعین عظام میں یہ چند مشہور مفسرین کا تذکرہ تھا، انھوں نے اکثر وبیشتر تو صحابہ کرام کے اقوال سے ہی تفسیر کی البتہ بعض نے حسب ضرورت اہل کتاب کے اقوال کے طرف بھی مراجعت فرمائی لیکن اسی حد تک جو ممنوع نہیں تھے۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ تو وہ ان کے اجتہاد ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اللہ رب العزت نے ان کو علم عظیم اور فہم سلیم کی دولت سے نوازہ تھا کہ ان کا زمانہ اقدس حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے قریب تھا۔ اور بالمشافہ انھوں نے صحابہ سے اکتساب علم کیا تھا۔ پھر یہ کہ ان کو زبان عربی میں عبور اور خالص عربی میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ لہذا وہ کوتاہیاں جو بعد میں رونما ہوئیں ان سے وہ یکسر پاک تھے۔ اس لئے ان کی تفسیر پر بعد کے علماء نے اعتماد کیا اور خوب خوب عام کیا۔

اس دور کی تفسیر کا مقام ومرتبہ

علمائے کرام اس سلسلہ میں مختلف ہیں، کہ اگر کسی آیت کی تفسیر حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے منقول نہ ہو تو کیا تابعین کی جانب رجوع کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایسی تفسیر مقبول ہے۔ اور دوسری رویت میں ہے کہ غیر مقبول۔ اور صحیح یہ ہے کہ ان حضرات کی

تفسیر مقبول ہے اور اکثر مفسرین نے اسی کو اپنایا۔ اس لئے کہ تابعین نے اکثر تفسیری روایات صحابہ ہی سے اخذ فرمائیں۔

مثلاً امام مجاہد فرماتے ہیں:

کہ میں نے قرآن عظیم کو از اول تا آخر حضرت ابن عباس پر تین مرتبہ پیش کیا۔ ہر آیت پڑھتا اور اس کے بارے میں پوچھتا۔ چنانچہ ہر آیت کے سلسلہ میں کچھ نہ کچھ میں نے آپ سے ضرور سنا۔

اسی لئے تابعین کے اقوال اکثر مفسرین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمائے اور ان پر اعتماد کیا۔

انصافاً اتنی بات یاد رکھنی چاہئے کہ ائمہ تابعین کے انہی اقوال پر عمل واجب جن میں رائے اور اجتہاد کو دخل نہ ہو۔ ہاں اگر ان کا کسی قول اور رائے پر اجماع منعقد ہو چکا تو پھر اس سے عدول جائز نہیں۔ اس زمانہ میں بھی تفسیر میں اختلاف قلیل ہی رہا۔

پھر ان کے بعد وہ دور آیا جس میں علوم ادبیہ اور علوم عقلیہ کی تدوین ہوئی، اختلافات کلامیہ وفقہیہ نے باقاعدہ فن کی صورت اختیار کر لی۔ لہٰذا اختلافات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا جس کا اثر علم تفسیر پر بھی پڑا۔

تیسرا مرحلہ

یہ مرحلہ عہد اُموی کے اواخر اور عباسی عہد کے آغاز سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے علم تفسیر اکثر بطور روایت رہا۔ صحابہ کرام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے، جیسے کہ ان کی روایت آپس میں بھی ایک دوسرے سے رہی۔ یوں ہی تابعین کے دور میں، کہ یہ حضرات صحابہ سے روایت کرتے یا آپس میں۔ بہر حال اس زمانہ میں اس علم تفسیر کی بطور فن تدوین وترتیب نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے بعد تین طریقوں سے اس علم کی اشاعت ہوئی

پہلا طریقہ:۔ صحابہ وتابعین کے بعد علم تفسیر نے دوسرا رخ اختیار کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب باقاعدہ علم حدیث مدون ہوا۔ اس کے مختلف ابواب قائم ہوئے۔ انہیں میں ایک باب

تفسیر بھی ہوتا تھا۔لہٰذا علم تفسیر کے لئے علیحدہ کوئی کتاب معرض وجود میں نہ آئی جو تمام سور و آیات کی تفسیر پر مشتمل ہوتی۔یعنی کچھ علم تفسیر سینوں میں رہا اور کچھ سفینوں کی طرف منتقل ہوا۔ لہٰذا جن ائمہ حدیث وتفسیر نے مختلف شہروں کا دورہ کر کے علم حدیث کو مدون کیا انہیں نے کتب حدیث کے مختلف ابواب میں ایک باب تفسیر بھی قائم کیا اور اس میں احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ وتابعین ذکر کیے۔ان میں بعض ائمہ کے اسماء یہ ہیں۔

یزید بن ھارون سلمی	متوفی	۱۱۷ھ
شعبہ بن حجاج	//	۱۶۰ھ
وکیع بن الجراح	//	۱۹۷ھ
سفیان بن عیینہ	//	۱۹۸ھ
روح بن عبادہ بصری	//	۲۰۵ھ
عبدالرزاق بن ھمام	//	۲۱۱ھ
آدم بن ایاس	//	۲۲۰ھ
عبد بن حمید	//	۲۴۹ھ

لہٰذا اس وقت تک کوئی مستقل کتاب علیحدہ مکمل تفسیر قرآن کی شکل میں نہیں لکھی گئی۔

(۷)

دوسرا طریقہ

اس کے بعد علم تفسیر نے مستقل علم کی حیثیت اختیار کر لی اور ائمہ کرام نے پورے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ان میں بعض حضرات کے اسماء درج ذیل ہیں۔

ابن ماجہ	متوفی	۲۷۳ھ
ابن جریر طبری	//	۳۱۰ھ
ابوبکر بن منذر نیشاپوری	//	۳۱۸ھ
ابن ابی حاتم	//	۳۲۷ھ
ابوشیخ ابن حبان	//	۳۶۹ھ

حاکم	//	۴۰۵ھ
ابوبکر بن مردویہ	//	۴۱۰ھ

ان تمام تفاسیر میں مکمل سندوں کے ساتھ احادیث اور آثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین نقل کیے گئے۔ ان تفسیروں کا اکثر حصہ احادیث وآثار پر مشتمل ہے۔ البتہ تفسیر ابن جریر میں اتنا اضافہ ضرور ہے کہ متعدد اقوال ذکر کر کے ان کی توجیہات پیش کرتے ہیں اور بعض کو بعض پر ترجیح بھی دیتے ہیں۔ اور بھی بوقت ضرورت الفاظ کے اعراب اور استنباط احکام کی طرف بھی توجہ فرماتے ہیں۔

اس دور میں تفسیر پر مستقل کتاب لکھنے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ پہلے طریقے متروک قرار دے دیے گئے بلکہ محدثین کی کتابوں کا وہ باب بدستور قائم رہا جس پر حدیث کی بہت سی کتابیں آج بھی گواہ ہیں جو اس زمانہ میں ہی لکھی گئیں۔ ہاں اس زمانہ سے اتنا اضافہ ضرور ہوا کہ بالاستیعاب پورے قرآن کی مستقل تفاسیر لکھی جانے لگیں۔ اور تفسیر ماثور سے مشہور ہوئیں۔ زیادہ شہرت ان کتابوں کو ملی۔

جامع البیان فی تفسیر القرآن	ابو جعفر محمد بن جریر طبری	متوفی	۳۱۰ھ
بحر العلوم	ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی	//	۳۷۳ھ
الکشف والبیان	ابو اسحٰق احمد بن ابراہیم ثعلبی	//	۴۲۷ھ
معالم التنزیل	ابو محمد حسین بن مسعود بغوی	//	۵۱۰ھ
المحرر الوجیز	ابو محمد عبد الحق بن غالب اندلسی	//	۵۴۶ھ
تفسیر القرآن	ابو الفداء اسمٰعیل بن کثیر دمشقی	//	۷۷۴ھ
الجواہر الحسان	ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد ثعالبی	//	۸۷۶ھ
الدر المنثور	ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	//	۹۱۱ھ

لہٰذا مذکورہ ترتیب پر ان تفاسیر اور ان کے مصنفین کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جن سے ان کا مقام ومرتبہ متعین کیا جا سکے۔

تفسیر ماثور کی مشہور کتاب

جامع البیان

اس کتاب کے مصنف امام طبری ہیں۔ کنیت ابو جعفر ہے۔ نام ونسب محمد بن جریر بن کثیر بن غالب طبری ہے۔ امام جلیل الشان اور مجتہد مطلق ہیں اور بہت سی کتابوں کے مصنف، طبرستان کے شہر آمل کے باشندے تھے۔

آپ کی ولادت ۲۲۴ھ میں ہوئی۔ ۱۲ سال کی عمر میں اپنے شہر سے سفر شروع کیا اور مختلف بلاد اسلامیہ مثلاً مصر وشام وعراق گئے اور بغداد میں اقامت گزیں ہوئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔

علم وفضل

ابن جریر ائمہ اعلام سے ایک تھے، محکم قول اور صائب رائے کے مالک تھے۔ اپنے علوم ومعارف میں ہم عصروں سے ممتاز۔ چنانچہ آپ کتاب اللہ کے حافظ ہونے کے ساتھ معانی قرآن کے عارف اور مطالب قرآنی میں بصیرت بھی رکھتے تھے۔ احادیث اور اس کے طرق کے عالم تھے، صحیح اور غیر صحیح احادیث کی خوب معرفت رکھتے تھے، اور ناسخ ومنسوخ کا بخوبی علم تھا۔ صحابہ وتابعین اور اپنے دور کے ائمہ اعلام کے اقوال سے آگاہ اور حلال وحرام کی معرفت رکھتے تھے، علم تاریخ میں مہارت حاصل تھی۔

ابو العباس بن شریح کہتے تھے۔ ابن جریر فقیہ وعالم تھے۔ بہت سے علوم میں سبقت لے گئے، مثلاً علم قرأت وتاریخ، علم تفسیر وحدیث، اور علم فقہ۔ ہر علم میں ان کی تصانیف موجود ہیں جوان کی جودت طبع اور استحضار علمی پر دال ہیں۔

آپ کی اہم تصانیف سے کتاب التفسیر جس کا یہاں تعارف مقصود ہے۔ کتاب التاریخ جو تاریخ امم وملوک اور تاریخ طبری سے مشہور ہے۔ کتاب القرأت۔ کتاب اختلاف العلماء۔ تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین۔ کتاب احکام شرائع الاسلام۔ کتاب التبصرہ فی اصول الدین۔ وغیرہا۔

ابن جریر کی عصر حاضر میں صرف دو کتابیں باقی رہیں اور باقی امتداد زمانہ کی دبیز تہوں

میں دب گئیں۔ایک تفسیر جامع البیان۔دوسری تاریخ طبری۔

علم تفسیر میں آپ کی یہ کتاب ماخذ کا درجہ رکھتی ہے جس طرح تاریخ میں آپ کی تصنیف کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔

ابن خلکان کہتے ہیں: آپ ائمہ مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں، کسی کے مقلد نہیں تھے۔

شیخ ابو اسحاق شیرازی نے مجتہدین فقہاء کے طبقات میں ذکر کیا۔آپ کا مذہب فقہی مشہور تھا اور آپ کے متبعین نے اس مذہب کا نام جریریہ رکھا۔لیکن یہ مذہب زیادہ زمانہ تک باقی نہ رہا جیسے اور بہت سے مذاہب منظر عام پر آئے اور روپوش ہو گئے۔

ابن سبکی نے طبقات کثیر میں خود ابن جریر کا قول ذکر کیا ہے کہ میں نے فقہ شافعی کو رواج دیا اور دس سال تک بغداد میں آپ کے مذہب کے مطابق ہی فتوی دیتا رہا۔

امام سیوطی نے طبقات المفسرین میں فرمایا: کہ یہ اولا شافعی تھے پھر مستقل مذہب کی بنیاد رکھی اور آپ کے بہت متبعین و مقلدین ہوئے۔

صاحب لسان المیزان نے ذکر کیا:

کہ آپ ثقہ وصدوق ہیں۔البتہ تشیع کی طرف مائل تھے لیکن آپ کا تشیع موالات تھا کہ اہل بیت سے غایت محبت رکھتے تھے۔

البتہ احمد بن علی سلیمانی نے آپ کو رافضی لکھا ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔بلکہ آپ اکابر ائمہ اسلام و معتمدین سے تھے۔ہوسکتا ہے کہ سلیمانی نے جسکو رافضی کہا ہے وہ یہ نہ ہوں بلکہ آپ کا ہمنام محمد بن جریر بن رستم طبری رافضی ہو کہ دونوں کے نام اور ولدیت کے ساتھ وطن کی نسبت میں بھی اتحاد ہے۔اور یہ واقعی رافضی تھا۔لہذا عین ممکن ہے کہ ان کے مراد یہ ہی ہو کیونکہ سلیمانی خود حافظ و متقن ہیں۔لہذا ایسا صریح بہتان ایسے جلیل القدر امام پر لگانا ان کی شان سے بعید ہے۔

تفسیر جامع البیان کا مقام

آپ کی یہ تفسیر کتب تفاسیر میں نہایت اہم اور مشہور ہے۔احادیث و آثار کے ذریعہ تفاسیر میں مفسرین کے درمیان ماخذ کا درجہ اس کو حاصل۔آپ کی اس تفسیر میں استنباط مسائل،

توجیہ اقوال اور بعض کو بعض پر ترجیح سب کچھ موجود ہے حتی کہ تفسیر عقلی میں بھی اس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

یہ تیس اجزاء میں سولہ مجلدات پر مشتمل ضخیم کتاب ہے اور علماء اس کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہیں۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: آپ کی یہ تفسیر نہایت عظیم وجلیل ہے۔ توجیہ اقول، اعراب واستنباط اور ترجیح میں متقدمین کی تفاسیر پر فوقیت رکھتی ہے۔

امام نووی نے فرمایا:

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر جیسی کوئی دوسری تفسیر نہیں لکھی گئی۔

ابوحامد اسفر ائنی کہتے ہیں:

اگر کوئی دور دراز کا سفر کر کے علم تفسیر حاصل کرے پھر بھی وہ اس کتاب پر کوئی خاص اضافہ نہیں کرسکتا۔

اور ابن تیمیہ نے تو یہاں تک لکھا کہ جو تفاسیر اس وقت متداول ہیں ان میں اس کا مقام یہ ہے کہ سب سے زیادہ صحیح ہے، مصنف اقوال سلف صحیح سندوں سے ذکر کرتے ہیں، نہ اس میں بدعت کو دخل ہے اور نہ ایسے رواۃ کی سند لاتے ہیں جو متھم ہوں۔

صاحب لسان المیزان کہتے ہیں:

ابن خزیمہ نے آپ کی یہ تفسیر ابن خالویہ سے مستعار لی اور چند سال اس کے مطالعہ میں مشغول رہے۔ اس کے بعد فرمایا: میں نے اس کو از اول تا آخر پڑھا تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ میرے نزدیک روئے زمین پر ابن جریر سے زیادہ علم تفسیر جاننے والا کوئی دوسرا نہیں۔

ان تمام اقوال اور شہادتوں سے واضح ہوگیا کہ ابن جریر کو علم تفسیر میں علم غزیر حاصل تھا، کہتے ہیں آپ نے یہ تفسیر موجودہ متداول مجلدات سے دس گنی ضخیم لکھی تھی۔

ابن سبکی نے طبقات کبری میں ذکر کیا:

کہ ابن جریر نے اپنے تلامذہ سے فرمایا: کیا تم میری تفسیر قرآن سے خوش ہو۔ بولے اس کی ضخامت کتنی ہے۔ آپ نے فرمایا: تیس ہزار اوراق۔ شاگردوں نے عرض کیا: اس کو پڑھتے پڑھتے تو عمریں تمام ہو جائیں گی لیکن کتاب ختم نہیں، چنانچہ آپ نے اس کو مختصر کیا اور تو

حصے حذف کر کے صرف ایک حصہ باقی رکھا یعنی تین ہزار اوراق سے کل تین ہزار ورق۔

ایسا ہی آپ نے اپنی تاریخ طبری کے بارے میں فرمایا تھا اور اس کی بھی ضخامت اسی قدر تھی۔ لہذا تلامذہ کی خواہش میں آپ نے اس کے بھی نو حصے حذف کر دیئے اور فرمایا: اناللہ ہمتیں کتنی پست ہوگئیں۔

آپ نے یہ کتاب سات سال کی مدت میں اپنے تلامذہ کو املا کرائی یعنی ۲۸۳ھ سے ۲۹۰ھ تک۔ آپ کا وصال ۳۱۰ھ میں ہوا۔

تفسیر بحر العلوم سمرقند حنفی

اس کتاب کے مصنف ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی ہیں۔ حنفی فقیہ تھے اور امام الھدی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ابو جعفر ہندوانی سے فقہ حاصل کیا۔ بہت سے مفید اقوال اور اہم تصانیف سے مشہور ہوئے۔

آپ کی اہم تصانیف میں تفسیر قرآن ہے جس کا نام آپ نے بحر العلوم رکھا، لیکن تفسیر سمرقندی سے مشہور ہوئی۔

دوسری کتابیں النوازل فی الفقہ، خزانۃ الفقہ، تنبیہ الغافلین ہیں۔ آپ کا وصال ۳۷۳ھ میں ہوا۔

تفسیر بحر العلوم کا مقام

کتاب کی اہمیت۔ کشف الظنون میں ہے: کہ یہ کتاب نہایت مفید ولطیف ہے۔ شیخ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی نے اس کی احادیث کی تخریج ۸۵۴ھ میں کی۔ یہ کتاب تین ضخیم جلدوں میں لکھی گئی اور مصری کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس تفسیر میں مصنف سلف سے منقول روایات لاتے ہیں۔ اور صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے اقوال ذکر کرتے ہیں لیکن سندوں کا ذکر بسا اوقات نہیں کرتے۔ جب مختلف روایات اور اقوال ذکر کرتے ہیں تو نہ ان میں بعض کو ترجیح دیتے ہیں اور نہ ان پر کسی طرح کی جرح کرتے ہیں جس طرح ابن جریر کا معمول ہے۔

کبھی اختلاف قرأت کا ذکر بھی کرتے ہیں اور کبھی لغات عربیہ سے بھی تائید لاتے ہیں ۔اور ایک خاص طریقہ یہ بھی اپنایا ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرتے ہیں۔ قصص و واقعات میں کسی راوی کی روایتیں ذکر کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر اقوال کو قال بعضھم کذا۔ سے ذکر کر کے چھوڑ دیتے ہیں کسی کا نام نہیں لیتے۔ کہیں بظاہر آیات پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں تو ان کو مع اعتراض و جواب ذکر کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب تفاسیر میں اہمیت کی حامل ہے اور روایت و درایت دونوں کو جامع ہے لیکن روایت غالب ہے اس لئے تفسیر ماثور میں اس کا شمار ہے۔

الکشف البیان عن تفسیر القرآن للثعلبی

اس کتاب کے مصنف ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی نیشاپوری ہیں۔ آپ مقرر مفسر حافظ واعظ تھے اور علوم عربیہ میں کمال حاصل تھا۔

ابن خلکان نے آپ کو علم تفسیر میں وحید الدہر مانا اور آپ کی تفسیر کو دیگر تفاسیر پر فوقیت دی۔

معجم الادباء میں مصنف اور تفسیر دونوں کی خوب خوب تعریف کی ہے۔

آپ نے دوسری کتابیں بھی تصنیف کیں ان میں کتاب العرائس فی قصص الانبیاء نہایت ہی عظیم کتاب ہے۔

سمعانی نے بعض علماء سے نقل کیا کہ آپ کو ثعلبی اور ثعالبی دونوں کہا جاتا ہے اور یہ آپ کا لقب ہے نسب نہیں۔

تاریخ نیشاپور میں عبدالغفار بن اسمٰعیل فارسی نے آپ کی تعریف کی ہے اور آپ کی توثیق و تصحیح بھی فرمائی ہے۔ آپ ابوطاہر بن خزیمہ اور امام ابوبکر بن مہران مقری کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے علم تفسیر حاصل کرنے والوں میں امام ابوالحسن واحدی سرفہرست ہیں اور اپنے استاذ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ آپ کو علم حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا اور آپ کے اساتذہ کی فہرست بھی نہایت طویل ہے۔ آپ کا وصال ۴۲۷ھ میں ہوا۔ فرحمہ اللہ و ارضاہ۔

فن تفسیر میں کتاب کا مقام

آپ نے شروع کتاب میں علم تفسیر پر ایک مقدمہ لکھا ہے اور اس میں اپنی کتاب کا طریقہ تصنیف واضح کیا ہے۔

کہتے ہیں: میں نے تمام علوم سے علم تفسیر کو اس لئے منتخب کیا کہ یہ تمام علوم دینیہ کی اساس ہے، اس کے ذریعہ ہی آدمی اندھیریوں سے اجالوں کی طرف آتا ہے۔ اللہ تعالی نے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائی اور میں نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا۔ افضل و مفضول، قدیم وجدید، بدعت وسنت اور حجت وشکوک وشبہات کے درمیان امتیاز قائم کیا۔

ان تمام چیزوں کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ تفسیر قرآن کے دوران میں نے مفسرین کو مختلف طریقوں پر پایا۔

ایک فرقہ اہل بدعت وہواء کا ہے، جیسے جبائی اور رمانی۔

ایک جماعت نے تفسیر تو خوب کی لیکن اہل بدعت کے اقوال کو سلف صالحین کے اقوال سے خلط ملط کر دیا جیسے ابوبکر قفال۔

ایک گروہ نے روایت ونقل پر اقتصار کیا لیکن درایت ونقد سے کام نہ لیا۔ جیسے ابو یعقوب حنظلی۔

ایک طبقہ ان مفسرین کا ہے جنہوں نے سند وروایت کو حذف کیا اور کتابوں سے روایتیں نقل کیں جن میں ہر طرح کی روایتیں ہیں۔

ایک جماعت ان مفسرین کی بھی ہے جنھوں نے تمام چیزوں کا احاطہ کیا اور اپنی تصانیف کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی مگر ان کی کتابیں کثرت طرق وروایات کے باعث طویل ہوگئیں جیسے ابن جریر وغیرہ۔

اور ایک طبقہ ایسا بھی ہے جنھوں نے محض تفسیر کی۔ نہ احکام بیان کئے اور نہ مشکل مقامات کا حل۔ نہ معترضین کے جوابات دیئے اور نہ اہل زیغ وکج فہموں کا رد وابطال کیا۔ جیسے مشائخ سلف میں مجاھد، سدی، کلبی۔

پھر اپنی کتاب کی مندرجات چودہ وجوہ پر ذکر کیے ہیں۔

اول کتاب میں سلف تک اپنی سند ذکر کی ہے اور پھر درمیان کتاب میں کسی روایت میں سند نہ ذکر کر کے اول ہی پر اکتفاء کرلیا ہے۔

اس کتاب میں قصص وواقعات کثرت سے ذکر ہوئے ہیں، بسا اوقات فضائل قرآن وسور میں موضوع روایات بھی ذکر کردی ہیں جو دراصل اسرائیلی روایات ہیں اور ان کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔ اور بعض شیعی روایات بھی حضرت علی مرتضی اور اہل بیت کی طرف منسوب ہیں،

معالم التنزیل للبغوی

اس کتاب کے مصنف ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد ہیں جو امام فراء بغوی سے مشہور ہیں ۔فقیہ شافعی اور محدث ومفسر تھے۔ محی السنۃ اور رکن دین آپ کا لقب ہے۔

آپ نے قاضی حسین سے حدیث وفقہ حاصل کیا۔ نہایت ہی پاکباز متقی وزاہد اور قانع تھے، باوضو درسگاہ میں شریک ہوتے۔ بغیر سالن تنہا روٹی پر اکتفاء فرماتے، آخر عمر میں زیتون کے تیل سے روٹی استعمال کرنے لگے تھے۔

۵۱۰ھ میں مقام مرو میں وصال ہوا، ۸۰ سال سے زیادہ عمر پائی۔ اپنے استاذ کے پہلو میں مقبرۃ طالقانی میں دفن ہوئے۔

علم وفضل

آپ تفسیر، حدیث، اور فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔

امام سبکی فرماتے ہیں: آپ جلیل القدر امام تھے اور صاحب تقوی وفتوی۔ جامع علم وعمل اور محدث ومفسر تھے۔ آپ نے ایک عظیم جلیل تفسیر لکھی۔ اور شرح احادیث میں نہایت ہی ضخیم کتاب شرح السنۃ۔ مصابیح اور جمع بین الصحیحین حدیث میں آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ اور فقہ شافعی میں تہذیب تحریر فرمائی۔ آپ کی تمام تصانیف کو حسن نیت کے باعث قبول عام حاصل ہوا۔

تفسیر معالم

مقدمہ خازن میں ہے کہ آپ کی یہ تصنیف کتب تفاسیر میں عظیم مرتبہ کی حامل ہے۔ صحیح اقوال کی جامع اور ضعیف اقوال سے پاک ہے۔ احادیث نبویہ سے مزین اور احکام شرعیہ کی مبین ہے، نادر واقعات اور تعجب خیز حکایات سے لبریز ہے۔ اشارات وکنایات سے مرصع اور واضح عبارات کی حامل ہے۔ خوبصورت جملوں کو فصاحت و بلاغت کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا گیا ہے۔ لیکن کتانی رسالہ مستطرفہ میں کہتے ہیں:

پھر بھی بعض قصے اور حکایتیں ضعیف ہیں۔

آپ نے سلف کی تفسیر کو حذف وسند کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کی وجہ وہی ہے کہ امام ثعلبی کی طرح آپ نے بھی مقدمہ میں اپنی سند ذکر کر دی ہے اور پھر بیان کیا ہے کہ البتہ بعض سندیں میں نے اختصار کے پیش نظر حذف کی ہیں۔ تفسیر سے غیر متعلق روایات اور منکر احادیث سے بالکلیہ اجتناب کیا ہے۔

مقدمہ میں آپ نے خود لکھا ہے:۔

میں نے تفسیر کے دوران جو احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر کی ہیں وہ سب اس طرح کی ہیں جو آیت کو موافق یا اس کے حکم کو بیان کرنے والی کہ قرآن کریم کی بسا اوقات سنت رسول وضاحت کرتی ہے۔ اور ایسی احادیث ہیں جن پر امور دین اور مسائل شرعیہ کا مدار ہے۔ لہذا یہ سب ان کتب سے ماخوذ ہیں جو ائمہ حدیث کی مقبول مشہور کتابیں ہیں۔ البتہ میں نے مناکیر اور غیر متعلق احادیث سے اجتناب کیا ہے۔ آپ نے تفسیر میں وقت ضرورت اختلاف قرأت اور مباحث اعراب کا بھی ذکر کیا ہے جن سے معنی کی وضاحت میں مدد لینا مقصود ہے۔ کبھی اسرائیلی روایات ذکر کرتے ہیں لیکن ان پر جرح ونقد نہیں کرتے۔ ہاں بعض مقامات پر بظاہر نظم قرآن پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جواب دیتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مجموعی طور پر کتاب عمدہ ہے اور تفسیر کی بہت کتابوں پر فائق۔

المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز لابن عطیہ

اس تفسیر کے مصنف ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی مغربی غرناطی ہیں۔ اندلس کے شہر مدیہ کے قاضی رہے۔ آپ کی ولادت ۴۸۱ھ میں ہوئی اور وصال مقام رقہ میں ۵۴۶ھ میں ہوا۔

علم و فضل

آپ نے ایک علمی گھرانہ میں پرورش پائی۔ آپ کے والد ابو بکر غالب بن عطیہ جلیل القدر عالم اور عظیم الشان امام و حافظ تھے اور آپ کے دادا کی اولاد میں بہت سے علماء ذوی الاحترام پیدا ہوئے۔

آپ نہایت ذکی و فہیم تھے۔ ہمیشہ کتابوں سے شغف رکھتے۔ لہذا آپ بیک وقت فقیہ و عارف، محدث و مفسر، نحوی و لغوی اور ادیب و شاعر تھے۔

بحر محیط کے مقدمہ میں ابو حیان نے آپ کو جلیل القدر مفسر کہا اور تحریر و تنقیح میں صاحب فضل قرار دیا۔ آپ کی تصانیف میں کتاب مذکور نہایت عظیم تصنیف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علمی دنیا میں آپ کو شہرت کاملہ حاصل تھی۔ ابن فرحون نے دیباج مذہب میں آپ کو علماء مالکیہ میں شمار کیا ہے جیسا کہ امام سیوطی نے شیوخ علم نحو بلکہ اساطین نحاۃ میں شمار فرمایا۔

تفسیر وجیز

آپ کی اس تفسیر کی دس جلدیں ہیں۔ طرز تفسیر یہ ہے کہ ایک آیت ذکر کرتے ہیں اور پھر عمدہ اور سہل انداز میں اس کی تفسیر کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر تفسیر ابن جریر سے نقل کرتے ہیں اور کبھی عبارات منقولہ پر مناقشہ بھی کرتے ہیں۔ عربی اشعار بطور استشہاد لانا آپ کا معمول ہے، نحوی مسائل کا اجراء اور معانی و بیان کی وضاحت اور اختلاف قرأت کی نشاندہی بھی کثرت سے کرتے ہیں۔ ابو حیان نے اس تفسیر کا مقابلہ زمخشری کی تفسیر کشاف سے کیا تو فیصلہ یوں سنایا۔

ابن عطیہ کی کتاب نقل روایات میں کامل علوم کی جامع اور بہت سی تفاسیر کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، جب کہ زمخشری کی کتاب مختصر اور معانی کی تہہ تک پہونچانے والی ہے، ابن تیمیہ

نے یوں تقابل بیان کیا کہ ابن عطیہ کی تفسیر زمخشری کی تفسیر سے بہتر ہے، نقل و بحث کے اعتبار سے اصح ہے، بدعت سے دور بلکہ بہت سی تفاسیر سے راجح تر ہے۔ سنت رسول اور جماعت صحابہ وتابعین کے اقوال کے مطابق ہے۔ اصول میں متابعت تو اہل سنت کی کرتے ہیں اور جمہور کے قول ہی کو اپناتے ہیں لیکن اشارۃً معتزلہ کے قول کو بھی بعض اوقات لائق ترجیح جانتے ہیں۔

مثال کے طور پر للذین احسنو الحسنی وزیادۃ الآیہ۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

جمہور نے الحسنیٰ سے جنت اور زیادۃ سے دیدار الٰہی مراد لیا ہے اور اس سلسلہ میں صدیق اکبر۔ حذیفہ بن الیمان اور ابو موسیٰ اشعری کی روایات ذکر کی ہیں۔ لیکن ایک گروہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ''الحسنیٰ'' سے نیکی اور ''زیادۃ'' سے نیکیوں میں تضعیف واضافہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو اپنے فضل سے ساتھ سو تک بڑھادیتا ہے۔

یہ تفسیر بیان کر کے کہتے ہیں کہ غور وفکر کے بعد یہ قول بھی قوی معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر پہلی تفسیر کے قائل صاحبان عظمت وکمال نہ ہوتے تو یہ قول ہی راجح قرار پاتا۔

تفسیر القرآن لابن کثیر

اس کتاب کے مصنف ابوالفداء اسمٰعیل بن عمرو بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصری ثم دمشقی ہیں۔ فقیہ شافعی سے مشہور تھے۔ دمشق آئے تو اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔ اور عمر سات سال تھی۔

ابن شحنہ۔ آمذی۔ ابن عساکر وغیرہم سے علم حاصل کیا اور پھر امام مزی کے ہو رہے۔ تہذیب الکمال انہیں سے پڑھی اور انہوں نے اپنی بیٹی سے ان کی شادی بھی کردی۔

آخر میں ابن تیمیہ کی شاگردی اختیار کی اور ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ ابن تیمیہ کو جب اہل سنت کے مسلک سے مخالفت کی بنیاد پر سزائیں دی گئیں تو یہ بھی اس کے زمرہ میں داخل تھے۔ لہذا ان کو بھی مخالفت اہل حق کے باعث وہی مشقتیں اٹھانا پڑیں۔ خاص طور پر اس وقت جب طلاق کے مسئلہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیا۔

۷۰۰ھ کے قریب ولادت ہوئی اور شعبان ۷۷۴ھ میں انتقال ہوا، مقبرۃ صوفیہ

میں اپنے استاذ ابن تیمیہ کے قریب دفن ہوئے، آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔

مبلغ علم

ابن کثیر کی علمی میدان میں کافی شہرت ہے بالخصوص تفسیر وحدیث وتاریخ میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

متن حدیث اور اسمائے رجال کے مطالعہ میں ہمیشہ مشغول رہے، تفسیر قرآن لکھی، احکام ومسائل میں ایک ضخیم کتاب لکھنا شروع کی تھی لیکن مکمل نہ ہوسکی۔ تاریخ میں البدایہ والنہایہ مشہور کتاب ہے۔ صحیح بخاری کی شرح بھی شروع کی تھی۔ نہایت ذہین اور کثیر الاستحضار تھے، زندگی ہی میں تصانیف مشہور ہوچکی تھیں۔

تفسیر قرآن

تفسیر ابن کثیر کے نام سے مشہور ہوئی اور تفسیر ماثور میں ابن جریر کے بعد شہرت پائی۔ آیات کی تفسیر احادیث وآثار سے کرتے ہیں اور جہاں جرح وتعدیل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہاں نقد رجال سے بھی کام لیتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں ایک طویل مقدمہ بھی ہے جس میں اصول تفسیر سے بحث ہے اور اکثر اپنے استاذ ابن تیمیہ کی اتباع کرتے ہوئے مقدمہ اصول تفسیر سے نقل کیا ہے۔

آیات کی تفسیر میں پہلے آسان اور مختصر زبان میں تفسیر ہے۔ پھر احادیث اور اقوال سلف بیان کرکے مزید وضاحت وتائید کرتے ہیں۔ بعض اقوال کو بعض پر ترجیح اور بعض پر تضعیف بھی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مصنف نے ابن تیمیہ کا حق شاگردی ادا کرتے ہوئے ان عقائد ومسائل کو رواج دینے کی کوشش کی ہے جن کا داعی ابن تیمیہ تھا اور اپنے موقف کے خلاف روایات میں جرح وتنقید جس کا شیوہ تھا۔ ظاہر قرآن سے استدلال اور حقائق ومعارف اور تصوف واسرار باطن سے چشم پوشی بلکہ ان کی تردید جس کا مشغلہ تھا، وہ سب کچھ اس تفسیر میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔

لہذا اس تفسیر سے ھدایت کے بجائے خارجیت کی دلدل میں پھنس جانے کا شدید خطرہ ہے، چنانچہ اس کے مطالعہ سے عموما احتراز لازم وضروری ہے۔

الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن للثعالبی

اس تفسیر کے مصنف ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف ثعالبی جزائری مغربی مالکی ہیں۔ امام حجت، عالم باعمل اور زاہد ومتقی تھے اور عارفین باللہ سے تھے۔ اور دنیا واہل دنیا سے ایک گوشہ تنہائی اختیار کرنے والے۔

آپ کے اساتذہ نے بھی آپ کی جلالت علمی اور صلاح فی الدین کی گواہی دی۔ جیسے امام آبی اور ولی الدین عراقی وغیرہما۔

خود لکھتے ہیں کہ میں جزائر سے آٹھویں صدی کے اواخر میں طلب علم کے لئے نکلا اور جابیہ پہونچا۔ پھر تونس اور پھر مصر کا سفر کیا۔ اس کے بعد تونس لوٹ آیا۔ اس زمانہ میں تونس میں رہنے والا ہر علم کا شائق میرے حلقۂ درس میں شامل ہوا اور مجھ سے علم حدیث حاصل کیا۔ جب میں احادیث بیان کرتا تو قبول کرتے اور میری مرویات کو بغور سنتے۔ جب میں مشرق سے آیا تو بعض مغاربہ نے مجھ سے کہا: تم علم حدیث میں ایک نشانی ہو۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جو لوگوں کے لئے نفع بخش ثابت ہوئیں۔ انہیں میں آپ کی یہ تفسیر بھی ہے۔ اس کے علاوہ "الذھب الابریز فی غرائب القرآن العزیز۔ تحفۃ الاخوان فی غرائب بعض آیات القرآن، جامع الاحادیث فی أحکام العبادت وغرہا ہیں۔ آپ کا انتقال ۸۷۶ میں ہوا اور جزائر میں مدفون ہوئے۔

تفسیر جواہر

اس تفسیر کے تعارف میں خود مصنف نے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔ میں نے اس تفسیر میں اپنے اور قارئین کے لئے وہ مفید مضامین درج کئے ہیں جن سے دارین میں دونوں کو راحت وسکون حاصل ہوگا۔

اس میں تفسیر ابن عطیہ کے اہم مضامین درج کئے گئے ہیں اور اس کے علاوہ بہت سے

قواعد ائمہ کی کتب سے نقل ہوئے ہیں جن کی تعداد تقریبا سو ہے۔ یہ تمام کتابیں محققین ومشاہیر کی ہیں، نیز میں نے بعینہ ان کی عبارات نقل کی ہیں۔ اور روایت بالمعنی سے احتراز کیا ہے کہ کہیں مجھ سے روایت بالمعنی کے سبب لغزش نہ واقع ہو۔

پھر کہتے ہیں:

میں نے بخاری ومسلم اور ابوداؤد وترمذی کے علاوہ جن کتابوں سے احادیث نقل کی ہیں ان میں نووی، سلاح المومن، ترغیب وترہیب، تذکرہ، اور مصابیح امام بغوی سے خاص طور پر منقول ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کتاب نفیس حکمتوں اور صحیح وحسن سنن وآثار پر مشتمل ہے۔ اسی لئے اس کا نام الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن ہے۔

مقدمہ تفسیر ابن عطیہ سے ماخوذ ہے جس میں مختلف ابواب قائم کرکے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں فضیلت قرآن، فضیلت تفسیر، مراتب مفسرین، عجمی الفاظ کی قرآن میں شمولیت پر بحث اور قرآن وسور کے اسماء کا تفصیلی بیان ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ تفسیر از اول تا آخر ابن عطیہ کی تفسیر محرر وجیز سے ماخوذ ہے اور مصنف نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

الدر المنثور فی التفسیر بالماثور للسیوطی

اس کتاب کے مصنف حافظ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد سیوطی شافعی ہیں جو عظیم محقق اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔

ولادت ۸۴۹ھ میں ہوئی۔ ابھی چھ سال کی عمر نہیں ہوئی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد ماجد کی وصیت کے مطابق شیخ کمال بن ہمام کی تعلیم وتربیت میں رہے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم ختم کیا۔ پھر بہت سی کتابوں کے متون حفظ کئے اور کثیر مشائخ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے شاگرد رشید داؤدی نے ایسے شیوخ کی تعداد اکیاون شمار کی ہے۔ اور آپ کی تصانیف اس کثرت سے ہیں کہ آپ کے یہی شاگرد پانچ سو سے زیادہ بیان کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ آپ ہر دن تین جز تصنیف فرماتے۔ سب سے اہم بات یہ

ہے کہ آپ کی تصانیف کو قبول عام حاصل ہوا اور شرق و غرب میں آپ کی تصانیف پھیل گئیں۔

اپنے دور میں اعلم علماء تھے، علم حدیث اور فنون میں یگانہ روزگار۔ سند و متن، جرح و تعدیل رجال اور استنباط احکام میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو لاکھ احادیث حفظ کیں، اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو وہ بھی یاد کر لیتا۔

چالیس سال کی عمر میں دنیا اور اہل دنیا سے ترک تعلق کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے تھے۔ افتاء و تدریس کا مشغلہ بھی ترک کر دیا تھا۔ اپنی تصنیف تنفیس میں اس سلسلہ میں ایک معذرت نامہ بھی تحریر کیا ہے۔ روضہ مقیاس میں گوشہ تنہائی اختیار کر لیا تھا اور وقت وصال تک یہیں مقیم رہے۔ آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔

جمعرات کی صبح ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں اسی مقام پر وصال ہوا۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

تفسیر در منثور

اس تفسیر کے تعلق سے آپ نے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جب میں نے تفسیر ترجمان القرآن تالیف کی جس میں احادیث و آثار پر ہی بنائے کار رکھی اور بحمدہ تعالیٰ یہ مکمل ہوئی۔ اس میں دس ہزار سے زائد احادیث ہیں۔

لیکن جب میں نے دیکھا کہ لوگ سند کے بجائے صرف متن ہی کے خوگر ہیں اور سندوں کو یاد رکھنے سے ہمتیں قاصر ہو چکی ہیں۔ لہذا میں نے سندوں کو حذف کر کے صرف متن لکھا اور ہر کتاب کا آخر میں حوالہ لکھ دیا اور اس کتاب کا نام میں نے در منثور رکھا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ نے اس کتاب کو ترجمان قرآن سے تلخیص کر کے لکھا ہے۔ اتقان کے آخر میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ایک تفسیر شروع کی جو تمام تفاسیر منقولہ کو جامع ہو۔ اس میں استنباط و اشارات بھی ہوں۔ اور اعراب و لغات بھی۔ بلاغت کے نکات بھی ہوں اور محاسن بدائع بھی، کہ پھر کسی دوسری تفسیر کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اس کا نام میں نے مجمع البحرین و مطلع البدرین رکھا اور اتقان کو میں نے اسی کا مقدمہ بنایا۔

لیکن اس تفسیر کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ در منثور سے یہ بات واضح ہے کہ یہ وہ تفسیر نہیں،

کیونکہ اس میں محض تفسیری روایات ہیں، نہ روایات میں جرح وتعدیل ہے اور نہ تصحیح وتضعیف۔ بلکہ یہ صرف سلف کی تفاسیر کا باعتبار روایت مجموعہ ہے۔

آپ نے امام بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی۔ مسند احمد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا وغیرہم سے تفسیری روایات نقل کی ہیں اور بس۔

لہذا اس میں سب طرح کی احادیث ہیں، بہر حال یہ بات واضح ہے کہ تفاسیر ماثور جن کا تذکرہ اب تک ہوا ان سے میں یہ ہی تفسیر ایسی ہے جس میں محض روایت پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ مذکورہ بالا تفاسیر میں ہر ایک کے اندر کچھ نہ کچھ رائے اور تفسیر عقلی کو دخل ہے۔

ہم نے ان تمام کتابوں کا ذکر تفاسیر ماثورہ میں محض اس وجہ سے کیا کہ ان کو نقل وروایت میں دوسری تفاسیر کی بہ نسبت زیادہ دخل ہے۔

یہ چند کتابیں ذکر کی گئیں ورنہ ان کے علاوہ بھی بہت کتابیں ہیں، بعض کا صرف نام رہ گیا ہے اور بعض موجود بھی ہیں اور ان سب کا احاطہ نہایت مشکل ہے۔

تیسرا طریقہ

تفسیر بالرائے اور اس کے متعلقات کی شکل میں رونما ہوا۔ رائے کا اطلاق اعتقاد، اجتہاد اور قیاس پر ہوتا ہے۔ اصحاب قیاس کو اسی لئے اصحاب رائے کہا جاتا ہے۔ یہاں تفسیر بالرائے سے مراد وہ تفسیر ہے جس میں اجتہاد کو دخل ہو۔ لہٰذا تفسیر بالرائے میں مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم تفسیر کے ان شعبوں کی معرفت رکھتا ہو جن کا بیان گزرا۔

اس کو تفسیر عقلی سے بھی تعبیر کرتے ہیں

زمانہ قدیم سے علماء میں اختلاف رہا ہے کہ تفسیر بالرائے جائز ہے یا نہیں۔ لہذا مفسرین کے اس سلسلہ میں دو موقف ہیں، پھر ہر ایک اپنے موقف کی تائید میں دلائل پیش کرتا ہے۔

ایک جماعت اس قدر اپنے موقف میں سخت ہے کہ وہ تفسیر کا اہل کسی کو قرار ہی نہیں دیتے خواہ وہ عالم ہو، ادیب ہو، دلائل کی معرفت تامہ رکھتا ہو، فقہ ونحو اور اخبار وآثار کا بخوبی علم

رکھتا ہو۔ ہاں تفسیر اسی وقت جائز جب کہ اس کی تفسیر یا تو حدیث رسول کی طرف راجع ہو یا صحابہ وتابعین کے اقوال سے ماخوذ ہو۔

دوسری جماعت کا موقف اس کے برعکس ہے۔ وہ رائے اور اجتہاد کی تفسیر کو مذموم قرار نہیں دیتے۔ بلکہ جو علوم وفنون کا جامع ہو وہ اپنی رائے اور اجتہاد سے تفسیر کر سکتا ہے۔

دونوں فریق اپنے دعوی کو دلائل وبراہین سے ثابت کرتے ہیں۔

فریق اول:۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ تفسیر بالرائے بغیر علم اللہ تعالی کی جناب میں لب کشائی ہے۔ اور یہ ناجائز وحرام ہے۔ لہذا تفسیر بالرائے بھی حرام ہے۔

اس شکل اول کے مقدمہ صغری کی وضاحت اس طرح ہے کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا یقین سے نہیں کہتا کہ یہ اللہ تعالی کی مراد ہے۔ یعنی وہ ظن وتخمین سے کہتا ہے۔ اور اللہ تعالی کی ذات وصفات میں ظن وتخمین ناجائز ہے کہ یہ بغیر علم لب کشائی ہے۔

مقدمہ کبری کے اثبات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون۔ (سورۃ الاعراف۔ ۲۳)

یہ آیت کا ٹکڑا ماقبل میں مذکور محرمات پر معطوف ہے۔ یعنی

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر وما بطن۔ (سورۃ الاعراف(۲۳)

اور سورہ اسرا میں یوں فرمایا:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم۔ (سورۃ الاسراء(۲۶)

اس دلیل کے جواب میں فریق ثانی یوں کہتا ہے:

ہمیں مذکورہ دلیل کا مقدمہ صغری تسلیم نہیں، اس لئے کہ ظن بھی علم کی ایک قسم ہے، کیونکہ ادراک راجح کا نام ظن ہے۔ اور اگر صغری تسلیم بھی کر لیا جائے تو کبری ممنوع۔ کیونکہ ظن اس وقت ممنوع قرار دیا جاتا ہے جب علم یقینی قطعی تک وصول ممکن ہو۔ کہ نصوص شرعیہ میں سے کوئی نص قطعی موجود ہو یا کوئی ایسی دلیل عقلی جو موجب یقین ہو۔ اور جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو ظن کافی ہے۔ کیونکہ یہ خود دلیل قطعی یقینی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ (سورۃ البقر۔ ۲۸۶)

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا فرمان شاہد ہے:

جعل اللہ للمصیب اجرین وللمخطی واحدا۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا:

فبم تحکم ؟ قال : بکتاب اللہ ، قال : فان لم تجد ؟قال : بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ قال: فان لم تجد؟قال : اجتھد برائی فضرب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لمایرضی رسول اللہ:۔

فریق اول: تفسیر بالرائے کے بارے میں دوسری دلیل یوں پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین ۔(سورۃ النحل۔۴۴)

اس آیت میں بیان قرآن کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب ہے، لہذا دوسرے کسی کو معانی قرآن بیان کرنے کی اجازت نہیں۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہاں بلاشبہ حضور کو یہ عظیم کام سپرد ہوا تھا۔لیکن حضور کا وصال ہوا اور بہت سی چیزوں کو واضح طور پر آپ نے بیان نہیں فرمایا۔لہذا جن چیزوں کا بیان آپ سے وارد ہوا اس میں تو چون وچرا کی گنجائش نہ رہی۔لیکن جن چیزوں کو بیان نہیں فرمایا تو اس میں اہل علم کو غور وفکر کی اجازت بلکہ اسی آیت کے آخر میں غور وفکر کی دعوت وترغیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولعلھم یتفکرون ۔

اور بہت سے دلائل ہیں جو جانبین سے پیش کئے جاتے ہیں۔صحیح بات یہ ہے کہ اگر تفسیر بالرائے ناجائز ہوتی تو اجتہاد سرے سے باطل قرار پاتا اور پھر بہت سے احکام شرعیہ ومسائل فرعیہ حیز خفا میں رہ جاتے جس سے دینی علوم تعطل کا شکار ہو جاتے۔لہذا تفسیر بالرائے کو علی الاطلاق ممنوع اور ناجائز قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔

آخری بات یہ ہے کہ جب صحابہ وتابعین خود اپنے اجتہاد وقیاس سے تفسیر قرآن کرتے آئے بلکہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ خصوصاً حضرت ابن عباس کے لئے

تفسیر قرآن کی توفیق کے سلسلہ میں یوں دعا سے نوازتے رہے:

اللھم فقھه فی الدین و علمه التاویل"۔

تو پھر کیا شک رہا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر کس وناکس کو اس طرح تفسیر کی اجازت نہیں بلکہ صاحبان علم وفضل ہوں جو ان شرائط کو جامع ہوں۔

تفسیر کے لئے کن علوم کی ضرورت ہے

تفسیر بالرائے کی علمائے کرام نے جن حضرات کو اجازت دی ہے، ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل علوم وفنون کے جامع اور ماہر ہوں۔

(۱) علم لغت۔ اس لئے کہ اس علم کے ذریعہ مفردات الفاظ اور وضع کے اعتبار سے جو ان کے مدلولات ومعانی ہیں وہ معلوم ہوتے ہیں۔

امام مجاہد نے فرمایا:

جو اللہ رب العزت اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ قرآن میں بغیر لغات عرب جانے لب کشائی کرے۔

لہذا زبان عربی میں مہارت تامہ اور تبحر کامل ضروری ہے، تھوڑی بہت عربی دانی کافی نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات لفظ مشترک ہوتا ہے اور مفسر کو ایک ہی معنی معلوم ہیں اور دوسرے اس سے پوشیدہ، اور ان ہی میں سے کوئی مراد تو پھر یہ تفسیر نہیں تحریف وتبدیل ہوگی جب کہ لفظ اس کا محتمل نہ ہو۔ اور محتمل کی صورت میں تاویل قرار پائے گی۔

(۲) علم نحو۔ کہ معنی اعراب کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں، لہذا اعراب کا اعتبار ضروری ہے اور یہ علم نحو سے ہی حاصل ہوگا۔

(۳) علم صرف۔ کیونکہ اس علم کے ذریعہ الفاظ کے صیغے اور وزن معلوم ہوتے ہیں، ابن فارس نے کہا: کہ جس نے یہ علم حاصل نہ کیا اس نے عظیم علم فوت کر دیا۔

امام سیوطی زمخشری سے نقل کرکے بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے آیت کریمہ "یوم ندعو کل اناس بامامھم" میں 'امام' کو 'ام' کی جمع قرار دیا اور کہا کہ قیامت کے دن لوگ اپنی ماؤں کے ساتھ بلائے جائیں گے باپوں کے ساتھ نہیں۔

لیکن یہ غلط اور نہایت شنیع ہے اور علم صرف سے عدم واقفیت کا نتیجہ۔ کیونکہ ام کی جمع امام نہیں آتی۔

(۴) علم اشتقاق: کیونکہ لفظ جب دو مختلف مادوں سے مشتق ہو تو معنی میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے، جیسے فاضل، کبھی فضیلۃ سے اور کبھی فضلۃ سے۔

(۵) علم معانی: کہ تراکیب کلام کی خصوصیات اس حیثیت سے کہ وہ معنی کا افادہ کریں اسی سے معلوم ہوتی ہیں۔

(۶) علم بیان: کہ تراکیب کلام کی خصوصیات اس اعتبار سے کہ معنی میں پوشیدگی اور وضاحت انہیں کے اختلاف سے رونما ہوتی ہے۔

(۷) علم بدیع: تحسین کلام کے طریقے اسی سے معلوم ہوتے ہیں۔

لہذا یہ تینوں علوم مفسر کے لئے نہایت اہم ہیں کہ ان کے ذریعہ قرآن کی اعجازی شان نمایاں ہوتی ہے۔

(۸) علم قرأت: تاکہ مفسر بعض وجوہ محتملہ کو بعض پر ترجیح دے سکے۔

(۹) علم اصول دین: یہ علم کلام ہے۔ اسی علم کے ذریعہ مفسر اللہ جل مجدہ کی ذات وصفات کے شایان شان چیزوں کے بارے میں قرآن عظیم سے استدلال کر سکے گا۔ اور جو لائق شان نہیں ان کی نفی۔ اسی طرح نبوت و رسالت اور قیامت و آخرت کے بارے میں وہ چیزیں بیان کرے گا جو صحیح ہوں گی۔ اور یہ علم نہیں تو پھر گمراہی و بے دینی میں مبتلا ہو گا۔

(۱۰) علم اصول فقہ: اس لئے کہ اس علم کے ذریعہ مفسر یہ جانتا ہے کہ کس طرح آیات سے احکام شرعیہ کا استنباط کیا جائے اور کیسے ان پر دلیل قائم کی جائے۔ اسی علم سے اجمال و بیان، عام و خاص اور مطلق و مقید کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی سے امر و نہی وغیرہما کی معنی مراد پر دلالت سمجھی جاتی ہے۔

(۱۱) علم اسباب نزول: اس کے ذریعہ آیات کا شان نزول معلوم ہوتا ہے جس کے ذریعہ مراد الہی معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(۱۲) علم قصص: اس لئے کہ جب کسی قصہ کا تفصیلی علم ہوتا ہے تو وہ قرآن کے اجمالی بیان کو سمجھانے میں معین و مددگار ثابت ہوتا ہے۔

(۱۳) علم ناسخ ومنسوخ: اس علم کے ذریعہ محکم آیات معلوم ہوتی ہیں، جو اس سے غافل رہتا ہے تو وہ بسا اوقات منسوخ حکم پر فیصلہ سناتا ہے اور خود گمراہ ہو کر دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

(۱۴) ان احادیث کا علم جو مجمل و مبہم آیات کو بیان کرتی ہیں۔ تاکہ مشکل مقامات کی توضیح ہو سکے۔

(۱۵) علم موھبہ: یہ ایسا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم باعمل کو عطا فرماتا ہے اور اسی کی جانب اس آیت میں اشارہ ہے۔

"واتقوا الله ویعلمکم الله"۔ (سورۃ البقرۃ ۲۸۲)

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم یعلم" عالم باعمل کو اللہ تعالیٰ ایسے علوم کا حامل بنا دیتا ہے جو اس نے اپنے کسب سے حاصل نہیں کئے۔

امام سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان علوم کو شمار کرا کے جو مفسر کے لئے ضروری ہیں آخر میں فرمایا:

شاید اس علم وہبی کے سلسلہ میں تمہیں یہ اشکال پیش آئے کہ یہ تو ایسا علم ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں اس علم کو حاصل کرنے کے لئے ایسی چیزوں کو اپنانا ضروری ہے جو عمل و زھد کا سبب ہیں۔

امام زرکشی 'البرھان فی علوم القرآن' میں فرماتے ہیں: واضح رہے کہ وحی اور اس کے اسرار اس شخص کو حاصل نہیں ہوتے جس کے دل میں بدعت، کبر، ہوائے نفس، حب دنیا، ایمان پر عدم ثبات، ضعف ایمان، وغیرہا صفات مذمومہ ہوں۔ یا کسی بے علم نام نہاد مفسر کے قول پر اعتماد رکھتا ہو۔ یا محض اپنی عقل پر بھروسہ رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے لئے یہ تمام چیزیں کشف اسرار اور رموز وحی سے انکشاف میں مانع اور آڑ بن جاتی ہیں۔ اس آیت میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

"ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق"

امام ابن عیینہ فرماتے ہیں:

ایسے لوگوں سے قرآن فہمی سلب کرلی جاتی ہے۔

یہ وہ علوم ہے جن کو علمائے کرام نے فہم قرآن کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ پھر بھی انہی علوم میں تفسیر منحصر نہیں۔

مصادر تفسیر

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ فریقین کے درمیان تفسیر بالرائے کے سلسلہ میں جو اختلافات ہیں درحقیقت وہ لفظی ہیں حقیقی نہیں۔ کیونکہ مجوزین بھی تفسیر بالرائے کی دوقسم بیان کرتے ہیں۔

ایک قسم جائز۔ دوسری ناجائز۔

مندرجہ بالا علوم کے حامل اشخاص اس بات کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے اجتہاد وقیاس سے تفسیر کریں۔ باقی لوگ اس سے محترز رہیں۔

جن حضرات کو تفسیر بالرائے کی اجازت ہے ان پر بھی لازم ہے کہ تفسیر کے وقت ان مصادر کا بھی لحاظ رکھیں جن کی ترتیب اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

اولاً۔ خود قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جائے۔ یعنی قرآن کریم میں بغور تلاش کیا جائے کہ اس مضمون کی کوئی دوسری آیت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس طرح کی تمام آیتوں کو یکجا کرکے دیکھا جائے کہ کہاں اجمال ہے اور کہاں تفصیل۔ لہذا مجمل کو مفسر پر محمول کرکے تفسیر کی جائے۔ یہ تفسیر القرآن بالقرآن کہلاتی ہے۔ اگر ایسے مقامات پر بھی محض رائے اور قیاس سے کام لیا تو یہ تفسیر بالرائے ہوگی جو مذموم ہے۔

ثانیاً۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول تفسیری روایات کی طرف رجوع کیا جائے لیکن حتی الامکان ضعیف روایات سے محترز رہے، اور موضوع روایات کو ہرگز جگہ نہ دے، اور تفسیر میں اس طرح کی روایات بھی کافی تعداد میں شامل ہوگئی ہیں۔ لہذا جب تک صحیح احادیث سے تفسیر ممکن اس وقت تک تفسیر بالرائے کی ہرگز اجازت نہیں۔

ثالثاً۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو کچھ تفسیر میں صحیح نقل سے ثابت ہوا اس پر بھی عمل ضروری ہے، لیکن ہر قول پر اعتماد نہیں، کیونکہ تفسیری روایات میں صحابہ کی طرف

بہت کچھ غلط منسوب کیا گیا ہے۔ البتہ جب صحیح نقل سے ثابت ہو جائے تو ان روایات وتفسیرات پرعمل لازم۔ کہ وہ اللہ کی کتاب کو بعد کے لوگوں سے زیادہ جاننے والے۔ اسرار ونزول سے باخبر۔ کیونکہ انہوں نے قرآنی آیات کے شان نزول، قرائن واحوال کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔ پھران کو علم صحیح اور کامل سمجھ کی دولت بھی ملی تھی، بالخصوص خلفائے اربعہ، ابن مسعود، ابی بن کعب اور ابن عباس وغیرہم کو۔ تفصیل پہلے گذر چکی۔

رابعا۔ لغت عربیہ اور قواعد شرعیہ کا لحاظ ضرور کیا جائے، کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور اللہ کے رسول حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت ابن عباس کے لئے جو دعا فرمائی اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اصول شریعت کی روشنی میں قرآن عظیم کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے ایک مرتبہ عرض کیا گیا کیا: آپ کے پاس قرآن کے بعد حضور کی جانب سے کچھ اور بھی ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ رب العزت کی قسم، اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اللہ کسی کو قرآن کی سمجھ عطا فرمائے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ بعض آیات کے افہام وتفہیم میں مختلف ہوئے، جس کی عقل وسمجھ اور نظر وفکر جہاں تک پہونچی انہوں نے وہی بیان کیا۔

مفسر کو جن امور سے اجتناب ضروری ہے

چند چیزیں وہ ہیں جن سے مفسر کو احتراز لازم ہے تا کہ اس سے خطا واقع نہ ہو اور ان لوگوں میں اس کا شمار نہ ہونے لگے جو قرآن میں اپنی فاسد رائے کو دخل دیتے ہیں۔ ان میں بعض یہ ہیں۔

(۱) لغت وزبان کے قوانین اور شریعت کے اصول کو جانے بغیر مراد الہی کو بیان کرنے پر جرأت کرنا۔ اور علوم تفسیر حاصل کئے بغیر تفسیر بیان کرنا۔

(۲) اللہ تعالی نے جن چیزوں کی مراد کو پوشیدہ رکھا اس میں غور وخوض کرنا۔ جیسے آیات متشابہات کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا اللہ کی عطا سے اس کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جانتے ہیں۔ کہ ان کو اللہ تعالی نے اپنے بندوں سے چھپایا۔

(۳) اپنی خواہش نفس سے تفسیر کرنا۔ یا محض اٹکل سے کسی معنی کو ترجیح دینا۔

(۴) ایسی تفسیر کرنا جو کسی مذہب فاسد کو ثابت کرے۔ یعنی مذہب کو اصل قرار دے کر تفسیر کو اس کے تابع قرار دینا۔ اس طرح کی تاویل بیان کرنے میں حیلہ بہانہ تلاش کرنا اور جس طرح بن پڑے اپنے مذہب کے مطابق تفسیر کر لینا، اگر چہ وہ معنی غریب و بعید ہی کیوں نہ ہوں۔

(۵) بغیر دلیل اللہ تعالی کی مراد کو قطعی طور پر بیان کرنا کہ یہ ہی ہے کیونکہ یہ ناجائز ہے۔

ان تمام چیزون سے احتراز لازم وضروری ہے۔

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے کہ تفسیر بالرائے کی ایک صورت وہ ہے جو قطعا جائز ہے اور بہت سے مفسرین نے اس طریقہ کو اپنایا، بے شمار تفسیریں اس نہج پر منصۂ شہود پر جلوگر ہوئیں بعض کتابیں جو زیادہ مشہور ہوئیں وہ یہ ہیں۔

مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	ابو عبد اللہ محمد بن عمر ملقب بہ فخر الدین الرازی	۶۰۶ ھ
انوار التنزیل واسرار التاویل	ابو الخیر محمد بن علی البیضاوی الشافعی	۶۹۱ ھ
مدارک التنزیل وحقائق التاویل	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی الحنفی	۷۰۱ ھ
لباب التاویل فی معانی التنزیل	ابو الحسن علی بن محمد البغدادی المعروف بالخازن	۷۴۱ ھ
البحر المحیط	ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الاندلسی الحیانی	۷۴۵ ھ
غرائب القرآن ورغائب الفرقان	نظام الدین بن الحسن الخراسانی النیسا فوری	۸۵۰ ھ
تفسیر الجلالین	محمد بن احمد جلال الدین المحلی الشافعی	۸۶۴ ھ
″	ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱ ھ
سراج المنیر	شمس الدین محمد بن محمد اشربینی القاھری	۹۷۷ ھ
ارشاد العقل السلیم	ابو السعود محمد بن محمد العمادی الحنفی	۸۹۳ ھ
روح المعانی	ابو الثناء محمود الآلوسی البغدادی	۱۲۷۰ ھ
روح البیان	الشیخ العارف الکامل اسمعیل الآفندی الحنفی تقریبا	۱۲۰۰ ھ

ان تمام کتب کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں

مفاتیح الغیب للرازی

اس کتاب کے مصنف ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسنین علی تیمی بکری طبرستانی رازی ہیں۔ آپ کا لقب فخر الدین ہے، ابن خطیب شافعی اور امام رازی سے مشہور ہیں۔

آپ کی ولادت ۵۴۴ھ میں ہوئی۔ فرید عصر اور متکلم زمانہ تھے۔ بہت سے علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ تفسیر و کلام میں اور علوم عقلیہ ولغت میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی بارگاہ میں دور دراز سے اہل علم حاضر ہوتے اور اکتساب علم میں مشغول رہتے۔

آپ نے اپنے والد ضیاء الدین عمر بن حسین خطیب رازی سے علم حاصل کیا، پھر کمال سمعانی، مجد جیلی اور بہت سے ہم عصر علماء سے اخذ علم کیا۔ علمی شہرت کے ساتھ آپ کو وعظ وتذکیر میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ عربی و عجمی دونوں زبانوں میں وعظ کہتے اور دوران وعظ آپ کو وجد طاری ہوتا اور گریہ وزاری فرماتے۔

آپ نے اپنی یادگار میں مختلف علوم وفنون میں تصانیف چھوڑیں اور پوری دنیا میں یہ کتابیں پھیل گئیں اور ان کتابوں کو ایسی قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ متقدمین کی بہت سی کتابوں سے لوگ بے نیاز ہو گئے اور آپ کی کتابوں میں مشغول ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں اہمیت کی حامل تفسیر کبیر ہے۔ جس کا نام آپ نے مفاتیح الغیب رکھا۔ ساتھ ہی سورۂ فاتحہ کی مستقل تفسیر بھی ایک جلد میں لکھی جو اب تفسیر کبیر کے شروع میں ضم کر دی گئی ہے۔ علم کلام میں مطالب عالیہ، ردومناظرہ میں کتاب البیان والبرہان، اصول فقہ میں المحصول، حکمت وفلسفہ میں ملخص شرح اشارات اور شرح عیون الحکمت، طلسمات میں اسرار المکنون، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ زمخشری کی مفصل کی شرح ہے۔ فقہ میں امام غزالی کی وجیز کی شرح، اور ان کے علاوہ بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

امام رازی کا وصال ۶۰۶ھ میں مقام رے میں ہوا۔ وصال کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے اور فرقہ کرامیہ کے درمیان ایک زمانہ تک بحث ومناظرہ رہا، آخر میں کرامیہ گروہ کے ایک شخص نے آپ کو زہر دے دیا جس سے آپ کا انتقال ہو گیا۔

تفسیر کبیر

یہ تفسیر آٹھ ضخیم جلدوں میں طبع ہو کر مقبول انام ہے، لیکن بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ نے یہ تفسیر مکمل نہیں کی تھی کہ وصال ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر اس کو مکمل کس نے کیا۔ اس میں اختلاف ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ امام رازی نے کہاں تک تفسیر لکھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی درر کامنہ میں لکھتے ہیں: کہ اس کی تکمیل احمد بن محمد بن ابی الحزم نجم الدین مخزومی قمولی نے کی اور ان کا وصال ۷۲۷ھ میں ہوا۔

اور صاحب کشف الظنون کہتے ہیں: کہ شیخ نجم الدین احمد بن محمد قمولی نے اس کا تکملہ لکھا اور ان کا وصال بھی ۷۲۷ھ میں ہوا۔ لیکن یہ بھی مکمل نہ کر سکے تو قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل خوبی دمشقی نے اس کو مکمل کیا اور ان کا انتقال ۷۲۹ھ میں ہوا۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ امام رازی نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی۔ سید مرتضیٰ زبیدی شرح شفا سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ سورۃ الانبیاء تک آپ نے لکھی تھی۔

اس امر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سورۃ الواقعہ کی تفسیر میں مرقوم ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

المسالة الاولی اصولیة ذکر ها الامام فخر الدین رحمه الله فی مواضع کثیرة ونحن نذکر بعضها۔

یہ عبارت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امام رازی اس سورت کی تفسیر تک نہیں پہونچے۔

ہاں اس کے معارض سورۂ مائدہ کی تفسیر میں آپ کا وہ بیان ہے جو اس طرح ہے کہ امام رازی وضو میں نیت کو شرط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۃ البینہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین۔ (سورۃ البینہ ۵)

اس آیت میں اخلاص کا مطلب نیت ہے اور ہم نے اس آیت کی تفسیر میں نیت کے

شرط ہونے کی مکمل تحقیق کی ہے۔ لہذا مزید اطمینان کے لئے اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

امام رازی کے اس بیان سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ آپ نے کم از کم تیسویں پارہ کی سورۃ البینہ تک تفسیر لکھی۔

ان تمام اختلافات کو اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ خود امام رازی نے تو سورۃ الانبیاء تک ہی تفسیر لکھی تھی، پھر ان کے بعد نجم الدین مخزومی نے اس کی تکمیل کا ارادہ کیا لیکن وہ بھی مکمل نہ کرسکے اور آخر میں شہاب الدین خوبی نے اس کو مکمل کیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا تکملہ جدا جدا ہو۔

اور سورۃ البینہ کے سلسلہ میں جو کچھ بیان ہوا وہ اس امر میں صریح نہیں کہ آپ تفسیر کرتے ہوئے وہاں تک پہونچے، بلکہ اس چیز کا احتمال موجود ہے کہ آپ نے اس کی مستقل علیحدہ تفسیر کی ہو جیسا کہ آپ کے الفاظ خود اس جانب مشیر ہیں۔ کیونکہ سورۃ المائدہ میں آپ نے یوں فرمایا:

وقد حققنا الکلام فی ھذا الدلیل الخ۔

یہ عبارت بتا رہی ہے کہ آپ سورۃ المائدہ کی تفسیر سے پہلے سورۃ البینہ کی تفسیر لکھ چکے تھے اور وہ تفسیر مستقل ہی رہی ہوگی۔

ان تمام چیزوں کے باوجود تفسیر کبیر پڑھنے والا جانتا ہے کہ اسلوب بیان، شکوہ الفاظ، اور قوت دلائل کے اعتبار سے پوری کتاب یکساں ہے، اصل اور تکملہ میں فرق کرنا مشکل ہے۔ اسی لئے حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ آپ نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی۔

یہ تفسیر علوم وفنون کا بحر بیکراں ہے۔ آیات اور سورت کے درمیان ترتیب وار مناسبت خوب بیان کرتے ہیں، بلکہ بسا اوقات متعدد مناسبتیں بتاتے ہیں۔ علوم ریاضیہ وطبعیہ، علم کلام، معتزلہ کے شبہات اور ان کا رد، آیات احکام میں فقہا کا مسلک، اور پھر فقہ شافعی کی برتری، مسائل اصولیہ، مسائل نحویہ اور بلاغت وغیرہ کے مسائل تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ علم کلام اور علوم طبعیہ کا گویا یہ انسائیکلوپیڈیا ہے۔

اسی لئے صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کو حکماء وفلاسفہ کے اقوال سے بھر دیا ہے۔ اور ابو حیان نے تو بحر محیط میں یہاں تک کہا کہ اس تفسیر میں ایسی باتیں

بھری پڑی ہیں جن کی علم تفسیر میں حاجت نہیں، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا: اس تفسیر میں علم تفسیر کے سوا سب کچھ ہے۔

مدارک التنزیل وحقائق التاویل للنسفی

اس تفسیر کے مصنف ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی ہیں۔ متاخرین علماء میں زہد و ورع کے مالک اور معتمد شمار ہوتے ہیں۔ امام کامل، فقہ واصول میں ماہر، حدیث اور اس کے مطالب بیان کرنے میں فائق اور کتاب اللہ کی بصیرت تامہ رکھتے تھے۔ فقہ واصول میں آپ کی تصانیف نہایت معتبر ومفید شمار ہوتی ہیں۔

آپ کی تصانیف میں متن وافی اور اس کی شرح کافی، کنز الدقائق فقہ میں، منار اصول فقہ میں، عمدہ اصول دین وعقائد میں، اور مدارک التنزیل تفسیر میں۔

آپ کا وصال ۷۰۱ھ میں ہوا۔ شہر ایذج، میں جو بکرستان کا شہر ہے دفن ہوئے۔ رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا۔

تفسیر مدارک

یہ تفسیر دراصل تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف کا اختصار اور تلخیص ہے، ہاں کشاف میں جو معتزلہ کے استدلات تھے ان کو ترک کر کے خالص مذہب اہل سنت وجماعت کی پیروی کرتے ہیں۔ تفسیر میں اعتدال کی راہ اپناتے ہیں۔ نہ بہت طویل اور نہ بالکل مختصر، بلیغ نکات اور محسنات بدیعیہ بھی بیان کرتے ہیں اور معانی دقیقہ خفیہ کی وضاحت فرماتے ہیں۔ زمخشری کی تفسیر میں جو سوال جواب ہیں ان کو بھی اجمالا بیان کرتے جاتے ہیں۔ زمخشری نے فضائل سور میں جو احادیث موضوع بیان کی تھیں ان کو آپ نے یکسر حذف کر دیا ہے۔

مسائل نحویہ کا ذکر بھی کہیں کرتے ہیں لیکن زیادہ تفصیل سے نہیں۔ قرآت سبعہ متواترہ بھی التزاما بیان فرماتے ہیں۔

اسی طرح آیات احکام میں فقہی مذاہب کا بیان بھی اختصارا کرتے ہیں، اور مذہب حنفی کی نصرت وحمایت میں کلام فرماتے ہیں۔

اسرائیلی روایات کو بہت کم ذکر کرتے ہیں اور جہاں کہیں تذکرہ آتا ہے تو اس پر جرح ونقد بھی فرماتے ہیں، البتہ کبھی خاموشی سے بھی نکل جاتے ہیں۔ لیکن یہ اسی مقام پر جہاں کسی عقیدہ پر زد نہ پڑتی ہو۔ اور جب عقائد اور اصول دین کی بات آتی ہے تو اسرائیلی روایات کا شدت سے تعاقب فرماتے ہیں۔

چار جلدوں میں یہ کتاب متداول ہے اور اکثر مدارس دینیہ میں داخل نصاب بھی۔

لباب التاویل فی معانی التنزیل للخازن

اس کتاب کے مصنف ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن خلیل شیخی بغدادی شافعی صوفی ہیں۔ لقب علاء الدین اور خازن سے مشہور ہوئے۔ اس لئے کہ آپ دمشق کی خانقاہ سیساطیہ کے کتب خانہ کے خازن تھے۔

بغداد میں ۶۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ یہاں ابن دوالیبی سے علم حاصل کیا۔ پھر دمشق آئے اور قاسم بن مظفر اور وزیرہ بنت عمر سے استفادہ کیا اور بہت مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابن قاضی کہتے ہیں: کہ آپ ان اہل علم سے تھے جنہوں نے مختلف علوم وفنون میں کتابیں لکھیں۔ انہیں تصانیف میں یہ تفسیر بھی ہے۔ اس کے علاوہ شرح عمدۃ الاحکام ہے۔ اور مقبول المنقول دس جلدوں میں صحاح ستہ، مؤطا، مسند احمد، مسند شافعی، اور سنن دار قطنی کا مجموعہ ہے جس کو آپ نے ابواب پر مرتب کیا ہے۔ سیرت نبوی پر بھی ایک طویل کتاب آپ نے تحریر فرمائی۔ آپ اچھے اخلاق، ہنس مکھ، لوگوں سے میل جول رکھنے والے صوفی بزرگ تھے۔

آپ کا وصال ۷۴۱ھ میں بمقام حلب ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

تفسیر خازن

آپ نے یہ تفسیر معالم التنزیل سے اختصار کرکے لکھی۔ ساتھ ہی سابقہ تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ بھی پیش کیا۔ خود فرماتے ہیں:

میرا اس میں کچھ نہیں، ہاں نقل وانتخاب اور حذف اسانید سے میں نے کام لیا ہے اور

تطویل واسہاب سے اجتناب کیا ہے۔

پھر کہتے ہیں: میں نے تفسیر آیات میں جو احادیث پیش کی ہیں تو وہ اس لئے ہیں کہ سنت رسول کتاب اللہ کا بیان ہے، اور اس پر شرع اور احکام دین کی بنیاد ہے۔ ساتھ ہی میں نے ان احادیث کا حوالہ بھی پیش کر دیا ہے۔ اور حوالہ دیتے وقت اشاریہ قائم کیا ہے۔ لہذا صحیح بخاری کے لئے (خ) اور صحیح مسلم کے لئے (م) اور جس کی تخریج پر دونوں متفق ہوں اس کے لئے (ق) لکھ دیا ہے۔ ہاں ان کے علاوہ سنن کی کتابیں جیسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہا تو ان کا نام صراحۃ ذکر کیا ہے۔ اور جن کی سند نہیں ملی اور امام بغوی نے ان کو اپنی سند سے روایت کیا تو ایسے مقام پر میں ان کا نام لیتا ہوں۔

آپ نے اس تفسیر میں بہت سی اسرائیلی روایتیں، واقعات بھی ذکر کئے ہیں جن کو آپ نے بعض تفاسیر سے نقل کیا ہے۔ جیسے تفسیر ثعلبی وغیرہ، لیکن ان پر اکثر مقامات میں تعاقب نہیں فرمایا۔ ہاں بعض جگہوں پر ضعف اور کذب کی جانب اشارہ کیا ہے۔

قرآن کریم میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے غزوات کی جانب اشارہ ہے تو آپ نے ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور جب آیات احکام کی تفسیر کا موقع آتا ہے تو فقہی مسائل اور مذاہب فقہاء مع دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر اس تفسیر میں پند وموعظت اور زہد ورقائق سے متعلق بھی نفیس بیانات ہیں اور اس سلسلہ میں ترغیب وترتیب پر مشتمل احادیث ذکر فرماتے ہیں۔ غرض کہ اس طرح کے اس تفسیر میں بہت سے علمی موضوعات ہیں۔

البحر المحیط لأبی حیان

اس کتاب کے مصنف ابوعبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اندلسی غرناطی حیانی ہیں۔ لقب اثیر الدین اور ابوحیان سے مشہور ہیں۔ ولادت ۶۵۴ھ میں ہوئی۔

قرآن کریم عبدالحق بن علی خطیب سے پڑھا، پھر ابوجعفر بن طباع خطیب سے پھر حافظ ابوعلی بن ابی احوص سے۔ اور علم قرآت میں کمال حاصل کیا۔

اندلس وافریقہ کے متعدد شہروں میں بہت سے علماء سے اکتساب علم کیا۔ پھر اسکندریہ آکر عبدالنصیر بن علی الدیوطی اور ابوطاہر اسمعیل بن عبداللہ ملیجی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آخر

میں شیخ بہاء الدین بن نحاس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کے ہو رہے اور ادب کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔

کہتے ہیں: میں نے چار سو پچاس مشائخ سے علم حاصل کیا۔ اور جن حضرات نے مجھے اجازت دی ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔

صفدی کا بیان ہے: کہ میں نے ہمیشہ آپ کو علم کی سماعت، کتاب کا مطالعہ اور حصول علم میں مشغول پایا۔ اس کے علاوہ میں نے کبھی آپ کو خالی نہیں دیکھا۔

آپ شعر و ادب، نحو و صرف اور لغت میں امام مطلق تھے، اس کے ساتھ ہی تفسیر و حدیث اور اسمائے رجال کی معرفت میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔

آپ سے بے شمار لوگوں نے علم حاصل کیا حتی کہ آپ کے بہت سے تلامذہ آپ کی حیات ہی میں علم و فن کے امام ہو گئے، آپ کی تصانیف بہت ہیں جو آپ کی زندگی ہی میں پھیل گئی تھیں۔ اور وصال کے بعد بھی ان کو قبولیت عامہ حاصل رہی۔ تمام تصانف میں اہم یہ ہی تفسیر بحر محیط ہے۔

اسکے علاوہ غرائب القرآن ایک جلد میں، شرح تسہیل، نہایۃ الاعراب، خلاصۃ البیان،

آپ شروع میں ظاہری المذہب تھے، اس کے بعد اس سے رجوع کر کے شافعی المسلک ہو گئے تھے، فلسفہ سے بہت دور رہتے اور معتزلہ و مجسمہ سے برأت ظاہر فرماتے، سلف کے طریقہ پر گامزن تھے۔

آپ کا وصال ۷۴۵ھ میں بمقام مصر ہوا۔

تفسیر بحر محیط

یہ تفسیر آٹھ ضخیم جلدوں میں مطبوع و متداول ہے۔ وجوہ اعراب بتانے میں اپنی مثال آپ ہے۔ مصنف نے مباحث نحویہ جو آیات قرآنیہ سے متعلق ہیں ان پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، بلکہ حق بات یہ ہے کہ ان بحثوں کے پیش نظر کتاب علم تفسیر کی بہ نسبت علم نحو کے زیادہ قریب پہونچ گئی ہے۔ اس کے باوجود آپ نے تفسیری علوم کو اختیار کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ لہذا مفردات کے معانی لغویہ بھی بیان کرتے ہیں اور اسباب نزول بھی، ناسخ و منسوخ کی

نشاندھی بھی کرتے ہیں اور علم قرآت مع توجیہات بھی، علم بلاغت اور احکام فقہیہ کا بھی بیان ہے اور سلف و خلف کے اقوال تفسیر یہ بھی، آیات کے درمیان مناسبت وارتباط بھی اور بعض مقامات پر تفسیر صوفیانہ بھی۔

غرض کہ آپ نے سمندر کو کوزہ میں بھرنے کی مثال پیش کی ہے۔ در حقیقت یہ کتاب مصنف نے اپنے شیخ جمال الدین ابو عبداللہ محمد سلیمان بن حسن بن حسین مقدسی معروف با بن النقیب کی تفسیر "کتاب التحریر و التحبیر لا قوال ائمۃ التفسیر" سے اخذ کی ہے جو اس فن کی نہایت ضخیم کتاب ہے اور سو جلدوں پر مشتمل ہے۔

غرائب القرآن ورغائب الفرقان للنیسا بوری

اس کتاب کے مصنف مشہور امام علامہ نظام الدین بن حسن بن محمد بن حسین خراسانی نیشاپوری ہیں، جو نظام اعرج سے مشہور ہیں۔ آپ کے اہل خاندان کا اصل وطن "قم" تھا، لیکن آپ کی نشوونما شہر نیشاپور میں ہوئی۔ آپ نیشاپور کے اساطین علم میں شمار ہوتے تھے۔ علوم عقلیہ اور فنون عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ انشاء اور علم تفسیر میں ید طولی حاصل تھا، حفاظ وقراء کے درمیان عظیم مقام کے حامل تھے اور تقوی وطہارت میں شہرت کے مالک۔

آپ نے اپنی بہت سے تصانیف یادگار چھوڑیں۔ ان میں ابن حاجب کی شافیہ کی شرح، طوسی کی تذکرۂ خواجہ کی شرح جو علم ہیئت میں ہے اور اس کا نام توضیح التذکرہ رکھا، رسائل فی علم ابواب، اوقاف قرآن، اور سب سے اہم تصنیف یہ ہی تفسیر غرائب القرآن ہے۔

آپ کا وصال ۷۳۰ھ میں ہوا۔ علامہ میر سید شریف جرجانی، علامہ جلال الدین دوانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی آپ کے ہم عصر تھے۔

تفسیر غرائب القرآن

آپ نے یہ کتاب امام رازی کی تفسیر سے اختصار کر کے لکھی۔ بعض مقامات پر کشاف سے بھی مضامین اخذ کئے ہیں۔ آپ کا تفسیری اسلوب یہ ہے کہ پہلے علم قرآت کا ذکر کرتے ہیں اور ائمہ قراء میں ہر ایک کی طرف قرأت کی نسبت بتاتے ہیں، پھر اوقاف اور ان کے وجوہ بیان

کرتے ہیں، اس کے بعد آیات میں ربط ومناسبت ذکر کرتے ہیں، پھر معانی کا نہایت عمدہ انداز میں بیان کرتے ہیں، اسی طرح مقدر الفاظ کو ظاہر کرتے ہیں، متشابہات کی تاویل کرتے ہیں، کنایات کی تصریح فرماتے ہیں، مجاز واستعارات کی تحقیق پیش فرماتے ہیں اور مذاہب فقہیہ کی مع دلائل تفصیل کرتے ہیں، مسائل کلامیہ بیان کرتے وقت اہل سنت اور دیگر فرقوں کے مذاہب بیان کرتے ہیں اور پھر اہل سنت وجماعت کی نصرت وحمایت اور تائید وتقویت میں دلائل قائم فرماتے ہیں، مسائل فلسفیہ وکونیہ سے بھی تعرض فرماتے ہیں اور جہاں ایسا موقع آتا ہے وہاں اس طرح کی توضیحات بھی ملتی ہیں مثال کے طور پر۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ (سورۃ الزمر۔۴۲)

اس آیت میں فرماتے ہیں کہ حکمائے اسلام کا قول ہے کہ نفس انسانی جو نورانی ہے کہ جب بدن سے متعلق ہوتا ہے تو تمام ظاہری اور باطنی اعضا کو روشن کردیتا ہے، اسی کا نام حیات اور بیداری ہے۔ ہاں نیند آتے وقت صرف باطنی بدن پر اس کی ضیاء پڑتی ہے اور ظاہری بدن سے منقطع ہوجاتی ہے۔ لہذا نفس حیات تو باقی رہتی ہے اور باطن کے قوی اپنے عمل میں مشغول رہتے ہیں اور جب یہ روشنی بالکلیہ زائل ہوجاتی ہے تو اسی کا نام موت ہے۔

اس طرح کی توضیحات آپ نے امام رازی کی اتباع میں کی ہیں، ورنہ بہت سے مقامات پر آپ امام موصوف سے خوش نظر نہیں آتے اور ان کے بہت سے اقوال کو غلط قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب آیت کی تفسیر سے فارغ ہوجاتے ہیں تو آیت کی تاویل کی جانب رخ کرتے ہیں اور آیات کی تفسیرات اشاریہ پیش کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل حقیقت صوفیائے کرام کی عقول عارفہ پر منکشف فرمایا۔ چونکہ آپ خود بھی بڑے صوفی تھے لہذا درمیان تفسیر قیمتی حکمتوں اور انمول مواعظ سے قارئین کو نوازتے ہیں۔

آپ پر بعض لوگوں نے تشیع کی تہمت بھی لگائی ہے لیکن آپ اپنی تفسیر میں شیعہ اور روافض کا بھرپور رد فرماتے ہیں۔ خاص طور پر سورۂ مائدہ کی تفسیر میں آپ نے شیعہ اور روافض کے ان استدلات کی دھجیاں اڑادیں جن کو وہ حضرت علی کی خلافت بلافصل میں ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ خود تفسیر کے اختتام پر فرماتے ہیں کہ میں پوری تفسیر میں مذہب اہل سنت وجماعت کی طرف ہی مائل رہا ہوں۔

تفسیر الجلالین

اس تفسیر کے مصنف دو عظیم وجلیل امام ہیں۔یعنی جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی۔امام سیوطی کا تذکرہ تو درمنثور کے بیان میں گذرا۔اورامام جلال الدین محلی محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم شافعی تفتازانی ہیں۔آپ کی ولادت ۷۹۱ھ میں ہوئی۔

فنون عقلیہ ونقلیہ میں مہارت حاصل کی۔بدرالدین محمود اقصرائی،برہان بیجوری،شمس بساطی،علامہ بخاری وغیرہم سے علوم حاصل کئے۔ذہانت وفطانت میں بے مثل تھے۔اپنے دور میں سلف صالحین کا نمونہ تھے،زہدوورع اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں عظیم مقام رکھتے تھے۔حق بات بلاخوف لومتہ لائم بیان فرماتے،بڑے بڑے ظالم وجابر حکام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے،حکام وقت آپ کو اپنے یہاں آنے کی درخواست کرتے لیکن آپ کسی کو اجازت نہیں دیتے۔طبیعت میں دینی حدت تھی اور کبھی مداہنت سے کام نہیں لیتے تھے۔

عہد قضاء آپ پر پیش کیا گیا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا،مدۃ العمر مؤیدہ اور برقونیہ شہروں میں فقہ کی تعلیم میں مشغول رہے،ذریعہ معاش کے لئے تجارت کرتے اور باقی اوقات کتابیں تصنیف فرماتے تھے۔آپ کی تصانیف مختصراور حشووزوائد سے پاک ہوتیں۔اورسب سے بڑی بات یہ کہ ان کو قبول عام حاصل ہوااوردرس میں داخل ہوئیں۔

آپ کی تصانیف میں شرح جمع الجوامع اصول میں،شرح منہاج فقہ شافعی میں،شرح ورقات اصول میں،اور یہ تفسیر۔

آپ کا وصال یکم محرم ۸۶۴ھ کو ہوا۔اور باب نصر کے پاس ایک مجمع نے نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے آبائی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

تفسیر

آپ نے سورۂ کہف سے تفسیر کا آغاز کیا اور آخر تک لکھی،اس کے بعد سورۂ فاتحہ کی تفسیر تحریر فرمائی،اس کے بعد ہی آپ کا وصال ہوگیا۔اور آپ یہ کام مکمل نہ کر سکے۔

آپ کے بعد امام جلال الدین سیوطی آئے اور آپ نے سورۂ بقرہ سے سورۂ اسرا تک مکمل تفسیر لکھی۔ اس طرح یہ تفسیر پورے قرآن کی مکمل ہوئی اور دونوں کے نام سے منسوب ہو کر جلالین کہلائی۔

اب سوال یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر کس نے لکھی۔ اس سلسلہ میں صاحب کشف الظنون کا کہنا ہے کہ امام محلی نے نہیں کی بلکہ انھوں نے تو اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ بھی لکھی کہ سورۂ بقرہ سے اسرا تک امام محلی کی ہے۔ حالانکہ یہ صراحۃ خلاف واقع اور خود امام سیوطی کی صراحت کے خلاف ہے۔ وہ خود سورۂ بقرہ کی تفسیر سے پہلے دیباچہ میں فرماتے ہیں: کہ یہ امام محلی کی تفسیر کا تکملہ ہے اور سورۂ اسرا کے آخر میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں۔ اب یہ بات رہی کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر کس نے کی۔ تو یہ بات بھی واضح ہے، کیونکہ تفسیر جلالین کے تمام نسخوں میں ایسا ہی ہے کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر پہلے نہیں بلکہ آخر میں ہے، اور امام سیوطی جس کو تکملہ قرار دے رہے ہیں۔ وہ تو اول آخر دونوں کے لحاظ سے سورۂ فاتحہ کے سوا ہی ہے۔ پھر سورۂ فاتحہ کی تفسیر کہاں سے آئی۔ چنانچہ جلالین کی محشی صاحب جمل شیخ سلیمان مقدمہ میں لکھتے ہیں: فاتحہ کی تفسیر امام محلی نے کی ہے۔ اور امام سیوطی نے اس کو آخر کتاب میں اس لئے ضم کر دیا تا کہ اس بات پر دلالت رہے کہ یہ انہیں کی ہے۔

غرضکہ دونوں حضرات کی تفسیر از اول تا آخر ایسی یکسانیت رکھتی ہے کہ ناواقف کو یہ گمان تک نہیں ہوتا کہ یہ دو شخصوں کی تصنیف ہے۔ دونوں کی عبارتیں نہایت مختصر و دقیق ہیں۔ نہج یکساں ہے، راجح اقوال دونوں نے اعتماد کیا ہے، اور آیات متشابہات میں وہی طرز اپنایا جو امام محلی نے اختیار فرمایا تھا۔

یہ تفسیر ایجاز و اختصار میں اس مقام پر ہے کہ صاحب کشف الظنون نے بعض علمائے یمن سے نقل کیا میں نے قرآن اور تفسیر جلالین کے حروف شمار کئے تو سورۂ مزمل تک برابر نکلے۔ البتہ سورۂ مدثر سے تفسیر کے کچھ الفاظ زیادہ ہیں اسی لئے تو بے وضو اس کو ہاتھ میں لینا جائز ہے۔

اس اختصار کے باوجود کتاب نہایت قیمتی ہے اور اہل علم میں مشہور و متعارف۔ بے شمار مرتبہ طبع ہوئی اور بہت سے علماء نے اس پر تعلیقات و حواشی لکھے، ان میں جمل اور صاوی سب سے مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ جلالین پر ملا علی قاری کا حاشیہ ہے۔ مجمع البحرین جلال الدین محمد

بن محمد کرخی کا۔ کمالین شیخ سلام اللہ فخر الدین حنفی کا (یہ شیخ محدث کی اولاد سے ہیں۔

السراج المنیر للخطیب الشربینی

اس کتاب کے مصنف امام شمس الدین محمد بن محمد شربینی قاہری شافعی ہیں اور خطیب شربینی سے مشہور ہیں۔

اپنے دور کے بہت سے علماء سے علم حاصل کیا۔ ان میں شیخ احمد برسی، نور محلی، بدر مشہدی اور شہاب املی وغیرہم ہیں۔ اساتذہ نے جب دیکھا کہ آپ فتوی نویسی اور درس وتدریس کے اہل ہوگئے تو ان کو اجازت دے دی اور پھر مدۃ العمر آپ اسی میں مشغول رہے۔ بے شمار خلق خدا کو آپ سے فائدہ پہونچا۔

علم وعمل، صلاح وفلاح، اورزہد وتقوی کے عظیم مقام پر فائز تھے اور اہل مصر کا اس بات پر اتفاق تھا۔ آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کی شروع رمضان المبارک سے مصر کی جامع مسجد میں اعتکاف فرماتے اور نماز عید کے بعد ہی باہر تشریف لاتے۔ حج کے لئے پیدل تشریف لے جاتے اور شدید تکان کے بغیر کسی سواری پر سوار نہ ہوتے۔ دنیوی کاموں میں مشغول نہ ہوتے۔ خلاصہ کلامہ یہ کہ آپ اللہ تعالی کی ایک عظیم شان تھے۔ آپ کا وصال ۹۷۷ھ میں ہوا۔

آپ کی اہم تصانیف میں کتاب المنھاج، کتاب النبیہ۔ یہ دونوں عظیم شرحیں ہیں۔ ان میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تحریرات کو جمع فرمایا تھا۔ لوگوں میں بہت مقبول ہوئیں اور خاص طور پر آپ کی یہ تفسیر۔

تفسیر سراج منیر

اس کتاب کا سبب تصنیف آپ نے خود مقدمہ میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے،

کہتے ہیں کہ علمائے سلف نے اپنے فہم وادراک کے مطابق قرآن کی تفاسیر لکھیں۔ ایک دن میرے دل میں بھی یہ خیال گزرا کہ میں بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک تفسیر لکھوں، لیکن ایک زمانہ تک اسی تردد کا شکار رہا اور یہ خوف لاحق رہا کہ کہیں میں اس وعید کا مصداق نہ ہوجاؤں جس میں یہ آیا کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور بغیر علم قرآن

میں حرف زنی کی الخ۔ آخر کار میں نے استخارہ کیا تو میرے سینہ کو اللہ تعالی نے کھول دیا۔ جب میں سفر سے واپس آیا تو دل میں اس بات کو پوشیدہ رکھا حتی کہ میرے احباب میں سے ایک صاحب نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو یا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں: فلاں سے کہو کہ قرآن کی تفسیر لکھیں۔ چنانچہ آپ نے تفسیر لکھی۔

اس تفسیر میں مصنف نے راجح اقوال ذکر کئے ہیں، جہاں ضرورت سمجھی وہاں توجیہ اعراب کو بھی ذکر کیا اور تطویل سے اجتناب برتا ہے۔ قرأت سبعہ کا ذکر بھی ہے۔ بعض مقامات پر چند اقوال بھی ذکر کئے ہیں لیکن ان میں پہلا قول قوی اور مصنف کے نزدیک راجح ترین ہوتا ہے۔

یہ تفسیر عبارت کے اعتبار سے درمیانی ہے، نہ تو اس میں تطویل ممل خواطر ہے اور نہ اجمال مخل مقاصد ہے۔ سلف کی تفسیر ماثور سے بھی ماخوذ ہے اور متاخرین مفسرین کے اقوال بھی جابجا پائے جاتے ہیں۔ جیسے زمخشری، بیضاوی اور بغوی وغیرہ، بہت سے مقامات پر آپ ان کے اقوال کو پسند کرتے ہیں اور ان کی توجیہ بھی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان سے اختلاف بھی کرتے ہیں اور ان کو رد فرماتے ہیں۔

تفسیری نکات اور اعتراضات مع جواب بھی بعض مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ آیات میں مناسبت اور احکام فقہیہ بھی اس میں بیان کرتے ہیں۔ اسرائیلی روایات بھی واقعات کے ضمن میں ہیں۔ دراصل یہ تفسیر امام رازی کی تفسیر سے ماخوذ ہے اور چار جلدوں میں طبع شدہ ہے۔

ارشاد العقل السلیم لابی السعود

اس کتاب کے مصنف ابوالسعود محمد بن محمد بن مصطفی عمادی حنفی ہیں۔ ولادت ۸۹۳ھ میں ہوئی۔ جائے پیدائش شہر قسطنطنیہ ہے۔ آپ کا گھرانہ علم وفضل میں مشہور تھا حتی کہ بعض لوگوں نے کہا: کہ آپ علم کی گود میں پلے بڑھے اور فضل کے پستان سے دودھ پیا۔ ہمیشہ علوم دینیہ کی خدمت میں مشغول رہے۔

اکثر کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور پھر جلیل القدر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا،

آپ کی علمی شہرت دور دراز ملکوں تک پہونچی، ترکستان کے بہت سے مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر شہر بروسہ میں منصب قضا پر فائز ہوئے، اس کے بعد قسطنطنیہ کا عہدۂ قضا سنبھالا، ملک روم میں بھی اس عہدہ پر رہے، اس طرح آٹھ سال گزرے، پھر فتوں نویسی پر مامور ہوئے اور تقریبا تیس سال تک یہ خدمت انجام دی، نہایت دقیق مسائل تحریر فرمائے اور فتوی نویسی میں اعلی مقام حاصل کیا۔

کہتے ہیں آپ کا فتوی سائل کے استفتاء کے مطابق ہوتا، اگر سوال منظوم ہے تو جوب بھی منظوم ہوتا، اور دونوں ہم وزن اور ہم قافیہ ہوتے، سوال مسجع نثری عبارت میں ہوتا تو جواب بھی ویسا ہی تحریر فرماتے، اگر سوال عربی زبان میں آتا تو جواب بھی اسی زبان میں جاتا، اور اگر ترکی زبان میں ہوتا تو جواب بھی ویسا ہی ہوتا۔

آپ ہم عصروں میں علم وعرفان اور فضل وکمال میں سب پر چھائے رہے، کسی کو آپ سے مقابلہ کی جرآت نہیں ہوئی، درس وتدریس، افتاء وقضا کی مصروفیات کی وجہ سے آپ نہایت عدیم الفرصت تھے، لہذا تصنیف وتالیف کے لئے آپ کو زیادہ فرصت نہیں مل سکی، پھر بھی آپ نے کچھ وقت اس تفسیر کے لئے نکالا اور عظیم سرمایہ اہل علم کو عطا کیا، ساتھ ہی تفسیر کشاف پر حواشی لکھے اور ہدایہ کتاب البیوع پر بھی حاشیہ لکھا۔

آپ کا وصال قسطنطنیہ میں ہوا اور صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ یہ ۹۸۲ھ۔ کا زمانہ تھا۔ فرحمہ اللہ برحمۃ واسعۃ۔

تفسیر ارشاد العقل

آپ نے یہ تفسیر لکھنا شروع کی تو درمیان مین بہت سے مشاغل پیش آئے حتی کہ سورۂ (ص) پر جاکر یہ سلسلہ رک گیا۔ آپ نے جو کچھ لکھا تھا شاہی دربار میں پیش کر دیا جس کو سلطان وقت سلیمان خان والی قسطنطنیہ نے بہت پسند کیا اور بہت کچھ انعام کے ساتھ آپ کا وظیفہ بھی پانچ سو درم یومیہ کے حساب سے بڑھادیا۔ پھر جب آپ نے یہ تفسیر مکمل کر کے دوبارہ سلطان کے پاس بھیجی تو مزید انعامات سے نوازے گئے۔

حق بات یہ ہے کہ آپ کی یہ تفسیر اس میدان میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ حسن تحریر

اور جمال تعبیر میں نہایت کو پہونچی ہوئی ہے، بلاغت قرآنیہ کے وہ رموز واسرار مصنف نے بیان کیے کہ پہلے کسی نے بیان نہیں کیے، اسی لئے اہل علم میں اس کو خاص شہرت حاصل ہوئی اور بہت سے علماء نے اس کو سب سے بہتر تفسیر قرار دیا۔

عقد منظوم فی ذکر افاضل الروم میں ہے: کہ صاحب ارشاد العقل نے اس تفسیر میں ایسے مضامین ارشاد فرمائے ہیں جو کسی دور میں کانوں میں نہ پڑے اور یہ مثل صادق آئی کہ "کم ترک الاول للآخر" پہلوں نے کتنی چیزیں بعد والوں کے لئے چھوڑ رکھی تھیں۔

فوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ کے مصنف کہتے ہیں: میں نے اس تفسیر کا مطالعہ کیا اور اس سے استفادہ کیا تو اس کو بہت خوب پایا۔ نہ یہ طویل ممل خواطر ہے اور نہ قصیر مخل مقاصد۔ بہت سے لطائف وکلمات کو متضمن اور فوائد واشارات پر مشتمل ہے۔

روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی للآلوسی

اس کتاب کے مصنف ابو الثنا سید محمد آفندی آلوسی بغدادی ہیں۔ لقب شہاب الدین تھا۔ ۱۲۱۷ھ میں بغداد شریف کے نواح علاقہ کرخ میں ہوئی۔

آپ عراقی علماء میں اعلی مقام کے حامل اور شیخ العلماء کے درجہ پر فائز تھے، بہت سے علوم کے جامع حتی کہ معقول ومنقول میں یگانہ روزگار تھے۔

فحول علماء سے علم حاصل کیا، ان میں آپکے والد، شیخ خالد نقشبندی، اور شیخ علی سویدی ہیں۔

آپ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں تیرہ برس کی عمر سے مشغول ہوئے اور بہت سے مدارس میں درس دیا، اور جب سے مسلک حنفی کے مطابق فتوی دینا شروع کیا اس وقت سے تمام علوم اپنے گھر ہی پڑھائے، آپ کے تلامذہ میں وہ بھی ہوئے جو قضا اور دوسرے عظیم عہدوں پر فائز ہوئے، دور دراز کے مختلف شہروں سے طلبہ وفضلا کی جماعتیں آتیں اور آپ سے اکتساب علم کرتیں، طلبہ پر آپ نہایت مہربان رہتے، ان کے قیام وطعام کا انتظام خود کرتے، خود اپنے مکان عظیم الشان میں ٹھراتے، حتی کہ عراق میں آپ علم وفضل کے مرجع

کہلائے اور بالاتفاق اہل علم آپ کے فضل وکمال کے قائل تھے۔

آپ تصنیف وتالیف میں مہارت تامہ رکھتے تھے، پختہ قلم کے مالک، املاوانشاء میں منفرد اور طرز تحریر میں یگانہ روزگار تھے، بہت سے رسائل وفتاوی تحریر فرمائے، لیکن آپ کے آثار علمیہ میں بہت کم باقی رہے اور امتداد زمانہ کی دبیز تہوں میں دب گئے۔

آپ ۱۲۴۸ھ۔ میں افتائے حنفیہ کے منصب پر فائز ہوئے اور مدرسہ مرجانیہ کے اوقاف کی تولیت بھی آپ کے سپرد کی گئی، اور یہ تولیت اس شرط کے ساتھ مشروط چلی آرہی تھی کہ جو اعلم علمائے بلد ہو وہی اس کا اہل قرار پائے گا۔ آپ نے یہ ذمہ داری ایسے اچھے طریقہ سے انجام دی کے اس وقت کے وزیر اعظم رضا پاشا پر یہ واضح ہو گیا کہ میرے جتنے مصاحب ہیں ان میں سے آپ کا کوئی مدمقابل نہیں۔ آپ پندرہ سال اس منصب پر فائز رہے، پھر فتوی نویسی اور تولیت سے استعفی دے کر تفسیر قرآن میں مشغول ہوئے اور اس کو مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے قسطنطنیہ کا سفر کر کے سلطان عبدالمجید خان والی ترکستان کے سامنے اپنی اس عظیم تصنیف کو پیش کیا جس کو سلطان نے بہت پسند کیا۔

آپ اگرچہ حنفی افتاء کے مذہب پر ایک زمانہ فتوی دیتے رہے لیکن شافعی المذہب تھے، البتہ بہت سے مسائل میں امام اعظم کے مسلک پر گامزن رہے۔ آپ کا انتقال ۲۵ر ذوالقعدہ ۱۲۷۰ھ جمعہ کے دن ہوا اور شیخ معروف کرخی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

تفسیر روح المعانی

یہ تفسیر سلف صالحین کی آراء کو جامع ہیں۔ آپ نے روایت و درایت دونوں اعتبار سے اسلاف کی تفسیر کا خلاصہ پیش کیا۔ آپ اکثر وبیشتر تفسیر ابن عطیہ، تفسیر ابوحیان، تفسیر ابوالسعود تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر سے نقل کرتے ہیں۔ ہاں تفسیر کشاف بھی آپ کا ماخذ ہے۔

چونکہ آپ اہل سنت کے معتقدات کے حامل تھے۔ لہذا معتزلہ اور روافض پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ مسائل ریاضیہ وہیئت اور مسائل نحویہ کی بحثیں بھی وافر مقدار میں ہیں اور فقہی احکام کا ذخیرہ بھی آپ نے جمع کیا ہے۔

اسرائیلی روایات پر سختی سے نوٹس لیتے ہیں اور خوب چھان بین کے بعد آخری فیصلہ

سنائے ہیں، وجوہ قرأت، آیات کے درمیان مناسبت اور شان نزول بیان کرنے کا التزام بھی ہے۔ تفسیر اشاری اور صوفیانہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ غرض کہ یہ کتاب اپنے موضوع پر انسائکلوپیڈیا ہے۔

انوار التنزیل واسرار التاویل للبیضاوی

اس تفسیر کے مصنف قاضی القضاۃ ابوالخیر عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی بیضاوی شافعی ہیں، لقب ناصر الدین تھا۔ بیضاوی بلاد فارس میں ایک شہر ہے جس کا علاقہ نہایت ہی خوشگوار اور سرسبز وشاداب اور موذی جانوروں سے پاک تھا۔ یہاں کے انگور کا ایک ایک دانہ دس دس مثقال کا ہوتا ہے۔ اور ایک خاص قسم کا سیب ہوتا ہے جس کی گولائی دو بالشت کی ہوتی ہے۔ اس کو شاہ گشتاشب نے اور بقول بعض حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات نے تعمیر کیا تھا، فارسیوں کے عہد میں اس کو (دار سفید) کہتے تھے، تعریب کے بعد بیضاء ہو گیا۔

آپ نہایت ہی عابد وزاہد، نیک وصالح، اور یگانہ روزگار امام تھے۔ ابتداء میں قضاء شیراز کے عہدہ پر فائز رہے۔ پھر وہاں سے معزول ہو کر تبریز تشریف لائے، اتفاق سے کسی فاضل کے حلقۂ درس میں حاضر ہوئی اور آپ سب کے آخر میں اس طرح خاموشی سے بیٹھ گئے کہ حاضرین کو خبر نہ ہوئی۔ دوران درس فاضل مذکور نے کوئی اشکال پیش کیا اور حاضرین سے اس کا حل پوچھا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ اگر کوئی اشکال حل نہ کر سکے تو کم از کم میرے طرز پر اشکال کا اعادہ ہی کر دے۔

یہ سن کر قاضی صاحب خاموش نہ رہ سکے اور جواب کی تقریر شروع کر دی، فاضل مذکور نے کہا جب تک تم مجھے یہ باور نہ کرا دو کہ تم میرا اشکال سمجھ گئے ہو اس وقت تک میں جواب نہیں سننا چاہتا۔ لہذا پہلے میرے اشکال کا اعادہ کرو۔ آپ نے بلا تامل انہیں الفاظ میں اشکال کا اعادہ کیا اور پھر تشفی بخش جواب دیا اور پھر فوراً ہی اس پر اشکال پیش کیا اور جواب کے طالب ہوئے، جس کا جواب فاضل مذکور سے نہ بن پڑا۔

اسی مجلس میں وزیر بھی موجود تھا وہ قاضی صاحب کے فضل وکمال کو سمجھ گیا اور اپنے پاس بٹھا کر پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں بیضاوی ہوں اور طلب قضا میں یہاں آیا ہوں۔ وزیر نے نہایت ہی اعزاز واکرام کے ساتھ خلعت فاخرہ سے نواز کر رخصت کیا۔

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ ایک عرصہ تک یہیں قیام پزیر رہے اور شیخ محمد بن محمد کحتانی سے سفارش کی درخواست کی، اور شیخ نے موقع پاکران کے متعلق سفارش بھی کی مگر قاضی صاحب کا ارادہ بدل گیا اور منصب دنیویہ ترک کر کے شیخ کی خدمت ہی میں رہنے لگے اور آپ کے ایما پر ہی آپ نے بیضاوی جیسی عظیم الشان کتاب تصنیف فرمائی۔

آپ کا وصال تبریز میں ۶۹۱ھ میں ہوا۔ آپنے اپنی یادگار میں بہت سی تصانیف چھوڑیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

الغایۃ القصوی فقہ شافعی ہیں، منہاج الوصول اصول فقہ میں، طوالع الانوار علم کلام میں، شرح مصابیح حدیث میں، شرح کافیہ نحو میں، اور شرح مطالع منطق میں۔ لیکن ان میں آپ کی عظیم تصنیف ''انوار التنزیل واسرار التاویل'' جس کو غیر معمولی شہرت ملی اور آج بھی مدارس اسلامیہ میں داخل درس ہے۔

تفسیر بیضاوی

آپ کی یہ تفسیر باعتبار حجم درمیانی تفسیر تھی۔ آپنے اس میں تفسیر وتاویل دونوں کو جمع کیا ہے، یہ کتاب آپ نے کشاف، تفسیر کبیر اور تفسیر امام راغب اصفہانی سے اخذ کر کے لکھی۔

آپکی یہ تفسیر کلام وحکمت کے حقائق، حدیث وسنت کے دقائق، معانی وبیان کے اسرار، رموز فلسفہ ومیزان، وجوہ قرأت وتفسیر آیت، منقول ومعقول تاویلات، صرف ونحو کی باریکیاں، لغات عربیہ کے مباحث، نظم قرآن کے محاسن وغیرھا صدہا علوم پر مشتمل ہے۔

آپنے یہ تفسیر خالص اہل سنت کے مذہب پر لکھی ہے۔ اس لئے اگرچہ کشاف آپ کا ماخذ ہے لیکن آپ نے معتزلہ کے مذہب ومسلک کے دلائل کو یکسر اڑا دیا ہے۔ ہاں فضائل سور میں زمخشری کی اتباع کرتے ہوئے بہت سے مقامات پر موضوع احادیث ذکر کردی ہیں جو

آپ کی علمی جلالت کے واقعی منافی ہے۔

بہر حال کتاب نہایت ہی اہمیت کے حامل ہے، اور مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ کسی زمانے میں قرآن کریم کے ساتھ لوگ اس کو بھی حفظ کرتے تھے۔

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علم تفسیر اب فقط تفسیر ماثور میں منحصر نہیں رہا بلکہ اس نے ایک وسیع علم وفن کی شکل اختیار کرلی جو صدہا شعبوں پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کا احاطہ عادی طور پر ممکن نہیں۔ لہذا مفسرین میں کسی نے اپنا موضوع احکام قرآن کو بنایا اور کسی نے احادیث وآثار پر اقتصار کیا۔ کوئی وجوہ نظم اور اعراب قرآن کی وضاحت میں مصروف ہوا تو کسی نے اپنا موضوع تحریر چند مباحث پر منحصر رکھا۔

دور حاضر میں اُردو تفاسیر بھی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں اور نہایت تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر لکھا گیا۔ ان میں بعض تفاسیر کے اسماء اس طرح ہیں۔

اشرف التفاسیر المعروف بہ تفسیر نعیمی — حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی — ۱۶/جلدیں

ضیاء القرآن — محقق عصر علامہ پیر کرم شاہ ازھری — ۵/ جلدیں

فیوض الرحمن اردو ترجمہ روح البیان — شیخ التفسیر علامہ فیض احمد اویسی — ۱۵/ جلدیں

ان کے علاوہ مختصر تفسیریں بھی لکھی گئیں جو بطور حاشیہ ترجمہ قرآن کو واضح کرنے کے لئے منظر عام پر آئیں۔ ان میں خزائن العرفان (از صدر الافاضل) اور نور العرفان (از مفتی احمد یار خاں نعیمی) یہ دونوں امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے حاشیہ پر تحریر ہوئی ہیں اور متداول ومقبول ہیں۔

۱۷ علم تفسیر میں امام احمد رضا کا مقام

ان تمام تفاسیر کے وافر ذخیرہ میں مجھے بالخصوص یہ بتانا ہے کہ اس فن میں امام احمد رضا قدس سرہ کا مقام و مرتبہ کیا تھا۔ بعض لوگ امام احمد رضا کا علم تفسیر میں کوئی مقام نہیں مانتے۔ ایسے لوگ درحقیقت امام موصوف کی تصانیف کا مطالعہ کئے بغیر یہ بات کہتے ہیں۔ یا محض عناد و دشمنی کے طور پر۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں مخالفیں نے بغیر تحقیق یہ جملہ لکھ دیا:

"کان قلیل البضاعة فی الحدیث والتفسیر" (۸)

یہ جملہ مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی کی طرف سے اپنے والد مولوی عبدالحی رائے بریلوی کی کتاب نزہۃ الخواطر پر اضافہ ہے۔ اور امام احمد رضا کی تصانیف سے ناواقفیت کا نتیجہ، یا بغض وعناد اور مخالفانہ جذبات کا عکاس۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اسی کتاب میں امام موصوف اور ان کی بعض کتب کی مدح سرائی کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

وہ نہایت کثیر المطالعہ، وسیع المعلومات، اور متبحر عالم تھے۔ رواں دواں قلم کے مالک اور تصنیف و تالیف میں جامع فکر کے حامل۔

وہ حرمت سجدۂ تعظیمی کے قائل تھے۔ اس موضوع پر بالخصوص انہوں نے ایک کتاب بنام "الزبدة الزکیة لتحریم سجود التحیة" تصنیف کی۔ یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ ان کے وفور علم اور قوت استدلال پر دال ہے۔ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے فتاوی اور "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" جو قیام مکہ مکرمہ کے درمیان لکھی اس پر شاہد عدل ہے۔ علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، رمل، جفر میں مہارت تامہ حاصل تھی۔

یہ مدحیہ کلمات (ص/۴۱) پر ہیں اور تنقیصی جملہ (ص/۴۲) پر۔

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ ندوی صاحب نے یہ دورخی پالیسی کیوں اپنائی۔

راقم الحروف تو یہی سمجھتا ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا کی صرف بعض کتابوں کا

مطالعہ کیا جس کے نتیجہ میں اس تضاد بیانی کا مظاہرہ ہوا۔ یا۔ ہوسکتا ہے ان کے نزدیک کسی علم میں مہارت کے لئے ضروری ہو کہ اس فن میں مستقل تصانیف ہوں جو تمام ابواب کو محیط ہوں۔

اگر ایسا ہے تو پھر اس معیار پر بیشتر مفسرین ومحدثین بھی قلیل البضاعۃ اور تہی دامن شمار ہونگے۔ اور پہلے مرحلہ یعنی صحابہ وتابعین کے دور میں تو معدودے چند بھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا، کہ اس دور میں تو نہ پورے قرآن کی تفسیر ہوئی اور نہ جمیع ابواب پر احادیث جمع ہوئیں۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ اب جبکہ علوم وفنون مدون ہو چلے ہیں، تو کسی فن میں مہارت تامہ اس کے اصول وفروع کی تفصیلی معلومات اور اس علم کے متعلقات پر عبور حاصل کرنے پر موقوف ہے، اور جب ان چیزوں میں عمیق نگاہ اور وسعت مطالعہ ثابت ہو جائے تو پھر ضخیم مجلدات اور تمام ابواب کے احاطہ اور ترتیب کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

اس نقطہ نگاہ سے امام موصوف کی تصانیف کا مطالعہ منصف مزاجی سے کیا جائے تو بیش بہا خزانہ ہاتھ آئے گا۔

ہاں مخالفین کو اگر اس بات پر ہی اصرار ہو کہ جب تک ضخیم مجلدات اور مستقل تصانیف نہ ہوں اس وقت تک مہارت تسلیم نہیں۔ تو ہم اس نوعیت کا ثبوت بھی فراہم کر سکتے ہیں۔

راقم الحروف نے آٹھ سال قبل امام احمد رضا کے علم حدیث کے تعلق سے معلومات فراہم کرنا شروع کی تھیں، زمانہ کی دست برد سے امام احمد رضا کی جو کتابیں محفوظ تھیں ان کو جمع کیا جن کی تعداد تین سو سے متجاوز نہ ہوسکی۔

ان تمام کتب کا مطالعہ کرنے کے دوران جو احادیث سامنے آئیں ان کو جمع کیا اور فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ ان کتابوں میں پائی جانے والی تمام احادیث کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق دس ہزار ہوگی۔ لیکن میں نے مکررات کو حذف کیا۔ اور جن احادیث کی متعدد سندیں تھیں ان کو بھی ترک کیا۔ اس کے باوجود یہ تعداد (۳۶۶۳) احادیث وآثار تک پہنچی جو بخاری ومسلم اور ترمذی وغیرہا صحاح ستہ کی غیر مکرر احادیث سے کسی طرح کم نہیں۔ جب کہ یہ صرف تین سو تصانیف کا سرمایہ ہے اور یہ تعداد امام احمد رضا کی جملہ تصانیف کا تہائی حصہ ہیں۔ اگر تمام تصانیف دستیاب ہو جاتیں اور ان کی تمام احادیث کو جمع کر دیا جاتا تو یہ سلسلہ کہاں پہنچتا؟ مزید

اس موضوع پر تلاش جاری ہے، چند ضخیم کتابیں سامنے آئی ہیں۔ انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ ان کو بھی جمع کیا جائے گا۔ پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ روایت کے ساتھ درایت حدیث اور اصول سے متعلق سیکڑوں صفحات میں بکھرے ہوئے امام احمد رضا کے علمی جواہر پاروں کی جمع وترتیب اس سلسلہ کو مزید وسعت دے گی اور مخالفین کے دعوے خاک میں ملتے نظر آئیں گے۔

اب چار ہزار سے زیادہ احادیث وآثار پر مشتمل مجموعہ بنام "جامع الاحادیث" سات ضخیم جلدوں میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

پھر ندوی صاحب کے جملہ "قلیل البضاعۃ فی الحدیث" کی کیا حیثیت رہ گئی۔

ان کے جملے کا دوسرا جزء ہے "والتفسیر" یعنی امام احمد رضا حدیث کی طرح تفسیر میں بھی تہی دامن تھے۔

امام احمد رضا کی جو تصانیف دستیاب ہیں اگر ان کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اس دعوی کی بھی قلعی کھل جائے گی۔ راقم الحروف نے تقریبا چھ سو آیات پر مشتمل تفسیری مباحث جمع کر کے قارئین کے سامنے پیش کردئے ہیں۔ یہ (جامع الاحادیث) کا ایک باب ہے جو "کتاب التفسیر" کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ان مباحث کو پڑھ کر منصف مزاج حضرات اس بات کا ضرور اعتراف کریں گے کہ جو شخصیت ان آیات کی اس طرح محققانہ انداز میں تفسیر کرسکتی ہے وہ بلاشبہ پورے قرآن کی تفسیر پر قادر تھی اور تمام مضامین قرآن اس کے پیش نظر تھے۔

خیال رہے کہ امام موصوف نے ایک مستقل اور مختصر تفسیر بھی لکھنا شروع کی تھی جو سورہ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی ابتدائی ۱۲ آیات تک پہنچ سکی۔ یا۔ پھر اتنی ہی دستیاب ہوئی اور باقی امتداد زمانہ کی دبیز تہوں میں دب گئی۔

پورے قرآن کریم کی تفسیر پر قدرت حاصل ہونے کی دلیل خود ان کا ترجمہ قرآن بھی ہے۔ آپ نے جس پس منظر میں ترجمہ کیا اس کی مثال صدیوں میں تلاش کرنا مشکل ہے۔ آپ کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان" اس طرح معرض وجود میں نہیں آیا جس طرح مترجمین عام طور سے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر، متعلقہ کتابوں کا انبار لگا کر، اور ترجمہ وتفسیر کی کتابیں دیکھ دیکھ کر معنیٰ کا تعین کرتے ہیں۔ اور ان تمام چیزوں کے بعد جب مترجم ترجمہ کرتا ہے تو بھی اس بات

کی کوئی ضمانت نہیں کہ اس کا قلم رطب ویابس سے پاک رہے، اور دین و دیانت کی پاسداری میں کانٹے کی تول پورا اترے۔

امام احمد رضا کی مصروف ترین زندگی عام مترجمین کی طرح ان تمام تیاریوں اور کامل اہتمامات کی متحمل کہاں تھی۔ اور حق تو یہ ہے کہ بہت سے موضوع ان کے یہاں قلم اٹھانے کا موقع بھی نہیں دیتے تھے۔ اس لئے بعض مواقع پر زبانی جواب عنایت فرماتے اور دوسرے حضرات کو لکھواتے۔ املا کرانے کی شان بھی یہ تھی کہ چار چار چھ چھ لوگ لکھتے اور سب کو بالترتیب علیحدہ علیحدہ مضامین لکھواتے۔ ترجمہ قرآن کی نوعیت بھی اس طرح تھی۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ نے ترجمہ قرآن کی امام احمد رضا سے گزارش کی۔ کاموں کے ہجوم میں اس اہم کام کے لئے علیحدہ سے وقت ملتا نظر نہ آیا تو صدر الشریعہ دوپہر قیلولہ کے وقت قلم وقرطاس لے کر حاضر ہوگئے۔ ہر دن ایسے ہی وقت حاضر ہوتے، امام احمد رضا ترجمہ املا کراتے اور صدر الشریعہ لکھتے جاتے حتی کہ یہ کام ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں مکمل ہوگیا۔ کیا تاریخ تراجم میں کوئی اور بھی ایسی مثال ملے گی؟

پھر یہ ترجمہ کس انداز سے ہوا؟ اور کس خوش اسلوبی سے معرض وجود میں آیا؟ اس کی ایک جھلک ارباب علم وادب اور صاحبان فضل وکمال کے تاثرات سے ملاحظہ کیجئے۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی فرماتے ہیں:

علم قرآن کا اندازہ صرف اعلی حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے۔ اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں اور نہ اردو میں۔ اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا۔ جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔ (۹)

مولانا عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا۔ شان نزول، ناسخ ومنسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھکر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام

احمد رضا کا ترجمہ کنز الایمان سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت ونبوت ورسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے۔(۱۰)

ملک شیر محمد خاں اعوان آف کالا باغ اس ترجمہ پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

مقام حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی۔ اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلہ میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہو۔ ناموس توحید ورسالت کی پاسداری میں یہ ترجمہ قرآن اپنی مثال آپ ہے۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق ومعارف کے وہ اسرار ومعارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور سے دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روح قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب واحترام اور عزت وعصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے۔(۱۱)

علامہ یٰس اختر صاحب مصباحی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

امام احمد رضا قادری نے عشق ومحبت کی زبان میں قرآن حکیم کا ایک ترجمہ کیا ہے جو علمی، ادبی، اعتقادی ہر حیثیت سے معیاری اور قرآن کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ مصنف بہار شریعت کے شدید اصرار پر ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا جس کا نام کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا گیا۔

کتب تفسیر ولغت وغیرہ دیکھے بغیر آپ زبانی فی البدیہہ برجستہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے، اور جب صدر الشریعہ ودیگر علمائے کرام اس ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے کہ یہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق اور ان کا ترجمان ہے۔(۱۲)

اور حد تو یہ ہے کہ امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان استاد سعید بن یوسف زئی بھی برملا اعتراف کرتے ہیں:

یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت وتقدیس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء ہو، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔ اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا ہے تو بوقت ترجمہ ۔۔۔نا احمد رضا خاں نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب "ما ینطق عن الھوٰی" اور "ورفعنا لك ذكرك" کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔ (۱۳)

ایک غیر جانب دار عالم اور ممتاز صحافی کوثر نیازی نے یوں بیان کیا۔

امام احمد رضا نے عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، کنزالایمان روح پرور ترجمہ، عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔ (۱۴)

ان شہادتوں سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا کی علوم قرآن پر گہری نظر تھی اور تفسیر قرآن میں امتیازی مقام حاصل تھا۔ جس شخص کی نگاہ اتنی عمیق ہو پھر اس کو اس فن میں قلیل البضاعۃ کہنا حقیقت سے کوسوں دور کی بات ہے۔

ماہرین فن نے اس ترجمہ کا مستند تفاسیر سے مقابلہ کیا تو عین مطابق پایا۔ تقدیس الوہیت اور ناموس رسالت کا ترجمان قرار دیا۔ قرآنی حقائق و معارف کا آئینہ بتاتا۔ لیکن عناد پسند طبیعتیں علوم قرآن سے تہی دامن ہی جھتی رہیں۔

اس موضوع کے تعلق سے اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ میں اس تفصیل میں نہ جاکر چند مثالیں ان کے علوم قرآن پر گہری نظر اور تفسیری معلومات میں رسوخ کامل سے متعلق پیش کر رہا ہوں۔

ائمہ تفاسیر نے تفسیر قرآن کیلئے چار اصول متعین کئے ہیں اور پانچواں اصول انہیں پر

متفرع اور انہیں سے ماخوذ ہے۔ترتیب اس طرح ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن ۔

تفسیر القرآن بالحدیث

تفسیر القرآن بآثار الصحابة والتابعین العظام

تفسیر القرآن باللغة العربية والقواعد الاسلامية

اور پانچواں طریقہ یہ کہ مندرجہ بالا میں سے کسی کے ذریعہ مؤید وثابت ہو۔لہذا اس مقالہ میں امام احمد رضا کے تفسیری مباحث ان تمام پہلوؤں سے ملاحظہ فرمائیں اور آپ کی مہارت وعبقریت کی داد دیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن

قرآن کریم کی کچھ آیات ایسی ہیں جو مکرر ارشاد ہوئیں۔اور بعض تھوڑے فرق سے متعدد مواقع پر نازل ہوئیں۔لہذا تفسیر کے وقت اس بات کا خیال ضروری ہے کہ ان آیات کو بھی سامنے رکھا جائے۔اس طرح بسا اوقات ایسا ہوگا کہ ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی نظر آئے گی اور مطالب قرآن ومراد الہی کی صاف صاف وضاحت ہو جائے گی۔اس طرح کی مثالیں تصانیف رضویہ میں کافی تعداد میں موجود ہیں۔چند ملاحظہ فرمائیں۔

مثال اول = امام احمد رضا قدس سرہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سیادت مطلقہ کے سلسلہ میں ایک آیت نقل فرمائی:

"وما ارسلنك الا كافة للناس" [سورة سبا ۔ ۲۸]

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

اس کی مزید وضاحت وتفسیر کے لئے دوسری آیت پیش فرمائی:

"تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيرا"

[سورۃ الفرقان ۔ ۱]

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہے۔

پہلی آیت سے حضور کی بعثت تمام انسانوں کی طرف معلوم ہوئی تھی، لیکن دوسری آیت نے واضح کردیا کہ آپ تمام جہان کے رسول ہیں۔

اب امام احمد رضا کا تشریحی بیان سنئے۔ فرماتے ہیں:

تو حضور کو تمام انس وجن کا رسول بنایا۔ علما فرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل۔ " کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالتنا اجلال جبرئیل " بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر وشجر وارض وسماء وجبال وبحار تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ ودائرہ تامہ میں داخل۔ اور خود قرآن عظیم میں لفظ " عالمین " اور روایت صحیح مسلم میں لفظ " خلق " وہ بھی مؤکد بہ کلمہ " کافۃ " اس مطلب پر احسن الدلائل۔ تجلی الیقین ص ۲۶

مثال دوم: انبیائے سابقین کی بعثت کے تعلق سے امام احمد رضا نے ایک آیت تحریر فرمائی:

" وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ " [سورۃ ابراھیم ۔ ٤]

اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔

اس آیت کی تفسیر میں آپ نے مندرجہ ذیل آیات پیش فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ انبیاء سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کر کے بھیجے جاتے۔

اقول: وقال اللہ تعالیٰ:

" ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاماً "

[سورۃ عنکبوت ۔ ١٤]

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا۔

وقال تعالیٰ: " والی عاد اخاھم ھوداً " [سورۃ ھود ۔ ٥]

اور عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا۔

وقال تعالیٰ: " ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صالحا ان اعبدوا اللہ "

[سورة النمل ٤٥]

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللہ کو پوجو۔

"وقال تعالیٰ: ولوطا اذقال لقومه" [سورة الاعراف - ۸۰]

اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔

وقال تعالیٰ: والی مدین اخاهم شعيباً" [سورة الاعراف ۸۵]

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔

وقال تعالیٰ: ثم بعثنا من بعضهم موسى بآياتنا الى فرعون وملأه"

[سورة الاعراف ۱۰۳]

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اسکے درباریوں کی طرف بھیجا۔

وقال تعالیٰ في يونس عليه السلام: وارسلناه الى مائة الف او يزيدون"

[سورة الصافات - ١٤٧]

اور ہم نے اس کو لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔

یہ آیات پیش فرما کر لکھتے ہیں کہ حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد سے ہے۔

دارمی، ابویعلی، طبرانی اور بیہقی روایت کرتے ہیں اس جناب نے فرمایا:

ان الله فضل محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم على الانبياء وعلى اهل السماء۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے انبیاء پر وجہ تفضیل پوچھی تو فرمایا:

ان الله تعالیٰ قال: "وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه"

[سورة ابراهيم - ٤]

وقال لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "وما ارسلنك الا كافة للناس"

[سورة سبا - ۲۸]

اب نظر کیجئے! کہ یہ آیت کتنی وجہ سے افضلیت مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر حجت ہے۔

اولاً: اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے۔ اور حضور پر نور سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سلطان ہفت کشور بلکہ بادشاہ زمین وآسمان۔

ثانیاً: اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں اور ان کا تحمل بغایت دشوار۔

انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔" [سورۃ المزمل ۵]

اسی لئے موسیٰ وہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی۔

لا تنیا فی ذکری" [سورۃ طہ۔۴۲]

دیکھو میرے ذکر میں سست نہ ہوجانا۔

پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر، جس کی رسالت نے انس وجن وشرق وغرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر۔ اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر۔ افضل العبادات احمزھا۔

ثالثاً: جیسا جلیل کام ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے۔ اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء وسردار اعظم کو۔ لاجرم رسالت خاصہ وبعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور رسول الکل میں ہے۔ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم۔

رابعاً: یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوشان کا آدمی ہو اسے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں۔ کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر ننگا ہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً: جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظام ریاست میں فوج وخزانہ اسی کے لائق درکار، اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق وفتق ونظم ونسق میں اسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائید وتربیت ربانی ہے جو حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم ومعارف قلب اقدس پر

القاء ہوئے معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر وافی ہوں۔افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقله عنه في الكبير الرازی۔

اقول: پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت وابلاغ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے۔

حلم: کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

"دع اذهم وتوكل على الله" [سورة الاحزاب۔ ٤٨]

صبر: کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

"فاصبر كما صبر اولو العزم من الرسل" [سورة الاحقاف۔ ٣٥]

تواضع: کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

"واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين" [سورة الشعراء۔ ٢١٥]

رفق ولینت: کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

"فبما رحمة من الله لنت لهم" [سورة ال عمران ١٥٩]

رحمت: کہ واسطہ افاضۂ خیرات ہو۔

"رحمة للذين آمنوا منكم" [سورة التوبة ٦١]

شجاعت: کہ کثرت اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

"اني لا يخاف لدى المرسلون" [سورة النمل ١٠]

جود وسخاوت: کہ باعثِ تالیف قلوب ہوں۔

"فان الانسان عبيد الاحسان وجبلت القلوب على حب من احسن اليها"

"ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك" [سورة الاسراء۔ ٢٩]

عفو ومغفرت: کہ نادان جاہل فیض پاس کی۔

"فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين" [سورة المائدة۔ ٥]

استغناء وقناعت: کہ جہال اس دعوی عظمی کو طلب دنیا پر محمول نہ کریں۔

"لاتمدن عینیك الی مامتعنا بها ازواجا منهم"

[سورة حجر ـ ۸۸]

اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے کچھ جوڑوں کو برتنے دی۔

جمال عدل: کہ تثقیف وتادیب وتربیت امت میں جس کی رعایت کریں۔

"وان حکمت فاحکم بینهم بالقسط" [سورة مائده ـ ۲]

کمال عقل: کہ اصل فضائل ومنبع فواضل ہے۔ والہذا عورت بھی نبینہ ہوئی۔ نہ بھی اہل بادیہ وسکان دہ کو نبوت ملی کہ جفاوغلظت ان کی طینت ہے۔

"وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیهم من اهل القری"

[سورة یوسف ـ ۱۰۹]

اس طرح نظافت نسب وحسن سیرت وصورت سبھی صفات جمیلہ کی حاجت ہے۔ کہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انھیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو عطا ہوتے ہیں۔ پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔ تجلی الیقین ۳۰

مثال سوم: فضول خرچی اور بخل دونوں ہی مذموم ہیں: حتی کہ سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے۔ امام احمد رضا نے میانہ روی کے سلسلہ میں یہ آیت نقل فرمائی:

"ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوما محسورا" [سورة الاسراء ۲۹]

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔

اس آیت کے دوسرے جزء میں بسط وکشادہ سے ممانعت کا مطلب اسراف وتبذیر اور بے جا خرچ سے باز رکھنا ہے جس کی وضاحت وتفسیر دوسری آیات میں اس طرح آئی۔

"والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالك قواما"

[سورة الفرقان ـ ۶۷]

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ

اعتدال پر رہیں۔

"وآتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين"

[سورۃ الانعام۔ ۱۴۲]

اور بے جا نہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں۔

"ولا تبذر تبذيرا ☆ ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا"

[سورۃ الاسراء۔ ۲۶۔ ۲۷]

اور فضول نہ اڑا، بے شک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

مثال چہارم: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیگر انبیاء و مرسلین پر فضیلت اجمالاً اس آیت سے ثابت ہوتی ہے:

"تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات"

[سورۃ البقرۃ۔ ۲۵۳]

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک دوسرے پر افضل کیا اس میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

امام احمد رضا اس اجمال کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے ہیں:

قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات و محاورات و نقل اقوال و ذکر احوال پر نظر کیجئے تو ہر جگہ اس نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شان سب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے بلند نظر آتی ہے۔

یہ وہ بحر ذخار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ فقیر اول ائمہ کرام کے چند اخراجات ذکر کرکے پھر بعض امتیازات کہ باندک تامل اس وقت ذہن قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے۔ تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد بیس پر اقتصار کا باعث ہوا۔

(۱) خلیل جلیل علیہ الصلاۃ والسلام و التبجیل سے نقل فرمایا:

"ولا تخزني يوم يبعثون" [سورۃ الشعراء۔ ۸۷]

اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔

حبیب قریب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خود ارشاد ہوا۔

"یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ" [سورۃ التحریم ۔ ۸]

جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو۔

حضور کے صدقہ میں صحابہ بھی اس بشارت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل علیہ الصلاۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی

"انی ذاھب الی ربی سیھدین" [سورۃ الصافات ۹۹۔]

اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اب وہ مجھے راہ دے گا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی۔

"سبحان الذی اسری بعبدہ الآیۃ" [سورۃ الاسراء ۔ ۱]

پاکی ہے اسے جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا۔

(۳) خلیل علیہ الصلاۃ والسلام سے آرزوئے ھدایت نقل فرمائی۔

"سیھدین" [سورۃ الصافات ۔ ۲]

اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا۔

ویھدیک صراطا مستقیما۔ [سورۃ الفتح ۔۲۶]

اور اللہ آپ کو سیدھی راہ پر گامزن رکھے گا

(۴) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے آیا، فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے۔

"ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین" [سورۃ الذاریات ۔ ۲۴]

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فرمایا، فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے۔

"وایدہ بجنود لم تروھا" [سورۃ التوبۃ ۔ ۴۰]

اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں۔

"والملئکۃ بعد ذلک ظھیرا" [سورۃ التحریم ۔ ۴]

اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(۵) خلیل علیہ الصلوۃ والتسلیم کو فرمایا! انہوں نے خدا کی رضا چاہی۔

"وعجلت الیك رب لترضی" [سورۃ طہ۔ ۸۴]

اور اے میرے رب تیری طرف میں جلدی کر کے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔

حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے بتایا، خدا نے ان کی رضا چاہی۔

"ولسوف یعطیك ربك فترضی" [سورۃ الضحیٰ۔ ۵]

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

فلنولینك قبلة ترضها۔ [سورۃ البقرۃ۔ ۱۴۴]

تو ہم تمہیں اس جانب پلٹیں گے جس سے تم راضی ہو

(۶) کلیم علیہ الصلوۃ والسلام کا بخوف فرعون مصر سے تشریف لے جانا لفظ فرار سے نقل فرمایا۔

"ففررت منکم لما خفتکم" [سورۃ الشعراء۔ ۲۱]

اور میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا۔

حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا باحسن عبارت ادا فرمایا۔

"واذ یمکر بك الذین کفروا" [سورۃ الانفال۔ ۳۰]

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے طور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمایا۔

"وانا اخترتك فاستمع لما یوحی، اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی"

[سورۃ طہ۔ ۱۲۔۱۳]

اور میں نے تجھے پسند کیا اور اب کان لگا کر سن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری بندگی کر۔

حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے فوق السموات مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا۔

"فاوحی الی عبدہ ما اوحی" [سورۃ النجم۔ ۱۰]

اور وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(۸) داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کو ارشاد ہوا۔

"ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله" [سورة ص ـ ٢٦]

اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکادے گی۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بقسم فرمایا۔

"وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحىٰ" [سورة النجم ـ ٤]

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وباللہ التوفیق۔

اب فقیر عرض کرتا ہے

(۹) نوح وھود علیہما الصلاۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی۔

"رب انصرني بما كذبون" [سورة المؤمنون ـ ٢٦]

اے میرے رب میری مدد فرما۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا۔

"وينصرك الله نصراً عزيزا" [سورة الفتح ـ ٢]

اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے گا۔

(۱۰) نوح وخلیل علیہما الصلاۃ والسلام سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنی امت کی دعائے مغفرت کی۔

"ربنا اغفرلي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب"

[سورة ابراهيم ـ ٤١]

اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود حکم دیا اپنی امت کی مغفرت مانگ۔

"واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات" [سورة محمد ـ ١٩]

اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

(۱۱) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے آیا، انہوں نے پچھلوں میں اپنا ذکر جمیل باقی رہنے کی دعا کی۔

"واجعل لی لسان صدق فی الآخرین "[سورۃ الشعراء ـ ٨٤]

اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔

حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے خود فرمایا:

" ورفعنا لك ذكرك " [سورۃ الانشراح ـ ٤]

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔

"عسی ان یبعثك ربك مقاماً محمودا" [سورۃ الاسراء ـ ٧٩]

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

(۱۲) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، انہوں نے قوم لوط علیہ الصلوۃ والسلام سے رفع عذاب میں بہت کوشش کی۔ مگر حکم ہوا:

"یا ابراھیم اعرض عن ھذا" [سورۃ ھود ـ ٧٦]

اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ۔

عرض کی: "ان فیھا لوطا" [سورۃ العنکبوت ـ ٣٢]

اس بستی میں لوط ہے۔ حکم ہوا۔

" نحن اعلم بمن ھو" [سورۃ العنکبوت ـ ٣٢]

ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔

حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ارشاد ہوا۔

"وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم" [سورۃ الانفال ـ ٣٣]

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(۱۳) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام سے نقل فرمایا۔

"ربنا وتقبل دعاء" [سورۃ ابراھیم ـ ٤٠]

اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے خلیفوں کو ارشاد ہوا۔

"وقال ربکم ادعونی استجب لکم" [سورۃ غافر۔ ٦٠]

اور تمہارے رب نے فرمایا: تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کی معراج درخت دنیا پر ہوئی۔

"فلما اتٰها نودی من شاطی الوادی الایمن فی البقعة المبارکة من الشجرة" [سورۃ القصص۔ ٢٠]

پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا، ندا کی گئی میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج سدرۃ المنتہیٰ وفردوس اعلیٰ تک بیان فرمائی۔

"عند سدرة المنتهی عندها جنة الماوی" [سورۃ النجم۔ ١٤]

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔

(۱۵) کلیم علیہ الصلوۃ والسلام نے وقت ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت نقل کی۔

"ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی فارسل الیٰ ھارون"

[سورۃ الشعراء۔ ١٣]

اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ھارون کو بھی رسول کر۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود شرح صدر کی دولت بخشی اور اس سے منت عظمیٰ رکھی،

"الم نشرح لك صدرك" [سورۃ الانشراح۔ ١]

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

(۱٦) کلیم علیہ الصلوۃ والسلام پر حجاب نار سے تجلی ہوئی۔

"فلما جاءها نودی ان بورك من فی النار ومن حولها"

[سورۃ النمل۔ ٨]

پھر جب آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی موسیٰ اور جو اس کے آس پاس ہیں یعنی فرشتے۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جلوہ نور سے تدلی ہوئی اور وہ بھی غایت تکریم و تعظیم کے

لئے بالفاظ ابہام بیان فرمائی۔

" اذ يغشى السدرة ما يغشى " [سورة النجم ـ ١٦]

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔

(۱۷) ہارون وکلیم علیہم الصلوۃ والتسلیم کے لئے فرمایا: انہوں نے فرعون کے پاس جاتے اپنا خوف عرض کیا۔

" ربنا اننا نخاف ان يفرط علينا او ان يطغى " [سورة طه ـ ٤٥]

اے ہمارے رب بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔

اس پر حکم ہوا۔ " لا تخافا اننی معکما اسمع واری " [سورة طه ـ ٤٦]

ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود مژدہ نگہبانی دیا۔

" والله يعصمك من الناس " [سورة المائدة ـ ٦٧]

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

(۱۸) مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کے حق میں فرمایا! ان سے پرائی بات پر یوں سوال ہو گا۔

" يعيسى ابن مريم ا أانت قلت للناس اتخذونی وامی الهين من دون الله "

[سورة المائده ـ ١١٦]

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ، کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنا دو اللہ کے سوا۔

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی، اس پر سوال تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ہوا، مگر یہاں جو شان لطف ومحبت وکرم وعنایت ہے قابل غور ہے۔

" عفا الله عنك لم اذنت لهم " [سورة التوابه ـ ٤٣]

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دیدیا۔

سبحان اللہ سوال پیچھے ہے اور یہ محبت کا کلمہ پہلے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۹) مسیح علیہ الصلوۃ والسلام سے نقل فرمایا، انہوں نے اپنی امتوں سے مدد طلب کی۔

"فلما احس عیسٰی منہم الکفر قال من انصاری الی اللہ، قال الحواریون نحن انصار اللہ" [سورۃ آل عمران ۔ ۵۲]

پھر جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف سے حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت انبیاء و مرسلین کو حکم نصرت ہوا۔

"لتؤمنن بہ ولتنصرنہ" [سورۃ آل عمران ۔ ۸۱]

تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل و اعلٰی انہیں ملا۔ اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

حسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وعلٰی الہ واصحابہ وسلم وبارک وکرم۔ والحمد للہ رب العالمین۔

تجلی الیقین ۶۷

تفسیر القرآن بالاحادیث

یہ موضوع بسیط وعظیم ہے۔ امام احمد رضا کی تصانیف اس سے مالا مال ہیں۔

آپ کا طرز تحریر ہی یہ ہے کہ جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اور کوئی بحث چھیڑتے ہیں تو پہلے قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کی تفسیر میں احادیث کی کتابوں کو کھنگالتے ہیں اور صفحہ قرطاس پر جب حدیثوں کے موتی بکھیرتے ہیں تو حفاظ حدیث کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

مثال اول: عقیدہ ختم نبوت کے ثبوت میں قرون اولٰی سے یہ آیت پیش کی جاتی رہی ہے۔

"ما کان محمد ابآ احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین "

[سورۃ الاحزاب۔ ٤٠]

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہی بیان کیا جاتا رہا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء ومرسلین میں پچھلے اور سب کے بعد آخر زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے، جو اس کا منکر ہو۔ یا۔ اس میں ادنیٰ شک وشبہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے۔

بعض لوگوں یعنی وہابیہ کے قاسم العلوم مولوی قاسم نانوتوی نے اپنے دل سے معنی گڑھے اور بے جا تاویل کر کے اس کا مطلب بیان کیا کہ آپ نبی بالذات ہیں۔ لہٰذا آپ کے زمانہ میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

امام احمد رضا نے اس قول کو قرآن میں تحریف قرار دیا اور اس باطل عقیدہ کی دھجیاں اڑادیں اور سیکڑوں احادیث 'خاتم النبیین' کی تفسیر میں پیش فرمائیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ آپ کی بعثت سب کے آخر میں ہوئی۔ تفصیل کے لئے جزاء اللہ عدوہ ۔یا۔ اسی جامع الاحادیث کی جلد چہارم ملاحظہ کریں۔

بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ **عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انما مثلی ومثل الانبیاء کرجل بنی داراً فاکملھا واحسنھا الا موضع لبنۃ، فجعل الناس یدخلونھا ویتعجبون منھا ویقولون: لولا موضع اللبنۃ فانا موضع اللبنۃ فختم بی الانبیاء۔

۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب خاتم النبین ٥٠١/١

الصحیح لمسلم، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبین، ٢٤٨/٢

الجامع للترمذی، باب ما جاء مثل مثلی الانبیاء ١٠٩/٢

المسند للحمیدی، ١٠٣٧ ☆ المصنف لابن ابی شیبۃ، ٤٩٩/١١

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ خالی ہے۔ تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا، مجھ سے انبیاء ختم کردیئے گئے۔ المبین ۱۲۳

۲۔ عن حذيفة ابن اليمان رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: فى امتى كذابون ودجالون سبعة و عشرون، منهم اربعة نسوة، وانى خاتم النبيين لا نبي بعدى۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت دعوت میں ستائیس دجال کذاب ہوں گے، ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: نزل آدم بالهند واستوحش فنزل جبريل فنادى بالاذان: الله اكبر ـ مرتين، اشهد ان لا اله الا الله ـ مرتين، اشهد ان محمداً رسول الله ـ مرتين، قال: آدم من محمد قال: آخر ولدك من الانبياء۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام بہشت سے ہند میں اترے تو گھبرائے، جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اتر کر اذان دی، جب نام پاک آیا آدم علیہا لصلوۃ والسلام نے پوچھا: محمد کون ہیں؟ کہا: آپ کی اولاد میں سب سے پچھلے نبی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جزاء اللہ عدوہ ۱۵

۲۔ الجامع الصحيح للبخارى، باب خاتم النبيين، ۵۰۱/۱
الصحيح لمسلم، باب اشراط الساعة، ۳۹۷/۲
الجامع مع للترمذى، باب ما جاء لا تقوم الساعة الخ، ۴۵/۲
۳۔ كنز العمال للمتقى، ۳۲۱۳۹، ۴۵۵/۱۱ ☆

٤۔ **عن** جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان لی اسماء، انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی واناالعاقب الذی لیس بعدہ نبی

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جزاءاللہ عدوہ ۲۳

٥۔ **عن** ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان اللہ ادرک بی الاجل المرجواختار نی اختیارافنحن الآخرون ونحن السابقون یوم القیامۃ ۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ نے مجھے مدت اخیر وزمانہ انتظار پر پہنچایا اور مجھے چن کر پسند فرمایا تو ہمیں سب سے پچھلے اور ہمیں روز قیامت سب سے اگلے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جزاءاللہ عدوہ ۲۳

٦۔ **عن** ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث ۔

٤۔ الجامع الصحیح للبخاری، تفسیر سورۃ الصف، ۷۲۷/۲
الصحیح لمسلم، کتاب الفضائل، ۲۶۱/۲
الجامع للترمذی، باب ما جاء فی اسماء النبی ﷺ، ۱۰۷/۲
المسند لاحمد بن حنبل، ٤/۸۰ ☆ المصنف لعبد الرزاق، ۱۹٦۵۷
المسند للحمیدی، ۵۵۵ ☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۲۲/۲
٥۔ السنن للدارمی، ۲۹/۱ ☆ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ۳۰۵/٦
٦۔ کنز العمال لمتقی، ۳۲۰۸۰، ٤٤۲/۱۱ ☆ جمع الجوامع للسیوطی، ٤٦٤۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

۷۔ عن ابی ذر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اول الرسل آدم و آخرھم محمد ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب رسولوں میں پہلے آدم علیہ الصلوۃ والسلام ہیں، اور سب میں پچھلے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ جزاء اللہ عدوہ ۴۰

مثال دوم: کفار و مشرکین سے استعانت ناجائز و حرام ہے۔ اس کے ثبوت میں امام احمد رضا نے اپنی کتاب "المحجۃ المؤتمنۃ" میں تحقیق و تدقیق غایت و نہایت کو پہنچادی ہے۔

منجملہ آیات حرمت استعانت میں ایک آیت یہ بھی پیش فرمائی۔

"لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء" [سورۃ آل عمران ۔ ۲۳]

مسلمان کافروں کو اپنا دوست (مددگار) نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا، اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا۔

پھر اس آیت کی تفسیر میں احادیث کی طرف رجوع فرمایا تو حدیثوں کا سیل رواں دکھائی دیتا ہے۔ پھر ہر حدیث کی تصحیح و تحسین، رجال احادیث کی توثیق و تعدیل، آپ کی بالغ نظری، استحضار کامل اور تفحص تام کا پتہ دیتی ہے۔ چند احادیث یہ ہیں۔

۸۔ عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : إن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خَرَجَ اِلٰی بَدْرٍ فَتَبِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَلَحِقَهُ عِنْدَ الْحَمْرَةِ فَقَالَ : اِنِّي اَرَدْتُ اَنْ اَتَّبِعَكَ وَ اُصِيْبَ مَعَكَ ، قَالَ : تُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ ؟

۷۔ کنز العمال للمتقی، ۳۲۲۶۹ ☆

۸۔ السنن لابن ماجہ، الجہاد، ۲۰۸/۲ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۲۱٤/۷

قَالَ: لَا، قَالَ: اِرْجِعْ، فَلَنْ نَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ، قَالَ: ثُمَّ لَحِقَهُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَفَرِحَ بِذٰلِكَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله تعالى عليه وسلم وَ كَانَ لَهُ قُوَّةٌ وَ جَلَدٌ۔ فَقَالَ: جِئْتُ لِأَتْبَعَكَ وَ أُصِيبَ مَعَكَ، قَالَ: تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: اِرْجِعْ، فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ، قَالَ: ثُمَّ لَحِقَهُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ: مِثْلَ ذٰلِكَ، قَالَ: تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَخَرَجَ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کو تشریف لے چلے، سنگستان وبرہ (کہ مدینہ طیبہ سے چار میل ہے) ایک شخص جسکی جرأت و بہادری مشہور تھی حاضر ہوا۔ صحابہ کرام اسے دیکھ کر خوش ہوئے۔ اس نے عرض کی: میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ حضور کے ہمراہ رکاب رہوں اور قریش سے جو مال ہاتھ لگے اس میں سے میں بھی پاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ، فرمایا: پلٹ جا، ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ چاہیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے۔ جب ذوالحلیفہ پہونچے (کہ مدینہ طیبہ سے چھ میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا، صحابہ کرام خوش ہوئے کہ واپس آیا، وہی پہلی بات عرض کی: حضور نے وہی جواب ارشاد فرمایا: کہ کیا تو اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ، فرمایا: واپس جا، ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے۔ جب وادی میں پہونچے وہ پھر آیا۔ صحابہ کرام خوش ہوئے۔ اس نے وہی عرض کی: حضور نے فرمایا: کیا تو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے؟ عرض کیا: ہاں، فرمایا: ہاں اب چلو۔

۹۔ **عن** حبيب بن يساف رضي الله تعالى عنه قال: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ وَجْهاً فَأَتَيْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنْ قَوْمِي، فَقُلْنَا: إِنَّا نَكْرَهُ أَنْ يَشْهَدَ قَوْمُنَا مَشْهَدًا وَ لَا نَشْهَدُهُ مَعَهُمْ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُمَا؟ فَقُلْنَا: لَا، قَالَ: فَإِنَّا لَا نَسْتَعِيْنُ بِالْمُشْرِكِيْنَ، قَالَ: فَأَسْلَمْنَا وَ شَهِدْنَا مَعَهُ، فَضَرَبَنِي رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى عَاتِقِي

۹۔ المعجم الكبير للطبرانى، ٤/٢٢٣ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ٣/٤٥٤
مجمع الزوائد للهيثمى، ٥/٣٠٢ ☆ التاريخ الكبير للبخارى، ١/٢٠٩

فَقَتَلْتُ رَجُلًا، وَ تَزَوَّجْتُ بِابْنَتِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَكَانَتْ تَقُولُ: لَا عَدِمْتَ رَجُلًا وَ شَحَكَ هٰذَا الوِشَاحُ، فَأَقُولُ لَهَا: لَا عَدِمْتِ رَجُلًا أَعْجَلَتْ أَبَاكِ إِلَى النَّارِ۔

حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک غزوہ (یعنی بدر) کو تشریف لئے جاتے تھے۔ میں اور میری قوم سے ایک شخص حاضر ہوئے، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ انصار سے ایک بڑا گروہ ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں مسلمان ہوئے؟ کہا: نہ، فرمایا: ہم تم مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔ اس پر ہم دونوں اسلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس شریک جہاد ہوئے۔ ایک مشرک نے میرے کاندھے پر وار کیا تو میں نے اسے قتل کرڈالا۔ پھر کچھ ایام بعد میں نے اسکی بیٹی سے شادی کرلی۔ وہ کہتی تھی: تم نے اپنی اس تلوار سے ایک مرد کو فنا کردیا، تو میں کہتا: میں نے فنا نہیں کیا بلکہ تیرے باپ کو جہنم میں جلدی بھیج دیا۔

۱۰۔ عن أبی حمید الساعدی رضی الله تعالیٰ عنه قال: خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا خَلَّفَ ثَنِيَّةَ الوِدَاعِ إِذَا كَتِيبَةٌ، قَالَ: مَنْ هٰؤُلَاءِ، قَالُوا: بَنِي قَينُقَاعٍ وَهُوَ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: أَسْلَمُوا؟ قَالُوا: لَا، بَلْ هُمْ عَلٰى دِينِهِمْ، قَالَ: قُلْ لَهُمْ: فَلْيَرْجِعُوا، فَإِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِالْمُشْرِكِينَ۔

المحجۃ المؤتمنہ ص ۶۲

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز احد تشریف لے چلے۔ جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری لشکر ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: یہ کون؟ عرض کی گئی: یہود بنی قینقاع قوم عبداللہ بن سلام۔ فرمایا: کیا اسلام لے آئے۔ عرض کی: نہ، وہ اپنے دین پر ہیں۔ فرمایا: ان سے کہہ دو لوٹ جائیں، ہم مشرکین سے مدد نہیں مانگتے۔

مثال سوم: حضور افضل المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضائل عطا

۱۰۔ السنن الکبری للبیہقی، ۹/ ۳۷

فرمائے، اس کا استقصاء واحاطہ ممکن نہیں۔ آپ کی عظمت شان اور فضیلت مقام کی گواہی قرآن کے ساتھ دیگر کتب آسمانی بھی دیتی ہیں۔ بلکہ ہر نبی ورسول کا وظیفہ ہمارے سرکار کے مناقب ومحامد رہا۔ اور ان سب سے ان کا عہد ومیثاق میں وعدہ لیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ سب اپنے اپنے زمانوں، شہروں اور قوموں میں اس کا اعلان کرتے آئے حتی کہ سیدنا حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام ان کے آخر میں آئے تو صاف اعلان فرمایا۔

"ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد" [سورۃ الصف۔٦]

قرآن سے آپ کی فضیلت کلیہ ثابت کرنے کے سلسلہ میں امام احمد رضا نے یہ آیت پیش فرمائی۔

" تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض " [سورۃ البقرۃ۔ ٢٥٣]

پھر اس کی صراحت اور مختلف النوع فضائل کا اثبات احادیث مبارکہ سے فرمایا، گویا یہ احادیث اس آیت کی تفسیر فرما رہی ہیں۔

بعض احادیث ملاحظہ کریں۔

۱۱۔ **عن** ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، وموسی نجیا و اتخذنی حبیبا، ثم قال: وعزتی و جلالی لا وثرن حبیبی علی خلیلی و نجی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل اور حضرت موسیٰ کو نجی کیا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! بے شک اپنے پیارے کو اپنے خلیل ونجی پر تفضیل دوں گا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔

۱۲۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

۱۱۔ کنز العمال للمتقی، ۳۱۸۹۳، ۱۱/۴۰۶ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۲/۲۳۱
اللآلی المصنوعۃ للسیوطی، ۱/۱۴۱ ☆ تنزیہ الشریعۃ لابن عراق، ۱/۳۲۳

۱۲۔ البدایۃ و النہایۃ لابن کثیر، ۶/۲۳۱ ☆ تاریخ دمشق لابن عساکر

تعالیٰ علیه وسلم: قال لی ربی عزوجل: نحلت ابراهیم خلتی، و کلمت موسی تکلیما، واعطیتك یا محمد کفاحا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا: میں نے ابراہیم کو اپنی خلت بخشی، اور موسیٰ سے کلام کیا، اور تجھے اے محمد! اپنا مواجہ عطا فرمایا کہ پاس آکر بے پردہ وحجاب میرا وجہ کریم دیکھا۔

۱۳۔ عن وهب بن منبه رضی الله تعالیٰ عنه قال: ان الله تعالیٰ اوحی فی الزبور، یا داؤد! انه سیاتی بعدك من اسمه احمد و محمد صادقا نبیا لا اغضب علیه ابدا، ولا یعصینی ابدا (الی قوله) امته امة رحمة اعطیتهم من النوافل مثل ما اعطیت الانبیاء، وافرضت علیهم الفرائض التی افترضت علی الانبیاء والمرسلین حتی یاتونی یوم القیامة و نورهم مثل نور الانبیاء (الی ان قال) یا داؤد! انی فضلت محمدا و امته علی الامم کلهم۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور مقدس میں وحی بھیجی، اے داؤد! عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمد و محمد ہے۔ میں کبھی اس سے ناراض نہ ہوں گا اور نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا۔ اس کی امت امت مرحومہ ہے۔ میں نے انہیں وہ نوافل عطا کیے جو پیغمبروں کو دیے۔ اور ان پر وہ احکام فرض ٹھہرائے جو انبیاء ورسل پر فرض تھے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ میرے پاس روز قیامت اس حال پر حاضر ہوں گے کہ ان کا نور مثل نور انبیاء کے ہوگا۔ اے داؤد میں نے محمد کو سب سے افضل کیا اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت بخشی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۴۔ عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله

۱۳۔ السنن الکبریٰ للبیهقی، ☆

۱۴۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۲/ ۴۱۲ ☆ مشکل الآثار للطحاوی، ۱/ ۴۵۱

السنن الکبریٰ للبیهقی، ۲/ ۴۳۲ ☆ دلائل النبوة للبیهقی، ۵/ ۴۷۲

تعالیٰ علیہ وسلم: فضلت علی الانبیاء بست ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام پر فضیلت دیا گیا۔

۱۵۔ **عن** عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان جبرئیل بشرنی بعشر لم یؤ تهن نبی قبلی ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

۱۶۔ **عن** ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انا اول من تنشق عنه الارض فأكسنى حلة من حلل الجنة، اقوم عن يمين العرش ليس احد من الخلائق يقوم ذلك المقام غيری ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لاؤنگا، پھر مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کی داہنی جانب ایسی جگہ کھڑا ہونگا جہاں تمام مخلوق الہی ہمیں کسی کو بار نہ ہوگا۔

۱۷ ۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اول من يكسى ابراهيم ثم يقعد مستقبل العرش ثم ادنى بكسوتی فلبستها فاقوم عن يمينه مقاما لا يقوم احد غيری يغبطنی فيه الاولون والآخرون ۔

۱۵۔ مجمع الزوائد للهيثمی، ۱۰/ ۱۶۰ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱۱/ ۳۶۳

۱۶۔ الصحيح لمسلم، باب تفضيل نبينا ﷺ ۔ ۲/ ۲۴۵

الجامع للترمذی، باب فضل النبی ﷺ ، ۲/ ۲۰۱

۱۷۔ الصحيح لمسلم، باب اثبات الشفاعة ، ۱/ ۱۱۲

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو جوڑا پہنایا جائیگا، وہ عرش کے سامنے بیٹھ جائینگے، پھر میری پوشاک حاضر کی جائیگی، میں پہنکر عرش کی دائیں جانب ایسی جگہ کھڑا ہونگا جہاں میرے سوا دوسرے کو بار نہ ہوگا، اگلے پچھلے مجھ پر رشک لے جائینگے۔

تجلی الیقین ۱۲۷

۱۸۔ **عن** انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: اتى باب الجنة يوم القيامة فاستفتح، فيقول الخازن: من انت؟ فاقول: محمد، صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فيقول: بك امرت لاافتح لاحد قبلك۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں روز قیامت در جنت پر تشریف لاکر کھلواؤنگا، داروغہ عرض کرے گا: کون ہے؟ میں فرماؤنگا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عرض کرے گا: مجھے حضور ہی کے واسطے حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔ طبرانی کی روایت میں ہے۔ داروغہ قیام کرکے عرض کرے گا۔ نہ میں حضور سے پہلے کسی کے لئے کھولوں، نہ حضور کے بعد کسی کے لئے قیام کروں۔

تجلی الیقین ۱۲۸

۱۹۔ **عن** ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: انا اول من يدخل الجنة ولا فخر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں رونق افروز ہونگا، اور کچھ فخر مقصود نہیں۔

تجلی الیقین ۱۲۸

۱۹۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۲/۱۴۴ ☆ اتحاف السادة للزبيدى، ۱۰/۴۹۱

كنز العمال للمتقى، ۳۲۰۴۸، ۱۱/۴۳۵ ☆ مجمع الزوائد للهيثمى، ۱۰/۶۵

تفسیر القرآن بآثار الصحابۃ والتابعین العظام

اس موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے تفسیری مباحث آپ کی تصانیف میں کثرت سے موجود ہیں۔ آپ جب کسی آیت کو موضوع سخن بناتے ہیں تو احادیث کریمہ کے بعد صحابہ کرام کے ارشادات اور تابعین عظام کے اقوال سے مطلب کی خوب خوب وضاحت فرماتے ہیں۔

کسی آیت کے منسوخ و محکم ہونے کا فیصلہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ یا تو دوسری آیات کے ذریعہ۔ یا احادیث کی روشنی میں۔ یا پھر آثار صحابہ و تابعین عظام سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ ایسی آیات جن کا مفہوم باہم متنافی ہو تو ظاھر ہے کہ ان کا مورد و مصداق بھی جداگانہ ہوگا۔ بصورت دیگر ایک آیت منسوخ اور دوسری ناسخ ہوگی اور ان چیزوں کا علم مندرجہ بالا طریقوں کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا نے ان تمام مباحث سے متعلق اپنی تصانیف میں بیش بہا اور قیمتی معلومات جمع کی ہیں۔ ان میں چند ہدیہ قارئین ہیں۔

مثال اول: ”لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجو کم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم، ان اللہ یحب المقسطین“

[سورۃ ممتحنہ۔ ۸]

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالے کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو۔ بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اولاً:۔ اس آیت کے تعلق سے آپ نے یہ بتایا کہ یہ آیت محکم ہے اور یہی اکثر اہل تاویل کا مسلک۔

فرماتے ہیں:

ایک آیہ کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی سب ان چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے۔ یعنی کریمہ ممتحنہ ”لا ینھکم اللہ الآیۃ“

اس میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں: اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالی

علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا:

ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں ممانعت نہیں۔

امام مجاھد تلمیذ اکبر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس ہی جھی جاتی ہے فرماتے ہیں: ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔

قول اکثر کی حجت حدیث بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے سیدتنا اسماء بنت ابیبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ھدایا لائی۔ انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو۔ جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی: اس پر آیہ کریمہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں۔ یہ واقعہ صلح ومعاہدہ کا ہے۔ خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا اور ماں باپ کے لئے مطلقاً ارشاد ہے۔

"وصاحبھما فی الدنیا معروفا" [سورۃ لقمان ۔ ۱۵]

دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قول امام مجاھد پر تو آیہ کریمہ سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے۔ اور نہ وہ اب کسی طرح قابل نسخ۔ اور قول سوم یعنی ارادہ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو تو ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد واتحاد منا رہے ہیں۔ وہ عورتیں بچے نہیں۔

قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد وذمہ کے لئے ہے۔ اور یہ ہی قول اکثر جمہور ہے۔ آیت کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں۔ لاجرم اکثر اہل تاویل اسے حق مانتے ہیں۔ اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیت

"لاینھکم" در بارۂ اہل ذمہ، اور آیت کا "ینھکم اللہ" حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بنا پر ہدایہ ودرر وغیرہما کتب معتمدہ نے فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے۔ اور حربی کے لئے باطل وحرام۔ کہ آیت "لا ینھکم اللہ" نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا۔ اور آیت "انما ینھکم اللہ" نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔ (فتاویٰ رضویہ جدید

ثانیاً:۔ امام احمد رضا نے اس آیت کو بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک منسوخ بتایا، اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی۔

آیت کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑیں۔ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال وغلظت سے منسوخ ہے۔اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے:۔

"ما رایت افضل من عطا" میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

وعبدالرحمن بن زید بن اسلم مولی امیر المومنین عمر فاروق اعظم۔

وقتادہ تلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالی عنھم۔نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔(فتاوی رضویہ جدید)

امام احمد رضا نے اس مطلب کے ثبوت میں تفسیر قرطبی، تفسیر جمل، تفسیر در منثور، تفسیر جامع البیان۔تفسیر ابوشیخ بن حبان۔تفسیر ابن

ابی حاتم، تفسیر ابوالسعود، تفسیر عنایت القاضی، تفسیر خطیب شربینی، اور تفسیر جلالین کے حوالے پیش فرمائے جو بلاشبہ آپ کی وسعت نظر کا عکاس ہیں۔

مثال دوم: تبذیر واسراف دو علیحدہ لفظ ہیں۔کیا دونوں کے معانی بھی جدا ہیں؟ یا ایک ہی معنی پر بولے جاتے ہیں۔امام احمد رضا کی تحقیقات اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

"قال اللہ تعالی: ولا تبذر تبذیرا" [سورۃ الاسراء ۔ ۲۶]

مال بیجا نہ اڑا۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

تبذیر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔

(۱) وہ اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صرف کرنا۔

اقول: یہ ہی صحیح ہے کہ یہ ہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس وعامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنھم کا قول مسند فریابی، سنن سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، ادب مفرد امام بخاری، تفسیر ابن جریر، تفسیر

ابن ابی حاتم، تفسیر ابن منذر، معجم کبیر طبرانی، مستدرک حاکم اور شعب ایمان امام بیہقی نے نقل فرمایا ہے۔ تفسیر ابن جریر میں اس کے لفظ یوں نقل فرمائے۔

"قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف" (۲۳)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔ یہ ہی اسراف ہے۔

اور دوسری سند سے یوں مروی ہے۔

"قال کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالی علیه وسلم نتحدث ان التبذیر النفقة فی غیر حقه" (۲۴)

حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم اصحاب محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تبذیر ناحق خرچ کو کہتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کا قول سنن سعید بن منصور، ادب مفرد امام بخاری۔ شعب الایمان امام بیہقی، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن منذر نے نقل کیا۔

"المبذر منفق فی غیر حقه" (۲۵)

مبذر ناحق خرچ ہے۔

ابن جریر میں ایک روایت ان سے یہ ہے "

لا تنفق فی الباطل فان المبذر ھو المسرف فی غیر حقه" (۲۶)

تو باطل میں خرچ نہ کر کہ مبذر ناحق خرچ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

وقال مجاھد: لو انفق انسان ماله فی الحق ما کان تبذیرا ولو انفق مداً فی الباطل کان تبذیرا" (۲۷)

اور امام مجاہد نے فرمایا: اگر انسان اپنا کل مال بھی حق میں خرچ کردے تب بھی تبذیر نہیں۔ اور اگر ایک مد بھی

باطل میں خرچ کرے تو یہ تبذیر ہے۔

نیز قتادہ سے راوی۔

"التبذیر نفقة فی معصیة اللہ تعالی وفی غیر الحق وفی الفساد" (۲۸)

تبذیر اللہ کی نافرمانی میں خرچ کو کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حق میں اور فساد میں خرچ

کرنا تبذیر ہے۔

(۲) ان دونوں میں فرق ہے۔ تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے،
ابن جریر عبد الرحمن بن زید بن اسلم مولی امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے
راوی۔

''لا تبذر تبذیرا لا تعط فی المعاصی''(۲۹)

تبذیر معاصی میں خرچ کرنا۔

اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل
،اور عبث مطلقاً گناہ نہیں، تو از آنجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا، مگر جس میں
صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا۔ اور عبارت
''لا تعط فی المعاصی'' کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو۔ بالجملہ تبذیر کے
مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم معصیت لازم =

مثال سوم = قال اللہ تعالیٰ: سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود "
[سورۃ الفتح ۔ ۲۹]

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں: کہ صحابہ و تابعین سے اس نشانی کی تفسیر میں چار قول ماثور
ہیں۔

قول اول = وہ نور کہ روز قیامت ان کے چہروں پر برکت سجدہ سے ہوگا۔
یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، امام حسن بصری، عطیہ عوفی، خالد حنفی اور مقاتل بن حیان .
سے ہے۔

قول دوم = خشوع و خضوع و روش نیک جس کے آثار صالحین کے چہروں پر دنیا میں
ہی بے تصنع ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور امام مجاہد سے ہے۔
قول سوم = چہرہ کے زردی کہ قیام اللیل و شب بیداری میں پیدا ہوتی ہے۔
یہ امام حسن بصری، ضحاک، عکرمہ اور شمر بن عطیہ سے۔

قول چہارم = وضو کی تری اور خاک کا اثر کے زمین پر سجدہ کرنے سے ماتھے اور ناک پر مٹی لگ جاتی ہے۔ یہ امام سعید بن جبیر اور عکرمہ سے ہے۔

ان میں پہلے دو قول اقوی واقدم ہیں کہ دونوں خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث سے مروی ہیں۔ اور سب سے قوی ومقدم پہلا قول ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد سے بسند حسن ثابت ہے۔

رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط والصغیر وابن مردویہ عن ابیبن کعب رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی قولہ عز وجل: سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود وقال :النور یوم القیامۃ "

ولہذا امام جلال الدین محلی نے جلالین میں اسی پر اقتصار کیا۔

قول سوم میں قدرِ ضعف ہے کہ وہ اثر بیداری ہے نہ اثر سجود۔ ہاں بیداری بغرض سجود ہے۔

اور چہارم سب سے ضعیف تر ہے۔ وضو کا پانی اثر سجود نہیں۔ اور مٹی بعد نماز چھڑا دینے کا حکم ہے۔ یہ سیما ونشانی ہوتی تو زائل نہ کی جاتی۔ امید ہے کہ سعید بن جبیر سے اس کا ثبوت نہ ہو

بہر حال یہ سیاہ دھبہ کہ بعض کے ماتھے پر کثرت سجود سے پڑتا ہے تفاسیر ماثورہ میں اس کا پتہ نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن عباس وسائب بن یزید ومجاہد رضی اللہ تعالی عنھم سے اس کا انکار ماثور۔ طبرانی نے معجم کبیر اور بیہقی نے سنن میں حمری بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے۔

میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنھما کے پاس حاضر تھا، اتنے میں ایک شخص آیا جس کے چہرہ پر سجدہ کا داغ تھا۔ سائب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: لقد افسد ھذا وجھہ اما واللہ ماھی السیما التی سمی اللہ ولقد صلیت علی جبھتی منذ ثمانین سنۃ ما اثر السجود بینی عینی" بیشک اس شخص نے اپنا چہرہ بگاڑ لیا۔ سنتے ہو خدا کی قسم یہ وہ نشانی نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ میں اسی (۸۰) برس سے نماز پڑھتا ہوں میرے ماتھے پر داغ نہ ہوا۔

سعید ابن منصور وعبد بن حمید وابن نصر وابن جریر نے مجاھد سے روایت کی اور یہ سیاق اخیر ہے۔

"حدثنا ابن حمید ثنا جریر ابن منصور ان مجاھدا فی قوله تعالیٰ: سیما هم فی وجوههم من اثر السجود وقال: هو الخشوع فقلت: هو اثر السجود فقال: انه یکون بین عینیه مثل رکبة العنز وهو کما شاء الله"

یعنی منصور بن المعتمر کہتے ہیں امام مجاھد نے فرمایا: اس نشانی سے خشوع مراد ہے ۔میں نے کہا بلکہ داغ جو سجدہ سے پڑتا ہے فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا، اور باطن میں ویسا ہے جیسی اس کے لئے خدا کی مشیت ہوئی یعنی یہ دھبہ تو منافق بھی ڈال سکتا ہے۔

ابن جریر نے بطریقہ مجاھد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا:

"اما انه لیس بالذی ترون ولکنه سیما الاسلام ومجیته وسمته وخشوعه"

خبردار یہ وہ نہیں جو تم لوگ سمجھتے ہو بلکہ یہ اسلام کا نور، اس کی خصلت، اس کی روش، اس کا خشوع ہے۔

بلکہ تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات سلیمانیہ میں ہے۔ "قال البقائی ولا یظن ان من السیما ما یصنعه بعضه المرائین من اثر هیائة سجود فی جبهته فان ذالك من سیما الخوارج وعن ابن عباس عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه قال لأ بغض الرجل واکرهه اذا رأیت بین عینیه اثر السجود"

یعنی یہ نشان سجدہ جو بعض ریاکار اپنے ماتھے پر بنا لیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں ہے ۔یہ خارجیوں کی نشانی ہے اور ابن عباس سے روایت مرفوع آئی کہ میں آدمی کو دشمن و مکروہ رکھتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دیکھتا ہوں۔

اقول: اس روایت کا حال اللہ جانے اور بفرض ثبوت وہ اس پر محمول جو دکھاوے کے لئے ماتھے اور ناک کی مٹی نہ چھڑائے کہ لوگ جانیں کہ یہ ساجدین سے ہے اور وہ انکار بھی سب اسی صورت ریا کی طرف راجع، ورنہ کثرت سجود یقیناً محمود اور ماتھے پر اس سے نشان خود بن جانا ،نہ اس کا روکنا اس کی قدرت میں ہے نہ زائل کرنا، نہ اس کی اس میں کوئی نیت فاسد ہے۔ تو اس

پر انکار نا مقصور اور مذمت نا ممکن بلکہ وہ من جانب اللہ اس کے عمل حسن کا نشان اس کے چہرے پر ہے۔ تو زیر آیہ کریمہ " سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود "داخل ہوسکتا ہے کہ جو معنی فی نفسہ صحیح ہو اور اس پر دلالت لفظ مستقیم اسے معانی آیات قرآنیہ سے قرار دے سکتے ہیں "کما صرح بہ الامام حجۃ الاسلام وعلیہ درج عامۃ المفسرین الاعلام"

اب یہ نشان اسی محمود و مسعود نشانی میں داخل ہوگا جس کی تعریف اس آیت کریمہ میں ہے۔ کہ بلاشبہ یہ امر جس طور پر ہم نے تقریر کی فی نفسہ عمل حسن سے ناشی اور اس کی نشانی اور الفاظ آیت کریمہ میں اسکی گنجائش ہے۔ لاجرم تفسیر نیشا پوری میں اسے بھی آیت میں برابر کا محتمل رکھا۔ تفسیر کبیر میں اسے بھی تفسیر آیت میں ایک قول بتایا۔ کشاف وارشاد العقل میں اسی پر اعتماد کیا۔ بیضاوی نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور اس کے جائز بلکہ محمود ہونے کو اتنا بس ہے کہ سیدنا امام سجاد زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی رضی اللہ تعالی عنھم کی پیشانی نورانی پر سجدہ کا یہ نشان تھا
(فتاویٰ افریقہ ص ۷۳)

تفسیر القرآن باللغات العربیہ والقواعد الاسلامیہ

علوم عربیہ اور قواعد اسلامیہ کے میدان میں امام احمد رضا اجتہادی شان کے مالک تھے، بہت سے اصول وقواعد کے تعلق سے آپ نے مستقل کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف میں لسانی علوم اور فنی قوانین وضوابط کے مناظر شمار سے باہر ہیں۔ علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں میں دستگاہ کامل اور ید طولی رکھتے تھے۔

نحوی وصرفی قواعد، معانی وبیان وبدیع، اصول تفسیر وحدیث وفقہ وغیرہا تمام علوم وفنون کی وضع ہی قرآن وحدیث کے افہام وتفہیم کے لئے ہوئی۔ اور مفسرین ومحدثین، فقہا ومجتہدین نے علوم ومعارف کے جو دریا بہائے وہ انہیں علوم کی مرہون منت ہیں۔

لہذا تفسیر قرآن کے وقت ان کو پیش نظر رکھنا ضروری اور اہم ہے۔

امام احمد رضا اس زاویہ نگاہ سے جب تفسیر قرآن پیش فرماتے ہیں تو وجوہ قرآن سے حجاب اٹھتے نظر آتے ہیں۔ اور کلام الہی کی اعجازی شان نمایاں ہوتی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ

کیجئے اور اپنی مشام جان وروح ایمان کو معطر ومنور کیجئے۔

مثال اول :۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو انبیاء ومرسلین کے درمیان جو امتیازی شان حاصل ہے وہ قرآن کریم کی ہر ہر سورت سے عیاں ہے۔ اور آپ کی شان والا کا جو اہتمام منظور خدا ہے وہ پورے قرآن سے جلوہ فشاں ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"واذا اخذ اللہ میثا ق النبیین لما آتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال أأقررتم وأخذتکم علی ذلکم اصری قالوا أقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون" [سورۃ آل عمران ۔ ۸۱۔ ۸۲]

اور یاد کرو اے محبوب! جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف

لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا:

کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا، فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اب امام احمد رضا کا ایمان افروز تفسیری بیان ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق = پھر دیکھنا یہ ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان فرمایا ہے۔ اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اولاً = انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء معصومین ہیں، زنہار حکم الہی کا خلاف ان سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک وتعالی بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا۔ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ ان سے عہد وپیمان لیا۔ یہ عہد، عہد 'الست بربکم'، کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمۂ طیبہ میں "لا الہ الا اللہ"، کے ساتھ "محمد رسول اللہ" تا کہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الہیہ کا اذعان ہے۔

پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان۔ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وبارک وشرف وجل وعظم۔

ثانیاً = اس عہد کو لام قسم سے موکد فرمایا۔ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ "جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔

امام سبکی فرماتے ہیں: شاید سوگند بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً = نون تاکید۔

رابعاً = وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقل تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامساً = یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں: ااقررتم " کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو یعنی کمال تعجیل وتجیل مقصود ہے۔

سادساً = اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ واخذتم علی ذلکم اصری " خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً = 'علیہ یا علی ہذا' کی جگہ علی ذلکم، فرمایا کہ بُعد اشارت دلیل عظمت ہو۔

ثامناً = اور ترقی ہوئی کہ 'فاشہدوا' ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ! اقرار کر کے مکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً = کمال یہ ہے کہ فقط ان گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی، بلکہ ارشاد (فرمایا) " وانا معکم من الشھدین " میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشراً = سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی " فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون " اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ اللہ! یہ وہی اعتنائے تام اور اہتمام تمام ہے جو باری تعالی کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے۔

"ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم کذلک نجزی

الظالمین" [سورۃ الانبیاء ۔ ۲۹ ۔]

اوران میں جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی جزاء دیں گے، ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں: جس طرح ہمیں ایمان کے جزءاول "لا الہ الا اللہ" کا اہتمام ہے یوں ہی جزءدوم "محمد رسول اللہ" سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سرنہیں پھیر سکتے، اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول اور مقتدا کہ انبیاء ومرسلین بھی اس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔ والحمد لله رب العالمین وصلى الله على سيد المرسلين محمد و آله وصحبه اجمعين ۔

اس سے بڑھکر حضور کی سیادت عامہ وفضیلت تامہ پر کون سی دلیل درکار ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ = (تجلی الیقین ص)

مثال دوم = اللہ رب العزت جل جلالہ سچا ہے اور اس کی ہر صفت ازلی وابدی ہے۔ اس کے کلام میں شائبہ کذب کو ہرگز دخل نہیں۔ امام احمد رضا نے قواعد اسلامیہ کی روشنی میں آنے والی آیت کریمہ سے اللہ جل مجدہ کے لئے بروجہ کمال صفت صدق کا ثبوت مانا اور کذب کو باری تعالیٰ کے لئے محال عقلی ثابت فرمایا۔ حالانکہ عموماً لوگ اس آیت کو صفت صدق کے ثبوت کے لئے تو سمجھتے ہیں لیکن کذب کے محال عقلی ہونے پر اس آیت کریمہ سے استدلال ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ومن اصدق من الله قيلا " [سورۃ الانبیاء ۔ ۱۲۲]

اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

اب امام احمد رضا کی تفسیر وتحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

اقول وباللہ التوفیق =

آیہ کریمہ نص جلی کہ کذب الٰہی محال عقلی ہے۔ وجہ دلالت سنئے!

خادم تفسیر وحدیث وواقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات اگر چہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃ تفضیل ونفی برتر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔

"ومن احسن من الله صبغة" [سورۃ البقرۃ ـ ۱۳۸]

یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے۔

"ومن احسن قولاً ممن دعا الی الله" [سورۃ حم السجدۃ ـ ۳۳]

اوراس سے زیادہ کس کی بات اچھی جواللہ کی طرف بلائے۔یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔

تولاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولیٰ عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کوکسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا۔اور ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہ اصلاً قابل تشکیک نہیں۔کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں۔سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں۔اگرذرا بھی فرق ہواتوسرے سے سچ ہی نہ رہا۔اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا۔یہ معنی اگرچہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی وتنبیہ ہوتی ہے۔

قرآن عظیم نے فرمایا: محمد رسول الله"

اورہم بھی کہتے ہیں۔محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کیاوہ جملہ کہ قرآن میں آیازیادہ مطابق واقع ہے،اورہم نے جوکہا کم مطابق واقع ہے۔حاشاکوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا۔یامتعدد باتوں میں دیکھئے تویوں نظر کیجئے۔

فرقان عزیز نے فرمایا:

"وحمله وفصاله ثلثون شهراً" [سورۃ الاحقاف ـ ۱۵]

اوراسے اٹھائے پھرنااوراس کا دودھ چھڑاناتیس مہینہ میں ہے۔

ہم کہتے ہیں" لا اله الا لله الملك الحق المبين"۔

اللہ کے سواکوئی معبود نہیں وہی مالک حق واضح ہے۔

کیاوہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنااوردودھ چھوٹناتیس مہینہ میں ہے،زیادہ سچاہے؟ اوراس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سواکوئی سچامعبود نہیں معاذاللہ کچھ کمی ہے؟

تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقت للواقع غیر معقول ہے۔ ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور، اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود ومعتبر۔ جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے، مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے، یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول ہوا گر وہی بعینہ رسول سے ثابت ہو جائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور پیدا کرے گا کی ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا۔ اگر چہ بات حرف بحرف ہے۔

دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا۔ مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے۔ یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے۔ اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر کی طرف راجع۔ کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پوری ہوگی۔

جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک ومنزہ ہے۔ کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی۔ اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دل میں لائیں۔

اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہت بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر مخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگر چہ بنظر نفس ذات مخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں۔ مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا۔

"کما حققه فی المواقف وشرحها واشار الیه فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرهما"

اسے پیش نظر رکھکر کہ کلام باری تعالیٰ کی طرف چلئے۔ امکان کذب ماننے کے بعد غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلہ ہونگے، جیسا کہ احتمال کذب یعنی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک، اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الٰہی میں بھی باقی۔ پھر کلام الٰہی کا سب کلا

موں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقاً بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفاد آیہ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت " وقا یت اللـہ لھم دا مت "۔ یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولیٰ جل وعلا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کے، کہ احتمال کذب کا امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص۔ محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہوجائے۔ عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت۔ اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن و درخشندہ صادق آیا کہ " ومن اصدق من اللہ قیلا ۔ اور "العزۃ للہ" کیوں نہ صادق آئے کہ آخر" ومن اصدق من اللہ حدیثا "

یہ دیکھو یہ منشا تھا علما کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن۔ والحمد للہ رب العالمیں ۔

(فتاوی رضویہ جدید)

مثال سوم = قال اللہ تعالی : وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا ۔ لا مبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم"۔ [سورۃ الانعام ۔ ۱۱۰]

اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:۔ صدق قائل کے لئے درجات ہیں۔ اور باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق وعدل پر ہے جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں۔ اخبار ومواعید صدق کے اعتبار سے۔ اور قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔

پھر امام احمد رضا نے صدق قائل کے سات درجات شمار فرمائے جن کی تلخیص اس طرح ہے۔

درجہ اول = روایات وشھادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو۔ اور مخاطبات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روا نہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا۔ مگر

مزاحایاعبثاً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے۔نہ سننے والا یقین لا سکے۔
مثلاً آج زید نے منوں کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے۔ایسا شخص کاذب نہ گنا جائے گا۔یا۔مردود الروایۃ نہ ہوگا۔تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع۔
اگر چہ نفس کلام میں حکایت واقع، مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع۔

درجہ دوم = ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے۔مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو۔جس طرح قصائد کی تشبیبیں۔ع

"بانت سعاد فقلبہیالیوم متبول" سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔
سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی، نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالی عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی، نہ یہ اس کے فراق میں مجروح۔محض خیالات شاعرانہ ہیں مگر نہ فضول بحث، کہ تشحید خاطر وتشویق سامع وترقیق قلب وتزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں۔تاہم از انجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے، ارشاد فرمایا گیا۔

"وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ" [سورۃ یٰس۔۶۹]

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

درجہ سوم = ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں،، منطق الطیر کی روایتیں۔اگر چہ نصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود۔ولہذا قرآن عظیم کو " اساطیر الاولین "(پہلوں کے قصے) کہنا کفر ہوا۔جیسے آج کل کے بعض کفار لیام، مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام، دعوی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے، شیطان وملک کے افسانے، سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں۔" تعالی اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا۔

درجہ چہارم = ہرقسم حکایت بے محکی عنہ کے تعمد سے اجتناب کلی کرے اگر چہ برائے سہو وخطا حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو۔یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ پنجم = اللہ عزوجل سہواً وخطاً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی

باقی ہو۔ یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے۔ کہ حدیث شریف میں ہے:

"ان اللہ تعالی یکرہ فوق سمائہ ان یخطاء ابو بکر الصدیق فی الارض،

اللہ تعالی آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ زمین پر غلطی کریں۔

درجہ ہفتم = معصوم من اللہ ومؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے، مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو۔

یہ رتبہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ہشتم = کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو۔ بلکہ اس کی عظمت جلیلہ وجلالیت عظیمہ بالذات کذت وغلط کی نافی ومنافی ہو، اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گرد لوث کا گزر محال عقلی۔ یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں۔ اب آیہ کریمہ ارشاد فرما رہی ہے۔ کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلی درجہ منتہی پر ہے۔ تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور ظلم وخلاف عدل باجماع اہل سنت محال عقلی ہے، یوں ہی صدور کذب وخلاف صدق بھی عقلاً ممتنع ہو۔ ورنہ صدق الہی غایت ونہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کا مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہو گا۔ یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف۔ فثبت المقصود والحمد للہ العلی الودود۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴)

مثال چہارم = تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل"۔

[سورۃ ال عمران۔ ۲۷]

امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ نماز مغرب کا وقت افق شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معا ہو جاتا ہے۔ یا جب سیاہی بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔

آپ نے قرآن حکیم کی اس آیت سے وقت مغرب کے سلسلہ میں ایسا منفرد اور اچھوتا استدلال فرمایا کہ ہر قاری کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ قلوب واذھان منور ومجلی۔

اصول وقواعد سے مملو تفسیر وتوضیح ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں۔

افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے، سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی غربیہ کا غروب بہت بعد ہوتا ہے۔ آفتاب مرتفع ہو جاتا ہے اس وقت تک سواد مرئی رہتا ہے۔ اس پر عیان وبیان وبرھان سب شاہد عدل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لیس الخبر کالمعاینہ"

خبر شاہد کی طرح نہیں۔

جسے شک ہو طلوع وغروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے، جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں۔

کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ۔

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو اس آیہ کریمہ کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں۔ رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے، ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔

کیونکہ ایک چیز دوسری چیز میں اسی وقت داخل ہو سکتی ہے جب دونوں موجود ہوں۔ نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل ونہار بمعنی رات اور دن آپس میں متضاد ہیں۔ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو مجازی معنی مراد لینا ضروری۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو فقیر نے بیان کیا۔ کہ لیل سے مراد تاریکی اور نہار اپنے معنی حقیقی میں۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوگا اور مجاز کی ضرورت سے زیادہ ضرورت نہیں ہوگی۔ اور اس کا عکس بھی ممکن کہ نہار سے مراد سورج کی شعاعیں اور لیل اپنے معنی حقیقی میں۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات بھی باقی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفق

احمر وابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے۔

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

" اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم ۔

جب ادھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا۔

لیل سے مراد سیاہی اور نہار سے مقصود ضوء۔ " فان الاقبال من ههنا والادبار من ههنا انما يكون لهما " کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور ادھر جاتی ہیں۔

تیسیر میں ہے:

"اذااقبل الليل يعني ظلمته وادبر النهار اى ضوءه۔

عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے تینوں لفظ اسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ پہلے سیاہی اٹھتی ہے، اس وقت تک اگر افق صاف اور غبار وبخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی ہے بلکہ قلل جبال واعالی اغصان تشجر پر عکس ڈالتی ہے، پھر جب قرص چھپنے پر آیا تکاثف بخرہ افقیہ وکثرت بعد عن الابصار، وطول مرور شعاع البصر فی ثخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بے تکلف۔ اس معنی پر بحمدہ اللہ تعالی انتظام کلام اسی اعلی جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کو شایاں وبجا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید)

مآخذ ومراجع

(۱) التفسیر والمفسرون
(۲) البرہان فی علوم القرآن
(۳) نزہۃ الخواطر
(۴) خطبہ صدارت ناگپور
(۵) کلمۂ آغاز شمولہ فتاوی رضویہ جدید جلد اول
(۶) امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں
(۷) سالنامہ معارف رضا کراچی
(۸) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
(۹) جامع الاحادیث جلد چہارم
(۱۰) فتاوی رضویہ جدید چہاردہم
(۱۱) تفسیر ابن جریر
(۱۲) فتاوی رضویہ جدید پانژدہم
(۱۳) فتاوی افریقہ
(۱۴) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
(۱۵) فتاوی رضویہ جدید چہاردہم
(۱۶) کنز العمال
(۱۷) الجامع الصغیر
(۱۸) الجامع للترمذی
(۱۹) فتاوی رضویہ جدید

کتاب التفسیر

سورۃ الفاتحۃ
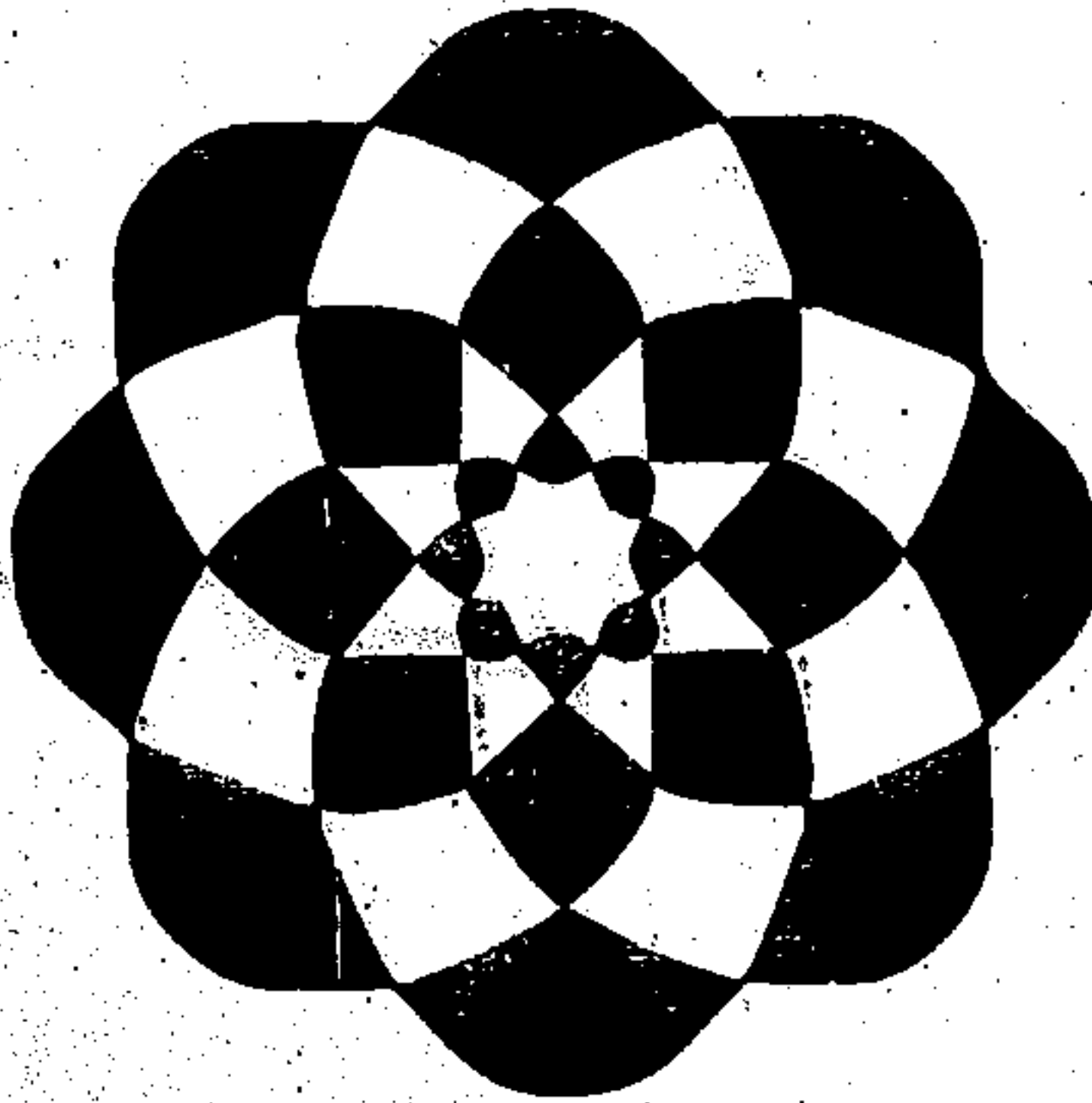
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ☆ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ☆ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ☆ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ☆

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان کا۔ بہت مہربان رحمت والا۔ روز جزا کا مالک۔ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رحمٰن اللہ عزوجل کا خاص نام ہے، ان ناموں میں سے جن کا دوسرے پر اطلاق حرام بلکہ علماء نے کفر لکھا ہے۔ جیسے، قیوم، رحمٰن، قدوس۔ لوگ عبدالرحمٰن، عبدالقیوم، عبدالقدوس، نام رکھتے ہیں اور یہ بہت اچھے نام ہیں مگر پکارنے میں تخفیف کے لئے لفظ عبد کو حذف کرکے نرے اسمائے الٰہیہ پکارتے ہیں۔ عبدالرحمٰن کو رحمٰن، عبدالقیوم کو قیوم، یہ سخت حرام ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

رحیم کا اطلاق مخلوق پر بھی آتا ہے، تمام جہان سے بڑھ کر رحیم حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تمام عالم پر ان کی رحمت ہے اور خصوصیت سے مسلمانوں کے ساتھ تو "رؤف و رحیم" ہیں۔ مگر اسمائے الٰہیہ سے جن ناموں کا اطلاق اس کے بندوں پر بھی آتا ہے جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نے سمیع، بصیر، علیم، غفور، رؤف، رحیم، حلیم، کریم اور ان کے سوا ستر کے قریب اپنے اسمائے حسنیٰ سے عطا کئے، حاشا یہ شرکت معنیٰ نہیں اللہ عزوجل پاک ہے اس سے کہ کوئی کسی بات میں اس کا شریک ہوسکے، ذات وصفات تمام

احکام سب میں وحدہ لاشریک لہ ہے۔یہ اس کی صفات کریمہ کی تجلیاں ہیں کہ جو اس نے اپنے خاصوں پر فرمائیں۔

یہ سورت کریمہ قرآن مجید کا خطبہ ہے۔مولیٰ عزوجل نے بندوں کو اس میں اپنی حمد وثناء ودعا تعلیم فرمائی اور انہیں کی زبان میں ان سے اشارہ کیا کہ خالص غرض عبادت رہے،اور اس میں جمیع مقاصد قرآن مجید کو جمع فرمادیا۔کتابیں اتارنا،رسولوں کا بھیجنا دو باتوں کے لئے ہے،تصحیح ایمان واخلاص اعمال،مدار ایمان اللہ عزوجل کی توحید اور اس کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت ہے۔اور اخلاص اعمال خاص اس کی عبادت ہے۔

پہلی تین آیتوں میں جزواول یعنی توحید اور پانچویں چھٹی میں جزودوم اور ساتویں میں سوم،باقی چوتھی آیت کہ وسط میں رہی اعمال کے لئے ہے۔توحید بغیر تصدیق رسالت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول نہیں۔بہتیرے کافر لا الہ الااللہ کہا کرتے تھے محمد رسول اللہ نہ ماننے سے ابدی جہنمی ہوئے۔

لہٰذا جزودوم سے پہلے جس میں اس کی تصریح ہے جزواول ہی نے اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔اپنی کتاب کریم حمد سے شروع فرمائی جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص نسبت ہے۔وہ محمد ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،تمام جہان سے زیادہ حمد کیے گئے۔اولین و آخرین ان کے حامد ہیں۔اللہ عزوجل نے جیسی ان کی حمد فرمائی کسی کی نہ فرمائی۔وہ احمد ہیں تمام جہاں سے زیادہ حمد کرنے والے۔اللہ عزوجل کی جیسی حمد انہوں نے فرمائی کسی سے نہ ہوئی۔وہ حامد ہیں،حمید ہیں،محمود ہیں،نبی الحمد ہیں،ان کا مقام مقام محمود ہے،ان کا نشان لواء الحمد ہے۔توریت مقدس میں ان کی امت کا نام حمادین ہے،ہر طرح سے حمد کو ان سے نسبت ہے اور ان کو حمد سے،صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔تو اسی لفظ سے ابتداء فرمائی گئی کہ ذات وصفات کریمہ کی طرف اشارہ ہو۔گویا اشارہ ہوتا ہے تمام حمد کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیں اور کریں گے جمیع محامد اولین وآخرین کو شامل اور ان سے اعلیٰ واکمل ہیں اور تمام حمدیں کہ اولین و آخرین نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیں اور کریں گے،ان سب کا مرجع کون ہے؟اللہ کہ ذات جامع جمیع کمالات کا علم ہے،جس کے مظہر اتم واکمل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔انبیاء واولیاء جہان وجہانیاں مظہر اسماء صفات ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مظہر ذات رب العالمین۔ سارے جہان کی پرورش فرمانے والا جس نے اپنے فیض کا واسطہ مطلق اور اپنی بارگاہ کا خلیفہ اعظم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا اور دین و دنیا میں، اولیٰ واخریٰ میں جو نعمت جو رحمت کسی کو پہنچی یا پہنچے گی ان کے دست اقدس سے پہنچائی کہ بے اس وسیلہ مطلقہ کے خلق کا کیا منہ تھا کہ ایک ذرہ اس بارگاہ بے نیاز سے بلا واسطہ مستفیض ہوتا۔

الرحمن ۔ دنیا میں بڑی رحمت والا، جس نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمت للعالمین کر کے بھیجا۔

الرحیم۔ آخرت میں کمال مہربان جس نے گنہگاروں کی شفاعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھی۔ جو بالمؤ منین رؤ ف رحیم ہیں۔

مالک یوم الدین ۔ انصاف کے دن کا مالک، جس نے جنت و دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رکھیں۔ جب ہر طرح سے استحقاق حمد اسی کو ثابت ہو لیا کہ کسی کے کمال ذاتی کے لئے حمد کیجئے تو وہ اللہ ہے جامع جمیع کمالات، اس لئے حمد کیجئے کہ وہ ہمارا مولیٰ ہمارا پالنے والا ہے تو وہ رب العالمین ہے، اور اگر اس لئے کہ فی الحال اس سے نفع پہنچتا ہے تو وہ رحمن ہے، اور اگر نفع آئندہ کی امید پر تو وہ رحیم ہے، اور اگر سزا کے خوف سے تو وہ مالک یوم الدین ہے۔ یہی وجوہ حمد ہیں اور سب اسی کے لئے۔ لہٰذا اس کا مستحق عبادت ہونا برہان قطعی سے ثابت ہو کر عرض کراتا ہے۔

ایاک نعبد: ہم تجھی کو پوجتے ہیں۔ ہم تجھی کو پوجتے ہیں اس میں شان دعویٰ نکلتی ہے، لہٰذا اپنے دعویٰ میں اپنے حول وقوت سے برأت کر کے اسی کی طرف رجوع لاتے ہیں۔

وایاک نستعین: ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ بے تیری مدد کے نہ ہم عبادت کر سکیں نہ کچھ اس میں اس وہم کا شائبہ تھا کہ بلا وساطت اللہ عزوجل سے استعانت کرنا ہے۔ اور اس کا حکم ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ میری طرف وسیلہ چاہو۔

لہٰذا وسیلہ عظمیٰ کی طرف رجوع کراتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم:۔ ہمیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے دونوں یاروں کی سچی معرفت عطا فرما۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

الصراط المستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصاحباہ ابو بکر و عمر ۔

صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور ان کے دونوں رفیق ابو بکر اور عمر رضی اللہ

تعالی عنہما۔

آگے تمام وسائل کی تعلیم کرتا ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم: راہ ان کی جن پر تو نے احسان کیا۔ وہ کون ہیں نبیین، صدیقین، شہدا، صالحین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔ پھر یہ جان کر کہ اس راہ میں چور اور راہزن بکثرت ہیں ان سے پناہ ملنے کی دعا کرتا ہے۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

نہ ان کی جن پر تیرا غضب ہے نہ گمراہوں کی۔ اب اس کا ایمان علما وعملا ہر طرح کامل ہوگیا۔

ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔

ہم تجھ کو پوجیں یہ حصہ مطلق ہے، اصالۃ یا وساطۃ کوئی غیر خدا کسی طرح مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اگرچہ اسے وسیلہ ٹھہرا کر پوجتے ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا رد فرمایا اور انہیں مشرک ہی ٹھہرایا۔ اور دوسرا حصہ ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ حصر حقیقت ہے۔ یعنی حقیقۃ مدد تجھی سے ہے۔ اگر دوسرے کو مستقل بالذات سمجھ کر اس سے مدد مانگی جائے تو ضرور مشرک ہے اور بارگاہ الہی میں وسیلہ جان کر تو بیشک جائز و مستحسن بلکہ خود قرآن مجید میں اس کا حکم ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں: غیر سے ایسی استعانت انبیاء واولیاء نے کی ہے۔ اس کی مثال پہلی آیت ہے کہ حمد کا حصر اللہ عزوجل کے لئے فرمایا یعنی حقیقی ذاتی کمال اسی کیلئے۔ اور اپنے نبی کریم کا نام محمد رکھا، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ یعنی بکثرت بار حمد کئے گئے اور قیامت میں ان کے مقام کا نام مقام محمود رکھا۔ تو اولین وآخرین میں حضور کے لئے حمد ہے۔

توریت مقدس میں ہے:

امتلأت الارض من تحمید احمد و تقدیسه ملك الارض ورقاب الامم

زمین بھر گئی احمد کی حمد اور تقدیس سے، احمد ساری زمین کا مالک اور تمام امتوں کی گردنیں اس کی ملک ہیں، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

یہ حمد وملک عطائی ہیں اور اللہ عزوجل کے لئے ذاتی، تو اس میں حصر ان کے لئے ثبوت کا منافی نہیں۔ یونہی اعانت واستعانت۔

قرآن فرماتا ہے: و تعاونوا علی البر والتقوی ۔
نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔
اگر دوسرا مدد نہیں کرسکتا تو یہ حکم کس لئے۔

حدیث میں ہے: اذا اراد احدکم عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی! یا عباد اللہ اعینونی! یا عباد اللہ اعینونی !۔

جب تم میں سے کوئی مدد چاہے تو یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو!۔

اور اس کی یہ تاویل کہ وہاں کچھ اولیاء زندہ نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، یہ ان سے مدد کو فرمایا ہے محض نادانی ہے۔ دوسرے سے مدد مانگنا اگر شرک ہو تو شرک میں مردے اور زندے سب برابر۔ کیا زندے خدا کے شریک ہو سکتے ہیں؟ اور اولیاء مردہ نہیں کہے جاتے وہ بعد وفات بھی زندہ ہیں، قرآن مجید سے اس کا ثبوت آگے مذکور ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم ۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔

اور حدیث سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصدیق وفاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تو سورۂ فاتحہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد پر مشتمل ہے اور شریعت مطہرہ نے نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب یا کم از کم سنت کیا اور ہر قعدہ میں التحیات واجب فرمائی جس کے اول میں حمد الٰہی کے بعد السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ۔

اور آخر میں شہادت و توحید کا ذکر ہے:

و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سب سے خاص تر بندے اور رسول ہیں ۔

پھر ہر اخیر قعدہ میں اس کے بعد درود کا حکم ہے، یہ ہمارے نزدیک سنت اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض ہے۔ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں ۔ غرض نماز از اول تا آخر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد سے معمور اور مالا مال ہے۔

وہابیہ کا امام اسماعیل دہلوی اپنی کتاب مسمّٰی بہ "صراط مستقیم" میں نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانے کو معاذ اللہ سخت ملعون الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ شریعت مطہرہ کا منکر نہایت گستاخ اور ضال ہے۔ سورہ فاتحہ پر ایمان لانے والے خوب ہوشیار رہیں کہ فاتحہ نے جس طرح محبوبوں کے دامن تھامنے کی ہدایت فرمائی یونہی دشمنوں سے دور بھاگنے کی و باللہ التوفیق۔

اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے۔ اس کے غضب کو غصہ سے ترجمہ کرنا بھاری غلطی ہے۔ غصہ اصل میں گلے کے اچھو کو کہتے ہیں اور مجازا اس غضب پر اطلاق ہوا جو گلے کے پھندے کی طرح گھٹے اور آدمی کسی خوف یا خاطر سے اسے ظاہر نہ کر سکے۔ اصل معنی یہ ہیں۔ اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے تو اس پر اس کے اطلاق سے احتراز چاہئے۔ جیسے ناواقف لوگ اس کی رضا کو رضامندی بولتے ہیں، یہ بھی نادانی اور جہالت ہے۔ فارسی میں مند کا کلمہ ظرفیت کے لئے ہے۔ رضامندی یعنی رضا سے بھرا ہوا، اور اللہ عزوجل ظرفیت سے پاک ہے۔ ادب الفاظ ایک بہت بڑا علم ہے جسے اللہ عطا فرمائے۔ آج کل بہت لوگ اس سے معری ہیں یا پرواہ نہیں کرتے اور یہ اول سے سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ مغضوبوں سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے نصاریٰ۔ یہود ونصاریٰ دونوں کافر ہیں اور ہر کافر پر اللہ کا غضب اور ہر کافر گمراہ۔ پھر اس آیت کی حکمت سمجھئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوبان خدا کے ساتھ عداوت بھی کفر ہے اور ایسی جھوٹی نفاقی محبت کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ٹھرائے یہ بھی کفر۔ تو کافر دونوں ہوئے مگر وہ محبوبوں کی عداوت کی راہ سے۔ لہٰذا ان پر غضب کا لفظ ارشاد فرمایا، اور یہ محبوبوں کی ادعائے محبت کی راہ سے، لہذا انہیں گمراہ بتایا اور یہی وجہ ہے کہ یہود پر ذلت وخواری مقرر فرمادی، ہزاروں برس ان کی سلطنت رہی پھر بھی جب سے اعلان فرمادیا: ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤا بغضب من اللہ۔

کوئی بتادے کہ کہیں سلطنت ہوئی۔ براہ راست کوئی سلطنت نہیں۔ فلسطین کی حکومت بیساکھی کے سہارے ہے، کہ محبوبوں سے دشمنی کی تھی اس کا بدلہ یہی ہے کہ دنیا میں خوار اور

آخرت میں نار۔ نصاریٰ کی گمراہی محبت محبوبان خدا میں افراط سے ہوئی۔ محبوبوں کی محبت موجب عزت ہے، مسلمان بحمد اللہ سب سچے محبّ ہیں، انہیں کو عزت دی کہ آخرت کی سلطنت ہے، نصاریٰ جھوٹے محبّ تھے انہیں دنیا کی عزت، دولت اور سلطنت عطا فرمائی کہ دنیا بھی نری جھوٹ اور دھوکا ہے۔ اس سے غور کرلو کہ محبوبوں کی محبت اور عداوت میں یہ فرق ہوتا ہے، پھر کیا کہنا ہے ان خوش نصیبوں کا جنہیں اپنے محبوبوں کی سچی محبت عطا فرمائے۔ اللھم ارزقنا، آمین۔

سورۂ فاتحہ کے بعد "آمین" کہنا سنت۔ آمین کلمۂ قرآن نہیں۔ وہ مہر دعا اور خود ایک دعا ہے، اس کی معنیٰ ہیں۔ الٰہی ایسا ہی کر۔ اور دعا میں سنت آہستہ ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے۔ لہٰذا نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہوا۔

جو کچھ تیس پاروں میں ہے وہ صرف اس سورہ الحمد شریف میں ہے۔ اس کی بابت حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

انی قسمت الصلاۃ بینی و بین عبدی نصفین۔

میں نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم فرمایا۔ نصف اول میرے لئے اور نصف آخر میرے بندے کے لئے ہے۔ جب بندہ پہلے تین آیتوں کو پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے: کہ میرے بندے نے میری تمجید کی۔ اور بیچ کی آیت "ایاك نعبد و ایاك نستعین" پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے: یہ آدھی میرے لئے اور آدھی میرے بندے کیلئے جب اخیر کی تین آیات پڑھتا ہے ارشاد فرماتا ہے: ھذا لعبدی و لعبدی ما سأل،

یہ میرے بندے کے لئے اور میرے بندے کے لئے وہ جو اس نے مانگا۔ یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ پہلی تین آیتوں میں "ملك یوم الدین" تک مولیٰ عزوجل کی خالص حمد و ثنا اور پچھلی "اھدنا" سے آخر سورہ تک اپنے لیے دعا ہے اور بیچ کی آیت میں ذکر عبادت اور استعانت ہے۔ عبادت مولیٰ تعالیٰ کے لئے ہے اور استعانت بندہ کا نفع۔ (الملفوظ ۱/ص ۱۹)

وہابیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو "ایاك نستعین" فرماتا ہے، مسلمانوں نے انبیاء و اولیاء سے کیسے استعانت کی۔ ان اندھوں نے نہ جانا کہ وہی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

"تعاونوا علی البر و التقوی" اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور

"إِسْتَعِيْنُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ" اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ اور" إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُوْلٍ" سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور" يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ" چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ اور" تِلْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا إِلَيْكَ" یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ اور" يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" بے دیکھے ایمان لائے۔ وغیرہا فرمارہا ہے۔" أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے خود تعلیم دی کہ ہم سے مدد مانگو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: كنا عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذاتته وفد هوازن فقالوا: يا محمد! انا اصل و عشيرة، و قد نزل بنا من البلاء ما لا يخفى عليك، فامنن علينا من الله عليك، فقال: اختاروا من اموالكم او من نسائكم و ابنائكم، فقالوا: خيرتنا بين احسابنا و اموالنا بل نختار نساء نا و ابناء نا فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم :اما ما كان لى و لبنى عبد المطلب فهو لكم، فاذا صليت الظهر فقوموا و قولوا: انا نستعين برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على المومنين او المسلمين فى نساء نا و ابناء نا فلما صلوا الظهر قاموا فقالوا ذلك فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فما كان لى و لبنى عبد المطلب فهو لكم، فقال المهاجرون: وما كان لنا فهو لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و قالت الانصار: و ما كان لنا فهو لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال الاقرع بن حابس ـ اما انا و بنو تميم فلا، قال عيينة بن حصين: اما انا و بنو فزارة فلا، و قال العباس بن مرداس: اما انا و بنو سليم فلا، فقامت بنو سليم فقالوا: كذبت، ما كان لنا لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: يا ايها الناس! ردوا عليهم نسائهم و ابنائهم فمن تمسك من هذا الفى بشئ فله ست فرائض من اول شئ يفيئه الله علينا، و ركب راحلته و ركبه الناس اقسم علينا فيئنا، فالجوه الى شجرة فخطفت رداء ه فقال يا ايها الناس! ردوا على ردائى، فو الله لو ان شجرتهامة نعما قسمته

علیکم ثم لم تلقونی بخیلا و لا جبانا و لا کذوبا ، ثم اتی بعیرا فاخذ من سنامه و برة بین اصبعیه ثم یقولها : انه لیس لی من الفیٔ شیٔ ولا هذه الاخمس والخمس مردود فیکم ، فقام الیه رجل بکبة من شعر ، فقال : یا رسول الله ! اخذت هذه لا صلح بها بردعة بعیرلی فقال : ما کان لی ولبنی عبد المطلب فهولك ، فقال: او بلغت هذه فلا ارب لی فیها فنبذها و قال یاایهاالناس ! ادو الخیاط و المخیط ، فان الغلول یکون علی اهله عارا و شغارا یوم القیامة ۔

کہ ہم حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ قبیلہ ہوازن کے کچھ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب لوگ ایک ہی اصل اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، جو مصیبت ہم پر آپڑی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لہذا ہم پر نظر کرم فرمائیں، اللہ رب العزت نے آپ پر کرم فرمایا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کرو، یا تو اپنا مال و دولت لیجاؤ یا اپنی عورتوں اور بچوں کو آزاد کراؤ ۔ عرض کیا: آپ نے ہمیں دونوں میں سے ایک کا اختیار دیا ہے تو ہمارا فیصلہ کہ ہمیں عورتیں اور بچے دیدئے جائیں۔

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مال غنیمت میں جتنا میرا اور حضرت عبد المطلب کی اولاد کا حصہ ہے وہ سب میں تم کو دیتا ہوں ،لیکن جب میں ظہر کی نماز سے فارغ ہوجاؤں تو تم سب یوں کہنا: ہم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مؤمنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے بارے میں ۔ راوی فرماتے ہیں: جب لوگ نماز پڑھ چکے تو سب نے ایسا ہی کہا: حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ میرا اور عبد المطلب کی اولاد کا حصہ ہے وہ سب تمہارے لئے ہے، یہ سنکر مہاجرین نے عرض کیا: جو کچھ ہمارا حصہ ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ، پھر انصار نے بھی یہ ہی کہا: اقرع بن حابس نے کہا: میں اور بنو تمیم اس میں شریک نہیں عیینہ بن حصین نے بھی اسی طرح کہا کہ میں اور بنو فزارہ بھی اس میں شامل نہیں ہیں ، یوں ہی عباس بن مرداس نے کہا میں اور بنو سلیم اس میں شریک نہیں ، اس پر بنو سلیم نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ بولا ، ہمارا جو کچھ بھی ہے سب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے پھر حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! ان کی عورتیں اور بچے واپس کر دو اور جو کوئی مفت نہ دینا چاہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب جہاں بھی مال غنیمت ملے گا تو سب سے پہلے اس کو چھ اونٹ دوں گا۔

یہ ارشاد فرما کر حضور اونٹ پر سوار ہو گئے، لیکن لوگ مال غنیمت کی تقسیم کے لئے پیچھے پیچھے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ہمارا مال ہمیں عنایت کر دیجئے یہاں تک کہ ایک درخت کے پاس آپ کو گھیر کر کھڑے ہو گئے، وہاں آپ کی ردائے مبارک ایک درخت سے الجھ کر آپ سے جدا ہو گئی، آپ نے فرمایا: اے لوگو! میری چادر مجھے اٹھا دو، خدا کی قسم اگر تہامہ کے درختوں کے برابر جانور بھی میرے پاس ہوں تو میں انہیں تقسیم کر دوں، پھر تم مجھے بخیل اور بزدل نہ پاؤ گے اور نہ جھوٹا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے اپنی چٹکی سے اس کے بال پکڑ لئے اور فرمایا: سنو! میں تمہاری اس غنیمت سے کچھ بھی نہیں لیتا، صرف پانچواں حصہ لیتا ہوں جو بعد میں تمہارے لئے ہی کام آتا ہے، یہ سن کر ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کھڑا ہوا، اس کے پاس بالوں کا ایک گچھا تھا، عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے یہ چیز اس لئے لی ہے کہ اس سے میں اپنے اونٹ کی کملی درست کروں، آپ نے ارشاد فرمایا: جو چیز میرے لئے ہے اور حضرت عبدالمطلب کی اولاد کے لئے وہ سب تیری ہے، اس شخص نے کہا: جب معاملہ یہاں تک پہونچ گیا ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں اور وہ بالوں کا گچھا پھینک دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سوئی اور دھاگے تک کو اس مال خیر میں داخل کرنے کا حکم فرمایا۔ کیوں کہ مال غنیمت میں چوری اور خیانت لوگوں کیلئے قیامت کے روز باعث ننگ و عار ہوگی ۱۲م۔

حدیث فرماتی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا، نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔

وہابی صاحبو! ایاک نعبد و ایاک نستعین، کے معنی استعانت تو خدا ہی کے ساتھ

خاص تھی، یہ ارشاد کیسا؟ کہ ہم سے استعانت کرنا اور زمان حیات دنیاوی اور اس کے بعد کا تفرقہ وہابیہ کی جہالت ہی نہیں بلکہ سراسر ضلالت ہے قطع نظر اس بات سے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، جو بات خدا کے لئے خاص ہو چکی غیر خدا کے لئے شرک ٹھہر چکی اس میں حیات وموت، قرب وبعد اور ملکیت وبشریت خواہ کسی وجہ کا تفرقہ کیسا، کیا بعد موت ہی شرکت خدا کی صلاحیت نہیں رہتی بحال حیات شریک ہو سکتے ہیں؟ یہ جنون وہابیہ کو ہر جگہ جاگتا ہے جس نے انہیں حمایت توحید کے زعم میں الٹا مشرک بنادیا ہے۔

ایک بات کو کہیں گے شرک ہے، پھر کبھی موت وحیات کا فرق کریں گے اور کبھی قرب وبعد کا اور کبھی کسی اور وجہ کا، جس کا صاف حاصل یہ نکلے گا کہ یہ انوکھے موحد بعض قسم مخلوق کو خدا کا شریک جانتے ہیں جب تو وہ بات کہ غیر کے لئے اس کا اثبات شرک تھا ان کیلئے ثابت مانتے ہیں۔

اب کھلا کہ ان کے امام نے تقویۃ الایمان میں ان وہابی صاحبوں کی نسبت کہا تھا۔

اکثر لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور دعوی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔

سبحان اللہ، یہ منہ اور یہ دعوی، سچ فرمایا اللہ صاحب نے: کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر شرک کرتے ہیں۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ ان کی بہت فاحشہ جہالتوں کی پردہ دری کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ (الامن والعلی ص ۱۴۰)

شریعت تمام احکام جسم وجان، روح وقلب اور جملہ علوم الہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے۔ جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے۔ لہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول۔ تو یقینا قطعا شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے۔ شریعت ہی محک ومعیار ہے۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ یہ قطعا عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات واستقامت کی دعا ہر مسلمان پر واجب فرمائی ہے کہ: اھدنا الصراط المستقیم "ہم کو محمد صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ چلا ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

عبداللہ بن عباس وامام ابوالعالیہ وامام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں:

الصراط المستقیم " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر الصدیق و عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔

رواہ عن ابن عباس الحاکم و صححہ و عن ابی العالیۃ من طریق عاصم الاحول عنہ عبد بن حمید و ابناء جریج و ابی حاتم و عدی و عساکر و فیہ فذکرنا ذلک للحسن فقال صدق ابو العالیۃ ۔ جس کا منتہی اللہ ہے۔

قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ان ربی علی صراط مستقیم ۔ (ھود ۔ ٥٦)

بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین وگمراہ ہے۔

قرآن عظیم نے فرمایا:

وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوا و لا تتبعوا فتفرق بکم عن سبیلہ ذلک وصکم بہ لعلکم تتقون ۔ (الانعام ۔ ١٥٢)

شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کرکے فرماتا ہے اور اے محبوب تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کردیں گے، اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہوسکے سوا آدمی جو جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔ (شریعت وطریقت ۴/۳)

شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا ہے۔ بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بنکر زمین ون پر گزرے انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت۔ مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے، منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں صرف آیندہ کے لئے مدد موقوف ہوجائے فی الحال جتنا پانی آچکا

ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے نہیں، منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہوجائے گا۔ بوند بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا، نہیں، نہیں میں نے غلطی کی کاش اتنا ہی ہوتا کہ وہ دریا سوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغ سوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاس سے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا "البحر المسجور" ہوکر شعلہ فشاں آگ ہوجاتا ہے۔ جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک وسیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ انکا یہ بدانجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو "نار اللہ الموقدة التی تطلع علی الافئدہ" (الھمزة ۔ ٦۔٧)

یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔

اندر سے دل جل گئے ایمان خاک سیاہ ہوا اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا دہرا۔

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں، اس روشنی کے بڑھنے کی کوئی حد نہیں، زیادت چاہنے افزائش پانے کے طریقے کا نام طریقت ہے، یہ روشنی بڑھ کر صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نور حقیقی تجلی فرماتا ہے۔ یہ مرتبۂ علم میں معرفت اور مرتبۂ تحقق میں حقیقت ہے، تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں، جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے ابلیس لعین خیر خواہ بنکر آتا ہے اور اس سے کہتا ہے" اطفئی المصباح فقد اشرق الاصباح"۔

چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہوگئی۔

اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہوگیا، تو ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے۔

ع • ابلہے کو روز روشن شمع کافوری نہد۔

تو ہدایت الٰہی اگر دستگیر ہے بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ! یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے

آئے گا۔اس وقت وہ دغاباز خائب وخاسر پھرتا ہے اور بندہ " نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء " کی حمایت میں نور حقیقی تک پہنچتا ہے۔اور اگر دام میں آگیا اور نہیں سمجھا تو معا اندھیرا گھپ کہ ہاتھ سے ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔جیسا کہ قرآن عظیم نے فرمایا:

ظلمت بعضها فوق بعض اذا اخرج یده لم یکد یراه و من لم یجعل الله له نورا فما له من نور" (النور۔ ٤٠)

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے اور جسے خدا نور نہ دے اس کیلئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہونچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے۔کاش یہی ہوتا کہ اس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا ان کی آنکھوں میں چھایا جس نے دن دھاڑے چوپٹ کردیا ان کو اس کی خبر ہوتی کہ شاید توبہ کرتے۔فانوس کا ایک مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے پھر انہیں روشنی دیتا،مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اس کے ساتھ ہی معا اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دیدی،یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقۃً نار ہے۔مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے ایک چراغ ہے۔ہمارا نور آفتاب کو لجارہا ہے،وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے اور خبر نہیں کہ وہ حقیقۃً نور ہے اور یہ دکھاوے کی ٹٹی۔آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جائے گا۔

ع کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس،ایک ایک پل،ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔لہٰذا حدیث میں آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون"

بغیر فقہ عبادت میں پڑنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا،کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔

رواه ابو نعیم فی الحلیة عن واثلة بن الاسقع رضی الله تعالیٰ عنه۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

قصم ظھری اثنان جاھل متنسك عالم متھنك ۔

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی۔ یعنی وہ بلائے بے درماں ہیں، جاہل عابد اور عالم علانیہ بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔ اے عزیز شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی۔ پھر اعمال ظاہرہ وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے اور جب تعمیر او پر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ طریقت ہے، دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف نیو بلکہ اعلیٰ حصہ اسفل حصے کا بھی محتاج ہے اگر دیوار نیچے سے خالی کردیجائے اوپر سے بھی گر پڑے گی، احمق وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گذر گئے ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے، نیو سے دیوار جدا کرلی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن عظیم نے فرمایا:

فانھار به فی نار جھنم ۔ (التوبة ـ ۱۰۹)

اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی " والعیاذ باللہ رب العالمین "

اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں: صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔ اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

فقیه واحد اشدعلی الشیطان من الف عابد ۔

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

رواہ الترمذی وابن ماجه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ۔

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے، مونھ میں لگام ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے۔

وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ۔ (الکھف ـ ۱۰٤)

وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔

(شریعت وطریقت ص ٦ تا ۹)

سورۃ البقرۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

(۱)الٓمّٓ ☆(۲)ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ☆

وہ بلندرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس میں ہدایت ہے ڈروالوں کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سورہ آل عمران میں بیان فرمایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم ہیں، متشابہات اور محکمات۔ حروف تہجی کہ سورتوں کی ابتدا میں مذکور ہیں محال ہے کہ بے معنے ہوں، نہ یہی معقول کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کے معانی ظاہر نہ فرمائے گئے ہوں۔ جس سے خطاب فرمایا جائے اس سے ایسا کلام جس کے معنے وہ نہ سمجھے شان مخاطبہ سے بعید ہے اور اگر حضور نہ سمجھتے تو جہاں میں کون سمجھنے والا ہوسکتا ہے۔ تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ وہ کلام نازل فرمایا جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا، یہ بات غیر معقول ہے۔ بلکہ یقیناً ان کے معانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

حضور پر دو قسم کے علم نازل فرمائے، ایک وہ کہ امت کو جن کی تفسیر فرمانے کا حکم تھا، لتبین للناس ما نزل الیھم، دوسرے وہ کہ خاص محب ومحبوب میں ہیں وہ ان مقطعات شریفہ میں ہیں، ان میں اصل راہ تو یہی ہے کہ ان کے معنی کا علم اللہ ورسول کے حوالہ کیا جائے وبس، اور بعض صحابہ وائمہ کے ان اشارات کی طرف بھی توجہ فرمائی جائے یہ طریقہ تاویل کہلاتا ہے نہ کہ تفسیر۔ تفسیر رائے سے حرام ہے، اور تاویل میں رائے کی گنجائش۔ تفسیر بیان مراد ہے اور تاویل بیان احتمال واشارات، صحابہ وائمہ نے جس طور پر ان میں کلام فرمایا اصلاً صالح انکار نہیں تو یہ کہنا کہ وہ ان کی اپنی رائے ہے یہ گستاخی ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی تاویل یہ مروی ہے کہ الف اشارہ ہے اسم جلالت کی طرف اور لام جبرئیل کی طرف اور میم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، گویا فرمایا،

جاتا ہے کہ اللہ نے جبرئیل کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس یہ کلام لے کر بھیجا تو اس تقدیر پر اگلے دعوی ذالك الكتاب لا ريب فيه کی دلیل ہوئی کہ اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ کلام کہ متکلم دوسروں کے ذریعہ سے پہونچائے اس میں شک کی تین صورتیں ہوتی ہیں، یا تو متکلم کا صدق ضروری نہ ہو، معاذ اللہ، خلاف کا بھی امکان ہو یا سفیر کو لے کر آیا اس میں نہ ہو۔ سہو یا خیانت کی گنجائش ہو یا جن کے پاس آیا ان میں احتمال ہو کہ پورا نہ پہنچائیں گے یا بات پوری نہ سمجھیں گے۔ یہاں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، متکلم اللہ ہے جل جلالہ۔ جس کا صدق واجب اور کذب محال بالذات اور سفیر جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم کہ سہو وخطا سے معصوم ہیں اور مخاطب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حادی علوم ورسول معصوم ہیں۔ لہذا ذلك الكتاب لا ريب فيه۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ بعض نے فرمایا الف ایک ہے، اور لام تیس اور میم چالیس تو یہ اشارہ ہے کہ ایک اللہ نے تیس پارے والا قرآن چالیس برس کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قسمیں ہیں۔ کہ کلام الہی میں مذکور ہوئیں میں کہتا ہوں اس تقدیر پر ممکن ہے کہ الف حضور کا قد مبارک ہو، اور لام زلف مطہر اور میم دہن اقدس، گویا ارشاد ہوتا ہے تمہارے قد وزلف ودہن کی قسم اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ یا الف حضور کا قامت مبارک ہے جب حضور قیام میں ہوں اور لام کہ نصف جھکا ہوا ہے حالت رکوع کا اشارہ ہے اور میم کہ سمٹا ہوا ہے بے حالت سجود کا ایما، گویا ارشاد ہوا کہ اے قائم راکع ساجد! تیرے قیام ورکوع وسجود کی قسم کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

ذلك الكتاب لا ريب فيه: اس جملہ کریمہ میں محتمل ہے کہ ذلك مبتدا اور الكتاب اس کی خبر ہے، اور لا ريب فيه دوسرا جملہ۔ ذلك سے اشارہ قرآن عظیم کی طرف ہے کہ اس کی علوشان کے سبب اشارہ بعید سے تعبیر فرمایا، اور الكتاب میں لام عہد کا ہے۔ سورہ کریمہ مدنیہ ہے، مدینہ منورہ میں تشریف آوری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل یہود آپ سے خوب واقف تھے کہ بعثت اقدس کے منتظر تھے، تو ان میں قرآن عظیم خوب معہود ومعروف تھا، کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے انتظار میں ہم یہاں آباد ہیں ان پر ایسی کتاب اترے گی، تو یہ فرمایا گیا کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے تم منتظر تھے، آگے دوسرے جملہ سے اس کی تاکید فرمائی کہ لا ريب فيه اس کے وہ کتاب معہود ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور محتمل

کہ ذلك الكتاب مبتدا اور لا ریب فیہ اس کی خبر ہو، پہلی صورت میں فیہ کی ضمیر مضمون جملہ اول کی طرف تھی، اب نفس کتاب کی طرف ہوگی، یعنی اس کتاب کریم میں کوئی حرف محل شک نہیں، شک تو ہزاروں کو ہے مگر جہاں آرا آفتاب بے پردہ وحجاب جب نصف النہار پر آئے اور مادرزاد اندھا جس کی آنکھوں کو شعاع کا بھی احساس نہیں، اگر اس میں شک کرے تو آفتاب مشکوک نہیں ہو جائے گا، آفتاب کو یہی کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمہ آفتاب راچہ گناہ

راست خواہی ہزار چشم چناں ۔۔۔ کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

یہ آیت کریمہ وہابیہ پر قاہر رد ہے، وہابیہ اس سبوح قدوس کا معاذ اللہ کذب ممکن جانتے ہیں، جب کذب ممکن ہو صدق ضروری نہ ہوا، اور جب صدق ضروری نہ ہوا تو لا ریب فیہ کہاں سے آئے گا۔ ضرور اس میں محل ریب ہوگا، لا ریب فیہ تو یونہی ہے کہ یہ اس کا کلام ہے جس پر کذب محال بالذات ہے، کسی طرح اس میں کذب کا امکان نہیں، اور جب امکان مانا تو یقیناً عقل کو احتمال کذب رہے گا۔ کیا دلیل کہ وہ کذب جو ممکن تھا واقع نہ ہوا۔

امام الحرمین نے ''کتاب الارشاد'' اور امام فخر رازی نے ''مفاتیح الغیب'' میں اور اکابر ائمہ نے تصریحیں فرمائی ہیں: کہ جو بات ممکن ہے عقل اپنی طرف سے اس کے وجود وعدم دونوں سے یکساں نسبت ہو، پھر کس ذریعہ سے مان لیا کہ اس نے جو کچھ فرمایا ضرور حق ہے، اس کے جاننے کے ذریعے اگر ہو سکے تو تین ہی ہیں، یا تو اس کا وعدہ کہ کذب اگرچہ ممکن ہے مگر میں کبھی صادر نہ کروں گا۔ یا اس کی خبر کہ میں نے جو کچھ فرمایا ہے حق ہی فرمایا ہے، اس امکان کو کام میں نہیں لایا ہوں۔ یا اس کے نبی کی خبر کہ جو کچھ فرمایا حق ہے۔

مسلمانو! ذرا غور کرو! اگر معاذ اللہ اس کا کذب ممکن ہو تو اس کے وعدہ اور اس خبر کے صدق پر کیا اطمینان، ممکن کہ جھوٹ ہی بولا ہو، اور جب اس کی خبر پر اطمینان نہیں تو نبی کی خبر تو دوسرے درجے میں ہے۔ غرض امکان کذب مان کر تصدیق کلام اللہ کے سارے ذرائع بند کر دیئے۔ یہ حاصل ہے وہابیہ کے ایمان کا جس کو قرآن فرما رہا ہے کہ لا ریب فیہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ امکان کذب مان کر سارا قرآن اور تمام دین وایمان تہ وبالا کر دیا، کسی پر اطمینان نہ رہا۔

(۳) اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

یُنفِقُونَ۔ ☆

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں، اور نماز قائم رکھیں، اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

متقی صاحب تقوی کو کہتے ہیں، تقویٰ بچنا اور پرہیز کرنا، اور وہ سات قسم ہے۔

قسم اول کفر سے بچنا، اور وہ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

دوم بدمذہبی سے بچنا اور یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔

سوم ہر کبیرہ سے بچنا یعنی نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے اور نہ کسی صغیرہ پر اصرار کرے، صغیرہ بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔

چہارم صغائر سے بھی بچنا۔

پنجم شبہات سے بھی احتراز جس کو فرمایا: آدمی متقین کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک مباح کو ممنوع کے خوف سے ترک نہ کرے۔

ششم شہوات سے بچنا۔

ہفتم غیر کی طرف التفات سے بچنا، یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔

اور قرآن کریم ان ساتوں فرقوں کا ہادی ہے۔

ایمان یہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے سچے دل سے اس سب کی تصدیق کرنا، ماننا، گرویدہ ہونا۔ بعض گمراہوں نے جو یہ کہا کہ ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں، یہ اس ایمان کے معنی ہوں گے جس کے وہ مدعی ہیں ورنہ فقط سچ سمجھنا ہرگز ایمان کے لئے کافی نہیں۔ ہزاروں یہود و نصاریٰ بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا نبی دل میں سمجھتے تھے، مگر ایمان سے حصہ نہ تھا۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔

یہ اہل کتاب اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ بیٹے میں احتمال ہے شاید عورت نے خیانت کی ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی شک نہ تھا۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: جَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ،
جان بوجھ کر مکرتے اور دلوں میں خوب یقین تھا۔

اور فرماتا ہے: وقد کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔

اور بیشک اس نبی کے ظہور سے پہلے لڑائیوں میں اس کے صدقہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، کہ الٰہی اس نبی آخر الزماں کا صدقہ ہمیں ان پر فتح دے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا نبی تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔

یہودی بادشاہ خیبر نے اپنے بھائی سے کہ دونوں عالم یہود تھے پوچھا، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ بولا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت موسیٰ نے دی تھی، کہا: پھر تو اپنے دل کو ان کی طرف سے کیسا پاتا ہے؟ کہا خدا کی قسم! پہلے سے زیادہ عداوت سے پر، کہا: اپنا بھی یہی حال ہے۔ یہ حال ان سچ سمجھنے والوں کا تھا، یقیناً سچ سمجھتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔ مسلمانو! ان تباہ کنندگان ایمان سے پرہیز کرو، جو ترجمۂ قرآن کریم کا نام کریں اور ایسی الٹی سمجھائیں کہ ایمان ہی کا پتا نہ رہے۔ ایمان میں سچا ماننا ضرور ہے۔ یہ بھی سمجھے کہ اس قائل نے ماننے سے عدول کیوں کیا؟ اس میں بڑی حکمت ہے۔ اس کا پیشوائے مذہب اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں جابجا لکھ گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ سب نبی اتنی ہی بات سمجھانے آئے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانئے۔ جب یہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے تو وہ ایمان کے معنی ماننا کیسے لے سکتے ہیں کہ ایمان تو رسول پر لانا پڑے گا۔ اوران کا مذہب یہ ہے کہ رسول کو ماننا محض خبط ہے، لہذا ان ہی کی تقلید سے فقط سمجھنے پر اکتفا کی۔

(۴) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ۔ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ۔☆

اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا، اور جو تم سے پہلے اترا۔ اور آخرت پر یقین رکھیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیب پر ایمان لانے کا حکم فرمایا، غیب اسے کہتے ہیں جس تک عقلِ (حواس) کی رسائی

نہ ہو۔ ایسی بات بغیر نبی کے بتائے معلوم نہیں ہوسکتی، نبی کو نبی اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبریں ارشاد فرماتا ہے۔ جنت و نار وحشر ونشر وعذاب وحساب وکتاب وملائکہ وغیرہم ہزاروں غیوب ہیں جن پر ایمان لانے کا حکم ہے اور ایمان اسی وقت مقبول ہے کہ ان پر بے مشاہدہ ایمان لائے۔ وقت نزع جب سینہ پر دم آتا اور حالت غرغرہ پیدا ہوتی ہے اس وقت پردے اٹھادئے جاتے ہیں، یہ چیزیں پیش نظر ہوجاتی ہیں، اس وقت کا ایمان مقبول نہیں، کہ حکم تو غیب پر ایمان لانے کا تھا۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اپنے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے واسطے سے ہر مسلمان کو غیب کا علم دیتا ہے، غیب پر ایمان کا حکم ہے اور ایمان تصدیق ہے، اور تصدیق علم ہے۔ جو بات (علم ہی میں) نہیں اس کی تصدیق کیوں کر ہوسکتی ہے، تو یہ آیت بھی دہابیہ کا رد ہے۔

یہاں سے نماز کی عظمت ظاہر ہوئی کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایمان وہدایت کے ساتھ اسے قرین کیا۔ اسی لئے حدیث میں ارشاد ہوا کہ: الصلوٰۃ عماد الدین ،فمن اقامھا فقد اقام الدین ومن ترکھا فقد ھدم الدین۔ نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنا دین قائم کیا اور جس نے اسے چھوڑا اس نے اپنا دین ڈھایا۔

اس خرچ کرنے سے زکوۃ مراد ہے۔ یہ دین اسلام کا نماز کے بعد دوسرا رکن ہے۔ بتیس جگہ قرآن مجید میں نماز کے ساتھ اسے ذکر فرمایا ہے۔ عبادت بدن سے ہوگی یا مال سے، اول کی سرتاج نماز ہے اور دوم کی سردار زکوۃ۔

ایمان کا ذکر فرما چکا تھا مگر وہ مجمل تھا۔ اب ایک صحیح معیار ارشاد فرماتا ہے۔ جس میں سب کچھ تفصیلا آجائے کہ اس قرآن کریم، خدا کی سب کتابوں پر ایمان لاؤ، کتب الٰہیہ تمام ایمانات کی تفصیل ہے، ان پر ایمان میں تفصیلا سب پر ایمان ہوجائے گا۔

قرآن کریم جمیع مطالب کتب سماویہ پر مشتمل بلکہ جملہ ما کان وما یکون کو حاوی ہے اور وہ خود مُصَدِّقٌ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ اگلی کتب سماویہ کی تصدیق فرمانے والا ہے۔ بایں ہمہ فرمایا گیا کہ ایمان لائیں اس پر بھی جو تم سے پہلے اترا، یہ مسلمانوں کے ایک خاص طبقہ کے لئے ہے، کہ وہ اللہ کی سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں بخلاف یہود کہ توریت کو مانتے ہیں، انجیل وقرآن کے منکر، نصاری انجیل کو مانتے ہیں قرآن کے منکر، پھر واقعہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتابیں

بدل دیں، تحریفیں کر دیں، گھٹا دیا، بڑھا دیا، تو کسی کو یہ شبہ ہو کہ اب ان کتابوں پر ایمان ضروری نہ رہا، تو ان پر ایمان ویسا ہی ضروری ہے، ان کے ہاتھوں کے تحریف ہونے سے کلام اللہ نہیں بدل گیا، ان کی نسبت یوں کہو کہ جو کچھ اس میں اللہ کا کلام ہے اس پر ہم ایمان لائے۔

(۵) أُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔☆

(۶) اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔☆

(۷) خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔☆

وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی مراد کو پہونچنے والے۔

بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔

اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آخرت پر ایمان کا تین بار ذکر ہو چکا، غیب پر ایمان لاتے ہیں، آخرت غیب ہے۔ اگلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، اور ان میں ذکر آخرت ہے۔ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اس میں تو اس تفصیل کے ساتھ ہے کہ کسی کتاب میں نہیں۔ بایں ہمہ چوتھی بار تصریحا اسے ارشاد فرمایا کہ تمام طبائع کو آخرت کا یقین ہی ایمان پر مستقیم رکھتا ہے، اور اطاعت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اللہ عزوجل لذاتہ مستحق عبادت ہے، اگر بالفرض عبادت پر کوئی ثواب موعود نہ ہو، اور اسکے ترک پر بھی کوئی عذاب نہ ہو تو بھی وہ مستحق عبادت ہے۔ توریت مقدس میں ہے، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی خواہش یا دوزخ کے خوف سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں بہشت و دوزخ نہ بناتا تو مستحق عبادت نہ تھا۔ مگر یہ صفت مردوں کی ہے، عام خلائق مثل اطفال ہیں، بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کے لئے لالچ دیا جاتا اور ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ لہذا آخرت پر ایمان بالتصریح جداگانہ فرمایا۔

یہ نہ فرمایا کہ تمہیں برابر ہے کہ حضور تو ان پر حجۃ اللہ قائم فرمار ہے ہیں، ہاں انہیں یکساں ہے۔ اور اسی تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ بعض گمراہوں نے جو اس میں معاذ اللہ عبث ہونے کا احتمال نکالا ہے محض ضلالت ہے، کیا حجۃ اللہ قائم کرنا معاذ اللہ عبث ہے، انہیں تبلیغ دعوت نہ فرمائی جاتی تو روز قیامت ان کے لئے کہنے کو جگہ ہوتی کہ ہمیں کسی نے ڈرایا ہی نہیں، جیسا کہ باوصف ہزاروں تبلیغوں کے یہی جھوٹا عذر پیش کریں گے۔ اس کے رفع کے لئے انہیں ڈرایا گیا اور حجۃ اللہ ان پر قائم ہو گئی۔

یہ آیۃ کریمہ جبریوں، قدریوں، رافضیوں، معتزلیوں سب پر رد بلیغ ہے۔ جبریوں پر تو ظاہر ہے کہ ان کے لئے بڑا عذاب بتاتا ہے، اگر انسان اپنے کام میں پتھر کی طرح مجبور محض ہے تو اس پر عذاب کس لئے؟ قدریہ و معتزلہ نے بندے کو اپنے مطلقا افعال اور روافض نے افعال شر کا خالق اس لئے مانا تھا کہ ان کے زعم باطل میں مولیٰ تعالیٰ پر ارادہ شر کا الزام نہ آئے، وہ اب بھی حاصل ہے۔ جب اس نے ان کے دلوں پر مہر فرمادی کہ حق نہ سمجھ سکیں، کانوں پر مہر لگا دی کہ حق بات کان تک ہی نہ پہونچے، تو تمہارے ناقص عقول کے ظہور پر ان کے کفر کا الزام کس پر؟ تو ثابت ہوا کہ مذہب اہل سنت حق ہے کہ اس پر اصلح واجب نہ اس کے کسی فعل پر سوال وارد۔ دو غلاموں کا ایک مالک مجازی ہو، وہ ایک کو مسجد کی خدمت پر مقرر کرے اور دوسرے کو پاخانہ کمانے پر، اور دونوں ہوں ایک سے، تو اس پر اگر کوئی اعتراض کرے وہ یہی جواب دیگا کہ میں مالک ہوں جس سے جو چاہا کام لیا۔ جب مالک مجازی سے سوال نہیں ہو سکتا تو مالک حقیقی سے سوال کرنے والا کون؟ جو چاہا کیا، جو چاہے گا کرے گا، انسان اور پتھر میں فرق بدیہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ نے اسے عقل دی، ایک نوع کا اختیار دیا، اس نے اسے انکار میں صرف کیا، دنیا میں سزا یہ دی کہ ان کے دل اور کانوں پر مہر لگادی کہ اب سننے سمجھنے کے قابل ہی نہ رہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

یہ آیت کریمہ نیچریہ کا رد ہے جو صرف کلمہ گوئی کو ایمان کے لئے کافی جانتے ہیں، یہاں ان کے کلمہ گوئی کو ذکر فرمایا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ وہ مسلمان نہیں۔

(۸) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ ☆

(۹) يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ ☆

(۱۰) فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ لا فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔ ☆

(۱۱) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ لا قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۔ ☆

(۱۲) اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ ☆

(۱۳) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ط اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ ☆

(۱۴) وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ج وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔ ☆

(۸) اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے، اور وہ ایمان لانے والے نہیں۔

(۹) فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی ہی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔

(۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے، تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے، بدلہ ان کے جھوٹ کا۔

(۱۱) اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو، تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔

(۱۲) سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

(۱۳) اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ سنتا ہے وہی احمق ہیں، مگر جانتے نہیں۔

(۱۴) اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یوں ہی ہنسی کرتے ہیں۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(۸) اس آیت کریمہ میں تقیہ کا رد ہے۔ تقیہ والا مسلمانوں کو فریب ہی دیا چاہتا ہے، اور یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کے اس فریب کی گرفت نہ کرے گا، گویا اللہ کو بھی فریب دینا چاہتا ہے۔ اسے فرمادیا کہ یہ ان کا خیال خام ہے، بلکہ خود اپنی جانوں کو فریب میں ڈالے ہوئے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ دھوکہ دے کے بچ گئے اور ایک دن وہ آنے والا ہے تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَالَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ۔ جس دن دلوں کی چھپی جانچی جائیں گی، اس دن اسے نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔

(۹) یہ آیہ کریمہ معتزلہ وروافض کا رد ہے۔ ان کے نزدیک مُعاذ اللہ، اللہ عزوجل پر اصلح واجب ہے، یعنی بندہ کے حق میں وہی کرنا جو اس کے حق میں بہتر ہو، جس کے دل میں بیماری ہو، اس کی بیماری بڑھادینا کیا اس کے حق میں بہتر ہے، نہیں بلکہ وُہی ہے۔ یفعل الله مایشاء۔ اللہ کرتا ہے جو چاہے۔

(۱۰) یہ آیہ کریمہ ان لوگوں پر رد ہے جو صلح کلی بننا چاہتے ہیں، جس جلسے میں گئے ویسی ہی کہی، اور اس میں اپنی بھلائی سمجھتے ہیں، اور اسے اصلاح جانتے ہیں، فرمادیا: کہ یہ بڑا فساد ہے، اصلاح تو دین میں قائم رہنے میں ہے، اور قیام دین کے دورکن ہیں، الحب للہ والبغض للہ۔ محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت، یہ بغیر یکسو ہوئے نہیں ہو سکتا۔ دورویہ پن سے دین تو گیا ہی، دنیا میں بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسا شخص دونوں فریق کی نگاہ میں ذلیل ہو جاتا ہے۔

(۱۱ تا ۱۳) ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عقل وعلم وکمالات کتنے ہی ہوں، آدمی کو احمق ہونے سے نہیں بچا سکتے، جب تک ایمان نہ لائے، ایک بوہرا جسے لوگ بے عقل کہیں اور ہو مسلمان، اور دوسرا کافر فلسفی کہ دنیا کی عقل بروجہ کمال رکھتا ہو اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ نجات کی راہ چلا اور اس نے اپنے لئے ہمیشہ کی آگ اختیار کی، اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہے۔ حماقت پر حماقت جہل مرکب، کہ ہیں احمق اور اپنے آپکو سمجھتے ہیں عاقل۔

(۱۴) یہ آیت کریمہ بھی تقیہ کا رد ہے۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے جو کافر

ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فلعلك باخع نفسك علیٰ آثارهم وان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا "

شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔

لہذا حضور کی تسکین خاطر اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں: والعیاذ باللہ تعالیٰ، وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اس کا غم نہ کرو۔ لہذا فرمایا کہ تمہارا سمجھانا، نہ سمجھانا ان کو یکساں ہے، یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے حق میں یکساں ہے کہ ہدایت معاذ اللہ امر فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے چاہے کوئی مانے نہ مانے۔

وَ مَا عَلَی الرَّسُولِ اِلَّا البَلاغُ المُبِینُ۔ (النور۔ ٥٤)

اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

وَ مَا أَسئَلُکُم عَلَیهِ مِن اَجرٍ، اِن اَجرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ العٰلَمِینَ۔

(الشعراء۔ ١٠٩)

اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔ اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔

مروی ہے جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولیٰ عزوجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسیٰ! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل میں کہا: پھر میرے جانے سے کیا فائدہ؟ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا اے موسیٰ! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے۔ یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما بعث اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام الی فرعون نودی لن یفعل، قال: فلم افعل؟ قال: فناداہ اثنا عشر ملکا من علماء الملئکۃ: امض لما امرت بہ، فانا جھدنا ان نعلم ھذا فلم نعلمہ۔

اور آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنان خدا ہلاک ہوئے، دوستان خدا نے ان کی

غلامی اور ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے۔

آمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِینَ رَبِّ مُوسٰی وَ ھٰرُونَ۔ (الاعراف۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲)

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے موسیٰ وہارون کا۔

مولیٰ عزوجل قادر تھا کہ بے کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجٰهِلِينَ۔

(الانعام۔ ۳۵)

اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا، تو اے سننے والے تو ہر گز نادان نہ بن۔

مگر اس نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ کے مطابق مختلف حصہ رکھا ہے، وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی۔ یا بھوک ہوتے تو کسی کا صرف نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا۔ زمیں جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بھی بے شمار اختلاف رکھا، کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے در سے پلتے ہیں، اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گذرتے ہیں۔ غرض ہر چیز میں "اَھُمْ یَقْتَسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ، نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ۔ (الزخرف۔ ۳۲)

کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ (کنزالایمان۔ پ۲۵/ع۹۔ زخرف۲۲)

کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بدعقل یا ابوجہل بددین وہ جو اس کے کاموں میں چون وچرا کرے کہ یوں کیوں کیا، یوں کیوں نہ کیا؟ سنتا ہے، اس کی شان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ۔ (المائدۃ۔۲) اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱/ص ۱۹۲ تا ۱۹۴)

(۹ تا ۱۴) دل سے اہل بدعت سے محبت وعقیدت، دور دور سے ان کے پاس جانا، ان کی ترویج مذہب میں ساعی رہنا اور سنیوں کی تعزیر کو انہیں گالیاں دینا، اس مذہب پر تبرا کرنا ذو الوجہین ہونا ہے۔ جس پر وعید شدید (ان آیات میں) وارد۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
ذوالوجہین کو قیامت میں دوزبانیں آگ کی دی جائیں گے۔
(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ۶/۴۴۴ تا ۴۴۷)

عن عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من کان لہ وجھان فی الحیوۃ کان لہ لسانان من نار یوم القیمۃ۔
(الجامع الصحیح للبخاری)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں دورخا ہوگا قیامت کے دن آتش دوزخ کی دوزبانیں اس کے منہ میں رکھی جائیں گی۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یوم القیمۃ ذوالوجھین الذی یأتی ھؤلاء بحدیث و یاتی ھؤلاء بحدیث (او عکس الاول) مزیداً من شرح الطریقۃ المحمدیۃ۔
(الجامع الصحیح للبخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذوالوجہین جو یہاں ان کی سی کہے اور وہاں ان کی سی، وہ قیامت کے دن ان میں ہوگا جو تمام مخلوقات سے بدتر ہیں۔ (عرفان شریعت اول ۳۵)

(۲۹) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ☆

وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے پھر آسمان کی طرف استواء (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے یہاں آیت کے جز "وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" سے اللہ تعالیٰ کا علم جمیع اشیا کو محیط ہونا ثابت فرمایا۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ کلیہ واجب وممکن وقدیم وحادث وموجود معدوم ومفروض وموہوم غرض ہرشی ومفہوم کو قطعا محیط جس کے دائرے سے اصلا کچھ خارج نہیں۔ یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ 'ما من عام الا وقد خص منه البعض" سے مخصوص ہیں،

شرح مواقف میں فرمایا:

علمه تعالى يعم المفهومات كلها الممكنة والواجبة والممتنعة فهو اعم من القدرة لانها تختص بالممكنات دون الواجبات والممتنعات۔

(شرح المواقف ۸/۷۰)

اللہ تعالیٰ کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہوں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے۔ کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے، واجبات اور ممتنعات سے نہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۲۱)

〈۳۱〉وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ لا فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حافظ الحدیث سیدی احمد سلجماسی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبد العزیز ابن مسعود دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں: کہ انہوں نے اس آیت کریمہ کے متعلق فرمایا:

المراد بالاسماء الاسماء العالية لا الاسماء النازلة فان كل مخلوق اسم عال ونازل فالاسم النازل هو الذى يشعر بالمسمى فى الجملة والاسم العالى هو الذى يشعر باصل المسمى من اى شىء هو بفائدة المسمى ولاى شىء يصلح الفاس من سائر ما يستعمل فيه وكيفية الحدادله فيعلم من مجرد سماع لفظه هذه العلوم والمعارف المتعلقة بالفاس وهكذا كل مخلوق والمراد بقوله تعالى الاسماء كلها الاسماء التى يطيقها آدم ويحتاج اليها سائر

البشر اولهم بها تعلق وهى كل مخلوق وتحت العرش الى ما تحت الارض فيدخل فى ذلك الجنة والنار والسموات السبع وما فيهن وما بينهن وما بين السماء والارض وما فى الارض من البرار والقفار والاودية والبحار والاشجار فكل مخلوق فى ذلك ناطق اوجامد الا ادم يعرف من اسمه تلك الامور الثلثة اصله وفائدته وكيفة ترتيبه ووضع شكله فيعلم من اسم الجنة من اين خلقت ولاى شئ خلقت وترتيب مراتبها وجميع ما فيها من الحور وعدد من يسكنها بعد البعث ويعلم من لفظ النار مثل ذلك ويعلم من لفظ السماء مثل ذلك ولاى شئ كانت الاولىٰ فى محلها والثانية وهكذا فى كل سماء ويعلم من لفظ الملئكة من اى شئى خلقوا ولاى شئى خلقوا وكيفة خلقهم وترتيب مراتبهم وباى شئى استحق هذا الملك هذا فى كل ملك فى العرش الى ما تحت الارض فهذه علوم آدم واولاد آدم من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام والاولياء الكمل رضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين وانما خص آدم بالذكر لانه اول من علم هذه العلوم ومن عليها من اولاده فانما علمها بعده وليس المراد انه لا يعلمها الاآدم وانما خصصناها بما يحتاج اليه وذريته وبما يطيقونه لئلا يلزم من عدم التخصيص الاحاطة بمعلومات الله تعالىٰ وفرق بين علم النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بهذه العلوم وبين علم ادم وغيره من الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام فانهم اذا توجهوا اليها يحصل لهم شبه منام من مشاهدة الحق سبحانه وتعالىٰ واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالىٰ حصل لهم شبه النوم عن هذه العلوم ونبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لقوته لا يشغله هذا عن هذا هو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالىٰ حصلت له المشاهدة التامة وحصل له مع ذلك مشاهدة هذه العلوم وغيرها مما لا يطاق واذا توجه نحو هذه العلوم حصلت له مع حصول هذه المشاهدة فى الحق سبحنه وتعالىٰ فلا تحجبه مشاهدة الحق عن مشاهدة الخلق ولا مشاهدة الخلق عن مشاهدة الحق سبحنه وتعالىٰ۔

اس کلام نورانی واعلام ربانی ایمان افروز کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں، علوی وسفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمیٰ سے ایک گونہ آگاہی دیتا ہے۔ اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسمیٰ کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لئے بنا۔ آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انھوں نے حسب طاقت وحاجت بشری تمام اشیاء جان لیں۔ اور یہ زیر عرش سے زیر فرش تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت ودوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان وزمین کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق وغیر ناطق۔ ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام کو معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک ہر شئی کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے۔ جنت کا نام سنتے ہی انھوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں جائیں گے، اسی طرح نار، یوں ہی آسمان۔ اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انھوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیوں کر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا۔ اسی طرح عرش سے زیر زمیں تک ہر فرشتہ کا حال اور یہ تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولی کامل کو عطا ہوئے ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آدم کا نام خاص اسی لئے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے۔ پھر فرمایا: ہم نے بقدر طاقت وحاجت کی قید لگا کر صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اسی لئے رکھا کہ جملہ معلومات الٰہیہ کا احاطہ لازم نہ آئے۔ اور ان علوم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ فرق ہے۔ اور حضرات جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدہ حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی اور جب مشاہدۂ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیندسی آجاتی ہے، مگر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا۔ وہ عین مشاہدۂ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان سوالوں اور ان علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت

کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدۂ حق فرماتے ہیں اور ان کو نہ مشاہدۂ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدہ خلق مشاہدہ حق سے، پاکی وبلندی اسے جس نے ان کو یہ علوم اور قوتیں بخشیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کیوں وہابیو! ہے کچھ دم؟ ہاں ہاں تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ کی شرک دانی لے کردوڑیو، مشرک مشرک کی تسبیح بھانجیو، کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا۔ سیعلمو ن غدا من الکذا ب الا شر ۔ (القمر۔ ۲۷)

اشرفی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اشر قولی کہ زبان سے بک بک کرے۔

(۲) اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔

وہابیہ اشر قولی واشر فعلی دونوں ہیں: قا تلھم اللہ انی یؤ فکو ن ۔

حضرت سیدی شاہ عبد العزیز دباغ قدسنا اللہ بسرہ العزیز اجلۂ اکابر اولیاء عظام واعاظم سادات کرام سے ہیں، بدلگام وہابیہ سے کچھ تعجب نہیں کہ ان کی شان کریم میں حسب عادت لئیم گستاخی وزبان درازی کریں۔ لہٰذا مناسب کہ اس پاک مبارک لاڈلے بیٹے کی تائید میں اس کے مہربان باپ، مسلمانوں کے مولیٰ، اللہ واحد قہار کے غالب شیر سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی مشکل کشا زرد کے برادر اشغال اس اسد ذوالجلال کی بو سونگھ کر بھاگیں اور شرک شرک بکنے والے منہ میں قہر کے پتھر اور پتھروں سے آگیں۔

۱. ابن النجار ابو المعتمر مسلم بن اوس اجاریہ بن ادامہ سعیدی سے راوی امیر المومنین ابو الا ائمۃ الطاہرین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا:

سلو نی قبل ان تفقد و نی فا نی لا اسا ل عن شئی دو ن العرش الا اخبرت عنہ ۔

مجھ سے سوال کرو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس کسی چیز کو مجھ سے پوچھا جائے میں بتاؤں گا۔

عرش کے نیچے کرسی ہفت زمین اور آسمانوں کے درمیان جو کچھ ہے تحت الثریٰ تک سب داخل ہے۔

مولیٰ علی فرماتے ہیں:

کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے ان میں جو شئی مجھ سے پوچھو میں بتاؤں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام ابن الانباری کتاب المصاحف میں اور امام ابو بکر عمر بن عبد البر کتاب العلم میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال شهدت علی بن ابی طالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فو اللہ لا تسالونی عن شئی الیٰ یوم القیمۃ الا حدثتکم به۔

میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا۔ امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مجھ سے دریافت کیا کرو کہ خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتاؤں گا۔

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ میرا علم قیامت تک کی تمام کائنات کو حاوی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائیں۔

ابن قتیبہ پھر ابن خلکان پھر امام دمیری پھر علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الجفر جلد کتبہ جعفر الصادق کتب فیہ لاھل البیت کل ما یحتاجون الی علمه و کل ما یکون الی یوم القیمۃ۔

جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انہیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

علامہ شریف رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الجفر والجامعۃ کتابان لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقد ذکر فیھما علی طریقۃ علم الحروف الحوادث التی تحدث الی انقراض العالم وکانت الائمۃ المعروفون من اولادہ یعرفونھا و یحکمون بھما فی کتاب قبول العھد الذی کتبہ علی بن موسیٰ رضی اللہ عنھما الی المامون انک قد عرفت من حقو

قنا ما لم یعرفه اباؤک قبلت منک عهدک الا ان الجفر و الجامعة یدلان علی انه لا یتم و المشائخ المغاربة نصیب من علوم الحروف ینتسبون فیه الی اهل البیت و رایت انا بالشام نظما اشیر فیه بالرموز الی احوال ملوک مصر و سمعت انه مستخرج من ذینک الکتابین۔

یعنی جفر و جامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں، بیشک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادئے ہیں اوران کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کتابوں کے رموز پہنچانتے اوران سے احکام نکالتے تھے۔اور مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا۔امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا۔اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے۔اس لئے میں تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں۔مگر جفر و جامعہ بتارہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی۔اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اوراس میں اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے،میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔انتھی

اس علم علوی شریف مبارک کی بحث اوراس کے حکم شرعی کی جلیل تحقیق بحمد اللہ تعالیٰ فقیر کے رسالہ "مجتلی العروس و مراد النفوس" میں ہے جواس کے غیر میں نہ ملے گی۔

(خالص الاعتقاد ۳۴تا۳۸)

(۳۴) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ☆

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہوگیا۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمیں پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا، سر خم کرنا۔

ابو الشیخ کتاب العظمۃ میں امام محمد بن جعفر مخزومی سے راوی:

قال کان سجود الملائکۃ لآدم ایماء۔

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ اشارہ تھا۔ ابن جریر وابن المنذر وابو الشیخ امام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج سے تفسیر'' قولہ تعالیٰ وخروا لہ سجدا۔

(یوسف۔ ۱۰۰)

میں راوی:

قال بلغنا ان ابویہ واخوتہ سجدوا یوسف ایماء برؤسھم کھیأۃ الاعاجم وکانت تلک تحیتھم کما یصنع ذلک ناس الیوم۔

ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے ماں باپ اور بھائیوں کا سجدہ سر سے اشارہ کرنا تھا جیسے اہل عجم کے یہاں ان کی تحیت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی وغیرہ نے محاورات عرب سے اس معنیٰ سجدہ کا اثبات کیا۔ امام بغوی نے معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا اور قول اول کو ضعیف کہا۔ سجدہ ملائکہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض وانما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذلک بالسلام۔

یعنی وہ زمین پر مونھ رکھنا نہ تھا صرف جھکنا تھا۔ جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کر کے باطل فرمادیا۔

سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں:

لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض وانما ھو الانحناء والتواضع وقیل وضعوا الجباہ علی الارض علی طریق التحیۃ والتعظیم وکان جائزا فی الامم السابقۃ فنسخت فی ھذہ الشریعۃ۔

یعنی سجدے سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں وہ تو صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا۔ اور

بعض نے کہا بطور تحیت و تعظیم پیشانی ہی زمیں پر رکھی اور یہ اگلی امتوں میں جائز تھا، اس شریعت میں منسوخ ہو گیا۔ بعینہ یونہی خازن میں ہے۔ دونوں امام جلیل جلال الدین نے تفسیر جلالین میں اسی پر اقتصار فرمایا۔ جلال الدین سیوطی سجدۂ آدم میں فرماتے ہیں:

و اذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لآدم سجدة تحیة بالانحناء۔

سورۂ یوسف میں فرماتے ہیں:

خروا له سجدا سجود انحناء لا وضع جبهة و کان تحیتهم فی ذلک الزمان۔

جلال الدین محلی سورۂ کہف میں فرماتے ہیں:

و اذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لآدم سجود انحناء لا وضع جبهة۔

اور یہ دونوں حضرات اصح الاقوال لیتے ہیں۔ خطبۂ جلالین میں ہے:

ھذا تکملة تفسیر القرآن الکریم الذی الفه الامام جلال الدین المحلی علی نمطه من الاعتماد علی ارجح الاقوال۔

تو ان چاروں اکابر کے نزدیک راجح یہی قول دوم ہے کہ محض جھکنا تھا نہ سجدۂ معروف، بعض گروہ دیگر کے نزدیک قول اول راجح ہے۔ و به اقول لقعوا و خروا۔

بہر حال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔

(فتاوی رضویہ قدیم ج ۹ ص ۲۴۲/۲۴۳)

(۳۶) فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۔☆

تو شیطان نے اس سے (یعنی جنت سے) انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمیں میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض لوگ اس آیت سے ثابت کرتے ہیں کہ بنی آدم میں سے کوئی اپنی حیات میں ز

میں کے سوا کہیں نہ جائے گا (جیسا کہ آیت کے جز وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ۔ سے واضح ہے) اور یہ خطاب تمام بنی آدم کو عام ہے تو چاہئے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آسمان پر تشریف فرما نہ ہوئے۔

جواب یہ ہے کہ بیشک یہ عام ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کو زمین پر قرار ہے، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرار زمین ہی پر ہے۔ زمین میں سے کوئی بھی جدا نہ ہوگا اور یہ معنی لیے جائیں کہ زمین سے کوئی کسی وقت جدا نہ ہوگا تو معراج جسدی سے بھی انکار کرنا پڑے گا اور چاہئے کہ سمندر پر چلنا محال ہو کہ اس وقت بھی زمین پر قرار نہیں ہوتا لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ سمندر پر تھوڑی دیر کے واسطے چلا جانا زمین پر قرار ہونے کے منافی نہیں۔

(الملفوظ ۳/ص ۵۰)

﴿۴۱﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۪ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ۔ ☆

اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ اور مجھی سے ڈرو۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینا حرام ہے۔ (اور آیت "وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا" سے ثابت ہے) درمختار میں اسے یہود و نصاریٰ کی ضلالتوں میں سے گنا۔ مگر

کم من حکم یختلف باختلاف الزمان کما فی العالمگیریۃ۔

کلیہ غیر مخصوصہ کہ طاعات پر اجرت لینا نا جائز ہے، ائمہ نے حالات زمانہ دیکھ کر اس میں سے چند جزیں بضرورت مستثنیٰ کیں۔ امامت، اذان، تعلیم قرآن مجید، تعلیم فقہ، کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلانکیر معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں۔ مجمع البحرین وغیرہ میں ان کا پانچواں وعظ گنا وبس۔ فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں:

میں چند چیزوں پر فتویٰ دیتا تھا، اب ان سے رجوع کیا، ازآنجملہ فتویٰ دیتا تھا کہ عالم کو جائز نہیں کہ دیہات میں دورہ کرے اور واعظ کے عوض تحصیل کرے مگر اب اجازت دیتا ہوں۔ لہٰذا ایسی بات نہیں جس پر نکیر لازم ہو۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ج۹/۱۸۵)

﴿۵۹﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۔☆

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا تو اس میں درود شریف کے بجائے (صلعم) وغیرہ لکھا تھا جس پر آپ نے تنبیہ فرمائی اور اس آیت سے اس کی حرمت پر استدلال فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں)

سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام وجہال (صلعم یا ع یا ص یا صللم) لکھا کرتے ہیں محض مہمل وجہالت ہے۔ القلم احدی اللسانین۔ (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ۔ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم ۔ تو ظالموں نے بدل ڈالی وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی) میں نہ داخل ہوں۔ نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج۹ ص۳۱۴)

﴿۶۷﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۔☆

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ کیا آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور ساتویں پارے چھٹی سورت سورۃ انعام کے دسویں رکوع میں موسیٰ وہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کر کے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۔ (الانعام ۔ ۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ٹھیک راستے چلایا تو انہیں کی راہ چل۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جب تک ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے،،(اور یہاں گائے کے ذبح کرنے کا ذکر ہے) تو گائے کی قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یوں بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے۔

تفسیر مذکور فرمائشی نولکشور جلد اول کے ص ۷ اسطر اخیر وص ۱۸ اسطر اول میں اس حکم الٰہی یعنی ذبح گاؤ کی حکمت یوں لکھی:

اس کے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو،انہیں دکھادیا جائے کہ جسے تم نے پوجا ذبح کرنے کے قابل ہے۔عبادت اور مدح کے لائق نہیں۔

ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انہیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا۔بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (الحشر ۔ ۷)

جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے روکیں اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (النساء ۔ ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ۔ (النجم ۔ ۳)

یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی اور مسلمانوں کو ایک گائے کی قربانی میں سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں۔ ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ضحی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقرۃ ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بی بیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نشترك فی الابل و البقرۃ فی کل بدنۃ سبعۃ منا ۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات آدمی شریک ہوجائیں۔

صحیح مسلم شریف میں انہیں سے روایت ہے:

اشترکنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحج و العمرۃ کل سبعۃ فی بدنۃ فقال رجل لجابر ایشترك فی البقر ما یشترك فی الجزور فقال ما ھی الا من البدن ۔

حج وعمرہ میں ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے۔ کسی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اتنے ہی آدمی شریک ہوسکتے ہیں جتنے اونٹ میں فرمایا: گائے بھی تو بدنہ ہی میں داخل ہے۔

ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر فحضر الا ضحی اشترکناہ فی البقرۃ عن سبعۃ۔

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ بقرعید آئی تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔ سبحان اللہ! جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا اور ہمیں اس کا حکم دیا۔ اسے مذہب اسلام کے خلاف جاننا یا مذہب اسلام میں اس کی اجازت وہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

اس بیان میں ایک بڑی ناانصافی یہ ہے کہ ہماری تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا، جو ہم روشن طور پر ادا کر چکے اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں۔ اگر سچے ہیں تو اب اپنے وید سے قربانی گاؤ کی ممانعت ثابت کریں اور شاستر بنائے مذہب رکھتے ہیں تو ہماری بھی کتب فقہ کو بنائے مذہب جانیں۔

ہدایہ۔ درمختار۔ قاضی خاں۔ عالمگیری۔ وغیرہا ہزاروں کتابیں جو چاہیں دیکھ لیں جس میں قربانی کا باب مذکور ہے ان سب میں قربانی گاؤ نہایت صریح طور پر مسطور ہے تو اسے خلاف مذہب بتانا صریح دھوکہ دینا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کر دیا کہ مورتی پوجن اور بتوں کے آگے گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، ہولی دوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں کہ ہنود نے اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں۔ جن کا ذکر ان کے وید میں نہیں، سب ان کے خلاف مذہب ہیں کہ جس کتاب پر بنیاد مذہب ہنود ہے ان کا پتا نہیں دیتی پچھلے ہنود نے محض براہ حیلہ انہیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بناء ہے خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے۔

اخبار پانیر ص ۷ کالم ۴ مطبوعہ ۱۰/ اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ

ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی۔

اے اگنی! یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے

ہیں اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گہنیاں تجھے پسند آویں۔ رگ وید ۶:۱۶۔۴۷ میں تی ول سے سونا کا عرق پینے والی اگنی خالق کی، جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل اور گہنیاں اور منت کے مین ڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔ رگ ۱۰:۹۱۔۱۴۔

اسی اخبار میں برہمنہ پران۔ اور ستیارتھ پرکاش اور ترہنا جلد ۳ باب ۸۔ اور منو کی سامر تھی ۵:۴۱ وغیرہا کتب مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے۔ اسی طرح مہابھارت وغیرہا سے بھی ثابت۔ فیصلہ ہائی کورٹ مقدمہ قربانی نمبری ۶۸۷ میں تاریخ ہنود زمانہ پیشیں سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گؤ عید گائے کی قربانی کیا کرتے تھے اور متقدمین حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی۔ تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف دل دکھانے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گاؤ کی صاف صریح اجازت ہے امر مذہبی مزاحمت بیجا استحقاق کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا عقلا و عرفا و قانونا کسی طرح انہیں اختیار نہیں۔

واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱۴/ص ۵۶۲ تا ۵۶۶)

(۸۰) وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔☆

اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن تم فرمادو کہ خدا سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے جب تو اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا، یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۔ الآیۃ۔ (البقرۃ۔ ۸۰) یدل علیٰ انہ سبحانہ و تعالیٰ منزہ عن الکذب فی وعدہ و وعیدہ قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال۔ وقالت المعتزلۃ لان

الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محال آہ ملخصا۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سچا نہ اپنے ہر وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے۔ ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے۔ تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال۔ غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلا امکان نہیں رکھتا۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱۵ ص ۳۲۶)

کسی قول کی حکایت اس قول پر افتاء کے مترادف نہیں۔ کیوں کہ ہم بہت سے ایسے اقوال بیان کرتے ہیں جو مذہب (ابی حنیفہ) سے الگ ہوتے ہیں اور کوئی بھی نہیں سمجھتا ہے کہ ہم ان اقوال پر فتویٰ دے رہے ہیں۔ افتاء کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے اور یہ اسی کے لئے حلال ہے جو کسی چیز کو اس کی شرعی دلیل سے پہچانتا ہو۔ ورنہ یہ غلط ہوگا اور شریعت پر افتراء ہوگا اور ایسا کرنے والا اللہ کے اس قول کا مصداق ہوگا۔ اَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تم کو علم نہیں۔ اور۔ قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُونَ۔

(یونس۔ ۵۹)

نیز فرمادیجئے کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اللہ پر افتراء باندھتے ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۱ ص ۱۰۲)

بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

(الجامع للترمذی کتاب التفسیر ۲/ ۱۱۹)

جو بغیر علم قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۶ ص ۳۹۵)

کسی فعل مسلمین کو بدعت شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم پر لگاتا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم ان کے نزدیک فعل ناروا ہے انہوں نے اس سے منع فرمادیا ہے۔ اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار ومستحق عذاب وناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان کے دل میں اللہ ورسول جل علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی بھی خیر خواہی ومحبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روانہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالیٰ: ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون ۔ (البقرۃ ۔ ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو۔ دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قول مجتہد صرف۔ ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج۸/ص ۴۱۷)

(۸۵) ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ز تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ☆

پھر یہ جو تم ہو اپنوں کو قتل کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو ان کے مخالف کو گناہ اور زیادتی میں اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو بدلا دے کو چھڑا لیتے ہو اور ان کا نکالنا تم پر حرام ہے تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلا کیا ہے مگر یہ کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت میں سخت تر عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے بے خبر نہیں۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہیں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے، اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ / مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرماتا ہے کہ وہ ان ۹۹۹ / کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تر عذاب جو ابدالآباد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنی؟ ایک آن کو ہلکا بھی نہ کیا جائے گا۔'' (جیسا کہ آیت ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط'' سے ثابت ہے)

نہ کہ ۹۹ / کا انکار اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادت قرآن عظیم خود صریح کفر ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ فقہاء کرام پر ان لوگوں نے جیتا افترا اٹھایا انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ انھوں نے بہ خصلت یہود'' یحرفون الکلم عن مواضعہ''

یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں، تحریف تبدیل کر کے کچھ کا کچھ بنالیا۔ فقہاء نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ۹۹ / باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے، حاش للہ! بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ۹۹ / ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ۹۹ / قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کا پڑ جائے۔ سب پیشاب ہو جائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ۹۹ / قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب کا ڈال دو سب طیب وطاہر ہو جائیگا۔ حاشا کہ فقہاء تو فقہاء کوئی ادنیٰ تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے!

کسی لفظ کے سو پہلو ہوں تو اسکا حکم

بلکہ فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو، جس میں سو پہلو نکل سکیں، ان میں ۹۹ / پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف، تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اسنے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں اگر واقع

میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا
۔اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے۔اس کلام میں اتنے پہلو ہیں۔

ا۔عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے یہ صریح کفر وشرک ہے۔

"قُلْ لا یَعلَمُ مَن فی السمٰوٰتِ والا رضِ الغیبَ الاّ اللّٰہُ"

(پ ۲۰۔ع ا۔آیت ۶۵۔سورۃ نمل)

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمیں میں ہیں مگر اللہ۔

۲۔عمرو آپ تو غیب داں نہیں مگر جن علم رکھتے ہیں ان کے بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے،یہ بھی کفر ہے۔

"تبیّنتِ الجنُّ انْ لو کا نو ا یعلمو نَ الغیبَ ما لبثُوا فی العذا بِ المهینِ"

(پ ۲۲۔ع ۸۔آیت ۱۴۔سورۃ سبا)

جنوں کی حقیقت کھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے

۳۔عمرو نجومی ہے ۴۔رمال ہے ۵۔سامندرک جانتا،ہاتھ دیکھتا ہے

۶۔کوے وغیرہ کی آواز۔۷۔حشرات الارض کے بدن پر گرنے۔۸۔کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل کر جانے۔۹۔آنکھ یا دیگر اعضا کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے ۱۰۔پانسہ پھینکتا ہے۔ ۱۱۔فال دیکھتا ہے۔۱۲۔حاضرات نے کسی کو معمول بنا کر اس سے احوال پوچھتا ہے۔۱۳۔مسمریزم جانتا ہے۔۱۴۔جادو کی میز۔۱۵۔روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔۱۶۔قیافہ داں ہے۔۱۷۔علم زائرچہ سے واقف ہے۔

ان ذرائع سے اسے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے۔یہ سب کفر ہیں (یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے،۱۲منہ)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من اتی عرا فا او کا ھنا فصد قه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔ رواہ احمد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه"۔

ولاحمد وابی داؤد عنه رضی اللہ تعالیٰ عنه فقد بری بما نزل علی

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مسند احمد ۲/۴۲۹، ترمذی ۱/۳۵ باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض۔)

جو کسی نجومی یا کاہن کے پاس آئے اور اس کے کہنے کی تصدیق کرے تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل شدہ احکام میں کفر کیا۔

۱۸۔ عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسولوں کو ملتا تھا، یہ اشد کفر ہے۔

"ولٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وخاتَمَ النَّبِیّینَ وکانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیماً"

(پ ۲۲، ع ۲، آیت ۴۰ سورہ احزاب)

ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

۱۹۔ وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہو گئے ہیں، اس کا علم تمام معلومات الٰہی کو محیط ہو گیا۔ یہ یوں کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ترجیح دیدی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں۔

"قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ"

(پ ۲۳، ع ۱۵ آیت ۹ سورۃ الزمر)

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔

"من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد عابہ فحکمہ حکم الساب" (نسیم الریاض)

جس نے کہا کہ فلاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے تو اس کا حکم حضور کی شان میں گستاخی کرنے والے کی مانند ہے۔

۲۰۔ جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب اسے الہام سے ملے ان میں ظاہراً یا ظناً کسی طرح کسی رسول انس وملک کی وساطت وتبعیت نہیں، اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا۔ یہ بھی کفر ہے۔

وما کان اللہ لِیُطْلِعَکُم علی الغیب ولٰکنّ اللہ یجتبی من رسلہ من یشاءُ۔

(پ ۴ ع ۹ آیت ۱۷۹ آل عمران)

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے رسولوں سے جسے چاہے۔

”عالمُ الغیبِ فلا یُظهِر علی غیبِه احداً اِلّا مَنِ ارتَضی من رسولٍ“

(پ۲۹،ع۱۲،آیت ۲۶،۲۷سورہ جن)

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

۲۱۔عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے، یہ احتمالا خالص اسلام ہے۔

توحقیقن فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اسکی بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے۔

احتیاط وتحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پر حمل کرینگے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر ہی مراد لیا، نہ کہ ایک ملعون کلام تکذیب خدا یا تنقیص شان سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والثناء میں صاف صریح نا قابل تاویل وتوجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو، اب تو اسے کفر نہ کہنا، کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔

ابھی شفاء وبزازیہ، درر وبحر ونہر وفتاوی خیریہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہ کتب معتمدہ سے سن چکے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے، کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے مگر یہود منش لوگ فقہائے کرام پر افترائے سخیف اور ان کے کلام میں تبدیل وتحریف کرتے ہیں۔

وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ منقلبٍ یَنقلِبُونَ“۔

(پ۱۹ع۱۵،آیت ۲۲۷شعراء)

اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

سو پہلو والے کلمہ میں مفتی کا عمل کیا ہو

شرح فقہ اکبر میں ہے:

"قد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع و تسعون احتمالا للکفر و احتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی و القاضی ان یعمل بالاحتمال النافی"

(شرح فقہ اکبرص ۱۹۹، ملاعلی قاری)

علمائے کرام نے کفر سے متعلق یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ جب کسی کلمے میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال عدم کفر کا تو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر یہ ہے کہ عدم کفر کے احتمال پر عمل کرے۔

فتوی خلاصہ وجامع الفصولین ومحیط وفتاوی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:۔

"اذا کانت فی المسئلة وجوه توجب التکفیر و وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی و القاضی ان یمیل الی ذلك الوجه و لا یفتی بکفره تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان لم یکن لا ینفعه حمل المفتی کلامه علی وجه لا یوجب التکفیر"۔

(ردالمحتار علی درالمختار ۳/۳۱۲، کوئٹہ، بحرالرائق ۵/۱۲۵، کوئٹہ)

جب کسی مسئلے میں چند وجہ موجب تکفیر ہوں اور ایک وجہ عدم کفر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر واجب ہے کہ اسی وجہ کی طرف مائل ہو اور مسلمان پر حسن ظن کرتے ہوئے قائل کے کفر کا فتوی نہ دے، پھر اگر قائل کی نیت وہی وجہ ہو جو تکفیر کو روکتی ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر قائل کی مراد وہ وجہ نہ ہو تو مفتی کا اس کے کلام کو ایسی وجہ پر محمول کرنا جو موجب کفر نہ ہو کچھ فائدہ نہ دیگا۔

اسی طرح فتاوی بزازیہ وبحرالرائق ومجمع الانھر وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے:۔

احتمال کفر پر مفتی کفر کا فتوی نہ دے۔

تاتارخانیہ وبحروسل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے:۔

"لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایة فی الجنایة ومع الاحتمال لا نهایة"

(ردالمختار علی درالمختار ۳/۳۱۲، کوئٹہ، بحرالرائق ۵/۱۲۵، کوئٹہ)

صرف احتمال کفر پر کفر کا حکم نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ کفر انتہائی عذاب ہے

تو وہ انتہائی قصور کو چاہے گا اور وجہ احتمال کے ساتھ انتہا نہیں ہو سکتی۔ (مترجم)

بحر الرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہا میں ہے:۔

" والذی تحرر انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن الخ۔ (ردالمحتار علی درالمختار ۳/۳۱۲، کوئٹہ)

اور وہ جو تحریر کیا گیا یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کلام کو جب اچھے احتمال پر محمول کرنا ممکن ہو تو اس پر کفر کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔ (مترجم)

دیکھو ایک لفظ کے چند احتمال میں کلام ہے نہ کہ ایک شخص کے چند اقوال میں، مگر یہودی بات کو تحریف کر دیتے ہیں۔

فائدۂ جلیلہ

احتمال کفر، کفر نہیں۔

اس تحقیق سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ بعض فتاوے مثل قاضی خاں وغیرہ میں جو اس شخص پر کہ اللہ ورسول کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواح مشائخ حاضر وواقف ہیں یا کہے ملائکہ غیب جانتے ہیں بلکہ کہے مجھے غیب معلوم ہے، حکم کفر دیا، اس سے مراد وہی صورت کفریہ مثل ادعائے علم ذاتی وغیرہ ہے ورنہ ان اقوال میں تو ایک چھوڑ متعدد احتمال اسلام کے ہیں کہ یہاں علم غیب قطعی یقینی کی تصریح نہیں اور علم کا اطلاق ظن پر شائع و ذائع ہے تو علم ظنی کی شق بھی پیدا ہو کر اکیس کی جگہ بیالیس احتمال نکلیں گے اور ان میں بہت سے کفر سے جدا ہوں گے کہ غیب کے علم ظنی کا ادعاء کفر نہیں۔

بحر الرائق وردالمختار میں ہے:

" علم من مسائلهم هنا ان من استحل ما حرمه الله تعالیٰ علی وجه الظن لا یکفر وانما یکفر اذا اعتقد الحرام حلالا ، ونظیره ماذکره القرطبی فی شرح مسلم ان ظن الغیب جائز کظن المنجم والرمال بوقوع شئی فی المستقبل بتجربه امر عادی فهو ظن صادق والممنوع ادعاء علم الغیب والظاهر ان ادعاء ظن الغیب حرام لا کفر بخلاف ادعاء العلم۔

زاد فی البحر الا تری انهم قالوا فی نکاح المحرم لو ظن الحل لا یحد بالا جماع ویعزر کما فی الظهیرہ وغیرها ولم یقل احدانه یکفر وکذا فی نظائرہ۔

(٦۴۔ردالمحتار علی درالمختار ۳/۱٦۸، کوئٹہ۔ بحرالرائق ۵/۱٦، کوئٹہ۔)

انکے مسائل سے یہاں پر یہ معلوم ہوا کہ جس نے اللہ کے حرام کردہ کو ظن کے طور پر حلال جانا تو وہ کافر نہیں ہوگا ہاں جب حرام کو اعتقاد کے طور پر حلال جانے تو وہ کافر ہوگا، اور اسکی نظیر وہ ہے جسے قرطبی نے شرح مسلم میں بیان کیا ہے کہ اگر غیب دانی کا ظن وگمان کرے تو جائز ہے جیسے نجومی اور علم رمل جاننے والے امر عادی کے تجربہ سے مستقبل میں کسی چیز کے وقوع کا ظن کرتے ہیں تو وہ ظن، صادق ہے اور علم غیب کا دعویٰ کرنا ممنوع ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ظن غیب کا دعویٰ حرام ہے کفر نہیں بخلاف علم غیب کے ادعاء کے۔

بحرالرائق میں اتنا زیادہ ہے، کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ فقہاء نے محرم عورت کے نکاح کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ اس عورت کو حلال گمان کرے تو اجماعاً حد لگائی نہیں جائیگی اور تعذیر کی جائیگی یعنی مناسب طور پر سزا دی جائیگی جیسا کہ فتاویٰ ظہیریہ وغیرہ میں ہے اور یہ کسی نے نہیں کہا کہ وہ کافر ہو جائیگا اور یہی حکم اس کی نظیروں میں ہے (مترجم)

تو کیونکر ممکن کہ علماء، باوصف ان تصریحات کے کہ ایک احتمال اسلام بھی نافی کفر ہے جہاں بکثرت احتمالات اسلام موجود ہیں، حکم کفر لگائیں۔ لاجرم اس سے مراد وہی خاص احتمال کفر ہے مثل ادعائے علم ذاتی وغیرہ، ورنہ یہ اقوال آپ ہی باطل اور ائمہ کرام کی اپنی ہی تحقیقات عالیہ کے مخالف ہوکر خود ذاہب وزائل ہونگے۔

اسکی تحقیق جامع الفصولین ورد المحتار وحاشیہ علامہ نوح وملتقط فتوی حجتہ تاتارخانیہ ومجمع الانہر وحدیقہ ندیہ وسل الحسام وغیرہا۔ کتب میں ہے۔ نصوص عبارات رسائل علم غیب مثل ،،اللؤلؤ المکنون،، وغیرہا میں ملاحظہ ہوں۔

وباللہ التوفیق، یہاں صرف حدیقہ ندیہ شریف کے یہ کلمات شریفہ بس ہیں۔

جمیع ماوقع فی کتب الفتاوی من کلمات صرح المصنفون فیها بالجزم بالکفر یکون الکفر فیها محمولاً علی ارادۃ قائلها معنی عللوا به الکفر واذالم تکن ارادۃ قائلها ذالك فلا کفر اھ مختصرا"۔

یعنی کتب فتاوی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں۔

ضروری تنبیہ

احتمال کونسا معتبر ہے: احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو، صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں۔

اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے، یعنی قضا دو ہیں، مبرم و معلق۔

جیسے قرآن عظیم میں فرمایا: "اِلَّا اَنْ یَّأْتِیَ اللّٰہُ ای امرُ اللّٰہِ" مگر یہ کہ آئے اللہ تعالیٰ یعنی اللہ کا امر عمرو کہے، میں رسول اللہ ہوں۔

اس میں یہ تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنی مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی روح بدن میں بھیجی، ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں۔

شفاء شریف میں ہے:۔ ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل۔

صریح لفظ میں تاویل کا دعوی نہیں سنا جاتا۔

شرح شفاء قاری میں ہے: ھو مردود عند القواعد الشرعیة۔

ایسا دعوی شریعت میں مردود ہے۔

نسیم الریاض میں ہے: لا یلتفت لمثلہ و یعد ھذیانا۔

ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔

فتاوی خلاصہ و فصول عمادیہ و جامع الفصولین و فتوی ہندیہ وغیرہا میں ہے:۔

"والفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیة من پیغمبرم، یرید بہ من پیغام می برم یکفر"۔ (۶۵۔ فتاوی عالمگیریہ ۲/۲۶۳، کوئٹہ)

یعنی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اللہ کا رسول یا پیغمبر کہے اور معنی یہ لے کہ میں پیغام لیجاتا ہوں قاصد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ یہ تاویل نہ سنی جائے گی۔ فاحفظ۔

مخالفین کی نازیبا عبارات کا مواخذہ و پس منظر

مکر چہارم۔ انکار، یعنی جس نے ان بدگویوں کی کتابیں نہ دیکھیں اس کے سامنے صاف مکر جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے اور جو ان کی چھپی ہوئی کتابیں تحریریں دکھادیتا ہے، اگر ذی علم ہوا تو ناک چڑھا کر منہ بنا کر چلدئے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال بے حیائی صاف کہہ دیا، ''کہ آپ معقول بھی کردیجئے تو میں وہی کہے جاؤں گا'' اور بے چارہ بے علم ہوا تو اس سے کہہ دیا ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں، اور آخر ہے کیا؟ یہ دو بطن قائل اس کے جواب کو وہی آیت کریمہ کافی ہے کہ:۔

''یَحلِفُونَ باللّٰہِ ما قالُوا،و لَقَد قالُوا کلمةَ الکفرِ و کفرُوا بعدَ اسلامِھم ''۔ (پ۱۰، آیت ۷۴، التوبہ)

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا حالانکہ بیشک ضرور وہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان ہوئے پیچھے کافر ہوگئے۔

ع ہوتی آئی ہے کہ انکار کیا کرتے ہیں

ان لوگوں کی وہ کتابیں (یعنی براہین قاطعہ و حفظ الایمان و تحذیر الناس و کتب قادیانی وغیرہ) جن میں یہ کلمات کفریہ ہیں مدتوں سے انھوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض (جیسے براہین قاطعہ و حفظ الایمان۔۱۲) دو دو بار چھپیں، مدتہا مدت سے علمائے اہل سنت نے ان کے رد چھاپے مواخذے کئے، وہ فتویٰ جس میں اللہ تعالیٰ کو صاف صاف کاذب، جھوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مہری دستخطی اسوقت تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لئے گئے جن میں سے ایک فوٹو کہ علمائے حرمین شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیاں گیا تھا، سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔

یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ میں رسالہ، صیانۃ الناس، کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہوچکا۔

پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور مفصل رد چھپا۔

پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور قاہر رد چھپا۔

اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا، اور مرتے دم تک ساکت رہا، نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کردینا سہل تھا، نہ یہی بتایا

کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔

زید سے اس کا ایک مہری فتوی اسکی زندگی وتندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعا یقینا صریح کفر ہو اور سالہا سال اسکی اشاعت ہوتی رہے، لوگ اسکا رد چھاپا کریں، زید کو اسکی بنا پر کافر بتایا کریں زید اس کے بعد پندرہ برس جئے اور یہ سب کچھ دیکھے سنے اور اس فتوے کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کہ دم نکل جائے۔

کیا کوئی عاقل گمان کرسکتا ہے کہ اس نسبت سے اسے انکار تھا یا اسکا مطلب کچھ اور تھا؟

اور ان میں کے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہوسکتے ہیں نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب گڑھ سکتے ہیں ۱۳۲۰ھ میں انکے تمام کفریات کا مجموعہ یکجائی رد شائع ہوا پھر ان دشناموں کے متعلق کچھ عمائد مسلمین علمی سوالات ان میں کے سرغنہ (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کے پاس لے گئے سوالوں پر جو حالت سراسیمگی بے حد پیدا ہوئی دیکھنے والوں سے اسکی کیفیت پوچھئے مگر اس وقت بھی نہ تحریرات سے انکار ہوسکا نہ کوئی مطلب گڑھنے پر قدرت پائی بلکہ کہا تو یہ کہا کہ میں مباحثے کے واسطے نہیں آیا، نہ مباحثہ چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کر دیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔

وہ سوالات اور اس واقعہ کا مفصل ذکر بھی جبھی ۱۵؍ جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ کو چھاپ کر سرغنہ و اتباع سب کے ہاتھ میں دیدیا گیا، اسے بھی چوتھا سال ہے صدائے برنخواست، ان تمام حالات کے بعد وہ انکاری مکر ایسا ہی ہے کہ سرے سے یہی کہہ دیجئے کہ اللہ و رسول کو یہ دشنام دہندہ لوگ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے، یہ سب بناوٹ ہے اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ حیا دے۔

مکر پنجم:۔ جب حضرات کو کچھ بن نہیں پڑتی، کسی طرف مفر نظر نہیں آتی اور یہ توفیق اللہ واحد قہار نہیں دیتا کہ توبہ کریں اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں بکیں، جو گالیاں دیں، ان سے بعض آئیں جیسے گالیاں چھاپیں ان سے رجوع کا بھی اعلان دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"اذا عملت سیئتہ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر و العلانیۃ بالعلانیۃ،

(کنز العمال ج ۲ ص ۲۰۸، حیدر آباد دکن)

جب تو بدی کرے تو فوراً توبہ کر خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔

رواہ الامام احمد فی الزھد و الطبرانی فی الکبیر و البیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن جید۔

اور فحوائے کریمہ :۔

"یَصُدُّوْنَ عن سبیلِ اللّٰہِ و یَبْغُونَھا عِوَجاً"

(پ ۸، آیت ۴۵، الاعراف)

(اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں)

معاندین کا افتراء و بہتان

راہ خدا سے روکنا ضرور ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دھاڑے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتوائے تکفیر کا کیا اعتبار؟ یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، انکی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، اسماعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحاق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا،

پھر جن کی حیا اور کچھ بڑھی ہوئی ہے وہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کو کہہ دیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کو کہہ دیا۔

پھر جو پورے ہی حد حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کہہ دیا، غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انھوں نے اسے کافر کہہ دیا، یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولانا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مرحوم مغفور سے جا کر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین بن عربی قدس سرہ کو کافر کہہ دیا۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے، انھوں نے آیہ کریمہ :۔

"اِنْ جاءَ کُم فاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَیَّنُوا"۔

(پ۲۶،ع۱۳آیت ۱۶الحجرات)

(اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو) پر عمل فرمایا، خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ "انجاء البری عن وسواس المفتری" لکھ کر ارسال ہوا، اور مولانا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا۔ غرض ہمیشہ ایسے ہی افترا اٹھایا کرتے ہیں اس کا جواب وہ ہے جو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔

"اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ"

(پ۱۴،ع۱۹ النحل)

جھوٹے افترا وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

اور فرماتا ہے:۔

"فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ"

(پ۳،ع۱۴،آل عمران)

ہم اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

مسلمانو! اس مکر سخیف و کید ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں، ان صاحبوں سے ثبوت مانگو کہ کہہ دیا کہہ دیا فرماتے ہو، کچھ ثبوت دکھاتے ہو، کہاں کہہ دیا، کس کتاب، کس رسالہ، کس فتوے، کس پرچہ میں کہہ دیا، ہاں ہاں ثبوت رکھتے ہو تو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے، دکھاؤ اور نہیں دکھا سکتے اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھا سکتے تو دیکھو قرآن عظیم تمہارے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہے

دعوی بلا دلیل اور کذب بیانی

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:۔

"فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَاءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْکٰذِبُوْنَ"۔

(پ۱۸ع۸،النور)

جب ثبوت نہ لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

مسلمانو! آزمائے کو کیا آزمانا، بارہا ہو چکا کہ ان حضرات نے بڑے زور شور سے یہ دعوے کئے اور جب کسی مسلمان نے ثبوت مانگا فوراً پیٹھ پھیر گئے اور پھر منہ نہ دکھا سکے مگر حیا اتنی

ہے کہ وہ رٹ جو منہ کو لگ گئی ہے نہیں چھوڑتے، اور چھوڑیں کیونکر کہ مرتا کیا نہ کرتا، اب خدا اور رسول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہل سنت یوں ہیں بلا وجہ لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں، ایسا ہی ان دشناموں کو بھی کہہ دیا ہوگا۔

مسلمانو! ان مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا کہ من گھڑت کا ثبوت ہی کیا۔

"وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَھدِی کَیدَ الخَائِنِینَ"۔

(پ۱۲، آیت ۵۲، یوسف)

(اور بیشک اللہ دغا بازوں کا مکر چلنے نہیں دیتا) ان کا ادعائے باطل تو اسی قدر سے باطل ہوگیا۔

تکفیر میں احتیاط کا روشن ثبوت

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:۔

"قُل ھَاتُو بُرھَانَکُم اِن کُنتُم صَادِقِینَ"۔

(پ۲۰، ع۱، النحل)

لاؤ اپنی برہان اگر سچے ہو۔

اس سے زیادہ کی ہمیں حاجت نہ تھی مگر بفضلہ تعالیٰ ہم ان کی کذابی کا وہ روشن ثبوت دیں کہ ہر مسلمان پر ان کا مفتری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو جائے، ثبوت بھی بحمد اللہ تعالیٰ تحریری، وہ بھی چھپا ہوا، وہ بھی نہ آج کا بلکہ سال ہا سال کا، جن جن کی تکفیر کا اتہام علمائے اہل سنت پر رکھا ان میں سب سے زیادہ گنجائش اگر ان صاحبوں کو ملتی تو اسماعیل دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہل سنت نے اس کے کلام میں بکثرت کلمات کفریہ ثابت کئے اور شائع فرمائے، بایں ہمہ

اولاً۔ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح "(۱۳۰۷ھ)

دیکھئے کہ بار اول ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ مطبع انوار محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر ۷۵ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے صفحہ ۹۰ پر حکم اخیر یہی لکھا کہ

علمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں، یہی صواب ہے۔

وھو الجواب وبه یفتی و علیه الفتوی وھو المذھب و علیه الاعتماد و فیه السلامة وفیه السداد"

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت۔

ثانیاً:۔"الکوکبته الشھابیة فی کفریات ابی الوھابیه" (۱۳۱۲ھ)

دیکھئے جو خاص اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا اور بار اول شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد میں مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا، جس میں نصوص جلیلہ قرآن مجید وآحادیث صحیحہ وتصریحات ائمہ سے بحو اللہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستر/۷۰ وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا، (ص ٦٢) ہمارے نزدیک مقام

احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ ومختار منا سب واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ثالثاً:۔سل السیوف اللھندیه علیٰ کفریات باالنجدیه (۱۳۱۲ھ)

دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۶ھ کو عظیم آباد میں چھپا، اس میں بھی اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر بوجوہ قاہرہ لزوم کفر کا ثبوت دیکر صفحہ/۲۱، ۲۲، پر لکھا یہ حکم فقہی متعلق بہ کلمات سفہی تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں بیحد برکتیں ہمارے علماء کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر وشرک سنتے ہیں بایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے، نہ قوت انتقام حرکت میں آتی ہے وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے، اھ مختصراً۔

رابعاً:۔ ازالة العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (۱۳۱٦ھ)

دیکھئے بار اول ۱۳۱۷ھ کو عظیم آباد میں چھپا، اس میں صفحہ/۱۰ پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں، ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی

منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔

خامسا:۔ اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے، یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب فتویٰ دیا ہے جب تک ان کی صریح دشنامیوں پر اطلاع نہ تھی مسئلہ امکان کذب کے باعث ان پر اٹھہتر ۷۸ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے، سبحن السبوح، میں بالآخر صفحہ ۹۰ طبع اول پر یہی لکھا کہ حاش للہ، ہزار ہزار بار حاش للہ! میں ہرگز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیان (گنگوہی و انبیٹھی اور ان کے اذناب دیوبندی) جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

(کنز العمال ۱/۱۹۳، حیدرآباد دکن)

جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے

"فان الاسلام یعلو ولا یعلی"

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا (مترجم)

(بخاری ۱/۱۸۰، باب اذا اسلم الصبی الخ، سنن الدارقطنی ۳/۲۵۲ باب المہر، ملتان)

مسلمانو مسلمانو! تمہیں اپنا دین وایمان اور روز قیامت وحضور بارگاہ رحمن یاد دلا کر استفسار ہے کہ جس بندۂ خدا کی دربارۂ تکفیر، یہ شدید احتیاط، یہ جلیل تصریحات، اس پر تکفیر تکفیر کا افتراء کتنی بے حیائی، کیسا ظلم کتنی گھنونی ناپاک بات، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعا حق فرماتے ہیں۔

اذا لم تستحی فاصنع ماشئت ۔ (بخاری ۲/۹۰۴ باب اذا لم تستحی الخ)

جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔

ع بے حیا باش وآنچہ خواہی کن

مسلمانو! یہ روشن واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس سال ہوئے (اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے المعتمد المستند چھپی) ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و

رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افتراء ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کیلئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔

یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھہتر (۷۸) وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دیکر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوئی؟ جب ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاش للہ! مسلمانوں کا علاقہ محبت وعداوت صرف محبت وعداوت خدا ورسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی۔ (جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی، اس سے پہلے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلس میلاد مبارک، قیام میں شریک اہل اسلام ہوتے۔ ۱۲)

یا اللہ ورسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی سنی تھی۔

اسوقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتی کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا، جب صاف صریح انکار ضروریات دین ودشنام دہی رب العالمین وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں سن چکے "من شك في عذابه و كفره فقد كفر"۔

(رد المحتار علی الدر المختار ۳/۳۱۷)

جو ایسے کے معذب وکافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا۔ و ذلك جزاء الظالمین " (اور ظالموں کی یہی سزا ہے)

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

"قُلْ جاءَ الحقُّ وزهقَ الباطِلُ اِنَّ الباطِلَ کان زھوقاً۔

(پ۱۵، ع۹، بنی اسرائیل)

کہدو کہ آیا حق اور مٹا باطل، باطل کو ضرور مٹنا ہی تھا۔

اور فرماتا ہے:

"لا اکراہَ فی الدینِ قَد تبیَّنَ الرّشدُ مِنَ الغَیِّ۔

(پ۳، ع۲، البقرۃ)

دین میں کچھ جبر نہیں حق راہ، صاف جدا ہوگئی ہے گمراہی سے۔

یہاں چار مرحلے تھے۔

ا۔ جو کچھ ان دشنامیوں نے لکھا، چھاپا ضرور وہ اللہ ورسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ضود شنام تھا۔

۲:۔ اللہ ورسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

۳:۔ جو انہیں کافر نہ کہے، جو انکا پاس لحاظ رکھے، جو ان کی استادی یا رشتہ یا دوستی کا خیال کرے وہ بھی انہیں میں سے ہے انہیں کی طرح کافر ہے، قیامت میں ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔

۴:۔ جو عذر ومکر جہال وضلال یہاں بیان کرتے ہیں سب باطل ونا روا وپا در ہوا ہیں

یہ چاروں بحمداللہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ واضح وروشن ہوگئے جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی آیات کریمہ نے دئے، اب ایک پہلو پر جنت وسعادت سرمدی، دوسری طرف شقاوت وجہنم ابدی ہے، جسے جو پسند آئے اختیار کرے مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر زید و

عمرو کا ساتھ دینے والا بھی فلاح نہ پائے گا باقی ہدایت رب العزت کے اختیار ہے۔

حسام الحرمین دیکھنے کی تلقین

بات بحمد اللہ تعالیٰ ہر ذی علم مسلمان کے نزدیک اعلیٰ بدیہیات سے تھی مگر ہمارے عوام بھائیوں کو مہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، مہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے زائد کہاں کی ہونگی جہاں سے دین کا آغاز ہوا اور بحکم احادیث صحیحہ بھی وہاں شیطان کا دور دورہ نہ ہوگا، لہٰذا اپنے عام بھائیوں کی زیارت واطمین ان کو مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کے علمائے کرام ومفتیان عظام کے حضور فتویٰ پیش ہوا جس خوبی وخوش اسلوبی وجوش دینی سے ان عمائد اسلام نے تصدیقین فرمائیں بحمد اللہ تعالیٰ کتاب مستطاب،، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمبن ،، میں گرامی بھائیوں کے پیش نظر اور ہر صفحہ کے مقابل سلیس اردو میں اس کا ترجمہ،، مبین احکام وتصدیقات اعلام،، جلوہ گر۔

الٰہی اسلامی بھائیوں کو قبول حق کی توفیق عطا فرما اور ضد ونفسانیت یا تیرے اور تیرے حبیب کے مقابل زید وعمرو کی حمایت سے بچا، صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت کا۔ آمین۔ (تمہید ایمان ۶۸ تا آخر)

﴿۹۷﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔

تم فرمادو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس جبریل نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے قرآن اتارا اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت وبشارت مسلمانوں کو۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں ''بین یدیہ'' سے آپ نے خطیب کے سامنے جمعہ کے دن اذان ثانی کی کیفیت وحالت بیان فرمائی، لہٰذا فرماتے ہیں:) اب میں اس لفظ (بین یدیہ) کی تحقیق کرتا ہوں۔

لفظ ''بین یدیہ'' دو حرفوں سے مرکب ہے۔ ان اجزائے ترکیبیہ کے اعتبار سے اس لفظ کے معنی تحقیقی یہ ہوئے کہ آدمی کے دونوں ہاتھ کے درمیان جو فضا ہے چاہے وہ آدمی کے آگے کی فضا ہو چاہے پیچھے کی، کیونکہ دونوں ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو ان کے بیچ میں آدمی کے دونوں پہلو

اور دونوں رانیں ہوتی ہیں، اور انہیں دونوں کو جب منہ کے آگے یا پشت کے پیچھے دراز کیا جائے تو پہلی صورت میں آگے کی جانب دونوں ہاتھ کے بیچ کی فضا اور دوسری صورت میں پیچھے کی جانب کی اتنی فضا "بین یدیہ" ہے، اور دونوں ہاتھ لٹکانے کی صورت میں آگے پیچھے کا سوال ہی نہیں۔

لفظ "بین یدیہ" کے معنی ترکیبی حقیقی تو یہی ہیں لیکن یہ یہاں مراد نہیں ہو سکتے اور معنی مرکب میں بسا اوقات یہی ہوتا ہے کہ معنی حقیقی تفصیلی چھوڑ کر دوسرے معنی اجمالی مراد ہوتے ہیں یہ اطلاق کبھی لغوی ہوتا ہے اور کبھی عرفی۔ اپنے معنی تفصیلی کے لحاظ سے یہ دوسری یت معنی اگرچہ مجازی قرار دیئے جائیں۔ لیکن استعمال کے لحاظ سے حقیقی ہوتے ہیں۔ لفظ بین یدیہ کا بھی یہی حال ہے کہ وہ سامنے اور مقابل کے معنی میں طے ہوگا ہے۔ قرب کے معنی سے قطع نظر کر کے یا اس کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اور اس وقت میں اس لفظ کی تفسیر حاضر اور مشاہد سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ رویت عادیہ کے لئے قرب و مقابلہ شرط ہے۔ جو مرئی ہے دیکھنے کے وقت قریب بھی ہے اور مقابل بھی ہے۔

لفظ۔ بین یدیہ۔ کا اصلی مفاد یہی ہے۔ البتہ قرب چونکہ ایک امر اضافی، حد درجہ متفاوت المعنی کلی مشکک ہے۔ اس لئے اس کے مختلف درجات میں سے کسی ایک کی تعیین مقام کی خصوصیت کے لحاظ سے ہوگی اور قرب و بعد کے مختلف مراتب پر دلالت لفظ کے تقاضہ سے نہیں عقل کے تقاضہ سے ہے۔ پھر اصل میں تو یہ لفظ ظرف مکان کے لئے تھا۔ لیکن بعد میں ظرف زمان کے لئے بھی مستعمل ہونے لگا۔ یا تو مطلقاً زمانہ ماضی یا ماضی قریب کے لئے، کیونکہ ماضی حضور کے قریب ہے۔ اور اسی طرح مستقبل میں بھی کہ آنے والا زمانہ بھی مقابل اور متوجہ ہے۔ قرآن عظیم اور محاورات عرب میں لفظ۔ بین یدیہ۔ ان دونوں معنی میں وارد ہوا۔ مفسرین نے اسی معنی سے اس کی تفسیر کی، میں نے تتبع اور تلاش سے قرآن پاک میں ۳۸ جگہ یہ لفظ پایا جن میں بیس مقامات میں قرب پر کوئی دلالت نہیں۔ اور ایک مقام پر معنی ترکیبی حقیقی کے لئے ہے۔ اور سترہ مقامات پر قرب کے لئے۔ مگر اس قرب میں بھی تفاوت عظیم ہے۔ کہ اتصال حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری تک پر قرب کا اطلاق ہوا ہے۔ ہم نے ان سب آیتوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

قسم اول۔ (۱) سورہ بقرہ۔ (۲) سورہ طٰہٰ۔ (۳) سورۂ انبیاء۔ (۴) سورۂ حج۔

ان سورتوں میں آیات کے الفاظ یکساں ہیں "یعلم ما بین ایدیھم وماخلفھم"۔ ان کے پس وپیش کا اسے علم ہے۔

(۵) سورہ مریم شریف کی آیت "له ما بین ایدینا و ما خلفنا وما بین ذلك" اللہ تعالی ہی کے لئے ہے ہمارے پیش وپس اوراس کے درمیان کی حکومت۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کی حکومت اوراس کا علم قریب یا بعید کے ساتھ خاص نہیں۔

(۶) سورۂ بقرہ میں: فانه نزله علی قلبك مصدقالما بین یدیه۔ اللہ پاک نے قرآن عظیم کو آپ کے قلب پر اتارا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔

(۷) آل عمران میں "نزل علیك الكتاب بالحق مصدقا لما بین یدیه" آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔

(۸) سورہ انعام میں "وھذا كتاب انزلنا ہ مبرك مصدق الذی بین یدیه۔" ہم نے اس مبارک کتاب کو اتارا جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔

(۹) سورہ یونس میں "وما كان ھذا القرآن ان یفتری من دون الله لكن تصدیق الذی بین یدیه۔" یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے افتراء نہیں ہے۔ یہ تو گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔

(۱۰) سورہ یوسف میں "ما كان حدیثا یفتری ولكن تصدیق الذی بین یدیه وتفصیل كل شئی" یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے پہلے کاموں کی تصدیق اور ہر شی کی تفصیل ہے۔

(۱۱) سورہ سبا میں "وقال الذین كفرو الن نو من بھذا القرآن ولا بالذی بین یدیه" کافروں نے کہا ہم نہ تو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ نہ اس پر جو گذشتہ ہے۔

(۱۲) سورہ ملائکہ میں "والذی او حینا الیك من الكتاب ھو الحق مصدقا لما بین یدیه" جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی حق ہے۔ اور گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔

(۱۳) سورہ حم السجدہ میں "وانه لكتب عذیز لا یا تیه الباطل من بین یدیه ولا

من خلفه" یہ عزت والی کتاب کہ باطل کو اسکی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے

(۱۴) سورہ احقاف میں" قالوا یا قومنا انا سمعنا کتبا انزل من بعد موسٰی مصدقا لما بین یدیه " اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی جو موسٰی کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے۔

(ان سب آیات میں ہے کہ قرآن عظیم گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے)

اور بلاشبہ قرآن عظیم تمام ہی گذری ہوئی آسمانی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے قریب کی ہو یا بعید کی اقوز گذشتہ کتابوں میں کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ اور کافر کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

(۱۵) آل عمران کی یہ آیت بھی قسم اول میں ہی ہے۔ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حکایت کرتی ہے۔" مصدقا لما بین یدی من التوراة" کہ میں تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی۔

(۱۶) سورہ مائدہ کی آیت "وقفینا علی آثارهم بعیسی بن مریم مصدقا لما بین یدیه من التوراة" ہم ان تینوں کے نشان قدم پر عیسٰی بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی۔

(۱۷) اور سورہ صف کی آیت۔" مصدقا لما بین یدیه من التوراة ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔" میں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

ان آیات میں لفظ۔ بین یدیه۔ کو حضور پر حمل کیا جا سکتا تھا لیکن مفسرین نے اس کی تفسیر" من قبله" ہی کیا کہ ذہن کا تبادر اسی طرف ہوتا ہے۔

(۱۸) اور سورہ بقرہ میں" فجعلناها نکالا لما بین یدیها وما خلفها" تو ہم نے (اس بستی کا) واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا۔ اس کی تفسیر بھی اگلی اور پچھلی امتیں؟ کی گئی جس کا ذکر گذشتہ امتوں میں مذکور اور بعد والی قوموں میں مشہور ہوا۔

(بیضاوی)

(۱۹) اور حم سجدۃ میں۔ اذجا ئتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم "اور جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ حضرت حسن بصری سے اس کی تفسیر مروی ہے کہ رسول انہیں پہلی امتوں کے حادثات اور آخرت میں آنے والے عذاب سے ڈراتے۔ (نسفی)

یا گذشتہ اور آئندہ قومیں کہ انہیں پہلوں کی خبر پہونچی۔ اور ہود اور صالح علیہما السلام نے انہیں دعوت دیتے ہوئے متاخرین کا حال بتایا۔ (بیضاوی)

(۲۰) سورہ احقاف میں "اذا نذر قومہ بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیہ ومن خلفہ۔" حضرت ہود نے اپنی قوم کو مقام احقاف میں ڈرایا۔ اور اس کے پہلے سنانے والے گذر چکے تھے اور بعد میں آئے۔ یعنی حضرت ہود سے پہلے اور ان کے بعد اپنی قوموں کی طرف کہ سوائے خدا کے کسی اور کو نہ پوجو۔ (جلالین)

قسم ثانی۔

(۲۱) سورہ اعراف میں "ھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمۃ" اللہ تعالی نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا۔

(۲۲) سورہ فرقان میں "ھو الذی ارسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ (۲۳) سورہ نمل" میں "امن یھدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ۔" یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے اندھیریوں میں خشکی اور تری کی۔ اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوش خبری سناتی۔

ان آیات میں لفظ بین یدیہ بارش کے قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۲۴) لاتینھن من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم۔ ہم ان پر آئیں گے ان کے پیچھے اور دائیں اور بائیں۔

اس آیت میں شیطانوں کے وسوسہ کا بیان ہے۔ جس کے لئے ان کا ان لوگوں کے۔؟

(۲۵) سورہ رعد میں: لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ۔ ان کے نگران اس کے آگے پیچھے ہیں۔ اس آیت میں نگرانی کا ذکر ہے جو قریب سے ہوتی ہے۔

(۲۶) سورہ سبا میں۔ افلم یروا الی ما بین ایدیھم وما خلفھم من السماء والارض۔ تو کیا انہوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے۔ آسمان و زمین۔ اس آیت

میں سماء سے مراد آسمان دنیا ہے۔ جونسبۃ ہم سے قریب ہے۔ اور ہم پر سایہ فگن ہے۔

(۲۷) اسی میں ہے۔ ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ (الی قولہ تعالی) یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات۔ اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے۔ اس کے رب کے حکم سے۔ اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔ اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن ،اور لنگر دار دیگیں۔ اس آیت میں بادشاہ کے حسب مرضی کام کرنے والوں کے اس کے سامنے ہونے سے مراد اس کی نگاہ میں ہونا ہے۔

(۲۸) اسی میں ہے۔ ما بصاحبکم من جنۃ ان ھوالا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ تمہارے ان صاحب میں جنوں کی کوئی بات نہیں، وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈرسنانے والے، ایک سخت عذاب کے آگے، اس میں لفظ بین یدی قیامت کے قرب پر دلالت کرتا ہے۔

(۲۹) سورہ یٰس میں ۔ وجعلنا من بین ایدیھم سداو من خلفھم سدا ۔ ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار۔ یہاں لفظ بین ایدی اتصال حقیقی کے لئے ہے، تاکہ نابینائی پیدا ہو۔ (پناہ بخدا)

(۳۰) اسی میں ہے۔ واذاقیل لھم اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم ۔ جب ان سے کہا گیا کہ سامنے اور پیچھے کے عذاب سے بچو، یعنی دوسروں کی طرح کہا گیا کہ عذاب دنیا اور عذاب آخرت سے بچو۔ (جلالین)

(۳۱) حم سجدہ میں۔ وقیضا لھم قرناء فزینوا لھم ما بین ایدیھم و ما خلفھم ۔ اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کئے۔ انہوں نے انہیں مزین کردیا جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ ما بین ایدیھم سے مراد امور دنیا اور شہوتوں کی اتباع اور خلفھم سے مراد امور آخرت۔ (جلالین)

(۳۲) سورہ حجرات میں۔ یا ایھا الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ ۔ اے ایمان والو اللہ ورسول پر سبقت نہ کرو اس آیت میں نفی کا مفاد حکم خدا ورسول سے پہلے کسی امر کے فیصلہ کی ممانعت ہے۔ اور اس کی شناعت کو محسوس کے ساتھ ممثل کرکے دکھایا گیا۔ اگر چلنے میں غلام آقا سے آگے چلے تو برا ہے۔ اور یہ برائی قرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

(۳۳)سورہ حدید میں۔ یوم تری المومنین والمومنات یسعی نورھم بین ایدھیم وبایما نھم ۔ اس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور دائیں چلے گا۔ یہاں یسعی اس پر دلالت کرتا ہے کہ آگے اور دائیں سے مراد وہ جگہ ہے جو ان کے لئے روشن کی گئی ہے۔ تو یہاں بین یدیہ سے مراد قرب ہے۔ اور نور تو مومنوں سے متصل ہی ہوگا۔

(۳۴)سورہ مجادلہ میں ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقه ۔ اے ایمان والو رسول کریم سے بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ پیش کرو۔

(۳۵)ااشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات ۔ بات چیت سے قبل صدقہ پیش کرنے سے ڈر رہے ہو۔ ان دونوں آیتوں میں مراد تعظیم رسول ہے۔ تو یہ قرب سے ہی ظاہر ہوگی۔

(۳۶)سورۂ ممتحنہ میں ہے" ولا یاتین ببھتان یفترینه بین ایدیھن وارجلھن ۔ ایسا بہتان نہ ظاہر کرو جسے تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے بیچ گڑھا ہو۔ وہ لڑکا جو دوسرے کا ہو۔ عورت اس کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرے۔ اور اس کو شوہر کا حقیقی لڑکا بتائے۔ تو عورت جب بچہ جنے گی تو وہ حقیقۃً اس کے پاؤں اور ہاتھوں کے بیچ میں ہوگا۔ تو یہاں بین یدیہ کے معنی حقیقی ترکیبی مراد ہیں۔

(۳۸)سورہ جن میں۔ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول فانه یسلك من بین یدیه ومن خلفه رصدا۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ان رسولوں کے آگے پیچھے نگران چلتے ہیں۔ یعنی فرشتے جو وحی کی تبلیغ تک ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ سب آیات واضح ہیں۔

اسی سے ہے۔ جعلنا ھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا۔ ہم نے اس بستی کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کردیا۔ مشہور اور ظاہر یہی ہے کہ ما بین یدیہ اور خلفہ سے مراد وہ امتیں ہیں جو ان کے زمانہ میں تھیں اور ان کے بعد میں۔ (جلالین)

یا جو دیہات قریب تھے اور وہ جو دور تھے۔ یا ان دیہاتوں والے۔ (بیضاوی)

ایسا ہی آیت مبارکہ۔ اذجاء تھم رسلھم من بین ایدیھم ومن خلفھم ۔ جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے آئے ان کے آگے اور پیچھے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ فرشتے ان کے پاس ہر طرف سے آئے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے حیلے برتے۔ (مدارک، بیضاوی۔)

ائمہ تفسیر ولغت کا بیان یہ ہے۔ صحاح۔ قاموس۔ مختار الصحاح۔ تاج العروس۔ وغیرہ میں بین یدی الساعۃ کے معنی قیامت سے پہلے، اور صراح میں آگے جانے والے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ بین یدیك ہر اس چیز کو کہا جائے گا جو تمہارے آگے ہو، معالم التنزیل تفسیر سورۂ حجرات میں بین الیدین کے معنی آگے ہے۔ اور خازن میں بین یدیہ کے معنی جو اس کے آگے ہو۔ تفسیر ابو سعود میں سورہ یونس علیہ السلام میں بین یدیہ کے معنی آگے۔ اور جلالین میں سورہ رعد کے لفظ بین یدیہ کے معنی آگے۔ اسی میں سورہ مریم کے لفظ ما بین ایدینا کے معنی ہمارے آگے، اسی میں اور دیگر تفاسیر میں سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں کے لفظ "مصدقا لما بین یدیہ" کے معنی اس سے پہلے کی کتابیں۔ انموذج جلیل میں ۲۷ ویں آیت کے تحت ہے۔ مابین یدی الانسان ہر وہ چیز جس پر انسان کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔

کرخی اور فتوحات الٰہیہ میں اسی آیت کے تحت ہے۔ انسان کے مابین یدیہ وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔ تکملہ مجمع البحار میں ہے۔ فعلتہ بین یدیك کا ترجمہ میں نے اسکو تیرے حضور میں کیا۔ اور عنایۃ القاضی میں آیۃ الکرسی کے ما بین ایدیھم کے معنی لکھے ہیں۔ کہ ما بین یدیہ کا اطلاق امور دنیا پر ہے کہ وہ تمہارے سامنے ہیں۔ اور حاضر کی تعبیر ما بین یدیہ سے کی جاتی ہے۔ اور امور آخرت تم سے پوشیدہ ہیں جیسے وہ چیز جو تمہارے پیچھے ہو۔ اور جمل میں اسی آیت کی تفسیر میں ما بین ایدیھم کے معنی جو حاضر ومشاہد ہو۔ لکھے ہیں۔ خطیب اور جمل میں۔ بین یدی اللہ ورسولہ کے معنی ان دونوں کے حضور کئے ہیں۔ کہ جو آدمی کے پاس ہو وہ بین یدیہ ہے۔ اور آدمی اس کو دیکھنے والا ہے۔

(پوری بات آگے آ رہی ہے)

تو قرآن عظیم، احادیث کریمہ، اور قدیم وجدید ائمہ کی نصوص سے ظاہر ہو گیا۔ کہ قول فقہاء یوذن بین یدی الخطیب ۔ کی دلالت مسجد کے اندر ہونے پر بھی نہیں چہ جائے کہ منبر کے پاس ہو۔

(۱) لفظ بین یدیہ۔ افادہ قرب میں متعین نہیں جیسا کہ پہلے ذکر کی ہوئی بیس آیتوں سے ظاہر ہوا۔ اور پہلے ذکر ہوئی ائمہ لغت وتفسیر کی تصریحات سے ظاہر ہوا۔ فقہاء کی غرض تو یہ بیان کرنا ہے۔ کہ اس اذان میں مسنون خطیب کا سامنے رہنا ہے۔ جیسا کہ فاتح شرح قدوری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ۔ جب موذنین خطیب کے سامنے اذان دے لیں۔ فقہاء کو اس عبارت سے صرف سامنا بتانا ہے۔ یہ بات کہ اذان جوف مسجد میں نہ ہو۔ نہ مسجد سے دور ہو بلکہ مسجد کے حدود واطراف میں ہو۔ یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کو باب الاذان میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس دوسرے مسئلہ سے سامنے کی دوری متعین ہوتی ہے۔

(۲) اور اگر بین یدیہ۔ کے معنی قریب تسلیم بھی کر لئے جائیں تو قرب ایک امر اضافی ہے۔ ہر چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔

(الف) دیکھو اکیسویں آیت میں بین یدیہ کے معنی بارش قریب ہونے کے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں کہ ہوا چلی اور بارش۔ اور اس طرح جیسا کہ قران عظیم میں ہے: ہوا نے بادل کو اٹھالیا تو ہم نے اسے خشک علاقہ کی طرف روانہ کیا۔ تو اس سے بارش ہوئی۔

(ب) ۲۶ ویں آیت میں آسمان کو ہمارے قریب بین یدیہ بتایا۔ اور ہم سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری پر ہے۔ حضرت ترجمان القرآن علامۃ الکتاب، افصح العرب اور اعلم القوم باللسان، سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت الکرسی کے "یعلم ما بین ایدیھم" کے معنی زمین سے آسمان تک بتائے۔ اور ما خلفھم کے معنی آسمان متعین فرمائے۔ طبرانی نے اسے کتاب السنہ میں روایت کیا۔

(ج) ۲۷ ویں آیت میں کہا گیا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بین یدیہ، چیزیں بناتے تھے۔ حالانکہ وہ شیطان تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں داخل ہو کر وہ عظیم الشان عمارتیں، مجسمے اور میدانوں کی طرح وسیع وعریض لگن۔ بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کو کافی ہوں بنا ہی نہیں سکتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں۔ جن پر مومن انسان بیٹھتے، ان کے پیچھے مومن جن ہوتے، تو شیطان ان سب کے بعد میں ہی ہوں گے۔

(اٹھائیسویں آیت میں ارشاد فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہے۔ خود حضور صلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کے ساتھ ساتھ مبعوث کیئے گئے۔ احمد اور شیخان نے سہل بن سعد سے اور ترمذی نے حضرت انس سے اس کو روایت کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے آج ۱۳۳۳ھ (اور اب ۱۴۲۵ھ) تک امت مرحومہ کو مہلت دی۔ اور اس کے بعد بھی یہ امت باقی رہے گی۔ اس کے باوجود یہ مہلت نہ تو آیت کریمہ کے منافی ہے نہ حدیث مقدس کے۔ آپ کی حدیث ہے کہ مجھے قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا تا کہ لوگ ایک خدا کو پوجیں۔ (احمد وابو یعلی اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا)

(ہ) انجیل میں۔ بین یدی القرآن ہے اور ان دونوں کے بیچ میں چھ سو سال سے زائد کا فاصلہ ہے۔ اور توریت انجیل کے مابین یدیہ ہے اور ان دونوں کے درمیان حسب روایت جمل انیس سو پچھتر (۱۹۷۵) سال کا فاصلہ ہے۔ اور یونہی توراۃ قرآن کے بھی بین یدیہ ہے۔ تو توریت قرآن شریف کا فاصلہ لگ بھگ تین ہزار سال کا ہوا۔

(و) یہ بات یقینی ہے کہ غروب آفتاب کے وقت پچھم طرف رخ کر کے کھڑا ہونے والا عربی میں کہتا ہے الشمس بین یدی اور فارسی میں کہتا ہے آفتاب پیش روئے من است۔ اور ہندی میں کہتا ہے۔ سورج میرے منہ کے سامنے ہے۔ حالانکہ ان دونوں کے درمیان تین ہزار سال کی مسافت ہے۔ اور یہی بات ثریا کی طرف رخ کر کے بھی کہتا ہے۔ جب کہ اس کے اور ثریا کے درمیان آٹھ ہزار سال کی راہ ہے۔

(ز) انتیسویں آیت میں لفظ بین یدیہ سے مراد اتصال حقیقی ہے۔ اس لئے کے اندھا پن بے اس کے متحقق نہیں ہو سکتا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ میں بین یدیہ کہ مدلول کی جولان گاہ اتصال حقیقی سے شروع ہو کر آٹھ ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔ تو اس کی اصل حاضر و مشہود کے لئے ہے۔ اور محل و مقصود کے لحاظ سے اس حضور میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

مثلاً ثریا اتنی دور ہے، اور سورج اتنی دور ہے، اور سیارے پانچ سو برس کی راہ ہے، تو ان اشیاء میں یہ قرب کہا جائے گا، اور مزدوروں میں اتنی دور سے نگرانی ہو سکے، مزدورست نہ

پڑیں اور کھسک نہ سکیں۔اور مصلی کو حکم اپنی نگاہ موضع سجود پر رکھے۔تو اس کے موضع سجود میں اتنی ہی دوری اصل ہے۔اور مصلی کے سامنے سے گذرنا تبھی کہا جائے گا جب گذرنے والا خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نگاہ کی زد میں آئے اور یہ موضع سجود ہی ہے جس کی محققین نے تصریح کی ہے۔

(ح) مقولہ جلست بین یدیہ میں مراد حدود بصر سے بھی کم اور محدود دائرہ ہوگا۔کہ یہ بیٹھنا بات چیت کے لئے ہے۔جس کا تعلق سماع سے ہے۔اور سماع کا دائرہ بصر کے دائرہ سے بھی محدود و مختصر ہے۔چنانچہ کشاف، مدارک۔اور شربینی وغیرہ کے مصنفین نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

حقیقة قوله جلست بین یدی فلان ان تجلس بین جهتین المسامتین لیمینه وشمائله قریبا منه فسمیت الجهتان یدین لکونهما علی سمت الیدین مع القرب منهما توسعا کما یسمی الشئی باسم غیره اذ جاوره۔

قول جلست بین یدی فلان کی حقیقت یہ ہے کہ دائیں بائیں کی دو مقابل جہتوں کے بیچ میں فلاں کے قریب بیٹھا جائے ان دونوں جہتوں کو دو ہاتھ سے تعبیر کیا کہ یہ جہتیں انہیں دونوں ہاتھوں پر ان سے قریب ہیں۔اور یہ مجازا ہے جیسا کہ دو پاس والی چیزوں میں ایک نام دوسرے کو دیدیا جاتا ہے۔

(خطیب شربینی کی یہی عبارت ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا)

تنبیہ۔اس عبارت میں اس معنی کو شرع میں حقیقی کہا اور بعد میں مجازی قرار دیا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے تفصیلی کے معنی کے لحاظ سے تو یہ مجاز ہے۔اور اجمال کے لحاظ سے معنی حقیقی۔

(ط) ایک شخص قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہے۔مگر خود بے وضو ہے۔تو وہ اپنے خادم سے کہتا ہے: میرے سامنے قرآن عظیم لے کر بیٹھ جاؤ۔تو یہاں قریب سے ایسا قرب مراد ہوگا کہ پڑھنا ممکن ہو۔اور یہ قرب تیز نگاہی اور ضعف بصارت کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔اور تحریر کے جلی اور خفی ہونے کے لحاظ سے بھی متعدد ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قریب کے یہ مختلف معانی موارد اور مقامات کے اختلاف کی وجہ

سے پیدا ہوئے ہیں۔ تو لفظ بین یدیہ سے کسی خاص قرب پر استدلال باطل ہے۔ جس سے اذان کا منبر کے متصل یا مسجد کے اندر ہونا سمجھا جائے۔ نہ یہ کہ حکم دیا جائے کہ اذان منبر سے لگ کر دیجائے۔ اور چونکہ اس قرب کے مدعی وہ لوگ ہیں اور لفظ بین یدیہ سے اس مدعی پر وہی لوگ استدلال کرتے ہیں۔ تو انہیں ہی علاحدہ سے کوئی دلیل لانی چاہئے کہ یہاں اس لفظ سے مراد یہی قرب ہے۔ اور یہ بھلا ان کے بس کی بات کہاں۔

اور وہ خود یہاں بین یدیہ کے معنی متعین کرنے سے عاجز ہوں۔ تو ہم سے دریافت کریں ہم تبرعاً انہیں بتاتے ہیں کہ یہاں وہی قرب مراد ہے جو اس لفظ کا مدلول ہے یعنی موجود مشاہد۔ جسے دیکھنے کے لئے چہرہ دائیں یا بائیں موڑنے کی ضرورت نہ پڑے۔ قرب کے تمام افراد میں یہی معنی مشترک ہیں اور اس معنی پر اضافہ تو موقع استعمال کی خصوصیت سے مستفاد ہوتا ہے جو مسئلہ دائرہ میں مسجد کی باہری حدیں اور بیرونی صحن ہے۔

بات مکمل ہوگئی اور مسلک حق موید بالدلیل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہوگیا مگر یہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہم تو اس ظہور حق پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہی کرتے ہیں۔

(۳) یہاں بین یدیہ کی حد متعین کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم العدل ہیں۔ اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ہوتا تھا وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز ہے۔ جسے حدیث صحیح سے سنا جا چکا کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی تھی، تو قرب کی بحکم رسول یہی حد مقرر ہوئی۔ اور جو اس پر اضافہ کرے یا اس میں کمی کرے وہ ظلم وتعدی کرنے والا ہے۔ پس جس نے اس قرب مروی میں اضافہ کر کے داخل مسجد کر دیا اس نے سنت رسول پر زیادتی کی، اور جس نے اس قرب میں کمی کی کہ ہر سہ معنی مسجد سے اس کو خارج کر دیا اس نے بھی ظلم کیا اور جس نے دو آخری معنی کے اعتبار سے خارج مسجد کیا۔ اور معنی اول کے اعتبار سے داخل مسجد کیا اس نے حق کے موافق حکم کیا۔ اور حکم تو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(۴) الحمد للہ گزشتہ صفحات میں تحقیقات کے جو گلشن لہلہائے ان سے ان صاحب کی ناسمجھی ظاہر ہوگئی جنھوں نے اذان خطیب کے داخل مسجد ہونے پر مفردات امام راغب اصفہانی کے اس قول سے استدلال کیا:

یقال هذا الشی بین یدیك ای قریبا منك۔

کہا جاتا ہے کہ یہ چیز تمہارے سامنے ہے یعنی تم سے قریب ہے۔

اور کشاف اور مدارک کے مذکورہ بالا قول سے۔

جلست بین یدی فلاں الخ۔

میں فلاں کے سامنے بیٹھا۔ (الی آخرہ)

اولا۔ ہم تو اس کا اعتراف ہی کرتے ہیں کہ لفظ بین یدیہ بسا اوقات قرب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن خود قرب میں بھی تو بڑی وسعت ہے۔

ثانیا۔ انہیں یہ امر محسوس ہی نہ ہوا۔ کہ یہاں لفظ بین یدیہ کے معنی مشترک حاضر و مشاہد پر قرب کی زیادتی جلوس کی خصوصیت سے مستفاد ہے۔ پھر اس جلوس خاص کے بھی متعدد مراتب ہیں۔ ایک بازاری آدمی اور وزیر اعظم دونوں بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور دونوں ہی اپنے اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ میں بادشاہ کے پاس بیٹھا تھا۔ لیکن دونوں پاس میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ کہ وزیر بادشاہ کے ساتھ صدر میں ہوتا ہے۔ اور عام آدمی جوتا نکالنے کی جگہ بلکہ چوکھٹ کے باہر۔ تو اس لفظ سے قرب پر استدلال الٹ گیا۔ کہ دربار کے دروازہ کی چوکھٹ کے پاس بیٹھنے والا بھی صدر میں بیٹھنے والے کی طرح بین یدیہ اور پاس ہے۔

ثالثا۔ راغب کے قول میں یہ رغبت ظاہر کرنے والوں کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گئے۔ کیونکہ مخالف نے امام راغب کے قول کے جو معنی بتائے وہ ان ائمہ لغت و تفسیر کے خلاف ہے یا موافق۔ اگر خلاف ہے تو آپ نے جمہور ائمہ لغت کی تصریحات کو چھوڑ کر امام راغب کے شاذ قول کی طرف کیوں رغبت ظاہر فرمائی۔ اور اگر خلاف نہیں تو حاضر و مشاہد میں جتنا قرب ہے اس پر قناعت کیوں نہیں۔ حالانکہ رویت عادیہ کے لئے قریب ہونے کی شرط لابدی ہے۔ یا تو قرب کی ایک متعین حد مانتے ہو اور اسے کلی مشکک نہیں مانتے۔ پھر تو آپ کا جواب آپ کے جیسا ناسمجھ ہی دے سکے گا۔

اللہ تبارک وتعالی اپنے قول حق میں فرماتا ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمر۔

قیامت قریب ہوئی اور چاند شق ہو چکا۔

بلکہ اسی قدوس و پروردگار نے فرمایا:

اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون ۔

لوگوں کے حساب کی گھڑی آپہونچی اور وہ ابھی غفلت میں اعراض کررہے ہیں۔

حالانکہ حساب قیام قیامت کے بعد آدھا دن گزار کر ہوگا۔ اس وقت ایک دن کی مقدار آج کے پچاس ہزار سال کے برس ہوگی۔

رابعاً۔ امام قدوری نے اپنی شرح میں فرمایا اشیاء کی حفاظت کے دو طریقے ہیں۔

(۱) نگران کے ذریعہ حفاظت۔ جوہرہ نیرہ میں اس کی تشریح فرمائی کہ محافظ چیز سے اتنا قریب ہو کہ اسے دیکھتا رہے۔ اور اگر اتنا دور ہوگیا کہ چیز نگاہ سے اوجھل ہوگئی تو یہ حفاظت نہیں ہے۔ امام قدوری اور صاحب جوہرہ نے قرب و بعد کا مدار دیکھنے نہ دیکھنے پر رکھا۔ تو کلام راغب میں بھی قرب سے مراد یہی حاضر و مشاہد ہونا چاہیے جیسا کہ دیگر ائمہ لغت و تفسیر کی تحقیق ہے۔

خامساً۔ اس مستدل سے خود امام راغب کو شکایت ہوگی کہ اس نے میری پوری بات یاد نہیں رکھی کیونکہ ان کی پوری بات تو یہ ہے:

يقال هذا الشي بين يديك اى قريبا منك وعلى هذا قوله ۔ له ما بين ايدينا ومصدقا لما بين يدى من التوراة۔ وقوله وقال الذين كفروا لن نو من بهذا لقرآن وبالذى بين يديه اى مقدمالله من الانجيل ونحوه۔ (مختصرا)

محاورہ ہے کہ یہ چیز تمہارے سامنے یعنی تم سے قریب ہے اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل اقوال میں لفظ بین یدیہ سے یہی قرب مراد ہے۔ (مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبان سے کہلایا) جو ہمارے سامنے ہے سب خدا کے لئے ہے۔ (اور قرآن کے لئے خود فرمایا۔) اپنے آگے والی کتاب توراۃ کی تائید کرتا ہے۔ اور کافروں کا قول نقل کیا کہ ہم نہ تو قرآن پر ایمان لائیں گے نہ اس سے پہلے کی کتابوں مثلاً انجیل وغیرہ پر۔

اس پوری عبارت میں امام راغب نے بین یدیہ کے معنی قریب بتا کر اس کا مصداق ''له ما بين ايدينا'' کو قرار دیا۔ تو کیا فرشتوں نے ہمارے سامنے کہہ کر صرف اپنے متصل اشیاء مراد لیں کیا صرف وہی اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں؟

سادسا۔ اسی معنی قریب کی فرع مصدقا لما بین یدی من التوراۃ کو کہا جن میں دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ تو جب یہ عظیم زمانی فاصلہ لفظ بین یدیہ کے معنی قرب کے منافی نہیں، تو قرب مکانی میں مسجد کے حدود اور اس سے متصل زمین کا فاصلہ لفظ بین یدیہ کے معنی قرب کے کیا منافی ہوگا۔ جو عام طور سے سو ہاتھ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ کئی مساجد میں بیس ہاتھ بھی نہیں ہوتا۔

ثامنا۔ چلئے ہم نے امام راغب کے قول کی وہی مراد تسلیم کر لی جو آپ کو مرغوب ہے۔ مگر اس کو کیا کیجئے گا۔ کہ صحابی رسول حضرت سائب بن یزید غزنی رضی اللہ عنہ جو خود بھی صاحب زبان ہیں اور آپ اور آپ کے امام راغب دونوں سے زیادہ عربی زبان کی باریکیاں سمجھتے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اذان جمعہ کو بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کہتے اور علی باب المسجد بھی کہتے ہیں۔ یہ حدیث گرامی تو آپ کی کٹھ حجتی کے منہ پر ایسی مہر ہے جس کا ٹوٹنا ناممکن ہے۔ ہم اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتے ہیں۔

تاسعا۔ مستدل نے یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ بین یدیہ بعض مواقع میں قرب سے خالی بھی ہوتا ہے۔ اور صرف سامنے اور مقابل کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ بعض آیات قرآنی میں بھی واقع ہوا ہے۔ مگر مسئلہ اذان میں جو لفظ بین یدیہ آیا ہے اس کے معنی صرف وہ محاذاۃ ہے جو قرب سے خالی ہو۔ اس کی تصریح کسی نے نہیں کی ہے۔

مقام حیرت ہے کہ بین یدیہ۔ کو قریب و بعید دونوں کے لئے مان کر، اور یہ تسلیم کر کے کہ قرآن عظیم میں ایسا وارد ہے اور مستدل ہو کر سادگی سے یہ کہنا کہ مسئلہ متنازعہ میں بین یدیہ کے معنی بعید ہونے کی تصریح کہیں سے ثابت نہیں (الٹی بھیرویں الاپنا ہے)

اس عدم ثبوت سے مستدل کو کیا فائدہ پہونچے گا۔ آپ کا استدلال تو اس احتمال کے تسلیم کرتے ہی ختم ہو گیا۔ کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔" اب تو اگر آپ یہ ثابت کر سکتے کہ مسئلہ اذان میں اس لفظ کے معنی بعید نہیں مراد ہیں۔ تو بات بنتی اور یہ آپ کے بس سے باہر ہے۔ جبھی تو معنی محتمل مراد نہ ہونے کی تصریح کے عموم سے استدلال کرنے لگے۔

سبحان اللہ یہ بھی پتہ نہیں کہ مستدل کا موقف کیا ہے۔ اور معترض کو کس بات سے فائدہ پہونچتا ہے۔

اسلوب بیان کی خامی۔ یہ جملہ جیسا کہ قرآن کی بعض آیات میں واقع ہوا یہ

بتانے کے لئے بولتے ہیں کہ یہ جو واقع ہوا سہوا وخطاءً واقع ہوا کیا قرآنی آیت کے لئے یہ اسلوب بیان صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم عفو کے طالب ہیں۔

جب تم نے یہ تسلیم کرلیا کہ بین یدیہ کے معنی قرآن میں بعید مقابل کے لئے ہیں تو اس سے منہ موڑ کر اس کو راغب کے بیان کے مطابق قریب مراد لینے کی کیا وجہ ہے۔

اگر کوئی وجہ فرق تھی تو آپکو دونوں ہی پہلو کے لئے دلیل دینی چاہئے تھی کہ قران میں بعید ہونے کی یہ وجہ ہے اور اذان میں قریب مراد ہونے کی دلیل یہ ہے۔ اور جب آپ کے پاس تفریق کی کوئی دلیل نہیں۔ تو قرآن عظیم سے منہ موڑ کر راغب کا دامن پکڑنا کارذلیل ہے۔

(شمائم العنبر ۔ ۲۶۸ تا ۲۸۶)

﴿۱۰۲﴾ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِينُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔☆

اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانے میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت وماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اسکی عورت میں اس سے ضرر نہیں پہونچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں وہ جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں کسی طرح انہیں علم ہوتا۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں قصہ ہاروت و ماروت کی غلط شہرت اور غیر خدا کی جانب سے نفع وضرر کا ثبوت باذن اللہ تعالیٰ ثابت فرمایا)

امام احمد وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ بسند حسن مالک بن قیس رضی اللہ عنہ سے راوی ۔حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من ضار ضار اللہ بہ و من شاق شق اللہ علیہ ۔

جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالے گا۔

حاکم کی حدیث میں ہے:

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حجر اسود کی نسبت فرمایا: بلی یا امیر المو منین یضر و ینفع ۔ (الحدیث)

کیوں نہیں اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔ (الحدیث)

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹ ص ۶۹۱۔۶۹۲)

قصہ ہائے ہاروت و ماروت جس طرح عام شائع ہے ائمہ کرام کو اس پر سخت انکار شدید ہے۔ جس کی تفصیل شفاء شریف میں اور اس کی شرح میں ہے۔ یہاں تک کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

ھذہ الاخبار من کتب الیھود و افترا ئھم ۔

یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کی افتراؤں سے ہیں۔

ان کو جن یا انس مانا جائے جب بھی درازی عمر مستبعد نہیں۔ سیدنا خضر وسیدنا الیاس اور سیدنا عیسیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہم انس ہیں اور ابلیس جن ہے۔

اور راجح یہی ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جن کو رب عزوجل نے ابتلائے خلق کے لئے مقرر فرمایا کہ جو سحر سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ۔

انما نحن فتنۃ فلا تکفر ۔ (البقرۃ ۔ ۱۰۲)

ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔

اور جو نہ مانے اپنے پاؤں جہنم میں جائے۔ اسے تعلیم کریں تو وہ طاعت میں ہیں نہ کہ معصیت میں۔

بہ قال اکثر المفسرین علی ما عزا الیھم فی الشفاء۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۲۰)

〈۱۱۴〉وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَاؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔☆

〈۱۱۵〉وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔☆

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہونچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

اور پورب و پچھم سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت) تمہاری طرف متوجہ ہے بے شک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسجد میں علماء سے ناخوش ہونا اور انہیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے۔ (اس حکم کو "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ" سے ثابت فرمایا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۴۴۵)

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اور "وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَاؕ" سے ثابت کر) مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دنیوی ہی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے۔ جنہوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیت کریمہ کے تحت داخل ہیں۔

فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بدستور مسجد رکھیں۔ اور اگر اس کی دوکانیں کر لی گئی ہوں تو فرض قطعی ہے کہ فوراً ان دوکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ

عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے۔ جونہ مانیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وا ما ینسینك الشیطا ن فلا تقعد بعد الذکر ی مع القوم الظا لمین ۔ (الا نعا م ۔ ٦٨)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کبھی شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کر کے اس کو دوکانیں کرلے وہ لوگ اگر مخالفت خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد کو پھر سے مسجد کرلیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (جدید ۸/۸۸)

﴿۱۲۴﴾ **وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔** ☆

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امامت اصل حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نبی الانبیاء وامام الانبیاء ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم مقام ہوگا نہ کہ غیر۔ اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال۔ (جیسا کہ آیت "قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط" سے ثابت) تو امامت خاص حق علماء ہے اس میں جہال کو منازعت کا اصلاً حق نہیں۔ ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے احق با لا ما مۃ اعلم قوم (فتاوی رضویہ جدید ٦/٥١٢)

(اور "**قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔** ☆" سے ثابت کہ نا اہلوں کو امامت سونپنا جائز نہیں جیسا کہ)

اہل سنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں کا خیال ہے اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھی۔ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ ناحق پہنچی کہ مولیٰ علی حضور کے خاندان اقدس میں سے تھے نہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ آج تک ان کے جہال عوام یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی۔ صدیق وفاروق کیونکر اس کے مستحق ہوگئے۔ اہل سنت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی مستحق ومقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۵۱۴)

﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّاۤئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ☆

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسمعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع وسجود والوں کے لئے۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کی تفسیر سے متعلق دیکھو سورہ آل عمران کی آیت ۴۳۔

حدیث میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھروں میں مساجد بنانے اور انہیں ستھرا و نظیف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔

نجاستیں درکنار قاذورات مثل آب دہن و آب بینی باآنکہ پاک ہیں مسجد سے ان کو دور کرنا واجب۔ تو بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اہل البدع شر الخلق والخليقة ۔ (کنز العمال ۱/ ۲۲۳)

بدمذہب تمام مخلوق سے بد تمام جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے۔

اصحاب البدع کلاب اهل النار ۔ (کنز الایمال ۱/۲۱۸)

تو ایسے لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ وفساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت منا جد میں کیوں کر آنے دیا جاسکتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۴۹۹۔۵۰۰)

(۱۲۹) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

اے ہمارے رب اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائیں اور انہیں کتاب اور پختہ علم سکھائیں اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے کہ۔ انا دعوۃ ابی ابراھیم ۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الامن والعلی ص ۸۱)

۴۱۳۵۔ **عن** عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: انا دعوة ابراهیم، و کان اخر من بشرنی عیسی ابن مریم علیهم الصلوة و السلام ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں، اور سب میں پچھلے میری بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ بن مریم تھے، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

فتاوی رضویہ ۱۲/۳۷

(۱۴۴) قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا

۴۱۳۵۔ الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۱۶۱

کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ ۔ ☆

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے کوتکوں (اعمال) سے بے خبر نہیں۔

﴿۲۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا، حضور تابع فرمان تھے، یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرما دیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہ ہی قبلہ مقرر فرما دیا۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں

ما اری ربك الا یسارع فی هواك ۔ رواه البخاری

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے ۔ اسے بخاری نے روایت کی۔

یہ وہ کلمہ ہے کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا، تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں در اصل بات یہ ہے الخ۔ یہ بتا رہا ہے کہ ان بعض ازواج مطہرات نے خلاف اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیث میں ہے روز محشر میں جب رب عزوجل اولین وآخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلهم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۷۵۔۲۷۶)

(۱۵۴) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰـكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔☆

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

﴿۲۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو شخص شہیدوں کو محض مٹی کہتا ہے قرآن عظیم کا منکر ہے، اس پر لازم ہے کہ نئے سرے سے ایمان لائے اور عورت رکھتا ہو تو نئے سرے سے اس سے نکاح کرے۔ اور اس کا وہ کہنا کہ خواہ دفن کریں خواہ ویسا ہی کہیں ڈال دیں یہ بھی شہدائے کرام کی صریح توہین ہے اور کلمہ کفر ہے۔ غرض بوجوہ اس پر تجدید اسلام لازم۔ اور پہلے شخص کا یہ کہنا کہ باعتبار موت ظاہری مردہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ بھی محض فضول اور نامناسب ہے۔ جب قرآن عظیم نے صراحۃً انہیں مردہ کہنے مردہ سمجھنے کی ممانعت فرمائی تو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۲۲)

(۱۵۸) اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَاؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًاۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ۔

بیشک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طواف لغۃً وعرفاً وشرعاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں۔ عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمد ورفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدا ومنتہی متغایر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد، جس میں دائرہ طرح مبدا ومنتہی ایک ہوگا دونوں صورتوں کو لغت وعرف عرب نے طواف کہا اور دونوں کو شرع مطہر نے طواف مانا۔ صورت اولیٰ صفا ومروہ کے درمیان سعی ہے قال تعالیٰ فلا جنا

ح علیه ان یطوف بینهما" اور صورت ثانیہ کعبہ معظمہ کے گرد پھرنا" قال تعالی ولیطوفوا بالبیت العتیق" حقیقت طواف اس قدر ہے نیت وغایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیت وغایت رکن شئے نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرط نماز قرار دیا نہ رکن نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے، غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو طواف ہی ہے۔ پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہ ما و تصدیق بفائدہ ما سے چارہ نہیں، مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے، کبھی دوسرے فعل مودی الی الغایۃ کا وسیلہ۔ اول کو مقصود لذاتہ کہتے ہیں، جیسے نماز۔ اور دوم کو وسیلہ مقصود لغیرہ جیسے وضو۔ طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں، مثلاً گلگشت، یعنی تفریح نفس و شم روائح طیبہ و چستی بدن و تنسم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوط مستقیم پر لغیرہ ہے۔ پھر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اسکے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے، جیسے امثلہ مذکورہ، بلکہ توہین بلکہ تعذیب کیلئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد و شد کہ طواف ہے مقصود لذاتہ ہے، اور نار سے حمیم حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے، کہ یہ طواف مقصود لغیرہ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔" قال اللہ تعالی یطوفون بینہما وبین حمیم ان" لاجرم طواف چار قسم ہے۔

قسم اول: نہ طواف مقصود لذتہ ہو، نہ اس سے غرض وغایت ں تعظیم بلکہ چواف کسی اور فعل کا وسیلہ ہو اور اس فعل سے کوئی اور حاجت مقصود، جیسے سائلوں کا دروازوں پر گشت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم ہمیشہ کاشانہ نبوت کا ایسا طواف فرمایا کرتے۔

ابوداؤد وابن ماجہ ودارمی ایاس بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: لقد طاف بال محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن لیس اولئک بخیارکم" آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا کہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں، وہ تم میں کے بہتر لوگ نہیں ہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

اور صحیح حدیث میں بلی کے نسبت فرمایا: "انھا من الطوافین علیکن والطوافات" بیشک وہ ان نر و مادہ میں ہے جو بکثرت تم پر طواف کرنے والے ہیں۔

قسم دوم: طواف مقصود لذاتہ ہو اور غایت غیر تعظیم۔

صحیح بخاری شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے میرے والد عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت قرض اور تھوڑے خرمے چھوڑ کر شہید ہوئے، میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: حضور کو معلوم ہے کہ میرے باپ احد میں شہید ہوئے اور بہت قرض چھوڑ گئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ حضور قدم رنجہ فرمائیں کہ قرض خواہ حضور کو دیکھیں یعنی شاید حضور کے خیال سے اپنے مطالبہ میں کمی کردیں، ارشاد فرمایا: جاؤ ہر قسم کے چھوہاروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ پھر تشریف فرما ہوئے، قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا مجھ سے نہایت سخت تقاضے کرنے لگے کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ کیا تھا، یعنی ان کے خیال کے برعکس ہوا، حضور کے تشریف لے جانے سے قرض خواہ اپنا پلہ بھاری سمجھے کہ حضور ضرور ہمارا پورا حق دلا دیں گے، جب حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حال ملاحظہ فرمایا "فطاف حول اعظمها بيدرا ثلث مرات ثم جلس عليه" حضور نے ان میں سب میں بڑے ڈھیر کے گرد تین بار طواف فرمایا اور اس پر تشریف رکھی پھر ناپ ناپ کر انہیں دینا شروع فرمایا "حتى ادى الله عن والدى امانة وسلم الله البيادر كلها۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کا سب قرض ادا کردیا اور سب ڈھیر سلامت بچ رہے۔ اسی قسم میں ہے عس کا گرد شہر گشت کرنا و لہذا عس کو عرب میں طائف کہتے ہیں، مفردات راغب میں ہے کہ "منه الطائف لمن يدور حول البيوت حافظا

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ طیبہ کا طواف فرمایا کرتے۔

ابن عساکر نے تاریخ میں اسلم مولیٰ امیر المومنین سے روایت کرتے ہیں: ان عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه طاف ليلة فاذا هو بامرأة فى جوف دارها وحولها صبيان يبكون الحديث" یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات مدینہ طیبہ کا طواف کر رہے تھے دیکھا کہ ایک بی بی اپنے گھر میں بیٹھی ہیں اور ان کے بچے ان کے گرد رو رہے ہیں اور چولہے پر ایک دیگچی چڑھی ہے، امیر المومنین قریب گئے اور فرمایا: اے اللہ کی لونڈی یہ بچے کیوں رو رہے ہیں، انہوں نے عرض کی یہ بھوک کے روتے ہیں، فرمایا: تو اس دیگچی میں کیا ہے؟ کہا: میں نے ان کے بہلانے کو پانی بھر کر چڑھا دی ہے کہ وہ سمجھیں اس میں کچھ پک رہا

ہے اور انتظار میں سو جائیں، امیر المومنین فوراً واپس آئے اور ایک بڑی بوری میں آٹا اور گھی اور چربی اور چھوہارے اور کپڑے اور روپے منہ تک بھرے پھر اپنے غلام اسلم سے فرمایا: یہ امیری پیٹھ پر لادو، اسلم کہتے ہیں: میں نے عرض کی یا امیر المومنین! میں اٹھا کر لے چلوں گا، فرمایا: اے اسلم بلکہ میں اٹھاؤں گا کہ اس کا سوال تو آخرت میں مجھ سے ہونا ہے، پھر اپنی پشت مبارک پر اٹھا کر ان بی بی کے گھر تک لے گئے پھر دیگچی میں آٹا اور چربی اور چھوہارے چڑھا کر اپنے دست مبارک سے چلاتے رہے پھر پکا کر انہیں کھلایا کہ سب کا پیٹ بھر گیا، پھر باہر صحن میں نکل کر ان بچوں کے سامنے بلا تشبیہ ایسے بیٹھے جیسے جانور بیٹھتا ہے اور میں ہیبت کے سبب بات نہ کرسکا، امیر المومنین یو ہیں بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے اس نئی نشست کو دیکھکر امیر المومنین کے ساتھ کھیلنے لگے، اب امیر المومنین واپس تشریف لائے اور فرمایا اسلم! تم نے جانا کہ میں ان کے سامنے یوں کیوں بیٹھا؟ میں نے عرض کی نہ۔ فرمایا: میں نے انہیں روتے دیکھا تھا تو مجھے پسند نہ آیا کہ میں انہیں چھوڑ کر چلا جاؤں جب تک انہیں ہنسا نہ لوں، جب وہ ہنس لئے تو میرا دل شاد ہوا" واخرجه ایضا الدینوری فی المجالسة واحمد بن ابراهیم بن ساذان البزار فی مشیخة"

امام محب الدین طبری ریاض النضرہ پھر شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا میں مناقب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھتے ہیں "انه کان یطوف لیلة فی المدینة فسمع امراة تقول" یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات مدینہ طیبہ میں طواف کر رہے تھے کہ ایک بی بی کو یوں کہتے سنا۔ فذکر الحدیث۔

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصود ہو اور غرض وغایت تعظیم، جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم وآقا پر طواف اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا "قال الله تعالى طوافون علیكم بعضكم علی بعض" "تمہارے نوکر غلام تمہارے گرد بکثرت طواف کرنیوالے ہیں۔ تین وقت ترک حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انہیں حرج ہوگا۔

اور اہل جنت کے حق میں فرماتا ہے "یطوف علیهم ولدان مخلدون" "ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے۔ اور فرماتا ہے "یطاف علیهم بكاس من معین" "ان پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔ اور فرماتا

ہے" یطاف علیھم بانیۃ من فضۃ واکواب "چاندی کے برتن اور کوزے لے کران پر طواف کیا جائے گا۔ اس میں وہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہو اور غرض وغایت عبادت الہی۔ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں" قال سلیمان لا طوفن اللیلۃ علی تسعین امراۃ وفی روایۃ بمائۃ امراۃ کلھم تاتی بفارس یجاھد فی سبیل اللہ فطاف علیھن الحدیث" سلیمن علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا: قسم ہے آج کی رات میں نوے اور ایک روایت میں ہے سو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ایک سے ایک سوار پیدا ہو گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے، پھر انہوں نے ان پر طواف کیا۔

صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے" کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یطوف علی النساء بغسل واحد" نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواج مطہرات پر طواف فرماتے۔

الاشباہ والنظائر و درمختار میں ہے:

لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد ادم الی الان ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان" ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع رہی پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یاد خدا اور نکاح یعنی جماع زوجہ۔

قسم چہارم: طواف بھی مقصود لذاتہ ہو اور غرض وغایت بھی تعظیم، یعنی نہ طواف کسی اور فعل کے لئے وسیلہ ہو، نہ اس سے سوائے تعظیم کچھ مقصود بلکہ نفس طواف سے محض تعظیم مقصود ہو، اسی کا نام طواف تعظیمی ہے، جیسے طواف کعبہ یا طواف صفا و مروہ، پھر اوضاع بدن کہ عبادت میں مقرر کیے گئے ہیں تین نوع ہیں۔ ایک وہ کہ تعظیم میں منحصر ہیں، اور دوسرے وہ کہ وسیلۃ و مقصودا دونوں طرح پائے جاتے ہیں اور ان کی غایت تعظیم میں منحصر نہیں مگر بحال قصد تعظیم نوع اول سے قریب ہیں، جیسے رکوع تک انحنا کہ بلا تعظیم بھی ہوتا ہے بلکہ بقصد توہین بھی، جیسے کسی کے مارنے کے لئے اینٹ وغیرہ اٹھانے کو جھکنا، اور تعظیم کے لئے بھی ہوتا ہے مگر نہ خود مقصود بلکہ وسیلہ جیسے علماء و صلحاء کی قدم بوسی وغیرہ خدمات کو جھکنا، اور بذاتہ مقصود بھی ہوتا ہے، جیسے سلام کرنے

میں رکوع تک جھکنا۔ تیسرے وہ کہ نوع اول سے بعید ہیں جیسے قیام یا قعود یا رکوع سے کم جھکنا، ظاہر ہے کہ ان میں بھی نوع دوم کی طرح قصد وتوسل وغایت مختلفہ کی سب صورتیں پائی جاتی ہیں۔

انواع ثلثہ میں حکم عام تو یہ ہے کہ اگر بہ نیت عبادت غیر ہے تو کچھ بھی ہو مطلقا شرک وکفر ہے، اور بے نیت عبادت ہرگز شرک وکفر نہیں اگر چہ سجدہ ہی ہو جب تک کہ وہ فعل بخصوصہ شعار کفر نہ ہو گیا ہو۔ جیسے بت یا آفتاب کو سجدہ۔ والعیاذ باللہ تعالی۔ اور جب عبادت غیر کی نیت نہ ہو تو ان میں فرق احکام یہ ہے کہ نوع اول غیر خدا کے لئے مطلقا ناجائز، اور نوع دوم اس وقت ممنوع ہے جب کہ مقصود اسی کو بہ نیت تعظیم بجالایا جائے اور نوع سوم مطلقا جائز ہے اگر چہ اس سے تعظیم مقصود ہو۔　(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۲۔ ۷۸۔ تا۔ ۸۱)

لا باس به ۔ اور۔ لا جناح علیه ۔ کے کلمات دفع وہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگر چہ وہ کام سنت بلکہ واجب بھی ہو۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

صفا و مروہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو بیت اللہ کا حج کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین محبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالی ان کے مبارک خاندان، ان کے والد گرامی، خود ان کی ذات پر رحمت وسلام نازل فرمائے) سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا۔ اللہ کی قسم صفا و مروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں، تو ام المومنین نے فرمایا اے بھتیجے تو نے بہتر قول نہیں کہا۔ اگر اس کا معنی یہی ہوتا جو تو نے کیا ہے تو اس کے الفاظ یوں ہوتے۔ نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ کرے۔ لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے پہلے مقام مشلل میں "مناۃ" کی عبادت کیا کرتے تھے، تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا، جب انصار اسلام لائے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ: صفا و

مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ (الآیۃ) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کو سنت قرار دیا۔ تو اب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کر سکتا۔

دیکھا ام المومنین نے نفی حرج کو دفع تو ہم پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت عروہ کے وہم کو واضح دلیل سے رد کر دیا اور کہا اگر معاملہ ایسے ہوتا تو الفاظ یہ ہوتے۔ نہیں گناہ اس پر کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ ان کا طواف کرے۔ کے الفاظ نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی، ترک سے حرج کی نفی ہے، فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں۔ فعل تو خود لازم واجب ہے۔ کیوں کہ ترک واجب میں حرج ہے اور اس میں ثبوت حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات ملزوم کے ثبوت کے منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مؤکد اور ثابت کرنے والا ہوتا ہے۔ اس مبارک معنی کو انھوں نے کتنے احسن اختصار کے ساتھ بیان فرمادیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ بات حضرت عروہ نے ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ھشام کے سامنے رکھی تو انھوں نے کہا علم یہی ہوتا ہے۔

اس آیت کے نزول کا سبب اہل علم نے ایک اور بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا، مگر صفا و مروہ کے طواف کا ذکر نہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ہم صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارا صفا و مروہ کا طواف کرنا صحیح نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ابو بکر نے کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ الخ

ردالمحتار میں احکام مسجد سے تھوڑا سا پہلے باب "ما یکرہ فی الصلوٰۃ" میں ہے یہ کہا گیا ہے اس مقام پر "لا باس" کا ذکر اس وہم کے ازالہ کے لئے ہے کہ یہاں حرج ہے۔ ادراک الفریضہ کی ابتداء میں ہے "لا بـــــاس" کا کلمہ یہاں خلاف اولیٰ کے لئے نہیں ہے۔

٤١٣٦۔ الجامع الصحیح للبخاری ۔ باب وجوب الصفا الخ ۔ ۱/۲۲۲)

٤١٣٧۔ الجامع الصحیح للبخاری باب وجوب الصفا ۱/۲۲۳)

کیونکہ اس کا یہ معنیٰ غیر یقینی ہے بلکہ وہ تو بعض اوقات وجوب کا معنیٰ دیتا ہے اور باب العیدین میں بھی فرمایا "لا بـــاس" کا کلمہ مندوب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ بحر کے باب الجنائز اور باب الجہاد میں ہے اور مذکورہ مقام اس کے باب الجہاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے جو طاق میں قیام کو مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا، شاید اس طرح کھڑا ہو کر سجدہ طاق میں کرنا بھی مکروہ ہے۔ لہٰذا اس کا لاباس کے ساتھ دفع کر دیا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۳۲۸ تا ۳۳۱)

(۱۷۳) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔☆

اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عندالتحقیق آیت کریمہ "وما اهل به لغير الله" میں اہلال وقت ذبح مقصود۔ یعنی اس وقت اگر نام غیر خدا لیا گیا حرام ہے۔ اس معنی پر آیہ کریمہ کو صورت مسئولہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ اور بعض نے جو پیش از ذبح جانور پر نام غیر خدا پکار دینا ناروا رکھا۔ ان کے نزدیک بھی استمرار اسی کا تادم ذبح شرط حرمت ہے۔ استدلال شاہ عبدالعزیز صاحب کا حدیث۔ ملعون من ذبح لغير الله۔

اور عبارت نیشاپوری:

اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبيحة و قصد بذبحها التقرب الى غير الله صار مرتدا و ذبيحته ذبيحة مرتد۔

سے اس کا صاف مؤید ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بار اس پر نام غیر خدا پکار دیا گیا، نجس العین ہو گیا۔ اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہی اور وقت ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو۔ اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے حرام رہے گا۔ حالانکہ علت حرمت مرتفع ہو گئی اور ارتفاع علت

کوارتفاع معلول لازم۔

شاہ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آرے ذکر نام خدابرآں جانور واقعتے فائدہ می دہد کہ تقرب بغیر خدااز دل دور کردہ وخلاف آں شہرت دادہ زدیگر دہند کہ ماازیں کا بر گشتیم۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر وہ نیت فاسدہ زائل ہو جائے تو جانور قطعا حلال ہے خصوصا صورت مسئولہ میں کہ یہاں تو وہ بکرا صاحب اہلال کی ملک ہی نہ رہا دوسرے شخص کا مملوک ہوگیا ، کیا صرف ایک بار نام غیر خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمت ابدی ونجاست سرمدی آگئی کہ اب اگر چہ وہ نیت بھی جاتی رہی اور اہلال للغیر بھی موقوف ہو جائے بلکہ جانور صاحب اہلال کی ملک بھی نہ رہے اور مالک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے۔ بایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے یہ امر بالبداہتہ باطل۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۳۵۵/۸)

﴿۱۷۷﴾ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔☆

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کروہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائیں اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیز گار ہیں۔

﴿۲۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علی، مصاجبت کے لئے ہے۔امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

علیٰ حرف جر لها معا ن(الیٰ ان قال)ثانیها المصاحبة كمع نحو اتی المال علیٰ حبه ذوی القربی ای مع حبه وان ربك لذو مغفرة للناس علیٰ ظلمهم(اتقان)

علی حرف جر ہے اس کے چند معانی ہیں ۔دوسرا معنی مصاجبت ہے ،جیسے لفظ 'مع' قرآن عظیم میں ہے کہ مال کومحبت کے باوجود قرابت داروں کو دیا۔دوسری مثال تمہارا رب ظلم کے باوجودلوگوں کی مغفرت کرنے والا ہے۔یہاں 'علی' بمعنی 'مع' ہے۔

اورحدیث شریف میں ہے

زكوة الفطر علیٰ كل عبدو حر ۔زکوۃ فطر ہرآزاداور غلام پر ہے۔

بنایہ میں فرمایا:علی هنا بمعنی مع لان العبدلا تجب علیه الفطر وانما تجب علیٰ سیده ۔'علی' یہاں بھی مع کے معنی میں ہے کہ صدقہ فطر غلام پر واجب نہیں،وہ تو مالک پر ہے،تو مطلب یہ ہوا کہ غلام کا صدقہ بھی اپنے ساتھ دے۔

قاموس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

وللمصاحبة كمع واتی المال علی حبه ۔مع کی طرح علی بھی مصاحبۃ کے لئے آتا ہے،جیسے:'اتی المال علی حبه۔

اورفتوحات الٰہیہ میں آیت مبارکہ"تمشی علیٰ استحیاء" کی توضیح میں فرمایا:علیٰ بمعنی مع ای مع استحیاء۔آیت میں علیٰ مع کے معنی میں ہے،یعنی شرماتے ہوئے۔

(شمائم العنبر۔۲۹۶۔۲۹۷)

﴿۱۸۵﴾شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِۚ-فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُؕ-وَ مَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَؕ-یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ٘-وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ☆

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی

روشن باتیں تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم حق گزار ہو۔

﴿۲۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں آیت "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ؕ" کی تفسیر ان احادیث سے بخوبی واضح ہے۔

۴۱۳۷۔ **عن** ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَ لَن يُّشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ اِلَّا غَلَبَه، فَسَدِّدُوْا، وَ قَارِبُوْا، وَ أَبْشِرُوْا، وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَ الرَّوْحَةِ وَ شَيءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ۔

فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دین آسان ہے، اور جو شخص دین میں بے جا سختی برتے گا دین اس پر غالب آجائیگا۔ لہذا تم میانہ رو رہو، لوگوں سے قریب رہو، بشارت سناؤ، اور آخر شب کے کچھ حصہ میں عبادت اور خیرات کر کے دینی قوت حاصل کرو۔ ۱۲م

۴۱۳۸۔ **عن** أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ، وَ لَن يُّغَالِبَ الدِّيْنَ أَحَدٌ اِلَّا غَلَبَه۔

فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے، اور دین پر جس نے بھی غالب آنیکی کوشش کی دین اس پر غالب آگیا۔ ۱۲م

۴۱۳۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، ۱/۱۰ ☆ السنن للنسائی، الایمان، ۲/۲۳۳
الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۱۲۱ ☆ کنز العمال لعلی المتقی، ۵۳۴۲، ۳/۳۵

۴۱۳۸۔ شعب الایمان للبیہقی، ۳/۴۰۱ ☆ الجامع الصغیر، ۲/۲۶۱

۴۱۳۹۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : خیر دینکم أیسرہ ۔ فتاوی رضویہ ۲/ ۱۱۹

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارا بہتر دین وہ ہے جس میں آسانی ہو۔

۴۱۴۰۔ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَ لَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ ۔

فتاوی رضویہ ۲/ ۱۱۹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں آسانی کے لئے بھیجا گیا ہے، دشواری کے لئے نہیں۔ ۱۲م

۴۱۴۱۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : یسروا ولا تعسروا ، و بشروا ولا تنفروا ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسانی پیدا کرو، مشکل وتنگی پیدا نہ کروا۔ خوشخبر دو نفرت نہ پھیلاؤ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/ ۲۶۴)

〈۱۸۶〉 وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ ط أُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۔ ☆

اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے، تو انہیں چاہیئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان

۴۱۳۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، الوضوء، ۱/ ۳۵ ☆ السنن لابی داؤد، الطھارۃ، ۱/ ۵۴

الجامع للترمذی، الطھارۃ، ۱/ ۲۱ ☆ السنن للنسائی، الطھارۃ، ۱/ ۹

المسند لاحمد بن حنبل، ۲/ ۲۸۲ ☆ ۲/ ۲۳۹ ☆ المسند للحمیدی، ۹۳۸

السنن الکبری للبیھقی، ۲/ ۴۲۸ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱/ ۳۲۳

لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

﴿۲۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں دعا کے تعلق سے حکم ہے اور رغبت دلائی جارہی ہے کہ دعا مانگو کہ یہ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے، اس مطلب کی وضاحت ان احادیث سے بخوبی ہوتی ہے۔ مرتب)

۴۱۴۲۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیعلیه وسلم: ان الله تعالی يقول: ان عند ظن عبدی بی و انا معه اذا دعانی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں، اور میں اسکے ساتھ ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

﴿۳۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت سے ساتھ ہونا تو ہرشی کے لئے ہے، یہ خاص معصیت کرم و رحمت ہے جو دعا کرنے والے کو ملتی ہے، اس سے زیادہ کیا دولت ونعمت ہوگی۔ کہ بندہ اپنے مولیٰ کی معیت سے مشرف ہو۔

ہزار حاجت روائیاں اس پر نثار۔ اور لاکھ مقصد ومراد اس کے تصدق۔

ذیل المدعا ص ۵

۴۱۴۳۔ **عن** أبی هريره رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم: ليس شئ اكرم علی الله من الدعاء۔ ذیل المدعا۔ص ۵

۴۱۴۲۔ الصحيح لمسلم، باب فضل الذكر والدعاء، ۳۴۳/۲

الجامع الصحيح للبخاری، باب و يحزر كم الله نفسه، ۱۱۰۱/۲

الجامع للترمذی، ابواب الدعوات ۲۰۰/۲

۴۱۴۳۔ الجامع للترمزی، باب فی فضل الدعاء ۱۷۳/۲

السنن لابن ماجه، باب فضل الدعاء ۲۸۰/۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں۔

٤١٤٤۔ **عن** محمد بن مسلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لها، لعل ان یصیبکم نفحة منها فلا تشقون بعدها ابدا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطاو بخشش وتجلی وکرم وجود کے ہیں تو انہیں پانے کی تدبیر کرو، شاید ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے۔ فتاوی رضویہ ۷۸۱/۴

٤١٤٥۔ **عن** أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لیکثر من الدعا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کی کثرت رکھنا چاہیے۔

٤١٤٦۔ **عن** انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لا تعجزوا فی الدعا، فانه لن یهلك مع الدعا احد۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا میں کسل وکمی نہ کرو، کہ دعا کے ساتھ کوئی ہلاک نہ ہوگا۔ فتاوی رضویہ ۱۹/۴

٤١٤٤۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ١٩ / ٢٣٤ ☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ١٠/ ٢٣١

اتحاف السادۃ للزبیدی، ٣/ ٢٨٠ ☆ المغنی للعراقی، ١٨٦/١

٤١٤٥۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابة، ١٧٤/٢

٤١٤٦۔ المستدرك للحاکم، ٤٩٤/١ ☆ الترغیب والترھیب للمنذری، ٤٧٩/٢

الدر المنثور للسیوطی، ١٩٤/١ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ٥٨٢/٢

٤١٤٧ ـ **عن** جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : تدعون الله تعالیٰ فی لیلکم و نهارکم فان الدعا سلاح المومن ـ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: رات دن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے۔

فتاوی رضویہ ۱۹/۵

٤١٤٨ ـ **عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم الله تعالی و جهه الکریم قال : قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : الدعاء سلاح المومن و عماد الدین و نور السموات و الارض ـ

ذیل المدعا ص ۶

امیرالمؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور زمین وآسمان کا نور۔

٤١٤٩ ـ **عن** ام المؤمنین عائشة الصدیقه رضی الله تعالیٰ عنها قالت : قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : ان الله تعالیٰ یحب محلین فی الدعا ـ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ بکثرت وبار بار دعا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

فتاوی رضویہ ۱۹/۴

٤١٤٧ـ المستدرك للحاکم، ١/٦٦٩ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ٢/٢٥٩
اتحاف السادة للزبیدی، ٥/٣٠ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ١٠/١٤٧
الترغیب والترهیب للمنذری، ٢/٤٧٩ ☆ المطالب العالیة لابن حجر، ٣٣٣٠
٤١٤٨ـ الکامل لابن عدی، ٧/١٦٤ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ١١/٩٥
الجامع الصغیر للسیوطی، ١/١١٦ ☆ تلخیص الحبیر لابن حجر، ٢/٩٥
کشف الخفا للعجلونی، ١/٢٨٧ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ٥/٢٥٦

٤١٥٠۔ **عن** انس رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الدعاء مخ العبادة۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا مغز عبادت ہے۔ فتاوی رضویہ ۴/۶۱۷

٤١٥١۔ **عن** انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : ان الله تعالیٰ یقول : یا ابن آدم انك ما دعوتنی و رجوتنی غفرت لك علی ما کان منك و لا ابالی ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے ابن آدم! تو جب تک مجھ سے دعا اور میرا امیدوار رہے گا میں تیرے گناہ کیسے ہی ہوں معاف فرماتا رہوں گا۔ اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔

٤١٥٢۔ **عن** عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم : علیکم عباد الله بالدعاء ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم پر دعا کرنا لازم ہے۔ ۱۲م

فتاوی رضویہ ۳/۷۸۵

٤١٥٠۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی فضل الدعاء ۲/۱۷۳
الترغیب والترهیب للمنذری ۲/٤٨٢ ☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۲/۲۸٤
٤١٥١۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۲/۱۹۳
المسند لاحمد بن حنبل ۵/۱۷۲ ☆ السنن للدارمی، ۲/۳۲۲
اتحاف السادة للزبیدی، ۹/۱۷۷ ☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۲/٤٦٧
٤١٥٢۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ۲/۱۹۳
الدر المنثور للسیوطی، ۱/۱۹۵ ☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۵/۳۰

٤١٥٣۔ **عن** انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثرمن الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضاء مبرم کورد کرتی ہے۔

فتاوی رضویہ ۳/۸۵

٤١٥٤۔ **عن** سلمان الفارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یرد القضاء الا الدعاء۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تقدیر کسی چیز سے نہیں ٹلتی مگر دعا سے یعنی قضاء معلق۔

فتاوی رضویہ ۱۱/۱۷۸

٤١٥٥۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان الدعاء ینفع ومما نزل مما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء ۔

٤١٥٣۔ المسند لاحمد بن حنبل، ٥/٢٧٧ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ١/٨٦
تاریخ بغداد للخطیب، ١٢/٣٦ ☆ کنز العمال للمتقی، ٣١٢٠، ٢/٦٣

٤١٥٤۔ الجامع للترمذی باب ما جاء لا یرد القضاء الاالدعاء ٢/٣٦
السنن لا بن ماجہ، باب فی القدر، ١/١٠
المستدرک للحاکم، ١/٤٩٣ ☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ٢/٩٧
الجامع الصغیر للسیوطی، ٢/٥٨٧ ☆ المسند لا حمد بن حنبل، ٥/٢٧٧
الترغیب والترھیب للمنذری، ٢/٤٨١ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ١/١٩٥

٤١٥٥۔ الجامع للترمذی، ابواب الدعوات، ٢/١٩٣
اتحاف السادۃ للزبیدی، ٥/٣٠ ☆ الترغیب والترھیب للمنذری، ٢/٤٨٠
کنز العمال للمتقی، ٣١٥٦، ٢/٦٨ ☆ کشف الخفا للعجلونی، ١/٤٨٦

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بلا اتر چکی اور جو ابھی نہ اتری دعا سب سے نفع دیتی ہے۔ تو دعا اختیار کرو، اے خدا کے بندو!۔

٤١٥٦۔ **عن** ام المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها قالت : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ان البلاء لينزل فيتلقاه الدعاء، فيعتلجان الى يوم القيامة ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک بلا اترتی ہے پھر دعا اس سے جا ملتی ہے تو دونوں کشتی لڑتی رہی ہیں قیامت تک ۔ یعنی دعا اس بلا کو اترنے نہیں دیتی۔

ذیل المدعا ص ۱۴

٤١٥٧۔ **عن** عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : من فتحت له ابواب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے لئے دعا کے دروازے کھلے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔

ذیل المدعا ص ۱۱

٤١٥٦۔ المستدرك للحاكم، ١/٦٦٩ ☆ الدر المنثور للسيوطى، ١/١٩٥
العلل المتناهية لابن الجوزى، ٢/٢٦٠ ☆ تاريخ بغداد للخطيب، ٨/٤٥٢
٤١٥٧۔ الجامع للترمذى، ابواب الدعوات، ٢/١٩٣
المستدرك للحاكم، ١/٦٧٥ ☆ الدر المنثور للسيوطى، ١/١٩٦
الترغيب والترهيب للمنذرى، ٥/٤٧٩ ☆ فتح البارى للعسقلانى، ١١/١٤١
اتحاف السادة للزبيدى، ٥/٣٠ ☆ كنز العمال للمتقى، ٣١٣٠، ٢/٦٤
مشكوة المصابيح للتبريزى، ٢٢٣٩

۴۱۵۸۔ **عن** عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: من استغفر للمؤمنین والمؤمنات کتب اللہ لہ لکل لمؤمن ومومنۃ حسنۃ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سب مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مسلمان مرد و مسلمان عورت کے بدلے ایک نیکی لکھے گا۔

۴۱۵۹۔ **عن** أبی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: من استغفر للمومنین والمؤمنات کل یوم سبعا عشرین مرۃ کان من الذین یستحباب لهم و یرزق بهم اهل الارض۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہر روز مسلمان مرد و اور مسلمان عورتوں کے لئے ستائیس بار استغفار کرے ان لوگوں میں ہو جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور جن کی برکت سے خلق کو روزی ملتی ہے۔

۴۱۶۰۔ **عن** انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: من استغفر للمومن و المومنات استغفر کل مولود من بنی آدم حتی مات۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تمام مسلمان مرد و اور عورتوں کے لئے استغفار کرے بنی آدم کے جتنے بچے پیدا ہوں سب اس کے لئے استغفار کریں یہاں تک کہ وفات پائے۔

ذیل المدعا۔۲۶

۴۱۵۸۔ التاریخ الکبیر للبخاری، ۲۱۹/۴ ☆ کنز العمال للمتقی، ۲۰۶۷، ۴۷۵/۱
مجمع الزوائد للهیثمی، ۸۱/۵ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۵۱۳/۲
المغنی للعراقی، ۳۲۴/۱ ☆
۴۱۵۹۔ الجامع الصغیر للسیوطی، ۵۱۳/۲ ☆ کنز العمال للمتقی، ۲۰۶۸، ۴۷۶/۱

﴿۳۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فقیر نے اس بارے میں اس لئے بکثرت احادیث نقل کیں کہ مسلمانوں کو رغبت ہو۔ بعض طبائع دعا میں بخل کرتی ہیں اور نہیں جانتیں کہ یہ خود ان کا ہی نقصان ہے۔

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی دعائے خیر میں ملائکہ آسمان مشغول ہیں۔

و یستغفرو ن لمن فی الارض الایہ۔

اور ملائکہ اہل زمیں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ ذیل المدعا ۲۸

۴۱۶۰۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم : اذا دعا الغائب لغائب قال له الملك و لك مثل ذلك ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اور تیرے لئے بھی اسی کے مثل بھلائی ہے۔ ۱۲م

۴۱۶۱۔ **عن** هلال بن يساف رضی الله تعالیٰ عنه مرسلا قال : قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم : اذا دعا العبد بدعوة فلم يستجب له كتبت له حسنة۔

حضرت ہلال بن یساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی بندہ کی دعا قبول نہ ہو تو اسے ثواب ضرور ملتا ہے۔

۴۱۶۲۔ **عن** ثوبان رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم: الدعاء يرد القضاء ، و ان البر يزيد فی الرزق ، و ان العبد ليحرم الرزق بلذنب يصيبه ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

۴۱۶۰۔ الكامل لابن عدی، ۲/ ۴۲۸ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۱/ ۴۳

۴۱۶۱۔ كنز العمال للمتقی، ۳۱۵۰، ۲/ ۶۷ ☆ الجامع الصغير للسيوطی ۱/ ۴۳

۴۱۶۲۔ الترغيب والترهيب للمنذری، ۳/ ۵۹۶ ☆ كشف الخفا للعجلونی، ۱/ ۴۸۶

كنز العمال للمتقی، ۳۱۱۸، ۲/ ۶۲ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۲/ ۲۵۹

نے ارشاد فرمایا: دعا قضا کوٹال دیتی ہے، اور بیشک نیکی رزق کشادہ کرتی ہے، اور بندہ کسی گناہ کے سبب رزق سے محروم ہوتا ہے۔

۴۱۶۳۔ **عن** أبی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: الدعاء جند من اجناد الله تعالیٰ مجند یرد القضاء بعد.

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دعا اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے کہ قضاء مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے۔

تحقیق اس مقام پر یہ ہے کہ قضائے معلق دو قسم ہے معلق محض جس کی تعلیق کا ذکر لوح محو واثبات یا صحف ملائکہ میں بھی ہے، عام اولیاء جن کے علوم اس سے متجاوز نہیں ہوتے، ایسی قضاء کے دفع پر دعا کی ہمت فرماتے ہیں کہ انہیں بوجہ ذکر تعلیق اس کا قابل دفع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری معلق شبیہ بالمبرم کہ علم الہی میں تو معلوم ہے مگر لوح محو واثبات ودفاتر ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں، وہ ان ملائکہ اور عام اولیاء کے علم میں مبرم ہوتی ہے۔ مگر خواص عباد اللہ جنہیں امتیاز خاص ہے باللہام ربانی بلکہ برویت مقام ارفع حضرت مخدع اس کی تعلیق باطنی پر مطلع ہوتے ہیں اور اس کے دفع میں دعا کا اذن پاتے ہیں۔ اور یہ عام مومنین جنہیں الواح وصحائف پر اطلاع نہیں حسب عادت دعا کرتے ہیں اور وہ بوجہ اس تعلیق کے جو علم الہی میں تھی مندفع ہوجاتی ہے، یہ وہ قضائے مبرم ہے جو صلاح رد ہے اور اسی کی نسبت حضور غوثیت کا ارشاد امجد، ولہذا فرماتے ہیں: تمام اولیاء مقام قدر پر پہونچ کر رک جاتے ہیں سوا میرے کہ جب میں وہاں پہونچا تو میرے لئے اس میں ایک روزن کھولا گیا جس میں داخل ہوکر نزعت اقدار الحق بالحق للحق تقدیرات حق نے حق کے ساتھ حق کے لئے منازعت کی۔ مرد وہ ہے جو منازعت کرے نہ وہ کہ تسلیم۔ ذیل المدعا ص ۱۲۷

یہاں تیسری قسم بھی ہے جس کی صراحت صدر الشریعہ نے یوں فرمائی ہے۔ ۱۲م

۴۱۶۳۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۴۱/۶، ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۱۱۹، ۶۳/۲

تیسری مبرم حقیقی کہ علم الہی میں کسی شئی پر معلق نہیں، اس کی تبدیلی ناممکن ہے، اکابر محبوبان خدا اگر اتفاقا اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے۔ بہار شریعت اول

نظیر اس کی احکام ظاہریہ شرعیہ ہیں۔ وہ بھی تین طرح آتے ہیں۔ ایک معلق ظاہر التعلیق کہ حکم کے ساتھ ہی بیان فرمادیا کہ ہمیشہ کو نہیں ایک مدت خاص کے لئے ہے۔

کقولہ تعالیٰ : حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا ۔

دوسرے وہ کہ علم الہی میں تو ان کے لئے ایک مدت ہے مگر بیان نہ فرمائی گئی، جب وہ مدت ختم کو ہوئی اور دوسرا حکم آتا ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حکم اول بدل گیا حالانکہ ہرگز نہ بدلا ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ ۔ بلکہ اس کی مدت یہیں تک تھی گو ہمیں خبر نہ تھی۔ ولہذا ہمارے علماء فرماتے ہیں۔ نسخ تبدیل حکم نہیں بلکہ بیان مدت کا نام ہے۔

تیسرے وہ کہ علم الہی میں ہمیشہ کے لئے ہیں۔ جیسے نماز کی فرضیت زنا کی حرمت، یہ اصلا صلاح نسخ نہیں۔ وہ قضائیں بھی بصورت امر ہوتی ہیں۔ مثلا فلاں وقت فلاں کی روح قبض کرو، فلاں روز فلاں کو یہ دو، یہ چھین لو، نہ بصیغہ خبر کہ خبر الہی میں تخلف محال بالذات ہے

و تمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا ، لا مبدل لکلماتہ ، و ھو السمیع العلیم ۔

و اللہ تعالیٰ اعلم ذیل المدعا ص ۱۲۹

﴿۱۸۷﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ☆

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا۔

لباس ہیں اور تم ان کے لباس، اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیز گاری ملے۔

﴿۳۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اٹھتی اور اس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیط اسود جا تا رہتا ہے۔ (اس آیت "وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر" میں اس طرف اشارہ ہے۔ مرتب) یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فحمۂ عشا کا دھندلکا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نور شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے، جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے تاریکی میں آ کر کچھ دیر سخت ظلمت ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہر جاتی ہے۔

زہر الربی میں ہے:

فحمة العشاء هی اقبال اللیل و اول سواده ۔ فحمۃ العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔

شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے:

هی اشد سواد اللیل فی اوله حتی اذا سکن فورہ قلت بظهور النجوم و بسط نورها و لان العین اذا نظرت الی الظلمة ابتداء لا تکاد تری شیئا۔

وہ رات کا ابتدائی حصے میں بہت سیاہ ہوتا ہے پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (جدید ۵/۲۴۳۔۲۴۴)

جس طرح فعل حرام حرام یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے۔ لہٰذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اس کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی۔ (فتاوی رضویہ جدید ۷/۱۵۱)

طہارت باجماع ائمہ اربعہ شرط صوم نہیں۔ اس آیت کریمہ نے ہر جزو شب میں جماع و تلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغۂ امر ارشاد ہوا:

فالئٰن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم ۔ (البقرۃ ۔ ۱۸۷)

اور ظاہر ہے کہ ہر جز واخیر شب کو بھی لیلۃ الصیام شامل اور وہ بھی اس ۔ احل لکم ۔ اور ۔ باشروھن ۔ کے امر میں داخل اور اسے بحالت جنابت صبح کرنا اور تمامی غسل روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی ۔ پر حاکم اگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثنا فرما دیتا، پھر صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملاً اس کا بے خلل ہونا فرما دیا۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۱۵)

۴۱۶۴۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالىٰ عنها وعن ام المؤمنين ام سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالتا : ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يدركه الفجر وهو جنب من أهله ثم يغتسل ويصوم ۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ، اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے۔ اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

۴۱۶۴۔ الجامع الصحيح للبخاري، باب الصائم يصبح جنبا، ۱/۲۰۸

الصحيح لمسلم، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر، الخ، ۱/۳۵۴

السنن لابي داؤد، باب من اصبح جنبا في شهر رمضان، ۲/۳۲۴

السنن الكبرى للبيهقي، ۴/۲۱۴ ☆ الدر المنثور للسيوطي، ۱/۱۹۹

التفسير للقرطبي، ۲/۳۲۶ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۶/۳۰۸

مشكل الآثار للطحاوي، ۱/۲۲۹ ☆ كنز العمال للمتقي، ۱۸۰۷۵، ۷/۸۴

٤١٦٥ ـ **عن** أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت : ان رجلا قال لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهو واقف على الباب وانا اسمع ، يا رسول الله ! إني أصبح جنباً وأنا أريد الصيام ، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : وأنا أصبح جنباً وأنا أريد الصيام فأغتسل وأصوم ، فقال الرجل : يا رسول الله !إنك لست مثلنا ، قد غفر الله لك ماتقدم وما تأخر ، فغضب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقال : إِنِّي أَرْجُو أَنْ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّقِي ـ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دروازۂ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی: اور میں سن رہی تھی ، یارسول اللہ! میں صبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خود ایسا کرتا ہوں۔ اس نے عرض کی: حضور کی ہماری کیا برابری، حضور کو تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے معافی عطافرمادی ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے اور فرمایا: بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہیے۔

﴿۳۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث نے خوب واضح فرمادیا کہ اس سے روزہ میں کوئی نقص نہیں آتا۔ ورنہ وہ صاحب سائل تھے، محل بیان میں سکوت نہ فرمایا جاتا، اور سکوت کیسا۔ اخیر کے ارشاد میں اور بھی روشن فرمادیا کہ اس میں کوئی بات خوف کی نہیں، نہ اس میں داخل جس سے بچنا چاہیئے، اور پر ظاہر کہ روزہ غیر متجزی ہے۔ جو چیز اس میں نقص پیدا کرے گی اگر سارے روزہ میں ہوئی تو موجب نقص ہوگی۔ اور اس کے اول یا آخر کسی لطیف حصہ میں ہوئی تو ضرر دے گی۔ لہٰذا ہمارے علماء کرام نے انہیں احادیث سے ثابت فرمایا کہ اگر تمام دن جنب رہا جب بھی روزہ کو

٤١٦٥ ـ السنن لابی داؤد، باب من اصبح جنبا في شهر رمضان، ٣٢٤/٢

الصحيح لمسلم، باب صحة صوم طلع عليه الفجر الخ، ٣٥٤/١

کچھ مضر نہیں۔ فتاوی رضویہ ۴/۶۱۶

تلك حدود الله ۔ سے سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے۔

معالم میں ہے:

تلك الاحکام التی ذکرھا فی الصیام و الاعتکاف ۔

بیضاوی میں ہے:

ای الاحکام التی ذکرت ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۴/۶۱۸)

(۱۸۹) یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

☆

تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے اور یہ کچھ بھلائی نہیں کہ گھروں میں پچھیت (پچھلی دیوار) توڑ کر آؤ، ہاں بھلائی تو پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیہ کریمہ شاہد ہے کہ اہل اسلام کے نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری مہینے معتبر ہیں۔ مدارک شریف میں ہے:

مواقیت للناس الحج ای معالم یوقت بها الناس مزارعهم ومتاجرهم ومحال دیونهم وصومهم وفطرهم وعدد نسائهم وایام حیضهن ومدة حملهن وغیر ذلك ومعالم للحج یعرف بها وقته۔

عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیۃ خفاجی علی البیضاوی میں ہے:

اجیبوا ببیان الغرض من هذا الاختلاف من بیان مواقیت العبادات و المعاملات وقال تبارك وتعالیٰ ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی کتاب الله یوم خلق السموٰت و الارض منها اربعة حرم ۔

بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں کتاب میں جس دن سے اس نے بنائے آسمان اور زمیں۔ اس میں سے چار ماہ حرام ہیں۔ (ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ، محرم، رجب) یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نزدیک یہی بارہ مہینے قمری ہلالی عربی معتبر ہیں کہ چار ماہ حرام انہیں مہینوں میں ہیں۔ تو اہل اسلام کو انہیں کا اعتبار چاہئے کہ شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات ومعاملات انہیں پر مبنی ہیں۔

معالم میں ہے:

المراد منه الشهور الهلالية و هي الشهور التي تعتد بها المسلمون في صيامهم و حجهم واعيادهم وسائر امورهم۔

نسفی میں ہے:

المراد بيان ان احكام الشرع تبتني على الشهور القمرية المحسوبة بالاهلة دون الشمسية۔

ولہذا بحمد اللہ اب تک عامہ مسلمین اپنے عام امور میں انہیں شہور کو جانتے انہیں پر مدار کار رکھتے ہیں کہ ان کے رب کے نزدیک مہینے یہی ہیں بلکہ حقیقۃ مہینہ کا لفظ انہیں پر صادق۔ مہینہ منسوب بماہ ہے شہر شمسی مہینہ نہیں، مہر ینہ ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں زیر کریمہ ہے:

ان الله تعالىٰ امرهم من وقت ابراهيم و اسماعيل عليهما السلام ببناء الامر على رعاية السنة القمرية فهم تركوا امر الله تعالىٰ في رعاية السنة القمرية و اعتبروا السنة الشمسية رعاية لمصالح الدنيا۔

بلکہ اسی میں ہے:

قال اهل العلم الواجب على المسلمين بحكم هذه الاية ان يعتبروا في بيوعهم و ديونهم و احوال زكاتهم وسائر احكام السنة العربية بالاهلة و لا يجوز لهم اعتبار السنة العجمية و الرومية اه۔

اقول: فمن خلاف عندنا في تاجيل العنين هل هو بالسنة القمرية هو المذهب، خزانه وغيرها وهو الصحيح، هدايه وغيرها وعليه اكثر اصحابنا، ايضاح الكرماني او بالسنة الشمسية وهي رواية الحسن عن امامنا الاعظم رضي الله

تعالیٰ عنه و روایة ابن سماعة عن الامام محمد و اختاره شمس الائمة السر خسی والامام فقیه النفس قاضی خان والامام ظهیر الدین المرغینانی "فتح وقیل وبه یفتی ۔در المختار۔ وعلیه اکثر المشائخ، محیط وعلیه الفتوی خلاصة "اه ۔ من رد المختار و جامع الرموز ۔ نعم عدم الجواز فی العبادات و العدد الشرعی مقطوع به مجمع علیه ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالجملہ اجارات وغیرہا معاملات میں مدار تعارف پر ہے۔اور مسلمیں میں متعارف یہی مہینے۔عندالاطلاق انہیں کی طرف انصراف۔

ردالمختار وفتح القدیر میں ہے:

اهل الشرع انما یتعارفون الاشهر والسنین بالاهلة فاذا اطلقوا السنة انصرف الیٰ ذلك مالم یصرحوا بخلافه ۔

اگر بعض مسلمان باتباع نصاریٰ شہور شمسیہ پر حساب رکھنے لگیں تو اس کا اعتبار نہیں کہ معتبر عام وشائع ہے نہ قرارداد خاص بعض ناس۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

انما تعتبر العادة اذا اطردت اوغلبت ولذا قالوا فی البیع لوباع بدراهم او دنانیر وکانا فی بلد اختلف فیه النقود مع الاختلاف فی المالیة والرواج انصرف البیع الی الاغلب قال فی الهدایة لانه هو المتعارف فینصرف المطلق الیه ۔

اور بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یہاں کے مسلمانوں میں شہور شمسیہ بھی بکثرت رواج پاگئے تاہم اس میں کلام نہیں کہ مدرسین علوم عربیہ دینیہ کا تقرر عام طور پر انہیں شہور ہلالیہ پر متعارف ہے کہ وہ خاص یہی کام ہے اور عام مسلمین پر بحمد اللہ ہنوز اتباع نصاریٰ ایسا غالب نہ ہوا کہ اپنے دینی امور میں بھی ان کی تقلید کریں۔تو اس تقرر میں قطعاً شہور ربانیہ معتبر ہوں گے نہ شہور نصرانیہ۔ کما لا یخفی علی اولی النهی ۔

تعلیم علوم دینیہ پر اجرت لینی صدہا سال سے بمذہب مفتی علماء نے نظر بفساد زمانہ فرمائی۔یہ تحلیل اس لئے تھی کہ اہل علم ناشران علم دین کی خدمت ہوتی رہے، وہ تلاش معاش میں پریشان ہوکر اس وراثت انبیاء کی اشاعت سے مجبور نہ رہیں، نہ اس لئے کہ معاذ اللہ استاذ

علم دین کی تعظیم وتوقیر نہ کی جائے۔اساتذہ وشیوخ علوم شرعیہ بلاشبہ آباء معنوی وآبائے روح ہیں جن کی حرمت وعظمت آبائے جسم سے زائد ہے کہ وہ پدر آب وگل ہے اور یہ پدر جان ودل،

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

من علم الناس ذاك خير اب ۔ ذا ابوالروح لا ابوا لنطف ۔

یعنی استاذ کا مرتبہ باپ سے زیادہ کہ روح کا باپ ہے نہ نطفہ کا۔

علامہ حسن شرنبلالی غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درروغرر میں فرماتے ہیں:

الوالد هو والد التربية فرتبته فائقة رتبة والد التبنية۔

یعنی اعلیٰ درجہ کا باپ استاذ مربی ہے۔اس کا مرتبہ پدر نسب کے مرتبہ سے زائد ہے۔

عین العلم شریف ہے:

يبر الوالدين فالعقوق من الكبائر و يقدم حق المعلم على حقهما فهو سبب حياة الروح ۔

ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرے کہ انہیں ناراض کرنا گناہ کبیرہ ہے۔اور استاذ کے حق کو ماں باپ کے حق پر مقدم رکھے کہ وہ زندگی روح کا سبب ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

ما كتبت عن احد حديثا الا و كنت له عبدا ما احى ۔

میں نے جس کسی سے ایک حدیث بھی لکھی میں عمر بھر اس کا غلام ہوں۔

فتاویٰ بزازیہ وفتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

حق العالم على الجاهل وحق الاستاذ على التلميذ واحد على السواء و هو ان لا يفتتح بالكلام قبله و لا يجلس مكانه و ان غاب و لا يرد على كلامه و لا يتقدم عليه فى مشيه ۔

عالم کا جاہل پر استاذ کا شاگرد پر برابر یکساں حق ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے،وہ موجود نہ جب بھی اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔اس کی کوئی بات نہ الٹے۔اس سے آگے نہ چلے۔ وباللہ التوفیق۔

(قدیم ۱۴۶/۸)

﴿۲۰۰﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔☆

پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

ارید به ذكر الله تعالىٰ فى الاوقات كلها ـ

اس آیت سے یہ مراد کہ ذکر الٰہی جمیع اوقات میں کرو۔

(جدید ۵۳۹/۸)

کافر خواہ مشرک یا غیر مشرک، جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکران ضروریات دین ہیں اسے ہرگز کسی طرح فعل خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

قال الله تعالىٰ: وما له فى الآخرة من خلاق ـ (البقرة ـ ۲۰۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اور انہیں ایصال ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ہاں جو تبرائی نہیں۔ جیسے تفضیلی انہیں ثواب پہنچ سکتا ہے۔ اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ۔ انکم اذا مثلهم ـ یہ بھی انہیں میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲۹۱/۹۔۲۹۲)

﴿۲۰۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔☆

﴿۲۰۹﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔☆

(۲۱۰) هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔☆

اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ تمہارے پاس روشن حکم آچکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔

﴿۴۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبد اللہ بن سلام واصحابہ لما غزموا السبت وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم ای الاسلام کافۃ ای فی جمیع شرائعہ۔

یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادات قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا، اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۹۱/۵)

(۲۱۷) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَھُوَ كَافِرٌ فَاُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔☆

تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی

راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔

﴿۳۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمانوں کے ساتھ عیاری وچالاکی اور انہیں دھوکا دینا فریب میں ڈالنا، ایسے افعال کرکے جن کے سبب لوگوں کی نمازان کے پیچھے خراب ہو ان کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور انہیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے۔ (اور آیت **والفتنة اکبر من القتل** ط میں اس کی مذمت ہے۔ مرتب) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل ناحق سے زیادہ سخت اور عذاب جہنم کا موجب۔

(فتاوی رضویہ جدید ۴۴۶/۶)

﴿۲۲۰﴾ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ؕ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ☆

اور آخرت کے کام سوچ کر کرو اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے، اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

﴿۳۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت (**ان تخالطوھم فاخوانکم** ؕ) میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے۔

"وفی الزاھدی قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما المخالطۃ ان تاکل

من ثمرته ولبنه وقصعته و هو یا کل من ثمرتك ولبنك وقصعتك والآية تدل على جواز المخالطة فى السفر والحضر يجعلون النفقة على السواء ثم لا يكره ان يا كل احدهما اكثر لانه لما جاز فى اموال الصغار فجوازه فى اموال الكبار اولى هذالفظه فانه نافع حجة على الاكثر من المتعصبين فى زماننا اه"

اورزاد الہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اسی طرح تمہارے ساتھ پھل کھائے اور تمہارا دودھ پئے اور تمہارے پیالہ میں کھائے۔ اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جبکہ نفقہ کو برابر کا رکھیں۔ پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیونکہ یہ چیز بچوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولی جائز ہے۔ یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں۔اھ۔

اقول: فان ما فى جامع الصغار وعن فتاوى رشيد الدين من باب دعوى الاب و الوصى لو لم تكن الام محتاجة الى ماله ولكن خلطت مالها بمال الولد و اشترت الطعام واكلت مع الصغير ان اكلت ما زاد على حصتها لا يجوز لانها اكلت مال اليتيم ـ اه ـ معناه الزيادة المتبينة ففى الجامع الرموز عن الباب المذكور من الفتاوى المزبورة قبيل هذا، صبى يحصل المال و يدفع الى امه و الام تنفق على الصبى و تاكل معه قليلا نحو لقمة او لقمتين من غير زيادة لا يكره ـ

میں کہتا ہوں تو جامع الصغار میں فتاوی رشید الدین سے (باب دعوی الاب والوصی میں) جو منقول ہے اگر ماں بچہ کے مال کی محتاج نہ ہو لیکن اس نے بچہ کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھانا خریدا اور بچہ کے ساتھ کھایا تو اگر اپنے حصہ سے زیادہ کھایا تو جائز نہیں کیونکہ اس نے یتیم کا مال کھایا۔اھ

اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادتی جو بالکل واضح اور ظاہر ہو اسی فتاوی کے مذکور باب سے جامع الرموز میں اس سے کچھ ہی پہلے ہے، ایک بچہ ہے جو مال لاتا ہے اور ماں کو دیتا رہتا

ہے اور ماں اس پر خرچ کرتی رہتی ہے اور لقمہ دو لقمہ خود بھی اس کے ساتھ کھاتی رہتی ہے زیادہ نہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عباس سے ہے:

قال کنت العب مع الصبیان فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتوا ریت خلف باب فجاء فحطانی حطاۃ و قال اذھب ادع لی معاویۃ۔ (الصحیح لمسلم باب من لعنہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲/ ۳۲۵)

فرمایا میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں ایک دروازہ کے پیچھے چھپ گیا، تو آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان اپنے ہاتھ سے (پیار سے) تھپکی دی اور کہا کہ معٰویہ کو بلا لاؤ۔

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

فیہ جواز ارسال صبی غیرہ ممن یدل علیہ فی مثل ھذا و لا یقال ھذا تصرف فی منفعۃ الصبی لان ھذا قدر یسیر ورد الشرع بالمسامحۃ للحاجۃ و اطرد بہ العرف وعمل المسلمین۔ (شرح مسلم للنووی ۲/ ۳۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے بچے کو اس جیسے کام کے لئے بھی بھیجا جا سکتا ہے اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ بچہ کی منفعت میں تصرف کیا کیونکہ یہ معمولی چیز ہے اور شریعت نے ضرورتاً اس قسم کی چیزوں کی اجازت دی ہے اور عام طور پر مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں اسے مقرر رکھا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۲/۵۱۹تا۵۲۱)

(۲۲۱) وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۤئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ ☆

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو، اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

﴿۴۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کا نکاح حرام ہے۔ (جیسا کہ "ولا تنکحوا المشرکت حتی یؤمن" میں اس کا بیان ہے۔ مرتب) یہ حکم کافران اصلی کا ہے۔ مرتد اور مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ نہ مسلم سے نہ کافر سے۔ نہ اصلی سے نہ مرتد سے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۲۲۲)

(۲۲۶) لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔☆

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۴۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ایلا کے یہ معنی کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزا لازم آئے۔ اور یہ قسم و تعلیق یا مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم۔ یا موبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لئے ہو۔ مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو۔ یا کسی خاص مدت کے لئے ہو۔ تو وہ مدت چار مہینے سے کم نہ ہو، مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سو رکعت نماز

لازم۔ اور تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ جس امر کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلۂ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے، یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک۔

اور وہ شرعاً تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، عتق، طلاق، کفارہ وغیرہا۔ نہ مثل وضو وغسل وتلاوت قرآن وسجدۂ تلاوت واتباع جنازہ وغیرہ کہ یہ چیزیں نذر و تعلیق سے لازم نہیں ہو جاتیں۔ اور یہ قسم و تعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلا مفر نہ رہے، ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اس عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے۔ جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی تو ایلا ہوگا، اور اگر ایک بھی کم ہوئی تو نہیں۔ مثلاً نہ قسم کھائی نہ تعلیق۔ خالی عہد کر لیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا، یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا قسم و تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگر چہ ایک ہی ساعت کم۔ یہ ایلا نہ ہوا جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ لازم جو کچھ آنا کہا تھا خواہ مثل کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے، مگر مدت بے جماع گذر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلا ہے۔ یونہی اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہی تو ایلا نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں۔ اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ اشیاء غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑے گی اور نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس گھر میں تجھ سے وطی نہ کروں گا، یا اس شہر میں تجھے بھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سو حج لازم، یہ بھی ایلا نہیں، کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اس گھر یا شہر سے باہر لیجا کر جماع کر سکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا۔ بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اس کا جرمانہ اسی طرح دینا ہوگا کہ قسم میں خاص کفارہ اور تعلیق میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجا لائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے۔ علی ھذا القیاس جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلا نہیں۔ ان سب قیود و احکام کی تصریح و تفصیل درمختار و ردالمحتار میں ہے۔ من شاء فلیرا

جــعــهــمـــا ـ پھر جب ایلا متحقق ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اس سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلا بوجہ مرض یا حبس ناحق یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک پہنچ سکنا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا ۔ مثلا یوں نہ کہا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کیا یا اپنے کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلا باطل کر دیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑے گی جس سے وہ خود مختار ہوگی۔

فی الـدر حـكـمـه وقوع طلقة بائنة ان بر ولم يطا ولزم الكفارة او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان ـ فی ردالمحتار ـ قوله ـ و لم يطا عطف تفسير والمراد بالوطی حقيقة عند القدرة او ما يقوم مقامه كالقول عند العجز فالمراد و لم يف ای لم يرجع الى ما حلف عليه اه ـ و فی الدر عجز عجزا حقيقيا لا حكميا كاحرام لكونه باختياره عن وطيها لمرض باحدهما او صغرها اوجبه اوعنه او لمسافة لا يقدر علی قطعها فی مدة الايلاء او لحبسه لا بحق ففيؤ نحو قوله بلسانه فئت اليها او راجعتك اوابطلت الايلاء او رجعت عما قلت و نحوه ـ اه ملخصا

مگر ایلا طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو ۔ عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کر سکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے بھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب تیسری ملکر تین طلاقیں ہوگئیں یہ جدا بات ہے ۔ یا اگر وقت کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃ موبد تھا چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کرلیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کرلیا اور یونہی چار مہینے بے رجعت گزر گئے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لا سکے گا۔

فی التنوير فی الحلف بالله وجب الكفارة و فی غيره وجب الجزاء و سقط الايلاء والا بانت بواحدة وسقط الحلف لو موقتا لا لو كان موبدا فلو نكحها ثانيا و مضت المدتان بلافئی بانت باخرين والمدة من وقت التزوج فان نكحها بعد زوج آخر لم تطلق وان وطئها كفر لبقاء اليمين ـ والله سبحنه

و تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۵/۸۲۰تا۸۲۲)

(۲۲۹) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ لا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ج وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔☆

(۲۳۰) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔☆

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کرینگے، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لئے۔

﴿۴۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک ہی دی اور رجعت کرلی پھر دوسری اور رجعت کرلی اب تیسری دی دونوں صورتوں میں عورت اس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔

حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا پچپن برس سے زائد عمر

کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گزر جائیں یا حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہولے اس وقت طلاق کی عدت سے نکلے گی، اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعث بدنامی ہو، یا اگر ایسا کم ہے تو عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں ہے اس کے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہ ہوگا یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے اور اس کے نہ باپ ہے نہ دادا، بھائی، چچا وغیرہ ولی ہیں۔ لوگوں نے کسی غیر کفو سے اس کا نکاح کر دیا جب بھی نکاح نہ ہوا۔ غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع اور اس سے ہمبستری کرلے اور اس کے بعد وہ طلاق دے اور اس طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ یا تین حیض ہوں اور نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کا پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگئی تو نکاح نہ ہوگا زنا ہوگا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۶۴۴/۵)

خلع کا معاملہ رضامندی پر ہے جب کہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس کر دے اور اس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے۔ قال تعالیٰ لا جناح علیھما فیما افتدت بہ۔

(۲۳۳) وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ☆

اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور، کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے مگر اس کے مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے، اور اولاد والے کو اس

کی اولاد سے، یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا اپنی اولاد کو، اور جو باپ کا قائم مقام ہو اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے، پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ اور انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

﴿۴۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

باپ اگر شریف ونجیب ہے تو اولاد بھی شریف ونجیب ہے کہ شرعا نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔ وعلی المولود لہ۔ اس پر دال ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۱۵۹)

﴿۲۳۴﴾ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔☆

تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿۴۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا۔ نکاح بعد عدت کر لینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا۔ صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلودار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یہاں تک کہنا حرام ہے، تو خود نکاح کر لینا کیونکر حلال ہوگا۔ پھر پہلودار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۲۹۷)

فتح القدیر میں ہے۔

قولہ و لا باس بالتعریض فی الخطبۃ ارادالمتوفی عنہا زوجہا اذ التعریض لا یجوز فی المطلقۃ بالاجماع ۔

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اسے حرام وزنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکب کبائر اور زانی وزانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اسے جائز بتائے اور قرآن عظیم میں تحریف کر کے ۔ یتربصن ۔ کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وہ ضرور منکر قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم ۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قول ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۲۹۷)

(۲۳۸) حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۔☆

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے ۔

﴿۴۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے ، بیچ والی نماز نماز عصر ہے ۔ اس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لئے اس کی خاص تاکید فرمائی ۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے :

حافظوا علی الصلوات بالاداء لوقتہا و المداومۃ علیہا ۔

نمازوں کی محافظت کرو یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو ۔

مدارک شریف میں ہے :

حافظوا علی الصلوات داوموا علیہا لمواقیتہا ۔

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو ۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

حافظوا علی الصلوات ای داوموا علی ادائہا لاوقاتہا من غیر اخلال بشیء منہا ۔

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اوران میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۵/۲۹۷)

﴿۲۴۸﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

اوران سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

﴿۴۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ تبرکات کیا تھے۔ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا اوران کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال وبقیۃ مما ترک ال موسیٰ عصاہ ورضاض الالواح۔ تابوت سکینہ میں تبرکات موسویہ سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع ابن الجراح سعید ابن منصور وعبد ابن حمید وابن ابی حاتم وابوصالح تلمیذ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہے۔

قال کان فی التابوت عصا موسی وعصا هارون وثیاب موسی وثیاب هارون ولوحان من التورٰة والمن وکلمة الفرج لا اله الا الله الحلیم الکریم وسبحان الله رب السمٰوات السبع ورب العرش العظیم والحمد لله رب العالمین۔

تابوت میں موسیٰ وہارون علیہما السلام کے عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توراۃ کی دو تختیاں اور قدرے من کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشائش "لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ"

معالم التنزیل میں ہے۔ کان فیه عصا موسی ونعلاہ وعمامة هرون وعصاہ ،
تابوت میں موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا عصا اوران کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ اور عصا تھا۔ (تبرکات کے آداب ۱۱ تا ۱۲)

۴۱۶۶۔ **عن** اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنهما انها اخرجت جبة طیالسیة کسروانیة ،لها لبنة دیباج ، وفرجیها مکفوفین بالدیباج وقالت : هذه جبة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کانت عند عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ، فلما قبضت قبضتها ،وکان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یلبسها ،فنحن نغسلها للمرضی نستشفی بها ۔

حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک اونی جبہ کسروانی ساخت نکالا ،اس کی پلیٹ ریشمی تھی ،دونوں چاکوں پر ریشمی کام تھا،فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ مبارک ہے،ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا،آپکے انتقال کے بعد میں نے لے لیا،حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے،اب ہم اسے دھودھوکر مریضوں کو پلاتے اوراس سے شفا پاتے ہیں۔

۴۱۶۷۔ **عن** عثمان بن عبد الله بن مواهب رضی الله تعالیٰ عنه قال : دخلت علی ام المؤمنین ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها فاخرجت الینا شعرا من شعر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مخضوبا ۔

حضرت عثمان بن عبداللہ بن مواہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا،انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی،اس پر خضاب کا اثر تھا۔

۴۱۶۸۔ **عن** ابی بردة رضی الله تعالیٰ عنه قال : اخرجت الینا ام المؤمنین عائشة

۴۱۶۶۔ الصحیح لمسلم، باب تحریم استعمال اناء الذهب الخ، ۲/۱۹۰

۴۱۶۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب مایذکرون فی الشیب، ۲/۸۷۵

۴۱۶۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب الاکسیة والخمائص، ۲/۸۶۵

الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کساء ملبدا وازارا غلیظا ،فقالت : قبض روح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ھذین ۔

حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا: وقت وصال اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ دو کپڑے تھے۔

۴۱۶۹۔ **عن** عیسی بن ملھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : اخرج الینا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعلین لھما قبالان ، فقال ثابت البنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ : ھذا نعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

حضرت عیسی بن ملھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے، ان کے شاگرد رشید حضرت ثابت بنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

۴۱۷۰۔ **عن** انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا بالحلاق وناول الحالق شقہ الایمان فحلقہ ، ثم دعا ابا طلحۃ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاعطاہ ایاہ ،ثم ناول الشق الایسر فقال: احلق فحلقہ فاعطاہ ابا طلحۃ فقال : اقسمہ بین الناس ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا، پھر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرما دیئے، پھر بائیں جانب کے بالوں کا حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دیئے کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔

۴۱۶۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب اللباس، ۲/۸۷۱

۴۱۷۰۔ الصحیح لمسلم، باب بیان ان السنۃ بعد النحر ان یری، ۱/۴۲۱

الجامع للترمذی، باب ما جاء بای الراس یبدأ فی الحلق، ۱/۱۱۱

﴿۴۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ چند احادیث صحیحین سے لکھدیں، اور یہ ان احادیث میں کثرت اور اقوال ائمہ کا تواتر بشدت اور مسئلہ خود واضح، اور اسکا انکار جہل فاضح ہے۔ لہذا صرف ایک عبارت شفا شریف پر اقتصار کریں۔ فرماتے ہیں۔

ومن اعظامه واكباره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه وما لمسه اوعرف به، وكانت فى قلنسوة خالد بن الوليد رضى الله تعالىٰ عنه شعرات من شعره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فسقطت قلنسوته فى بعض حروبه فشد عليها شدة انكر عليه اصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثرة من قتل فيها، فقال : لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنته من شعره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لئلا تسلب بركتها وتقع فى ايدى المشركين، ورأى ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما واضعا يده على مقعد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزیہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو، حضور کی طرف منسوب ہو، حضور نے اسے چھوا ہو، یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو اس سب کی تعظیم کی جائے، حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لئے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا، اس لئے کہ اس شدید وسخت حملہ میں بہت مسلمان کام آئے، خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہ تھا، بلکہ موئے مبارک کے لئے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے۔

اللهم ارزقنا حب حبيبك وحسن الادب معه ومع اولياءك آمين، صلى الله تعالىٰ عليه وبارك وسلم وعليهم اجمعين۔

(بدرالانوار ص ۷)

۴۱۷۱۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء، فمایوتی باناء الاغمس یدہ فیہ، وربماجاء ہ فی الغداۃ الباردۃ فیغمس یدہ فیھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تو مدینے شریف کے خدام برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہوتے، ہر برتن میں حضور اپنا دست اقدس ڈبوتے، بسا اوقات سردیوں کے زمانہ میں بھی ایسا ہوتا ار حضور ان ٹھنڈے پانیوں میں بھی اپنا مبارک ہاتھ ڈالتے ۔۱۲م

﴿۴۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آثار بزرگاں سے برکت کا انکار آفتاب روشن کا انکار ہے جب حضور کے آثار شریفہ سے تبرک تسلیم تو پر ظاہر کے اولیاء علماء حضور کے ورثہ ہیں تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی کہ آخر وارث برکات ووارث ایراث برکات ہیں۔

فقیر غفرلہ القدیر چند عبارات ائمہ وعلماء حاضر کرتا ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث عتبان بن مالک۔

انی احب ان تاتینی وتصلی فی منزلی فاتخذہ مصلی۔

فرماتے ہیں:۔

فی ھذا الحدیث انواع من العلم وفیہ التبرک بآثار الصالحین، وفیہ زیارۃ العلماء والصلحاء الکبار واتباعھم وتبریکھم ایاھم۔

اس حدیث میں بہت علوم پوشیدہ ہیں، اس میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کا جواز بھی ہے اور اس میں علماء صلحاء کی زیارت کو جانا اوران سے برکت لینے کی ترغیب بھی ہے۔

اسی میں زیر حدیث ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

فخرج بلال بوضوئہ فمن نائل وناضح، فرمایا:۔

۴۱۷۱۔ الصحیح لمسلم، باب قربۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الناس وتبرکھم بہ، ۲/۲۵۶

فیہ التبرک بآثار الصالحین واستعمال فضل طھورھم وطعامھم وشرابھم ولباسھم ۔

اس حدیث میں نیکوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر دلیل ہے، نیز ان کی طہارت کے بچے ہوئے پانی، اور ان کے بچے ہوئے کھانے اور پانی اور لباس کے استعمال کرنے کی عظمت کا ثبوت بھی ہے۔

اسی میں حدیث مذکور کے تحت فرماتے ہیں۔

فیہ التبرک بآثار الصالحین ۔

اس طرح کی صدہا عبارات ہیں جسکے حصر واستقصاء میں محل طمع نہیں، یہ سب ایک طرف، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ حدیث صحیح سے ثابت کرے کہ خود حضور پرنور سید یوم النشور افضل صلوات اللہ تعالیٰ واجل تسلیماتہ علیہ وعلی آلہ وذریاتہ آثار مسلمیں سے تبرک فرماتے۔ وللہ الحجۃ البالغہ۔

۴۱۷۲۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال : کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبعث الی المطاھر فیوتی بالماء فیشربہ یرجو بہ برکۃ ایدی المسلمین ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی طہارت گاہوں مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہل اسلام وضو کیا کرتے، پانی منگا کرنوش فرماتے اور اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینا چاہتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم۔

﴿۴۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علامہ عبد الرؤف مناوی تیسیر میں، پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں: باسناد صحیح۔

علامہ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں:۔

۴۱۷۲۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۸/۲۰۳ ☆ المعجم الاوسط للطبرانی،

یرجوبه برکة الخ لانهم محبوبون لله تعالیٰ بدلیل ان الله یحب التوابین ویحب المتطهرین۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیہ آب وضوئے مسلمیں میں اس وجہ سے امید برکت رکھتے کہ وہ محبوبان خدا ہیں، قرآن عظیم میں فرمایا: بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اعلی واجل واکبر، یہ حضور پر نور سید المبارکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جنکی خاک نعلین پاک تمام جہان کے لئے تبرک دل و جان وسرمہ چشم دین وایمان ہے، وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دھلے تبرک ٹھرائیں اور اسے منگا کر بغرض حصول برکت نوش فرمائیں حالانکہ واللہ! مسلمانوں کے دست وزبان، دل وجان میں جو برکتیں ہیں سب انہیں نے عطا فرمائیں، انہیں کی نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں، یہ سب تعلیم امت وتنبیہ مشغولان خواب غفلت کے لئے تھا کہ یوں نہ سمجھیں تو اپنے مولی وآقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل سنکر بیدار اور برکت آثار اولیاء وعلماء کے طلبگار رہوں، پھر کیسا جاہل ومحروم ونافہم ملوم کہ محبوبان خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصول برکت نہ مانے، ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم، وصلی الله تعالیٰ علی سیدالمرسلین محمد وآله وصحبه اجمعین۔ بذرالانوار ۱۳

۴۱۷۳۔ عن عروة بن مسعود الثقفی رضی الله تعالیٰ عنه قال: ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لایتوضأ الا ابتدروا ویوضوءه وکادوا یقتتلون علیه ولا یبصق بصاقا ولا یتنخم نخامة الا تلقوها باکفهم فدلکوا بها وجوههم واجسادهم۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے تو صحابۂ کرام آب وضو پر بے تابانہ دوڑتے قریب تھا کہ آپس میں کٹ مریں، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعاب دہن مبارک ڈالتے یا کھکارتے تو

۴۱۷۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، ۳۷۹/۱ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۳۲۴/۴

اسے ہاتھوں میں لیتے اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے۔

ابرالمقال ۸

〈۲۵۱〉 فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ۔☆

تو انھوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے اور قتل کیا داود نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور جو چاہا وہ سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمیں تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔

〈۴۹〉 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع فرماتا ہے۔(اس آیت **ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العلمین۔☆** میں اس کی طرف اشارہ ہے۔اور مندرجہ ذیل احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔مرتب)

۴۱۷۴۔ **عن** انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ان الله تعالىٰ يقول: انى لاهم باهل الارض عذابا، فاذا نظرت الى عمار بيوتى والمتحابين فى والمستغفرين بالاسحار صرفت عذابى عنهم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب العزت جل وعلا فرماتا ہے: میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں، لیکن جب میرے گھر آباد کرنے والے، اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتا ہوں اپنا غضب ان سے پھیر دیتا ہوں۔

۴۱۷۵۔ **عن** مسافع الدئلى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله

۴۱۷۴۔ شعب الايمان للبيهقى، ۶/۵۰۰ ☆ جمع الجوامع للسيوطى، ۵۲۹۲

۴۱۷۵۔ المعجم الكبير للطبرانى، ۲۲/۳۰۹ ☆ السنن الكبرى للبيهقى، ۳/۳۴۵

تعالیٰ علیہ وسلم :لولا عباداللہ رُکّع وصبیة رُضّع وبھا ئم رُتّع لصب علیکم العذاب صبائم رض رضاً۔

حضرت مسافع دئلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر نہ ہوتے اللہ تعالیٰ کے نمازی بندے، اور دودھ پیتے بچے، اور گھاس چرتے چوپائے تو بیشک عذاب تم پر سختی ڈالا جاتا پھر مضبوط و مستحکم کردیا جاتا۔

٤١٧٦۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان اللہ لیدفع بالمسلم الصالح عن مائة اھل بیت من جیرانہ البلاء۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمانوں کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھر والوں سے بلا دفع فرماتا ہے۔

٤١٧٧۔ **عن** ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :من استغفر للمؤمنین والمؤمنات کل یوم سبعاً وعشرین مرة کان من الذین یستجاب لھم ویرزق بھم اھل الارض۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہر روز ستائیس بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے وہ ان لوگوں میں ہو جنکی دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی برکت سے تمام اہل زمین کو رزق ملتا ہے۔

٤١٧٨۔ **عن** سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ھل تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم۔

٤١٧٦۔ الکامل لابن عدی، ☆ الترغیب والترھیب للمنذری، ٣/ ٣٦٣

٤١٧٧۔ کنز العمال للمتقی، ٦٨٢، ٢، ١/ ٤٧٦ ☆

٤١٧٨۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب، ١/ ٤٠٥

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں مدد ورزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سوا اپنے ضعیفوں کے۔

۴۱۷۹۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ان اللہ تعالیٰ ینصر القوم باضعفهم ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمام قوم کی مدد فرماتا ہے ان کے ضعیف تر کے سبب۔

(۸) نیکوں کی صحبت میں رہنے والوں کے طفیل رزق ملتا ہے

۴۱۸۰۔ **عن** انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : کان اخوان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،فکان احدهما یاتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والآخر یحترف ،فشکا المحترف اخاہ الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال : لعلك ترزق به ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں دو بھائی تھے، ایک کسب کرتے، دوسرے خدمت والائے حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے، کمانے والے ان کے شاکی ہوئے، فرمایا: کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔

۴۱۸۱۔ **عن** عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : الابدال في امتي ثلثون ،بهم تقوم الارض ،وبهم تمطرون وبهم تنصرون ۔

۴۱۷۹۔ المسند للحارث، ☆

۴۱۸۰۔ المستدرك للحاكم، ۱۷۲/۱ ☆

۴۱۸۱۔ الدر المنثور للسيوطي، ۳۲۰/۱ ☆ كنز العمال للمتقي، ۳۴۵۹۳

التفسير لابن كثير، ۴۴۸/۱ ☆

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال میری امت میں تیس ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے سبب تم پر مینھ اترتا ہے، انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

٤١٨٢ ـ **عن** امیرالمؤمنین علی المرتضی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : الابدال یکونون بالشام وهم اربعون رجلا، کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجلا یسقی بهم الغیث ،وینتصربهم علی الاعداء، ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب ـ

امیرالمومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔ انہیں کے سبب مینھ دیا جاتا ہے، انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے

٤١٨٣ ـ **عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم الله تعالیٰ وجهه الکریم قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ان الابدال بالشام یکونون وهم اربعون رجلا، بهم تسقون الغیث ،وبهم تنصرون علی اعدائکم ،ویصرف عن اهل الارض البلاء والغرق ـ

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں، انہیں کے ذریعہ بارش ہوتی ہے، انہیں کے سبب دشمنوں پر مدد ملتی ہے انہیں کے سبب اہل زمیں سے بلا اور غرق دفع ہوتا ہے۔

٤١٨٤ ـ **عن** عوف بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله

٤١٨٢ ـ كنز العمال للمتقی، ٣٤٦٠٧، ١٢/١٨٩ ☆

٤١٨٣ ـ كنز العمال للمتقی، ٣٤٥٩٤، ١٢/١٨٦ ☆

٤١٨٤ ـ المعجم الاوسط للطبرانی، ٤/٢٤٧ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ١٠/٦٣

تعالىٰ عليه وسلم : الابدال فى اهل الشام ،وبهم ينصرون وبهم يرزقون ـ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابدال اہل شام میں ہیں، انہیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں انہیں کے وسیلے سے رزق۔

الامن والعلی ۶۶

٤١٨٥ـ عن انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لن تخلوا الارض من اربعين رجلا ،مثل خليل الرحمن ،فيهم تسقون وبهم تنصرون ـ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمیں ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء کرام سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے پرتو ہونگے ،انہیں کے سبب تمہیں مینھ ملے گا ،اورانہیں کے سبب مدد پاؤگے۔

٤١٨٦ـ عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لن تخلوا الارض من ثلثين مثل ابراهيم عليه الصلوة والسلام بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون ـ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے خوبو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمیں پر ضرور رہیں گے ،انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائیگی ،انہیں کی برکت سے میں ھ دیئے جاؤگے۔

٤١٨٧ـ عن عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى

٤١٨٥ـ المعجم الاوسط للطبرانى، ٢٤٧/٤ ☆ مجمع الزوائد للهيثمى، ٦٣/١٠

٤١٨٦ـ اتحاف السادة للزبيدى، ٣٨٦/٨ ☆ الدر المنثور للسيوطى، ٣٢٠/١

الحاوى للفتاوى، ٤٢٨/٢ ☆ الآلى المصنوعة للسيوطى، ١٧٧/٢

٤١٨٧ـ مجمع الزوائد للهيثمى، ٦٣/١٠ ☆ اتحاف السادة للزبيدى، ٣٨٦/٨

اللہ تعالیٰ علیه وسلم : لایزال اربعون رجلا من امتی ،قلوبهم علی قلوب ابراهیم ، یدفع اللہ بهم عن اهل الارض یقال لهم الابدال۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہینگے کہ ان کے دل ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دل پر ہونگے ،اللہ تعالیٰ ان کے سبب زمیں والوں سے بلا دفع کرے گا۔ان کا لقب ابدال ہوگا۔

٤١٨٨۔ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : لایزال اربعون رجلا یحفظ اللہ بهم الارض ،کلما مات رجل ابدلَ اللہ مکانه آخر وهم فی الارض کلها۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ چالیس لوگ ایسے رہیں گے جن کے سبب اللہ تعالی زمین کو قائم رکھے گا جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوگا تو دوسرا اس کی جگہ قائم کیا جاتا رہے گا، یہ تمام روئے زمین میں ہوں گے۔

٤١٨٩۔ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : ان للہ فی الخلق ثلاث مأة قلوبهم علی قلب آدم ،وللہ فی الخلق اربعون قلوبهم علی قلب موسیٰ ،وللہ فی الخلق سبعة قلوبهم علی قلب ابراهیم ،وللہ فی الخلق خمسة قلوبهم علی قلب جبرئیل، وللہ فی الخلق ثلاثة قلوبهم علی قلب میکائیل ،وللہ فی الخلق واحد قلبه علی قلب اسرافیل ،فاذامات الواحد ابدل اللہ مکانه من الثلاثة،واذامات من الثلاثة ابدل اللہ مکانه من الخمسة ،واذا مات من الخمسة ابدل اللہ مکانه من السبعة ،واذا مات من السبعة ابدل اللہ مکانه من الاربعین ،واذا مات من الاربعین ابدل اللہ مکانه ،من الثلاثمائة

٤١٨٨۔ کنز العمال للمتقی، ٣٤٢١٤، ١٢/١٩١ ☆

٤١٨٩۔ کنز العمال للمتقی، ٣٤٦٢٩، ١٢/١٩٤ ☆

واذا مات من الثلاثمأئة ابدل الله مكانه من العامة ،فيهم يحى ويميت ويمطر وينبت ويدفع البلاء۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سو اولیا ہیں، کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں، اور چالیس کے دل قلب موسی پر، اور سات کے قلب ابراہیم، اور پانچ کے قلب جبرئیل، اور تین کے قلب میکائیل، اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے، علیہم الصلوۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اسکا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اسکا بدل کیا جاتا ہے، اور پانچ والے کا عوض سات سے، اور سات کا چالیس سے، اور چالیس کا تین سو سے، اور تین سو کا عام مسلمین سے کیا جاتا ہے۔ انہیں تین سو چھپن اولیا کے ذریعہ سے خلق کی حیات، موت، مینھ کا برسنا، نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔ الامن والعلی ۶۷

۴۱۹۰۔ عن بريدة الإسلمى رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : قراء القرآن ثلث ،رجل قرء القرآن فاتخذه بضاعة فاستجرمه الملوك واستمال به الناس، ورجل قرء القرآن فاقام حروفه وضيع حدوده، كثر هؤلاء من قراء القرآن لاكثرهم الله تعالىٰ ،ورجل قرء القرآن فوضع دواء القرآن على داء قلبه فاسهوبه ليله واظمأبه نهاره وقاموا فى مساجدهم وجيوابه تحت برانسهم ،فهؤلاء يدفع الله بهم البلاء ويزيل من الاعداء وينزل غيث السماء، فوالله ! لهؤلاء من القراء اعزمن الكبريت الاحمر۔

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن پڑھنے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو اس کے ذریعہ بادشاہوں کے یہاں عزت کا خواہاں ہوا اور لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے درپے رہا۔ دوسرا وہ جو قرآن عظیم کو اچھی آواز اور خوب ادائیگی کے ساتھ پڑھتا رہا لیکن اس کے احکام پر عمل

۴۱۹۰۔ كنز العمال للمتقى، ۲۸۸۲، ۱/۶۲۳

نہ کیا۔ ان دونوں قسموں کے لوگ بہت ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو تعداد میں زیادہ نہ کرے۔

تیسرے وہ شخص جس نے قرآن عظیم پڑھا اور اس کی دوا کو اپنے دل کی بیماری کا علاج بنایا تو اس سے اپنی رات جاگ کر اور اپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا اور اپنی مسجدوں میں قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیا اور اپنی زاہدانہ ٹوپیاں پہنے نرم آواز سے اس کے پڑھنے میں روئے تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ بلا دفع فرماتا ہے، اور دشمنوں سے مال و دولت وغنیمت دلاتا ہے، اور آسمان سے مینھ برساتا ہے، خدا کی قسم! قاریان قرآن میں ایسے لوگ گوگرد سرخ سے بھی کمیاب ہیں۔

الامن والعلی ۶۸

(۲۵۳) تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ☆۔

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے بعد اس کے انکے پاس کھلی نشانیاں آچکیں لیکن وہ مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔

﴿۵۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ فرماتے ہیں: اس بعض سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کہ انہیں سب انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی۔ کما نص علیہ البغوی والبیضاوی والنسفی والسیوطی والقسطلانی والزرقانی والشامی والحلبی وغیرھم واقتصار الجلالین دلیل انه اصح الاقوال لالتزام ذلك فی الجلالین۔ اور یوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے ظہور افضلیت وشہرت سیدت کی طرف اشارہ تامہ ہے۔ یعنی یہ وہ نام ہیں کہ نام لو یا نہ لو انہیں کی طرف ذہن جائے گا اور کوئی دوسرا خیال میں نہ آئے گا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فقیر کہتا ہے اہل

محبت جانتے ہیں کہ اس ابہام نام میں کیا لطف ومزہ ہے۔

ع۔ اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

شعر۔ مژدہا ے دل کہ مسیحا نفسے می آید کہ زانفاس خوشش بوئے کسے می آید

ع۔ کسی کا دو قدم چلنا یہاں پامال ہوجانا۔

(تجلی الیقین ۔۳۳)

۴۱۹۱۔ **عن** ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فضلت علی الانبیاء بست ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں چھ باتوں میں تمام انبیاء کرام پر فضیلت دیا گیا۔

۴۱۹۲ ۔ **عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اعطیت خمسا لم یعطهن احد من قبلی ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ چیزیں وہ عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔

۴۱۹۳۔ **عن** ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فضلت علی الانبیاء بخصلتین ۔

۴۱۹۱۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۲/۴۱۲ ☆ مشکل الآثار للطحاوی، ۱/۴۵۱
السنن الکبری للبیهقی، ۲/۴۳۲ ☆ دلائل النبوۃ للبیهقی، ۵/۴۷۲
التفسیر للبغوی، ۱/۲۶۶ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۸/۲۶۹
۴۱۹۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب التیمم ۱/۴۸
الصحیح لمسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، ۱/۱۹۹
المسند لاحمد بن حنبل، ۳/۳۰۴ ☆ السنن الکبری للبیهقی، ۱/۲۱۲
الدر المنثور للسیوطی، ۵/۲۳۷ ☆ البدایۃ والنهایۃ لابن کثیر، ۶/۲۹۱
۴۱۹۳۔ مجمع الزوائد للهیثمی، ۸/۲۲۵ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ۱/۴۳۹

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں انبیاء پر دو باتوں میں فضیلت دیا گیا۔

٤١٩٤۔ عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ان جبرئيل بشرني بعشر لم يؤ تهن نبي قبلي ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرئیل نے مجھے دس چیزوں کی بشارت دی کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان سب احادیث میں نہ صرف عدد کہ معدود بھی مختلف ہیں، کسی میں کچھ فضائل شمار کئے گئے، کسی میں کچھ، کیا یہ حدیثیں معاذ اللہ باہم متعارض سمجھی جائینگی، یا دو یا دس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلتیں منحصر، حاشا اللہ، ان کے فضائل نامقصور اور خصائص نامحصور، بلکہ حقیقۃ ہر کمال ہر فضل ہر خوبی میں عموماً اطلاقاً انہیں تمام انبیاء و مرسلین و خلق اللہ اجمعین پر تفضیل تام و عام مطلق ہے، کہ جو کسی کو ملا وہ سب انہیں سے ملا، اور جو انہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

بلکہ انصافاً جو کسی کو ملا آخر کس سے ملا؟ کس کے ہاتھ سے ملا؟ کس کے طفیل میں ملا؟ کس کے پرتو سے ملا؟ اسی اصل ہر فضل و منبع ہر جود و سر ایجاد و تخم وجود سے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاوی رضویہ حصہ اول ۹/۱۱۷)

﴿۲۵۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ☆

٤١٩٤۔ مجمع الزوائد للهيثمي، ١٠/١٦٠ ☆ فتح الباري للعسقلاني، ١١/٢٦٣

اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اوراوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمیں میں وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اورزمیں اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا۔

﴿۵۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول الٰہی: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ۔ نے اس جانب اشارہ کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ماذون بالشفاعت ہیں، وہی اس کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ نہ کوئی اوران کے سوا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو گویا پوچھنے والے نے ان دونوں کے ساتھ تخصیص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دریافت کیا تو جواب دیا گیا کہ بارگاہ الٰہی میں شفیع کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ وہ مطلع ہواور ہر اس چیز کے کہ صادر ہوئی اور صادر ہوگی ان سے کہ جن سے شفاعت کرے اوران کے ایمانی مراتب اوراعمال باطنہ وظاہرہ پر آگاہی رکھے تاکہ ہر وہ شخص جو کہ شفاعت کئے جانے کا اہل ہوتا کہ جان لے کہ ہر اس شخص کو جو شفاعت کا سزاوار ہے اور یہ کون سی قسم شفاعت کا فی نفسہ محتاج ہے اور کون سی شفاعت بارگاہ الٰہی میں اس کے لئے قابل امداد ہے۔ کیونکہ شفاعت کی بہت سی قسمیں ہیں اوراس کے لئے مواقع اور مقامات ہیں، تو جو اسے نہ جانے اس کے کام کی بصیرت نہ ہوگی۔ اوروہ کہتے ہیں کہ اس طرف اشارہ کررہا ہے قول الٰہی۔ لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن و قال صوابا ۔ کوئی بات نہ کرے گا مگر جسے بڑے رحمٰن نے اذن دیا اورٹھیک بولا۔

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی احاطہ کئے ہوئے ہیں اس سب کو سارے جہانوں میں سے بلاشبہ وہ سارے عالم جانتے اوروہ چیز جس پر وہ اس آن میں پہنچے ہیں۔ یعلم ما بین ایدھم ۔ اور جانتے ہیں اس کو جو ان کے سامنے ہیں۔ ما کان ۔ سے اور جو ان کے پیچھے ہے ۔ ما یکون ۔ سے آخر زمانہ تک اپنے رب غالب بڑے علم والے کے بتائے سے۔ کیونکہ ۔ ما کان وما یکون ۔ قبل اطلاع خاص تھیں ان کے ساتھ جیسا کہ ان پر گزشتہ حدیث نے روایت کی یعنی روشن کردینا اللہ سے جس نے میرے لئے روشن کیا جیسا کہ مجھ سے پہلے تمام

انبیاء کے لئے روشن فرمایا، تو اس طرح جواب دیا گیا کہ انہوں نے اگر چہ جانا مگر بے ان کے سکھائے اور ان کی امداد کے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور باوجود اس کے کہ انھوں نے احاطہ نہ کیا مثل ان کے احاطہ کے اور انہیں ادراک ہوا مثل ان کے ادراک کے اور بلاشبہ باجود اس کے ان کے لئے فضل وکمال ہے۔ لا یحیطون بشئی من علمه ۔ اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے ۔ الا بما شاء ۔ مگر جتنا وہ چاہے۔

(ترجمہ شعر) وہ بزرگی کا آفتاب ہے یہ اس کے ستارے کہ لوگوں کے لئے اپنے انوار ظاہر کرتے ہیں تاریکیوں میں۔

بہ سبب ان کے اصل اول ہونے کے اور اس میں انھیں پر اعتماد اور وہی اتم واکمل ہیں۔ تو وہی اس کے ساتھ خاص کئے گئے نہ ان کا غیر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو گویا کہا گیا مشفوع لہم میں اولین وآخرین سے وہ کثرت ہے کہ عدد اسکے حصر سے تھک رہے، تو اگر ان کے لئے نہ ہوں مگر ایک ہی شفیع اور وہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بشر ہیں، تو شاید ان کا سینہ کبھی تنگی فرمائے اور حاصل ہو اس سے ایک نوع جدائی۔ باقی ہلاک ہو جائیں تو جواب دیا گیا کہ اس کا سینہ کیسے تنگی کرے گا حالانکہ ۔وسع کرسیه السموٰت والارض ۔ اور یقینی وسعت رکھتی ہے اس کی کرسی ہمارے آسمان وزمین کو۔ تو تمہارا کیا گمان ہے ان کے قلب کریم کے ساتھ جس میں عرش کا گنبد ایک مچھر کی طرح کہ اڑ رہا ہو فضا میں آسمان وزمین کے درمیان۔ تو گویا کہا گیا ہاں، لیکن ہم ڈرتے ہیں شاید بھول جائیں کوئی اس عظیم کثرت کو کہ جو ان کے لئے ہو جائے بھولنے والا۔ تو جواب دیا کیونکر بھول جائے گا کوئی ان میں سے اور وہ وہ ہے کہ "ولا یؤده حفظهما" اس پر گراں نہیں ان دونوں آسمان وزمین کی حفاظت مع اس کے جو ان دونوں میں ہے مخلوقات سے اور فضل فرمایا، شفارش کئے گئوں پر ایسا ایسا دوہرا کہ جس کا احصاء نہ فرمائے مگر اللہ برتر۔

یہاں تک کہ انتہائے کلام اور ازالۂ اوہام اور پوری فرحت حاصل ہوئی اسے جو ان کا وابستہ کنارۂ دامن ہے ان پر اور ان کی آل پر سب سے افضل صلاۃ وسلام۔

جان لو کہ میں اس کا مدعی نہیں کہ یہ معنی آیہ کریمہ کے ہیں نہ اس کا دعوی علامہ مفسر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا لیکن وہ درحقیقت ان اشارات کے قسم سے ہے جو اہل زبان اہل باطن کے لئے معروف ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکتوں سے متنفع کرے مثل ان کے قول کے زیر حدیث صحیح

کہ ملائکہ اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا ہو کہ بیت قلب اور ملائکہ تجلیات الٰہی اور کلب شھوت۔ اور حاشا انکار نہیں کرتے معنی ظاہر کا باطنیہ کی طرح۔ اوران کا یہ کام محض ایمان وکمال عرفان ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں بسا اوقات ایسی شق لاتے ہیں جو بعید وغریب تر ہو اہل ظاہر میں۔ تو ان پر خطا وجھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ یہ نہیں ہیں مگر از قبیل الخیار بدالنقین۔ (ککڑی کھیرا بعوض دو دانگ) اور ایک شئی دوسری شئی کے ساتھ ذکر ہوتی اور قلب ایک حرف سے نصیحت پاتا ہے۔ بعض عارفین قدست اسرارہم دوسرے۔ تراہ۔ پر رک گئے اس معنی پر کہ۔ انك لم تكن۔ یعنی تو فنا ہو جائے اپنے نفس سے۔ تو اب تو اسے دیکھے اور تو پہنچ جائے مقام مشاہدہ باری تعالیٰ تک کیوں کہ تیرا نفس وہی حجاب ہے تجھ میں اور شھود مولیٰ میں۔ اور اس پر امام ابن حجر عسقلانی نے یہ اعتراض کیا کہ اگر مراد وہ ہے جو انہوں نے کہا تو البتہ۔ تراہ۔ محذوف الالف ہوتا اور یقیناً قول۔ فانہ یراك۔ ضائع ہو جاتا کہ اس کو ماقبل سے کوئی ربط نہیں رہتا۔ پھر الفاظ حدیث کی روایات پے در پے لائے کہ محتمل ان کی تاویل کی نہیں جیسے روایت ھمس۔ انك ان لا تراہ فانہ یراك۔ کہ بلاشبہ تو اگر اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے تو اس کا جواب شیخ محقق علامہ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں یوں دیا کہ الف مضارع مجزوم میں ایک مروجہ لغت میں ہے اور اسی بنا پر ہے روایت قنبل کی ابن کثیر سے قول الٰہی میں۔ ارسلہ معنا غدا یرتعی و یلعب۔ اور قول الٰہی۔ و من یتقی و یصبر۔

اور شاعر کا قول ہے: الم یاتیك و الانباء تنمی۔

علاوہ ازیں واجب نہیں جزم جزا کا جب شرط ماضی ہو اگر چہ معنی یعنی جیسا کہ یہاں استدلال کیا گیا ہے۔ کلام امکان دیدار الٰہی پر یعنی ہمارا اس کو دیکھنا بغیر جہت ومکان اور خروج شعاع وغیرہا کے۔

خلاصہ یہ کہ ہمارا استدلال یہاں تفسیر آیہ کریمہ سے نہیں بلکہ تاویل مفسر اور ان کے معنی پر ان کے اعتقاد سے ہے یہاں تک کہ اس نے جائز رکھا آیہ کریمہ کا اس کی جانب اشارہ تو وہ اب تمہارے نزدیک کفر کے زائد لائق والعیاذ باللہ تعالیٰ اور مقصود اس بات کا بیان ہے کہ تم معرفت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محجوب ہو اور اتنی معرفت بھی نہیں جتنی علمائے ظاہر کو ہے کہا

وہ کہ اولیائے کرام کو مرحمت ہوئی تو تم مسلمان کی تکفیر کرتے ہو اور بے علمی سے انکار کرتے اور اس انکار کو اچھالا کرتے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے بلکہ انھوں نے جھٹلایا اسے جسے انھوں نہ جانا یہ ہے ان کا مبلغ علم تو نور نہ دے اسکو جس کے لئے نور نہیں میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں عفو عافیت اھ منہ جدیدہ۔ (الدولۃ المکیہ ۴۲۵ تا ۴۳۹)

(۲۶۷) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ☆

اے ایمان والو اپنی پاک کمائیوں میں سے کچھ دو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تم اس میں سے اور تمہیں ملے تو نہ لوگے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

﴿۵۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علما فرماتے ہیں: جو حرام مال فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھے اس پر کفر عائد ہو۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (اس کا ثبوت اس آیت ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ ط میں ہے۔ مرتب)

تحقیق مقام یہ ہے کہ اگر اس نے مال حرام کو اپنی ملک خاص جان کر بطور تبرع تصدق کیا جیسے مسلمان اپنے پاکیزہ مال کو بہ نیت نفل وتطوع تقربا الی اللہ صدقہ کرتا اور اسی پر اپنے رب کریم سے امید ثواب رکھتا ہے کہ بے ایجاب شرع اس نے اپنی خوشی سے اپنے پاک مال کا حصہ اپنے رب کی رضا کے لئے صرف کیا۔ جب تو یہ تصرف حکم شرع سے جدا اور خیال شرع مطہرہ کے خلاف ہے اور اس پر ہرگز اس کے لئے ثواب نہیں۔ اس کی بعض صورتوں میں فقہاء نے حکم تکفیر کیا۔ اور اگر یوں نہ تھا بلکہ اس مال کو خبیث وناپاک ہی جانا اور اپنے گناہ پر نادم ہو کر تائب ہوا اور بحکم شرع اپنے تصرف میں لانا ناجائز سمجھا اور اپنے نفس کو اس میں تصرف سے روکا اور ازاں جا کہ اس کے ارباب معلوم نہ رہے بجا آوری حکم شرع کے لئے اسے تصدق کیا اور اسی بجا آوری فرمان پر امیدوار ثواب ہوا تو بیشک اس میں اصلا حرج نہیں بلکہ اسی کا اسے شرعا حکم تھا

اور اس تصدق پر اگرچہ ثواب وصدقہ نہیں مگر اس امتثال حکم کا ثواب بیشک ہے بلکہ یہ فعل اس کے توبہ کا تتمہ ہے اور توبہ قطعا موجب رضائے الہی وثواب اخروی ہے، پھر آدمی خود ثواب پائے اس ثواب کو دوسرے مسلمانوں کی بھی پہنچا سکتا ہے۔

لعموم قولهم ان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره۔

تو اس توبہ وبجا آوری حکم کا ثواب اگر نذر بزرگاں کریں کچھ مضائقہ نہیں۔ هذا هو التحقيق و الله تعالى ولى التوفيق اتقن هذا فلعلك لا تجده فى غير هذه السطور

اور اس مال سے حج کرنا بھی جائز نہیں کہ اسے حکم تو یہ تھا کہ جن سے لیا انہیں واپس دے وہ نہ معلوم ہوں تو تصدق کردے، اس کے سوا جس میں صرف کیا جائے گا خلاف حکم شرع و موجب گناہ ہوگا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ حج کرلیا تو فرض ذمہ سے اتر گیا۔ جیسے چوری اور غصب کے کپڑے سے نماز پڑھنا۔ فان الخبث انما هو فى المجاور فلا يمنع الصحة

پھر بھی امید اس پر ثواب کا محل نہیں بلکہ اسے کہا جائے گا۔ لا لبيك و لا سعديك و حجك مردود عليك حتى ترد ما فى يديك۔

نہ تیرے لبیک قبول نہ خدمت مقبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مارا گیا یہاں تک کہ تو یہ ناپاک مال جو تیرے ہاتھ میں ہے واپس کردے۔

نسال الله العفو و العافية هذا ما جزمت به لظهوره ثم اتفق مراجعة رد المحتار فرأيت فيه التصريح بذلك كله حيث قال فى بيان الحج بمال الحرام۔ الحج نفسه ليس حراما بل حرام هو انفاق المال الحرام و لا تلازم بينهما كما ان الصلوة فى الارض المغصوبة تقع فرضا و انما الحرام شغل المكان المغصوب و قال فى البحر يجتهد فى تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد فى الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها و لا تنافى بين سقوطه و عدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول و لا يعاقب عقاب تارك الحج اه مختصرا۔

اور تبدیل اس طرح سے کہ کسی سے قرض لے کر اپنے خرچ میں لائے خواہ حج وتصدق و نذر ونیاز وتعمیر مساجد وغیرہا میں اٹھائے اور قرض اس ناپاک مال سے ادا کردے اگرچہ یہ صورت

تصرفات کے جائز ہونے میں بکار آمد ہے کہ اب یہ روپیہ جوان کاموں میں اٹھا رہا ہے ناپاک نہیں ۔

فی الھندیۃ عن الملتقط اکل الربا او کاسب حرام اھدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل و لا یاکل مالم یخبرہ ان ذالک المال اصلہ حلال ورثہ او استقرضہ اہ مثلہ عن الینابیع ۔

مگر اس حیلہ سے نہ وہ گناہ اس سے زائل ہو۔ نہ اس ناپاک مال کا وبال سر سے اترے ۔ نہ اس سے قرض ادا کرنا روا۔ بلکہ یہ دوسرا گناہ ہوا کہ حکم شرع اصحاب حقوق کو واپس دینا یا تصدق کرنا تھا۔ اس نے کچھ نہ کیا بلکہ اپنی ادائے قرض میں لگا دیا تو ثابت ہوا کہ خبیث مال والوں کو یہ حیلہ نافع نہیں بلکہ موجب گناہ ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۳۶/۸ تا ۲۳۷)

(۲۷۵) اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَیۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَہٗ مَوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَانۡتَہٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمۡرُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ☆

وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو یہ اس لئے کہ انھوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

﴿۵۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ ان کے پھول کر مکانوں کے برابر ہو گئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں، سانپ بچھوان میں بھرے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں؟

جبریل نے عرض کیا: سود کھانے والے ہیں۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۱۴)

(اس آیت الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس ط میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے جب یہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ مزید وضاحت کے لئے ان احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔ مرتب)

۴۱۹۵۔ **عن** أمیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبوا۔

حضرت امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر قرض جو منفعت کمائے سود ہے۔

فتاوی رضویہ ۷/۵

۴۱۹۶۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم آکل الربوا و مأکله و شاهدیه و کاتبه۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اور اسکے گواہ و کاتب پر لعنت فرمائی۔

فتاوی رضویہ ۷/۷۵

۴۱۹۷۔ **عن** جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم آکل الربوا ومؤکله و کاتبه وشاهدیه وقال: هم سواء۔

۴۱۹۵۔ الدر المنثور للسیوطی، ۵/۳۵۰ ☆ کنز العمال للمتقی، ۱۵۵۱۶، ۶/۲۳۸

ارواء الغلیل للالبانی، ۵/۲۳۵ ☆ المطالب العالیة لابن حجر، ۱۳۷۳

۴۱۹۶۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی اکل الربوا، ۱/۱۴۵

السنن لابن ماجه، باب التغلیظ فی الربا، ۱/۱۶۵

السنن لابی داؤد، باب فی اکل الربوا، ۲/۴۷۳

۴۱۹۷۔ الصحیح لمسلم، باب الربوا، ۲/۲۷

مجمع الزوائد للهیثمی، ۴/۱۱۸ ☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۵/۴۴۶

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اور اسکے کاتب وگواہ سب پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا: وہ سب برابر گنہگار ہوں گے۔۔ فتاوی رضویہ ۷/۵۷

۴۱۹۸۔ عن کعب الأحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لان ازنی ثلث وثلثین زنیة احب الی من ان آکل درھما ربا یعلم اللہ انی اکلته من ربا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک مجھے اپنا تینتیس بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سود کا ایک درم کھاؤں۔ جسے اللہ عزوجل جانے کہ میں نے سود کھایا ہے۔

﴿۵۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سود جس طرح لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔ مگر شریعت مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ الضرورة تبیح المحظورات، اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے۔ محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ اسکے بغیر چارہ ہو، نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا۔ ورنہ ہرگز جائز نہ ہوگا۔ جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی۔ سو روپے پاس ہیں ہزار روپے لگانے کو جی چاہا تو سودی نکلوائے، یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا۔ سودی قرض لے کر بنایا یا دوسو کی تجارت کرتے ہیں۔ قوت اہل وعیال بقدر کفایت ملتا ہے۔ نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا۔ پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگوادئے یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں۔ نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا وعلی ہذا القیاس۔ صدہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورت نہیں۔ تو ان میں حکم جواز نہیں ہوسکتا اگرچہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں۔ ولہذا قوت اہل وعیال کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہوسکتی ہے جب اسکے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی پیشہ جانتا ہو، نہ نوکری ملی ہے جس کے ذریعہ سے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر اوقات کے لائق مل سکے۔ ورنہ اس قدر پا سکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت پھر وہی تونگری کی ہوس

۴۱۹۸۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۲۲۵

ہوگی نہ ضرورت قوت۔ ربا ادائے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا اگر جانتا ہے کہ اب ادا نہ ہوا تو قرض خواہ قید کرائے گا۔ جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہونچ سکے گا۔ اور ذلت وخواری علاوہ اور فی الحال اسکے سوا کوئی شکل ادا کی نہیں تو رخصت دی جائیگی کہ ضرورت محقق ہولی۔ حفظ اور تحصیل قوت کی ضرورت ہوتو خود ظاہر۔ اور ذلت ومطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے کہ جسے شرع نے بہت مہم سمجھا اور اسکے لئے بعض محظورات کو جائز فرمایا۔

مثلاً شریر شاعر جو امراء کے پاس قصائد مدح لکھ کر لے جاتے ہیں کہ خاطر خواہ انعام نہ پائیں تو ہجو سنائیں۔ انہیں اگرچہ وہ انعام لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا جائز نہیں دینا بھی روا نہیں۔ پھر یہ لوگ کہ اپنی آبرو بچانے کو دیتے ہیں خاص رشوت دیتے ہیں اور رشوت دینا صریح حرام ہے۔ بایں ہمہ شرع نے حفظ آبرو کے لئے انہیں دینا دینے والے کے حق میں روا فرمایا اگرچہ لینے والے کو بدستور حرام محض ہے۔ (فتاوی رضویہ ۷/۸۳)

۴۱۹۹۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ أَكَلَ دِرْهَمًا مِنَ رِبًوا فَهُوَ مِثْلُ ثَلْثٍ وَّثَلٰثِيْنَ زَنْيَةً، وَمَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلٰى بِهِ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک درہم سود کھانا تینتیس بار زنا کے برابر ہے، اور جسکا گوشت حرام سے بڑھے تو نار جہنم اسکی زیادہ مستحق ہے۔

۴۲۰۰۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لَدِرْهَمٌ يُصِيْبُهُ الرَّجُلُ مِنَ الرِّبٰوا أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِيْنَ زَنْيَةً يَزْنِيْهَا فِي الْإِسْلَامِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے اللہ عزوجل کے نزدیک سخت

۴۱۹۹۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۳/۲۱۱ ☆ تذکرۃ الموضوعات لابن القیسرانی، ۷۲۴

۴۲۰۰۔ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۳۶۶ ☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۶

تر ہے تینتیس بار زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے۔

۴۲۰۱۔ **عن** عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: دِرْهَمُ رِبَا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَشَدُّ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ سِتٍّ وَّثَلٰثِيْنَ زَنْيَةً۔

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کا ایک درہم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس زنا سے سخت تر ہے۔

۴۲۰۲۔ **عن** أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إِنَّ الدِّرْهَمَ يُصِيْبُهُ الرَّجُلُ مِنَ الرِّبَا أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ فِي الْخَطِيْئَةِ مِنْ سِتٍّ وَّ ثَلٰثِيْنَ زَنْيَةً يَزْنِيْهَا الرَّجُلُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے چھتیس بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے۔

۴۲۰۳۔ **عن** أم المومنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لَدِرْهَمُ رِبَا أَشَدُّ جُرْمًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ سَبْعٍ وَّثَلٰثِيْنَ زَنْيَةً۔

۴۲۰۱۔ الترغيب والترهيب للمنذرى، ۷/۳ ☆ اتحاف السادة للزبيدى، ۵/۴۴۶
مشكوة المصابيح للتبريزى، ۲۸۲۵ ☆ الدر المنثور للسيوطى، ۱/۳۶۷
المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۲۲۵ ☆ السنن للدار قطنى، ۳/۱۶
۴۲۰۲۔ اتحاف السادة للزبيدى، ۷/۷۳۵ ☆ جمع الجوامع للسيوطى، ۵۴۷۵
الترغيب والترهيب للمنذرى، ۳/۷ ☆ الدر المنثور لسيوطى، ۱/۳۶۴
المغنى للعراقى، ۳/۱۳۹ ☆ الكامل لابن عدى،
۴۲۰۳۔ كنز العمال للمتقى، ۹۷۸۰، ۴/۱۰۹ ☆

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک سود کا ایک درہم اللہ عزوجل کے یہاں سینتیس زنا سے بڑھ کر ہے۔

٤٢٠٤۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَيْسَرُ هَا كَالَّذِی يَنْكِحُ اُمَّهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کا گناہ ستر درجے ہے۔ جس میں سب سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے۔

٤٢٠٥۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ بَابًا اَدْنَا هَا كَالَّذِی يَقَعُ عَلٰی اُمِّهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کا گناہ ستر درجہ ہے۔ جس میں سب سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے۔

٤٢٠٦۔ **عن** الأسود بن وهب بن عبد مناف بن زهرة الزهری القرشی خال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ورضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: إنَّ الرِّبَا أَبْوَابٌ، اَلْبَابُ مِنْهُ عَدْلٌ بِسَبْعِيْنَ حُوْبًا، أَدْنَاهُ فَجْرَةٌ كَاضْطِجَاعِ الرَّجُلِ مَعَ أُمِّهٖ۔

٤٢٠٤۔ السنن لابن ماجه، باب التغليظ فی الربا، ١٦٥/٢
الجامع الصغير للسيوطی، ٢٧٦/٢ ☆ اتحاف السادة للزبيدی، ٥٣٧/٧
الترغيب والترهيب للمنذری، ٨/٣ ☆ كشف الخفاء للعجلونی، ٥٠٨/١
٤٢٠٥۔ السنن لابن ماجه، باب التغليظ فی الربا، ١٦٥/٢
الترغيب والترهيب للمنذری، ٦/٣ ☆
٤٢٠٦۔ الجامع الكبير للطبرانی ٢٥٤/٢ ☆

حضرت اسود بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماموں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک سود کے کئی دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازہ برابر ستر گناہ کے ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستر ہونا۔

٤٢٠٦۔ **عن** رجل من الأنصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلرِّبَا أَحَدٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا، او قال: ثَلٰثَةٌ وَسَبْعُوْنَ حُوْبًا، أَهْوَنُهَا مِثْلَ اِتْيَانِ الرَّجُلِ اُمَّهٗ۔

ایک انصاری صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود اکہتر دروازے ہیں۔ یا فرمایا: تہتر گناہ جن میں سب سے ہلکا ایسا جیسے آدمی کا اپنی ماں سے جماع کرنا۔

٤٢٠٧۔ **عن** البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلرِّبَا اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ بَابًا، اَدْنَاهُنَّ مِثْلَ اِتْيَانِ الرَّجُلِ اُمَّهٗ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کے بہتر دروازے ہیں۔ ان میں سب سے کم ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا۔

٤٢٠٨۔ **عن** عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِنَّ أَبْوَابَ الرِّبَا اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ حُوْبًا، اَدْنَاهَا كَالَّذِيْ يَأْتِيْ اُمَّهٗ فِي الْاِسْلَامِ۔

٤٢٠٦۔ المصنف لعبد الرزاق، ٣١٤/٨ ☆ اتحاف السادۃ للزبیدی، ٣٢٧/٨

٤٢٠٧۔ مجمع الزوائد للهیثمی، ١١٧/٤ ☆ السلسلة الصحیحة للالبانی، ١٨٧١

الترغیب والترهیب للمنذری، ٨/٣ ☆ اللآلی المصنوعة للسیوطی، ٨٤/٢

کنز العمال للمتقی، ٩٧٥٩، ١٠٥/٤ ☆ المطالب العالیة لابن حجر، ٢٧٠٥

٤٢٠٨۔ جمع الجوامع للسیوطی، ٦٠٧٦ ☆ کنز العمال للمتقی، ٩٧٥٦، ١٠٥/٤

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک سود کے دروازے بہتر گناہ ہیں۔ سب میں کمتر ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے زنا کرنا۔

۴۲۰۹۔ **عن** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلرِّبَا ثَلٰثَةٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا، اَیْسَرُهَا مِثْلَ اَنْ یَّنْكِحَ الرَّجُلَ اُمَّهٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کے تہتر دروازے ہیں، سب میں ہلکا اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے۔

۴۲۱۰۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِنَّ الرِّبَا نَیِّفٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا، اَهْوَنُهُنَّ مِثْلَ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ فِی الْاِسْلَامِ، وَدِرْهَمٌ مِنْ رِبًا اَشَدُّ مِنْ خَمْسٍ وَّثَلٰثِیْنَ زِنْیَةً۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں۔ ان میں سب سے ہلکا ایسا ہے کہ مسلمان ہوکر اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور سود کا درہم پینتیس زنا سے سخت تر ہے۔

۴۲۱۱۔ **عن** امیر المؤمنین عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال: الربا سبعون بابا۔ أهونها مثل نكاح الرجل امه۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سود کے ستر دروازے ہیں، ان میں آسان تر اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے۔

۴۲۰۹۔ المستدرک للحاکم، ۲/۳۷ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۲۶۶
اتحاف السادۃ للزبیدی، ۸/۳۲۷ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۱/۲۷۶
۴۲۱۰۔ الترغیب والترھیب للمنذری، ۳/۸ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۶/۹۶
۴۲۱۱۔ کنز العمال للمتقی، ۱۰۱۰۳، ۴/۱۹۰

۴۲۱۲۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الربا اثنان وسبعون حوباء أصغرها کمن أتی أمہ فی الاسلام ودرہم من الربا اشد من بضع وثلثین زنیۃ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: سود بہتر گناہ ہے، سب میں چھوٹا بحالت اسلام اپنی ماں سے زنا کی طرح ہے۔ اور سود کا ایک درم کئی اوپر تیس زنا سے سخت تر ہے۔

۴۲۱۳۔ عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: الربا ثلثۃ وسبعون حوباء ادناہا کمن اتی امہ فی الاسلام، ودرہم من الربا کبضع وثلثین زنیۃ۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سود میں تہتر گناہ ہیں، سب میں کم ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے جماع کرنا، اور سود کا ایک درم چند اور تیس زنا کے مانند ہے۔

﴿۲۷۶﴾ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِی الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔☆

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار۔ بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی ان کا نیگ (انعام) ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

﴿۵۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زکوۃ اعظم فروض دین واہم ارکان اسلام سے ہے۔ ولہٰذا قرآن عظیم میں بتّیس جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرما

۴۲۱۲۔ کنز العمال للمتقی، ۹۷۵۹، ۱۰۵/۴

۴۲۱۳۔ کنز العمال للمتقی، ۱۰۱۱۴، ۱۹۳/۴

دیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے ۔(اور "ویربی الصدقات" اس پر دال ہے۔مرتب)

بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہوجاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں، احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ پیڑ سے اتنا کم ہوجائیگا۔ پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا۔یہی حساب زکوتی مال کا ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۴/۴۳۳)

۴۲۱۴۔ **عن** أم المؤمنين عائشة الصديقه رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَةُ أَوْ مَالُ الزَّكٰوةِ مَا لاَ اِلَّا أَفْسَدَتْهُ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زکوۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اسے تباہ وبرباد کردے گا۔

۴۲۱۵۔ **عن** أبی هريره رضی الله تعالیٰ عنه عن امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : مَا تَلَفَ مَالٌ فِی بَرٍّ وَّ لَا بَحْرٍ اِلَّا بِحَبْسِ الزَّكٰوةِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق أعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خشکی وتری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوتا ہے۔

۴۲۱۴۔ مجمع الزوائد للهيثمی، ۳/۶۴ ☆ الترغيب و الترهيب للمنذری، ۱/۵۴۳
التفسير لابن كثير، ۲/۱۹۳ ☆ الجامع الصغير للسيوطی، ۲/۴۸۲

۴۲۱۵۔ مجمع الزوائد للهيثمی، ۳/۶۳ ☆ الترغيب و الترهيب للمنذری، ۱/۵۴۲
كنز العمال للمتقی، ۱۵۸۰۷، ۶/۳۰۶ ☆ كشف الخفاء للعجلونی، ۲/۴۱۶

٤٢١٦ ـ **عن** جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : مَنْ أَدّٰی زَکوٰةَ مَالِهٖ فَقَدْ أَذْهَبَ اللّٰهُ شَرَّهٗ ـ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور فرمادیا۔ فتاوی رضویہ ۴/۴۳۴

٤٢١٧ ـ **عن** الحسن البصری رضی الله تعالیٰ عنه مرسلا قال : قال رسول الله لی الله تعالیٰ علیه وسلم : حَصِّنُوْا أَمْوَالَکُمْ بِالزَّکوٰةِ وَدَاوُوْا مَرْضَاکُمْ بِالصَّدَقَةِ ـ

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

٤٢١٨ ـ **عن** جماعة من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم قالوا : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حَصِّنُوْا أَمْوَالَکُمْ بِالزَّکوٰةِ وَدَاوُوْا مَرْضَاکُمْ بِالصَّدَقَةِ ـ

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

﴿٥٦﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

٤٢١٦ ـ المستدرك للحاكم، ١/٣٩٠ ☆ الترغيب والترهيب للمنذرى، ١/٥١٩
مجمع الزوائد للهيثمى، ٣/٦٣ ☆ كنز العمال للمتقى، ١٥٧٧٨، ٦/٣٨٢
٤٢١٧ ـ المراسيل لابى داؤد، ٨ ☆ السنن الكبرى للبيهقى، ٣/٣٨٢
مجمع الزوائد للهيثمى، ٣/٦٣ ☆ المعجم الكبير للطبرانى، ١٠/١٥٨
الترغيب والترهيب للمنذرى، ١/٥٢٠ ☆ كنز العمال للمتقى، ١٥٧٥٩، ٦/٢٩٢
٤٢١٨ ـ المعجم الكبير للطبرانى، ١٠/٥٨ ☆ السنن الكبرى للبيهقى، ٣/٣٨٢
الجامع الصغير للسيوطى، ١/٢٢٧ ☆

اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ! کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا ہے اور اسے زمیں میں ڈال دیتا ہے اس وقت تو اس نے اپنے ہاتھوں سے خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے۔ کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا۔ تجھے اس گنوار کسان کے برابر بھی عقل نہیں۔ یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل وعلا کے ارشاد پر اتنا اطمیں ان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھائے۔ اور ایک ایک دانہ کا ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوۃ کا بیج ڈالے وہ فرماتا ہے۔ زکوۃ دو تمہارا مال بڑھے گا اگر دل سے اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے۔ ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہاں کا زیاں مول لیتا ہے۔

فتاوی رضویہ ۴/۴۴۴

〈۲۷۸۔ ۲۷۹〉 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔☆

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی کو نقصان پہونچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو۔

﴿۵۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب تحریم ربو کی آیت نازل ہوئی بعض مسلمانوں نے کہا: جو سود ہمارا نزول آیت سے پہلے کا رہ گیا ہے وہ لے لیں آئندہ باز رہیں گے۔ حکم آیا کہ اگر نہیں مانتے تو اعلان کر دو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۱۴)

〈۲۸۰〉 وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ط وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔☆

اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہے اگر جانو۔

﴿۵۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرض دار جب مفلس ہو تو شرع قرض خواہ پر واجب کرتی ہے کہ انتظار کرے اور جب تک اسے استطاعت نہ ہو مہلت دے۔ اور قرض دار کو حکم دیتی ہے کہ حتی الامکان ادا میں کوشش کرے اور ہر وقت سچے دل سے ادا کی نیت رکھے مفلسی کو پروانہ معافی نہ ٹھہرا لے کہ اب ہم سے کوئی کیا لے گا، جب ایسی سچی نیت رکھے گا اور اپنی چلتی فکر ادا میں جو بروجہ شرعی ہوگی نہ کرے گا تو اس سے زیادہ اسے تکلیف نہیں دیتی۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا،

پھر اگر اسی حال میں مرگیا اور ادا نہ کر سکا تو امید قوی ہے کہ ارحم الراحمین جل جلالہ درگزر فرما کر قرض خواہ کے مطالبہ سے نجات بخشے گا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۷/۸۳)

۴۲۱۹۔ **عن** أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَآءَ هَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کے مال بہ نیت ادا لے اللہ تعالیٰ اسکی طرف سے ادا فرما دیتا ہے۔ اور جو تلف کر دینے کے ارادے سے لے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

۴۲۲۰۔ **عن** میمون الکروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ أَدَانَ دَيْنًا يَنْوِيْ قَضَاءَهُ أَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت میمون کردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی دین لے کر ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ تعالیٰ روز قیامت اسکی طرف سے ادا فرمادیگا۔

۴۲۱۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب من اخذ اموال الناس، ۱/۳۲۱

۴۲۲۰۔ السنن الکبری للبیھقی، ۵/۳۵۴ ☆ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۵/۵۰۲

٤٢٢١ ۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: مَنْ حَمَلَ مِنْ أُمَّتِي دَيْنًا ثُمَّ جَهَدَ فِي قَضَاءِهٖ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَقْضِيَهُ فَأَنَا وَلِيُّهُ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میرا امتی دین کا بار اٹھائے پھر اسکے ادا میں کوشش کرے پھر بے ادا کئے مرجائے تو میں اسکا ولی وکفیل ہوں۔

٤٢٢٢ ۔ عن أبي أمامة الباهلي رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: مَنْ تَدَايَنَ بِدَيْنٍ وَفِي نَفْسِهٖ وَفَاءُهٗ ثُمَّ مَاتَ تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضٰى غَرِيمَهٗ بِمَا شَاءَ۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی دین کا معاملہ کرے اور دل میں اسکے ادا کا ارادہ رکھے پھر مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائیگا اور اسکے قرض خواہ کو جیسے چاہے گا راضی کردیگا۔

(فتاوی رضویہ ۸۴/۷)

﴿۲۸۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ ☆

اے ایمان والو جب تم ایک مقرر مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہیئے اور جس بات پر حق آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور

٤٢٢١ ۔ المسند لاحمد بن حنبل، ٧٤/٦ ☆ السنن الكبرى للبيهقي، ٢٢/٧
الترغيب و الترهيب للمنذرى، ٥٩٨/٢ ☆ مجمع الزوائد للهيثمى، ١٣٢/٤
٤٢٢٢ ۔ المستدرك للحاكم ٢٣/٢ ☆ الترغيب و الترهيب للمنذرى، ٥٩٧/٢

اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ رکھ نہ چھوڑے۔

﴿۵۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں دین مطلقا ہے جو ہر طرح کے دین کو شامل، لہذا ان کی وضاحت میں امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا: مرتب)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک دین آسان ہے۔

(الجامع الصحیح للبخاری کتاب الایمان ۱/ ۱۰۔ السنن للنسائی کتاب الایمان ۲/ ۲۳۳)

اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔

(الصحیح للبخاری باب الاموال الخ ۲/ ۱۰۶۳)

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۴۴۱)

تفسیری احمدی میں ہے:

فی الزاھدی ان الآیۃ عامۃ فی المسلم و کل دین یصح فیہ الاجل۔

مدارک التنزیل میں ہے: الامر للندب۔

لباب التاویل میں ہے: وھو قول جمھور العلماء۔

اور مضمون میں وہی طریقہ معہودہ کافی ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں میں نے فلاں تاریخ فلاں بنت فلاں سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں بعد قرار پائی ہے کہ مہر مذکور میعاد مذکور پر ادا کروں گا۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۷/ ۵۱۱)

رہن اور یہ اجارہ دو عقد ہیں جن کا حکم قبضہ کا دست نگر، رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ نفاذ سے عاطل۔

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

القبض شرط جواز الرھن لقولہ تعالیٰ وسبحنہ فرھن مقبوضۃ وصف سبحنہ وتعالیٰ الرھن بکونہ المنفعۃ فکان فی حق الحکم مضافا الی حین حدوث المنفعۃ فیثبت حکمہ عند ذالک حتی لو انقضت المدۃ من غیر تسلیم

المستاجر لا یستحق شیئا من الاجر و لو مضی بعد العقد مدۃ سلم فلا اجر له فیما مضی لعدم التسلیم فیه ۔

رہن قبضہ مرتہن چاہتا ہے کہ اس کا مقتضی حبس ہے اور حبس بے قبض ناممکن اور اجارہ قبضۂ مستاجر چاہتا ہے کہ اس سے مقصود انتفاع ہے، بے قبضہ نامتصور اور شئی واحد کا وقت واحد میں دو مختلف قبضوں میں ہونا محال ولہذا اگر رہن بہ اجازت مرتہن یا اجازت راہن شئے مرہون شخص ثالث کے اجارہ میں دے یا راہن خود مرتہن کو اجارہ دے تینوں صورتوں میں رہن باطل ہو جاتا ہے۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۲۱۴)

سورة آل عمران (۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۷) هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ط فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ج وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ لا کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ☆

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہے اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈھنے کو، اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت فرمانے اور بندوں کو جانچنے وآزمانے کو۔

یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا ۔ (البقرۃ ۲۶)

اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔ اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو قسم ہونا ہے۔

محکمات جن کے معنی صاف بے وقت ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں۔

اور دوسری متشابہات جن کے معنی میں اشکال ہے یا ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا ہے جیسے حروف مقطعات۔الم۔وغیرہا۔یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے۔جیسے ۔الرحمٰن علی العرش استوی ۔(طہ۔۵) یا۔ثم استوی علی العرش ۔(یونس ۔۳) پھر جن لوگوں میں کجی اور گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پا کر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ۔قرآن میں آیا ہے کہ اللہ عزوجل عرش پر بیٹھا ہے۔عرش پر چڑھا ہوا ہے۔عرش پر ٹھہر گیا۔اور آیات محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں ان کے ارشادوں سے بھلا دیئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو''استواء'' آیا ہے اور اس کے معنی چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا، ہونا کچھ ضروری نہیں۔تو یہ تمہاری اپنی سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے ہو۔

ماانزل اللہ بہا من سلطن ۔(الاعراف۔۷۱)

اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا یا ٹھہرنا۔آتے تو قرآن مجید ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انہیں ان ظاہری معنی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے ظاہری معنی پر جم گئے انہیں کے لئے قرآن مجید نے فرمایا:الذین فی قلوبہم زیغ ۔(آل عمران۔۷)

وہ لوگ کہ جن کے دل پھرے ہوئے ہیں

اور جو لوگ علم میں پکے ہیں اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیات محکمات سے قطعا ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جہت و اعراض سے پاک ہے۔بیٹھنے اور چڑھنے، ٹھہرنے سے منزہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان انشاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے۔اور وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ان میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے تو قطعا یقینا ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں ہرگز مراد نہیں۔پھر آخر معنی کیا لیں۔اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہو گئے۔اکثر نے فرمایا جب یہ ظاہری معنی قطعا مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں۔یہی بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑ دیں ہمیں ہمارے رب نے آیت متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور ان کی تعیین مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا ہے تو ہم حد سے باہر کیوں قدم رکھیں۔اسی قرآن کے بتائے

ہوئے حصے پر قناعت کریں کہ۔ امنا به کل من عند ربنا ۔ (آل عمران ۔ ۷) جو کچھ مولیٰ تعالیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائیں، محکم و متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے ۔ یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم واولیٰ ہے، اسے مسلک تفویض و تسلیم کہتے ہیں، ان ائمہ نے فرمایا کہ استوا معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنی ہماری سمجھ سے وراہیں ۔ اور ایمان اس پر واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیین کے لئے اور تعیین مراد کی طرف راہ نہیں۔

اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم و متشابہ دو قسمیں فرما کر محکمات کو ۔ هن ام الکتاب ۔ (آل عمران ۔ ۷) فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے ۔ تو آیہ کریمہ نے تاویل متشابہات کی راہ خود ہی بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سمجھادی کہ ان میں وہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں اور فتنہ و ضلال اور باطل و محال راہ نہ پائیں ۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنی پر یقین نہیں کرسکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے ۔ مگر جب معنی صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات بری و منزہ ہیں اور محاورات عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے، اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں گی کی ان کے معنی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جنہیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی ۔ ان ابن آدم لحریص علی ما منع ۔ اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑیں گے، گمراہی میں گریں گے ۔ یونہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب و ملائم معنی کی طرف محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ و ضلال سے نجات پائیں ۔ یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے ۔ اسے مسلک تاویل کہتے ہیں ۔ یہ علماء بوجوہ کثیر تاویل آیت فرماتے ہیں، ان میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں ۔

اول: استواء بمعنی قہر و غلبہ ہے ۔ یہ زبان عرب سے ثابت و پیدا ہے کہ عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے، اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ اپنی تمام مخلوقات پر قاہر و غالب ہے ۔

دوم: استواء بمعنی علو ہے اور اللہ عزوجل کی صفت ہے کہ علو مکان مالکیت وسلطان یہ دونوں معنی امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارت عنقریب آتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوم: استواء بمعنی قصد وارادہ۔ ثم استوی علی العرش ۔ یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اُس آفرینش کا ارادہ فرمایا، یعنی اس کی تخلیق شروع کی۔ یہ تاویل امام اہل سنت امام ابو الحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسماعیل ضریر نے فرمایا: انہ صواب ۔ یہی ٹھیک ہے۔ نقلہ الامام جلال الدین السیوطی فی الاتقان ۔

چہارم: استواء بمعنی فراغ وتمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ بنائی، دنیا وآخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے جو قرآن سے ہو، استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فلما بلغ اشدہ و استوی ۔ (القصص ۔ ۱۴)

جب اپنی قوت کے زمانہ کو پہنچا اور اس کا شباب پورا ہوا۔

اسی طرح ۔ قولہ کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ ۔ (الفتح ۔ ۲۹)

میں استواء حالت کمال سے عبارت ہے۔ یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال سے نقل کی اور یہ کلام امام ابوطاہر قزوینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت میں منقول ہے۔

اقول: اور اس کے سوا یہ کہ قرآن عظیم میں یہ استواسات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان وزمین کے اور بلا فصل اس کے بعد ہے۔

سورہ اعراف وسورہ یونس علیہ السلام میں فرمایا:

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش ۔ (یونس ۔ ۳)

سورہ رعد میں فرمایا: اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونھا ثم استوی علی العرش ۔ (الرعد ۔ ۲)

سورہ طہ میں فرمایا: تنزیل ممن خلق الارض والسموات العلیٰ، الرحمٰن علی العرش استوی۔(

سورہ فرقان میں فرمایا: الذی خلق السموات والارض وما بینھما فی ستة ایام ثم استوی علی العرش۔

سورہ حدید میں فرمایا: ھو الذی خلق السموٰت والارض فی ستة ایام ثم استوی علی العرش۔ (الحدید۔ ٤)

یہ مطالب کہ اول سے یہاں تک اجمالا مذکور ہوئے صدہا ائمہ دین کے کلمات عالیہ میں ان کی تصریحات جلیلہ ہیں۔ انہیں نقل کیجئے تو عظیم دفتر ہو اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گمنام نے اغوائے عوام کے لئے لکھ دئے ہیں اس کے رد میں انہیں کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہابی صاحب کس قدر بیجا بیباک مکار چالاک بددین ناپاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں ان کی گمراہیوں کے صریح رد لکھے ہیں انہیں کے نام اپنی سند میں لکھ دئے ہیں۔

چہ دلاور ست وزدے کہ بکف چراغ دارد۔

مباحث آئندہ میں جو عبارات ان کتابوں کی منقول ہوں گی انہیں سے انشاء اللہ العظیم یہ سب بیان واضح ہو جائیں گے۔ یہاں صرف آیات متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب ظاہر ہو اور یہ بھی کھل جائے کہ آیہ کریمہ الرحمن علی العرش استوی۔ آیات متشابہات سے ہے اور یہ بھی کہ کس طرح مخالف کا مذہب نامہذب یقیناً صریح ضلالت اور مخالفت اہل سنت ہے۔

(۱) اجمالا اس آیت کے معنی جاننے پر مخالف سلف صالحین و جمہور ائمہ اہل سنت و جماعت ہے۔

(۲) موضح القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۳) معالم و مدارک و کتاب الاسماء والصفات و جامع البیان کے بیان یہاں سنئے کہ یہ پانچوں کتابیں بھی انہیں کتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے گن دیا۔

معالم التنزیل میں ہے۔ اما اھل السنة یقولون الاستواء علی العرش صفة

اللہ تعالیٰ بلا کیف یجب علی الرجل الایمان بہ و یکل العلم فیہ الی اللہ عز وجل۔

یعنی اہل سنت وہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عزوجل کی ایک صفت بے چونی و چگونی ہے، مسلمان پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے معنی کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سوجھے کہ اسی کی مستند کتاب خاص مسئلہ استواء میں اہل سنت کا مذہب کیا لکھا ہے۔ شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہل سنت کرے۔

(۳) اسی میں ہے۔ ذھب الاکثرون الی ان الواو فی قولہ والراسخون واو الاستیناف و تم الکلام عند قولہ و ما یعلم تاویلہ الا اللہ و ھو قول ابی بن کعب و عائشۃ و عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنھم و روایۃ طاؤس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما و بہ قال الحسن و اکثر التابعین و اختارہ الکسائی و الفراء و الاخفش الی ان قال و لما یصدق ذلک قرأۃ عبد اللہ ان تاویلہ الا عند اللہ و الرسخون فی العلم یقولون امنا و فی حرف ابی یقول الراسخون فی العلم بتاویل القرآن الی ان قالوا امنا بہ کل من عند ربنا و ھذا القول اقیس فی العربیۃ و اشبہ بظاھر الآیۃ۔

یعنی جمہور ائمہ دین و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ۔ والراسخون فی العلم سے جدا بات شروع ہوئی۔ پہلا کلام وہیں پورا ہو گیا کہ متشابہات کے معنی اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہی قول حضرت سید قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے، اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور یہی مذہب امام حسن بصری و اکثر تابعین کا ہے اور اسی کو امام کسائی و فراء و اخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قرات سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عزوجل کے سوا کسی کے پاس نہیں اور پکے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی تفسیر میں محکم علم والوں کا منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور یہ قول عربیت کی رو سے زیادہ

یادہ دلنشین اور بظاہر آیت سے بہت موافق ہے۔

(۴) مدارک التنزیل میں ہے۔ منہ آیات محکمات احکمت عبارتھا بان حفظت من الاحتمال والاشتباہ ھن ام الکتاب تحمل المتشابھات علیھا و ترد الیھا و اخر متشابھات مشتبھات محتملات و مثال ذلک "الرحمن علی العرش استوی" الاستواء یکون بمعنی الجلوس و بمعنی القدرۃ والاستیلاء و لایجوز الاول علی اللہ تعالیٰ بدلیل المحکم و ھو قولہ تعالیٰ "لیس کمثلہ شئی" فاما الذین فی قلوبھم زیغ میل عن الحق و ھم اھل البدع فیتبعون ما تشابہ منہ فیتعلقون بالمتشابہ الذی یحتمل ما یذھب الیہ المبتدع مما لا یطابق المحکم و یحتمل ما یطابقہ من قول اھل الحق ابتغاء الفتنۃ طلب ان یفتنوا الناس و یضلوھم عن دینھم وابتغاء تاویلہ وطلب ان یأولوہ التاویل الذی یشتھونہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ لا یھتدی الی تاویلہ الحق الذی یجب ان یحمل علیہ الا باللہ اہ مختصرا۔

یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنی صاف ہیں احتمال واشتباہ کو ان میں گزر نہیں، یہ آیات تو کتاب کی اصل ہیں کہ متشابہات انہیں پر حمل کیجائیں گی اور ان کے معنی انہیں کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔ اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال و احتمال ہے جیسے آیہ کریمہ۔ الرحمن علی العرش استوی۔ استوا بیٹھنے کے معنی پر بھی آتا ہے اور قدرت وغلبہ کے معنی پر بھی، اور پہلے معنی اللہ عزوجل پر محال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالیٰ کو بیٹھنے سے پاک ومنزہ بتارہی ہیں، ان محکمات سے ایک یہ آیت ہے "لیس کمثلہ شئی" اللہ عزوجل کے مثل کوئی چیز نہیں۔ پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بدمذہب لوگ ہوئے وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں۔ ایسی آیتوں کی آڑ لیتے ہیں جن میں ان کی بدمذہبی کے معنی کا احتمال ہوسکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں۔ اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور اہل سنت کا مذہب ہے۔ وہ بدمذہب ان آیات متشابہات کی آڑ اس لئے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں، لوگوں کو سچے دین سے بہکائیں، ان کے وہ معنی بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں۔ اور ان کے معنی تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ، اللہ ہی کو خبر ہے کہ ان

کے حق معنی کیا ہیں جن پر ان کا تارنا واجب ہے انتہی۔

گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر، یہ آیت وتفسیر اس کی گمراہی کا کیسا رد واضح ومنیر ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

((۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں۔ اما الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانوا لا یفسرونہ و لا یتکلمونہ فیہ کنحو مذھبھم فی امثال ذلک۔

ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم استواء کے کچھ معنی نہ کہتے تھے نہ اس میں اصلا زبان کھولتے جس طرح تمام صفات متشابہات میں ان کا یہی مذہب ہے۔

(۶) اسی میں ہے۔ حکینا عن المتقدمین من اصحابنا ترک الکلام فی امثال ذلک ھذا مع اعتقادھم نفی الحد و التشبیہ و التمثیل عن اللہ سبحٰنہ و تعالیٰ۔

ہم اپنے اصحاب متقدمین کا مذہب لکھ چکے ہیں کہ ایسے نصوص میں اصلالب نہ کھولتے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالیٰ محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں مشابہ و مانند ہونے سے پاک ہے۔

(۷) اسی میں یحیی بن یحیی سے روایت کی۔ نحن عند مالک ابن انس فجاء رجل فقال یا ابا عبد اللہ "الرحمن علی العرش استوی "فکیف استوی قال فاطرق مالک رأسہ حتیٰ عرق ثم قال الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب و المسئول عنہ بدعۃ و ما اراک الا مبتدعا فامرہ بہ ان یخرج۔

ہم امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی اے ابوعبداللہ "رحمٰن نے عرش پر استواء فرمایا" یہ استوا کس طرح ہے۔ اس کے سنتے ہی امام نے سر مبارک جھکا لیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہوگیا پھر فرمایا استوا مجہول نہیں اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض ہے اور اس سے استفسار بدعت اور میرے خیال میں تو ضرور بدمذہب ہے، پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔

اسی میں عبداللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی۔ سئل ربیعة الرائی عن قول اللہ تبارك وتعالیٰ "الرحمن علی العرش استویٰ" کیف استوی قال الکیف مجھول والاستواء غیر معقول ویجب علی وعلیك الایمان بذلك کله۔

یعنی امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن استاذ امام مالک سے جنہیں بوجہ قوت عقل وکثرت قیاس ربیعۃ الرائی لکھا جاتا یہی سوال ہوا فرمایا کیفیت مجہول ہے اور اللہ تعالیٰ کا استواء معقول نہیں اور مجھ پر اور تجھ پر ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفین بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے ہیں: کل ما وصف اللہ تعالیٰ من نفسه فی کتابه فتفسیرہ تلاوته والسکوت علیه۔ یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں اپنے لئے بیان فرمائی ہیں، ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہیے۔ بطریق اسحاق بن موسی انصاری زائد کیا لیس لاحد ان یفسرہ بالعربیة ولا بالفارسیة۔ کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنی کہے۔

(۱۰) اسی میں حاکم سے روایت کہ انہوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب کا عقائد نامہ دکھایا، جس میں مذہب اہلسنت مندرج تھا اس میں لکھا ہے: الرحمن علی العرش استوی بلا کیف۔ رحمٰن کا استوا بیچوں وبیچگون ہے۔

(۱۱) اسی میں ہے، والآثار عن السلف فی مثل ھذا کثیرۃ وعلی ھذہ الطریقة یدل مذھب الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنه والیھا ذھب احمد بن حنبل والحسین بن الفضل البلخی ومن المتاخرین ابو سلیمٰن الخطابی،

یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اس طریقہ سکوت پر امام شافعی کا مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک امام احمد بن حنبل وامام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے امام ابوسلیمٰن خطابی کا ہے۔

الحمدللہ امام اعظم سے روایت عنقریب آتی ہے ائمہ ثلثہ سے یہ موجود ہیں ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استوا کے معنے کچھ نہ کہے جائیں، اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام، یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا ہے۔

(۱۲) اسی میں امام خطابی سے ہے۔

ونحن اخرىٰ بان لا نتقدم فيما تأخر عنه من هو اكثر علما واقدم زمانا ولكن الزمان الذى نحن فيه قد حصل اهله حز بين منكر لما يروى من نوع هذه الاحاديث رأسا و مكذب به اصلا و فى ذلك تكذيب العلماء الذين رووا هذه الاحاديث و هم ائمة الدين و نقلة السنن و الواسطة بيننا و بين رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و الطائفة الاخرى مسلمة لا دانية فيها ذاهبة فى تحقيق الظاهر منها مذهبا يكاد يفضى بهم الى القول بالتشبيه و نحن نرغب عن الامرين معا و لا نرضى بواحد منهما مذهبا فيحق علينا ان نطلب لما يرد من هذه الاحاديث اذ صحت من طريق النقل و السند تاويلا يخرج على معانى اصول الدين و مذاهب العلماء و لا تبطل الرواية فيها اصلا اذا كانت طرقها مرضية و نقلتها عدولا ۔

یعنی جب ائمہ کرام نے جو ہم سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے تھے متشابہات میں سکوت فرمایا۔ ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنی کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر ہمارے زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے۔ ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رد کرتا اور جھوٹ بتاتا ہے۔ اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ دین کے امام ہیں اور سنتوں کے ناقل اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ہمارے وسائط وسائل۔

اور دوسرا گروہ ان روایتوں کو مان کر ان کے ظاہری معنے کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا کلام اللہ عزوجل کو خلق سے مشابہ کر دینے تک پہنچا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں، تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں جو صحیح حدیثیں آئیں ان کی تاویل کر دیں جس سے ان کے معنی اصول عقائد و آیات محکمات کے مطابق ہو جائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابو القاسم لالکائی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سردار مذہب حنفی تلمیذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی فرماتے ہیں۔

اتفق الفقهاء كلهم من المشرق الى المغرب على الايمان بالقرآن وبا

لاحادیث التی جاء بها الثقات عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صفۃ الرب من غیر تشبیہ ولا تفسیر فمن فسر شیئا من ذلک فقد خرج عما کان علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفارق الجماعۃ فانھم لم یصفوا ولم یفسروا ولکن آمنوا بما فی الکتاب والسنۃ ثم سکتوا۔

شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیات قرآن عظیم واحادیث صحیحہ میں جو صفات الٰہیہ آئیں ان پر ایمان لائیں بلا تشبیہ وبلا تفسیر، تو جو ان میں کسی کے معنی بیان کرے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعت علماء سے جدا ہوا، اس لئے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا، نہ ان کے معنی کہے بلکہ قرآن وحدیث پر ایمان لاکر چپ رہے، طرفہ یہ کہ امام محمد کے اس ارشاد وذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے کتاب العلو میں نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لاکلائی اور ابو محمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اسے نقل کر گیا۔ وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ۔

﴿۱۴﴾ نیز مدارک میں زیر سورہ طہ ہے۔ المذھب قول علی رضی اللہ عنہ الاستواء غیر مجھول والتکیف غیر معقول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ لانہ تعالیٰ کان ولا مکان قبل خلق المکان ثم لم یتغیر عما کان۔

مذہب وہ ہے جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی عقل میں نہیں آسکتی۔ اسپر ایمان واجب ہے۔ اس کے معنی سے بحث بدعت ہے اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ موجود تھا اور مکان نہ تھا۔ پھر وہ اپنی اس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے، گمراہ اپنی ہی مستند اس عبارت کو سوجھے اور اپنا ایمان ٹھیک کرلے۔

﴿۱۵﴾ اسی میں زیر آیت سورہ اعراف یہی قول امام جعفر صادق وامام حسن بصری وامام اعظم ابو حنیفہ وامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرمایا۔

﴿۱۶﴾ یہی مضمون جامع البیان سورہ یونس میں ہے۔ الاستواء معلوم والکیفیۃ مجھول والسوال عنہ بدعۃ۔

﴿۱۷﴾ مضمون سورہ رعد میں سلف صالحین سے نقل کیا کہ۔ قال السلف الاستوا

ء معلوم و الکیفیة مجهولة ۔

﴿۱۸﴾ سورہ طٰہٰ میں لکھا۔ سئل عن الشافعی عن الاستواء فاجاب امنت بلا تشبیه و اتهمت نفسی فی الادراك فامسکت عن الخوض فیه کل الامساك ۔

یعنی امام شافعی سے استواء کے معنی پوچھے گئے فرمایا میں استواء پر ایمان لایا اور وہ معنی نہیں ہوسکتے جن میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اس کے معنی سمجھنے میں متہم رکھتا ہوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ اس کے صحیح معنی سمجھ سکوں، لہٰذا میں نے اس میں فکر کرنے سے اس میں یک قلم قطعی دست کشی کی۔

﴿۱۹﴾ سورہ اعراف میں لکھا۔ اجمع السلف علی ان استواء ہ علی العرش صفة له بلا کیف نؤمن به و نکل العلم الی اللہ تعالیٰ ۔

سلف صالح کا اجماع ہے کہ عرش پر استواء اللہ تعالیٰ کی صفت بیچون و بے چگون ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا علم خدا کو سونپتے ہیں۔

﴿۲۰﴾ طرفہ یہ کہ سورۂ اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنی ہم کچھ نہیں جانتے۔ الخ سورہ فرقان میں لکھا۔

قد رفی سورة الاعراف تفصیل معناہ ۔ اس کے معنی کی تفصیل سورہ اعراف میں گزری۔

یونہی سورہ سجدہ میں لکھا۔ قدر فی سورة الاعراف ۔

یونہی سورہ حدید میں۔ قدر تفصیله فی سورة الاعراف و غیرها ۔

دیکھو صاف بتادیا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ اب تو کھلا کہ وہابیہ مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم و مدارک و جامع البیان کے نام لے دینا کیسی سخت بے حیائی تھا۔ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

وہابیہ مجسمہ کی بددینی

صفات متشابہات کے باب میں اہل سنت کا عقیدہ تو معلوم ہولیا کہ ان میں ہمارا حصہ بس اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو کچھ مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے، ظاہر لفظ سے جو معنی ہماری

سمجھ میں آتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ یقیناً پاک ہے اور مراد الٰہی پر ہمیں اطلاع نہیں ولہذا ہم ان کے معنی کچھ نہیں کہہ سکتے، یا بطور تاویل کچھ کہیں بھی تو وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی شان قدسی کے لائق اور آیات محکمات کے مطابق ہو۔ اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم عطا فرمائی ہے وہ ہمیشہ راہ وسط ہوتی ہے اس کے دونوں پہلو پر افراط وتفریط دو ہولناک مہلک گھاٹیاں ہیں اسی لئے اکثر مسائل میں اہل سنت دو فرقہ متناقض کے وسط میں رہتے ہیں۔ جیسے رافضی، ناصبی۔ خارجی، مرجی۔ قدری، جبری، یا باطنی، ظاہری، یا وہابی بدعتی۔ یا اسماعیل پرست گور پرست و علی ہذا القیاس۔ یہاں بھی دو فرقہ باطلہ نکلے۔ معطلہ، مشبہ۔ معطلہ جنہیں جہمیہ بھی کہتے ہیں، صفات متشابہات سے یکسر منکر ہو گئے یہاں تک کہ ان کا پہلا پیشوا جعد بن درہم مردود کہتا کہ نہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو اپنا خلیل بنایا، نہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے کلام فرمایا۔ یہ گمراہ لوگ اپنے افراط کے باعث "امنا به كل من عند ربنا" سے بے بہرہ ہوئے۔ ان کی طرف نقیض پر انتہائے تفریط میں مشبہ آئے جنہیں حشویہ مجسمہ بھی کہتے ہیں، ان خبیثوں نے صاف مان لیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ہے، جسم جہت ہے اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا، اترنا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، ٹھہرنا، سب آپ ہی ثابت ہے، یہ مردود وہی ہوئے جنہیں قرآن عظیم نے "فی قلوبهم زیغ" فرمایا اور گمراہ فتنہ پرواز بتایا تھا۔ وہابیہ ناپاک کو آپ جانیں کہ سب گمراہوں کے فضلہ خوار ہیں، مختلف بد مذہبوں سے کچھ کچھ عقائد ضلالت لے کر اپنا بھرت پورا کیا ہے۔ یہاں بھی نہ چوکے اور ان کے پیشوا اسماعیل نے صراط مستقیم میں جو اپنے جاہل پیر کی اللہ تعالیٰ سے دوستانہ ملاقات اور ہاتھ ملا کر گڈ مارنگ ثابت کی تھی۔ (دیکھو کتاب مستطاب الکوکبۃ الشہابیہ علی کفریات ابی الوہابیہ ص ۱۷) لہذا اس کے واضح ثبوت صاف صاف مجسمہ مبہوت کا مذہب مقوت مان گئے اور اس کی جڑ بھی وہی ان کا پیشوائے قبیح اپنے رسالہ ایذاء الحق الصریح میں جما گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو مکان وجہت سے پاک جاننا بدعت وضلالت ہے، جس کے رد میں کوکبہ شہابیہ نے تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز صاحب کی یہ تحریر پیش کی تھی کہ اہل سنت وجماعت کے عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے مکان نہیں ہے، نہ اس کے لئے فوق یا تحت کوئی جہت ہو سکتی۔ اور بحر الرائق وعالمگیری کی یہ عبارت۔

یکفر باثبات المکان اللہ تعالیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ماننے سے آدمی

کافر ہوجاتا ہے۔ اور فتاویٰ امام اجل قاضی خان کی یہ عبارت۔

رجل قال خدائے برآسمان می داند کہ من چیزے نہ دارم یکون کفرا لان اللہ تعالیٰ منزہ عن المکان۔ یعنی کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہوگیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ اور فتاویٰ خلاصہ کی یہ عبارت ہے۔

لو قال نردبان بنہ وآسمان برآئے وبا خدا جنگ کن یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالیٰ۔

یعنی یہ کہنے والا کافر ہوگیا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان مانا۔

(دیکھو کوب الشہابیہ ص ۱۳)

انہیں مجسمہ گستاخ کے تازہ افراخ سے ایک صاحب سہسوانی یکا سہ لیسی گمراہ ہزاری غلام نواب بھوپال قنوجی آنجہانی از سرنو اس فتنہ خوابیدہ کے بادی بانی اور اس سبوح وقدوس جل جلالہ کی شان میں مدعی عیوب جسمی ومکانی ہوئے۔ چہارم محرم الحرام ۱۳۱۸ھ ہجریہ قدسیہ کو اس بارے میں اور انہیں صاحب کے متعلق امر دیگر میں حضرت تاج المحققین عالم اہل سنت دامت ظلہم العالی سے استفتا ہوا۔ حضرت نے نفس حکم بنہایت اجمال ارشاد فرمایا۔ پونے دو مہینے کے بعد بست وششم صفر کو ان کے متعلق ایک پریشان تحریر گمراہی وجہالت وسفاہت وضلالت کی بولتی تصویر آئی، ایسے ہذیانات کیا قابل التفات، مگر حفظ عقائد عوام ونصرت سنت واسلام کے لحاظ سے یہ چند سطور محض لوجہ اللہ مستور اہل حق بنگاہ انصاف نظر فرمائیں اور امر عقائد میں کسی گمراہ مکار کے کہنے میں نہ آئیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۲۲۱ تا ۲۳۰)

(۲۷) تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔☆

تو دن کا حصہ رات میں ڈالے اور رات کا حصہ دن میں ڈالے اور مردہ سے زندہ نکالے اور زندہ سے مردہ نکالے اور جسے چاہے بے گنتی دے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق۔ افق شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے

بہت پہلے ہوتا ہے، سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اس وقت آفتاب ڈوبتا ہے۔ جس طرح قرص شمسی کے شرعی طلوع سے سیاہی غربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے، آفتاب مرتفع ہو جاتا ہے اس وقت تک صاف مرئی رہتا ہے۔ اس پر عیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخبر کالمعاینۃ۔ خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔

جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا۔ الحمد للہ عجائب قرآن منتہی نہیں۔ کما فی حدیث الترمذی عن امیر المومنین علی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ۔ جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المومنین علی حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں: کہ قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیت کریمہ" تولج اللیل فی النہار و تولج النہار فی اللیل۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ کے مطالعہ رفیعہ سے اس کی شعائیں صاف چمک رہی ہیں، رات یعنی سایہ زمیں کی سیاہی کو حکیم قدیر عزوجلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔

کیوں کہ ایک چیز دوسری میں جبھی داخل کی جا سکتی ہے کہ جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے بعد دوسری آئے اور لیل و نہار بمعنی رات دن آپس میں متضاد ہیں اکٹھے نہیں ہو سکتے، تو مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندہ نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو جائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے یعنی نہار سے مراد سورج کی شعائیں لیجائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو، اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے، اور اگر

لیل سے مراد عرفی لیجائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہو جاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف اشارہ ہوا کہ مغربی افق میں شفق احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے اگر چہ امام فخر الرازی ان روشنیوں حتی کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی سورج کی روشنی ماننے پر راضی نہیں ہیں جیسا کہ سورہ انعام کی تفسیر میں اللہ تعالی کے فرمان۔ "فالق الاصباح" کے تحت انہوں اس موقع پر لمبی گفتگو کی ہے۔ حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں جس طرح انہوں نے سمجھا۔ ان کی گفتگو سے علامہ زرقانی کو دھوکا ہوا اور انھوں نے رازی کی رائے کو مذہب منقول سمجھ کر اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ ان توسیعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام میں اختیار کرتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے جو نہ تمام ہے نہ واضح۔ اور یہ سب کے لئے بدیہی ہے کہ شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام بن حوشب سے تخریج کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے مجاہد سے پوچھا، شفق کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا شفق سورج ہے یہ روایت در منثور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان "فلا اقسم بالشفق" کے تحت مذکور ہے بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ شفق سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی اپنی دلیل تو اس کو عبد ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ جو تفسیر کبیر کے حاشیہ پر مرقوم ہے وباللہ التوفیق۔

قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا اقبل اللیل من ھھنا و ادبر النھار من ھھنا و غربت الشمس فقد افطر الصائم۔ جب ادھر سے رات آئے اور ادھر دن پیٹھ دکھائے اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا۔ لیل سے مراد سیاہی اور نہار سے مقصود ضوء۔ فان الاقبال من ھھنا والادبار من ھھنا انما یکون لھما۔ (کیوں کہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور ادھر سے جاتی ہیں)

تیسیر میں ہے:

اذا اقبل اللیل یعنی ظلمته وادبر النہار ای ضوءہ۔ جب کہ رات آئے یعنی اس کی تاریکی اور دن واپس جائے یعنی اس کی روشنی۔ عالم ماکان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اسی طرح ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ پہلے سیاہی اٹھتی ہے اس وقت تک اگر افق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی ہے بلکہ قلل جبال واعالی اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے، پھر قرص چھپنے پر آیا تکاثف ابخرہ افقیہ وکثرت بعد عن الابصار وطول مرور شعاع البصر فی تخن کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محتجب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدر قرص افق مرئی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا ہے اور وقت افطار و نماز آتا ہے۔ اس صاف ونفیس و بے تکلف معنی پر بحمد اللہ تعالیٰ انتظام کلام اسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کو شایاں و بجا ہے۔ کلمات علمائے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایماء سے خالی نہ رہے۔

امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای وقد یقبل اللیل ولا تکون غربت حقیقته فلا بد من حقیقته الغروب

یعنی رات آجاتی ہے اور ابھی حقیقۃ غروب نہیں ہوا ہوتا ہے اس لئے حقیقی غروب ضروری ہے۔

حفنی علی الجامع الصغیر میں ہے۔ قولہ وغربت الشمس لم یکتف بما قبلہ ان ذلک اشارۃ الی انہ قد یوجد اقبال الظلمۃ وادبار الضوء ولم یوجد غروب الشمس۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اور سورج ڈوب جائے، آپ نے سیاہی کے آنے اور جانے پر اکتفا نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی، کیونکہ کبھی سیاہی آجاتی ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر حدیث میں لیل ونہار معنی حقیقی پر رکھتے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا

لما علمت ان اسناد الاقبال والادبار من ھھنا و ھھنا لیس الیھما علی الحقیقۃ۔ کیونکہ تم جان چکے ہو کہ ادھر سے آنے اور ادھر سے جانے کی نسبت لیل ونہار کی طرف حقیقۃ نہیں ہے۔ مگر اب تین الفاظ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہوگا کہ شک نہیں کہ اس معنی پر امور ثلاثہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے مغنی، ولہذا اما قالہ الامام النووی فی

المنھاج قال العلماء کل واحد من ھذہ الثلاثۃ یتضمن الاخرین ویلازمھما۔

یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے منہاج میں کہی، علماء نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک باقی دو کو متضمن ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح اطیب توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوۃ میں افادہ کی کہ "انما قال غربت الشمس مع الا ستغناء عنه لبیان کمال الغروب کیلا یظن انه یجوز الافطار بغروب بعضھا۔

آپ نے اور سورج ڈوب جائے فرمایا حالانکہ بظاہر اس کی ضرورت نہیں تھی تاکہ مکمل غروب کا بیان ہو جائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ سورج کا کچھ حصہ غروب ہونے سے افطار جائز ہو جاتا ہے۔ علامہ مناوی وغیرہ نے بھی ان کی تبعیت کی ہے۔

تیسیر شرح جامع الصغیر میں ہے۔

وزاد (وغربت الشمس) مع ان ما قبله کاف اشارۃ الی اشتراط تحقق کمال الغروب۔

آپ نے "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے الفاظ کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کامل غروب کا پایا جانا شرط ہے۔

اقول: یہ توجیہ صراحۃ ہمارے مدعائے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں بروجہ جلی اور قلت تدبر میں من طرف خفی یعنی اگر چہ لیل ونہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ رات جب بھی آئے گی تو سورج ڈوب چکے گا مگر سواد وضیاء پر ان کا حمل بعید نہیں۔ خصوصاً جب کہ اقبال من ھھنا وادبار من ھھنا اس پر قرینہ ظاہرہ ہیں تو اگر اس قدر پر قناعت فرمائی جاتی تو احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد وادبار ضیاء پر وقت افطار سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبال لیل در کنار ہنوز بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیاء بھی معدوم ہو جاتی ہے لہٰذا "وغربت الشمس" "اور سورج ڈوب جائے" زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے بظاہر کہ یہ اقبال وادبار اسی وقت ہوتے جب پورا قرص ڈوب لیتا تو اس احتمال وظن کا کیا محل تھا، ذکر غروب سے استغنا بدستور باقی رہتا ہے اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے، علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیب طیبی کو تحقیق بتایا اور حسن قبول سے تلقی فرمایا۔

حیث قال بعد نقله ،و قال بعض العلماء انما ذکر هذین لیبین ان غرو بها عن العیو ن لا یکفی لا نها قد تغیب و لا تکو ن غر بت حقیقة فلا بد من اقبا ل اللیل اه۔ ثم رد ہ بقو له' فیه ان القید الثا نی مستغن عنه حینئذ و انما کا ن یتم کلامهم لو کان غربت مقدما اه۔ای انما کان یحتا ج اذ ذا ك الی دفع ذ لك الو هم بذ کر اقبا ل اللیل، اما اذا ذ کر او لا ما هو القا طع للو هم فا ی حا جة بعده الی ذکر الغروب الموهم ،ثم قال :فیرجع الحکم الی ما حققه الطیبی اه۔فقد رجع الی ما یفید تحقیق کلام الامام ابن حجر کما علمت ۔غیر ان المولی الفاضل رحمه الله تعالی شدید الایلاع بالرد علیه فی شرحیه للمشکوة والشمائل ،حتی فی الواضحات الجلائل مع انه من تلامذته رحمة الله تعالیٰ علیهما وعلیٰ سائر العلماء الکرام۔

چنانچہ علی قاری نے طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے، بعض علماء نے کہا ہے آپ نے اقبال لیل اور ادبار نہار کا اسلئے ذکر کیا ہے تا کہ واضح کردیں کہ سورج کا آنکھوں سے غروب ہوجانا کافی نہیں ہے کیونکہ کبھی آنکھوں سے تو غائب ہوجاتا ہے مگر حقیقۃ ڈوبا نہیں ہوتا پھر علی قاری نے یہ کہہ کر رد کردیا ہے کہ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں دوسری قید یعنی غربت الشمس کی کوئی ضرورت نہیں، علماء کی یہ بات تو تب تام ہوسکتی ہے جب 'غربت' اقبال وادبار سے پہلے مذکور ہوتا یعنی قاری کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ چونکہ آنکھوں سے غائب ہونا کافی نہیں ہے اس لئے اس توھم کو دور کرنے کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں اقبال لیل کا ذکر کیا ہے مگر جب تو ہم کو قطع کرنے والی چیز یعنی اقبال لیل کا ذکر پہلے ہی ہوچکا تھا تو پھر اس کے بعد تو ہم پیدا کرنے والی چیز یعنی غروب کولانے کیا ضرورت تھی ۔پھر علی قاری نے کہا: کہ آخر بات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق طیبی نے کی ہے ۔اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے ۔جیسا کہ تم جان چکے ہو،لیکن علی قاری مشکوۃ اور شمائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں حتی کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی ابن حجر کی تردید کرتے ہیں حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں، اللہ

تعالیٰ ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔

ہاں شہروں باغوں خصوصا نخلستان وکوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں افق نظروں سے دور ہوتا ہے غالبا یہ شرق سے اٹھتی ہوئی تاریکی خوب بلند ہوکر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہو چکتا ہے۔ کلمات علماء مثل قول امام زکریا:

قال بعد ما نقلنا سابقا و انما جمع بینهما لانها قد یکون فی واد و نحوه بحیث لا یشاهد غروب الشمس فیعتمد اقبال الظلام و ادبار الضیاء۔

ابوزکریا نے بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہا کہ اقبال لیل اور غروب کو جمع اس لئے کیا ہے کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں غروب کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا تو تاریکیوں کے آنے اور روشنی کے جانے پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔

وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم،

قد لا یتفق مشاهدة عین الغروب ویشاهد هجوم الظلمة حتی یتیقن الغروب بذلك، فیحل الافطار۔

کبھی غروب کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا لیکن تاریکی چھا جانے کا مشاہدہ ہو جاتا ہے جس غروب ہونے کا یقین ہو جاتا ہے، تو اس وقت افطار جائز ہے۔

ثم بین ما یعتبره من لم یتمکن من رؤیة جرم الشمس و هو اقبال الظلمة من المشرق فانها لا تقبل منه الا وقد سقط القرص۔

پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وہ آدمی بھی جان لیتا ہے جس کے لئے سورج کی ٹکیہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو یعنی مشرق کی جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہے جب سورج کی ٹکیہ غروب ہو چکی ہوتی ہے۔

وقول جامع الرموز

ای وقت غیبته جرم الشمس کله اذا ظهر الغروب والا فالی وقت اقبال الظلمة من المشرق کما فی التحفة۔

یعنی افطار اس وقت کرے جب سورج کی پوری ٹکیہ غائب ہو جائے، اگر غروب ان

کے لئے ظاہر ہو جائے، ورنہ جب مشرق کی جانب تاریکی آ جائے تو افطار کر لے۔ جیسا کہ تحفہ میں ہے۔

وامثال ذلک کہ صراحۃ انہیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق اور رویت مقدور نہ ہو ایسے ہی عدم تمکن پر محمول ورنہ جب باجماع امت اور خود انہیں علماء اور ان کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور اصل افق سے ارتفاع سواد بشہادت مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکر معقول اور حدیث موطاء:

مالك عن ابن شهاب عن حميد ابن عبد الرحمن عن عمر ابن الخطاب وعثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنهما كان يصليان المغرب حين ينظر الى الليل الاسود قبل ان يفطرا، ثم يفطران بعد الصلوة وذلك فى رمضان۔

مالک ابن شہاب سے، وہ حمید ابن عبد الرحمٰن سے راوی ہیں کہ عمر ابن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہما رمضان میں اسوقت غروب کی نماز پڑھتے جب سیاہ رات کو دیکھ لیا کرتے تھے پھر نماز کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔

تو ان عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی نخلستان وملک کوہستان، پھر امامین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ کا حسن احتیاط خود عبارت حدیث سے ظاہر ہے کہ "حين ينظران الى الليل الاسود" مجرد ذکر لیل یعنی سواد پر قناعت نہ کی بلکہ تاکید اصفت اسود بڑھائی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اس وقت نماز پڑھتے۔ حدیث صحیحین" اذا رائيتم الليل قد اقبل من ههنا فقد افطر الصائم" جب رات کو دیکھو کہ ادھر سے آ گئی ہے تو روزہ دار افطار کر لے، میں اقبال لیل پر اقتصار بعض رواۃ کا اقتصار ہے کہ بکثرت معہود، خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف۔ اذا غابت الشمس من ههنا فقد افطر الصائم ۔ جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ تیسیر میں ہے "اذا غابت الشمس من ههنا وجاء الليل من ههنا فقد افطر الصائم ۔ جب ادھر سے سورج غائب ہو جائے اور ادھر رات آ جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ کلتاهما فى صحيح مسلم وغیرہ۔

اور اگر نا بھی ہوتا تو بعد ارادہ لیل حقیقی اصلا مفید متوھم نہ رہتی اور علی التنزیل یہ بھی نہ

سہی تو انہیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی۔ بالجملہ خلاف پر اصلاً کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہیے۔ نہ کہ ایسا کہ جس کے سبب مشاہدات وحسیات کو باطل کر دیجئے کہ ان کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے۔ تلقی کتاب وروئیت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع وبصر ہی ہوئے۔ فقیر غفر اللہ لہ نے اس مطلب پر برہان ہندسی قائم کی ہے اگر چہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اس سے زیادہ تائید وتشیید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئے گی، نیز اس سے مقدار بلندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب "زیج الاوقات للصوم والصلوۃ" کی طرف رجوع کرے۔ وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۱۴۰ تا ۱۴۸)

〈۲۸〉 لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰةً ط وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ ط وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ۔☆

مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرتا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر ارشاد العقل، تفسیر فتوحات الٰہیہ میں اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے۔ نھوا عن الاستعانۃ بھم فی الامور الدینیۃ" اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں، یوں ہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور سنی عالم کی اقتداء سے روک کر غالباً کسی منہم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمین کفار ہی مناسب تھی کہ قضیۂ زمین برسر زمین، ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے انتار وکا ہے کہ مسلمانوں کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے۔ اور اگر مسلمان کی زمین کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستہ میں پڑھے مگر کافر کی زمین میں نہ پڑھے، اگر چہ راستہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی

زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔

حاوی قدسی میں ہے:

ان اضطر بین ارض مسلم و کافر یصلی فی ارض المسلم اذلم تکن مز روعۃ اولکافر یصلی فی الطریق۔

اگر مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان میں اضطراب آ گیا تو مسلمان کی زمین میں نماز ادا کی جائے گی بشرطیکہ وہ کاشت نہ ہو۔ اگر وہ زیر کاشت ہے یا کافر ہی کی زمین ہے تو راستہ میں نماز ادا کر لیجائے۔

ہاں ظاہرا یہاں اس کافر مالک زمین کا اذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق دیکھنا چاہئے کہ کہاں تو کافر کی بے خبری میں اس کی زمیں میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے الہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگان الہی کو مسجد الہی سے روکنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمیں میں نماز قائم کرنی، کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اس کی زمیں میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خوشی بدر جہا بدتر ہے جو اس کی کراہت قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی زمیں خوش خوش نماز کے لئے دی۔ اول کا مقصود رضائے الہی ہے اور کافر کو اس سے غیظ ونفرت، اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے نہ مرضی خدا، اور کافر کو اس سے سرور وفرحت۔ فاعتبر وایا اولی الابصار۔ اے اہل بصارت عبرت حاصل کرو۔ ایسا کرنے والے مسجد ضرار والے منافقوں کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذاء مسلمین کے لئے مشرکین کے آلے اور ان کے مسخرے یعنی ان کے ہاتھوں میں ضرر اسلام کے لئے مسخر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۶۴۔۱۶۵)

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

ان عبادۃ بن الصامت کان لہ حلفاء من الیہود فقال یوم الاحزاب یا رسول اللہ معی خمس ماۃ من الیہود وقد رأیت ان استظہر بہم علی العدو فنزلت ہذہ الآیۃ۔ (لا یتخذ المومنین الکافرین اولیاء) یعنی انصارا واعوانا (من دون المومنین) یعنی من غیر المومنین والمعنی لا یجعل المومن ولایتہ لمن ہو غیر

مومن نهى الله المؤمنين ان يوالوا الكفار اويلاطفوهم لقرابة بينهم اومحبة او معاشرة والمحبة فى الله والبغض فى الله باب عظيم واصل من اصول الايمان۔

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے، غزوہ احزاب میں انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ساتھ پانچ سو یہودی ہیں، میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر ان سے مدد لوں۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو منع ہے کہ رشتے خواہ یارانے خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا ان سے لطف ونرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۹۲۔۲۹۳)

(۳۵) اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ج اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔☆

جب عمران کی بی بی نے عرض کی اے رب میرے میں تیرے لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو مجھ سے قبول کر لے بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مولانا شیخ عبدالحق محقق دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں:

لا يخفى ان الذكر والتسبيح والتهليل والدعاء لا باس به لا نها مشروعة فى كل امكنة والازمان۔

پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔ (اور آیت کریمہ اس پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے۔ مرتب)

اللہ اللہ کیا ستم اور کتنے جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن وحدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخواہی بندگان خدا کو یاد و دعاء سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی۔ (فتاوی رضویہ جدید ۸/۵۳۸)

(۳۸) هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ج اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ☆

یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا۔

۵ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

دعا بنص قرآن وحدیث واجماع اورائمہ قدیم وحدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے اوراس کے مظان اجابت کی تحری مسنون ومحبوب۔

جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہے۔حدیث میں ہے،حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لہ لعلہ ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا رواہ الطبرانی فی الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بے شک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانہ کے دنوں میں اس وقت عطاو بخشش و تجلی وکرم وجود کے ہیں،تو انہیں پانے کی تدبیر کروشاید ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے۔اسے طبرانی نے کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔اور خود حدیث نے ان اوقات سے ایک وقت اجتماع مسلمین کا نشان دیا کہ گروہ مسلمانان جمع ہوکر دعا مانگیں کچھ عرض کریں کچھ آمین کہیں۔

کتاب المستدرک علی البخاری ومسلم میں ہے۔عن حبیب بن مسلمۃ الفھری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان مستجاب الدعوۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول:لا یجتمع ملأ فیدعو بعضھم و یؤمن بعضھم الا اجابھم اللہ۔

یعنی حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ مستجاب الدعوات تھے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہوگا کہ ان کے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں مگر یہ کہ اللہ عزوجل ان کی دعا قبول فرمائے گا۔

ولہذا علماء نے مجمع مسلمانان کو اوقات اجابت سے شمار کیا،حصن حصین میں ہے۔

اجتماع المسلمین،یعنی مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح ستہ سے

مستفاد ہے۔علی قاری شرح میں فرماتے ہیں۔

ثم کل ما یکون الا جتماع فیہ اکثر کالجماعۃ و العیدین و عرفۃ و یتوقع فیہ رجاء الاجابۃ اظہر۔

یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے، جمعہ،عیدین اور عرفات میں اسی قدر امید اجابت ظاہر ہوگی۔فقیر غفرلہ کہتا ہے کہ دعاء نماز پر اقتصار ہرگز شرعا مطلوب نہیں بلکہ اس کے اختلاف کی طلب ثابت،خود حدیث میں ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز کو ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہو چکیں اور وہ وقت چار بار آیا جو انتہائی درجہ قرب الٰہی کا ہے یعنی سجود جس میں بالتخصیص حکم دعا تھا،حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اقرب ما یکون العبد من ربہ و ہو ساجد فاکثروا الدعاء رواہ مسلم و النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

سب سے زیادہ قرب بندے کو رب سے حالت سجود میں ہوتا ہے اور اس میں دعا کی کثرت کرو۔اسے مسلم وابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

بلکہ اگر سوال نہ بھی ہو تو تسبیح کہ سجود میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

کل الذکر دعا ۔ہر ذکر دعا ہے،امام حافظ الدین النسفی کافی شرح وافی کی فصل فی تکبیر التشریق میں فرماتے ہیں:قال اللہ تعالیٰ: ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:تم اپنے رب کو پکارو گڑگڑا کر اور آہستہ۔

کل الذکر الدعاء کے معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ " ایذان الاجر فی اذان القبر " دفن کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق میں دلائل واضحہ ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام فقیر کے رسالہ " نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء " (صبح کی ہوا اس کے بارے میں کہ اذان سے وبا ٹل جاتی ہے) میں ہے۔امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں "باب الدعاء اذا ہبط وادیا" جب کسی نیچی جگہ اترے تو دعا کرے،وضع کیا اور اس میں فرمایا "فیہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ" اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی

ہے۔ ارشاد الساری میں ہے۔

فیہ ای فی الباب حدیث جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ السابق فی باب التسبیح اذا ھبط وادیا من کتاب الجھاد بلفظ کنا اذا صعدنا کبرنا و اذانزلنا سبحنا ھذا آخر الحدیث بحذف السند۔

اس میں یعنی اس مسئلہ میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جو کتاب الجہاد کے ''باب التسبیح اذا ھبط الوادی'' میں گذری ہے، الفاظ یہ ہیں۔

جب ہم بلند جگہ چلتے تو تکبیر کہتے اور جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ یہ حدیث کے آخری الفاظ ہیں۔ سند محذوف ہے۔

دیکھو امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور ''التسبیح اذا ھبط وادیا والدعاء اذا ھبط وادیا'' جب نیچے اترے تو تسبیح پڑھے اور جب نیچے اترے تو دعا کرے، کا ایک مصداق بتایا تو باآنکہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہو چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر قناعت پسند نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی، علاوہ ازیں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا۔ کمابسط الائمۃ فی کتب الفقھیۃ۔ جیسا کہ ائمہ کرام نے کتب فقہیہ میں اس کی تفصیل بیان کی۔ اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل وعلا سے مانگنا چاہیے اور طلب میں مظنہ اجابت کی تحری کا حکم، اور یہ وقت بحکم حدیث اعلی مظان اجابت سے تو بلاشبہ مجمع عیدین میں دعا بعد نماز خاص اذن حدیث وارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم ''فتعرضوا لھا'' کی تاویل ٹھہری وھو المقصود۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸/۵۲۲تا۵۲۵)

﴿۴۳﴾ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔☆

اے مریم اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم میں ہے۔ انما قدم السجود علی الرکوع لانھا کذلک کان فی

شریعتھم، قیل بل کان الرکوع قبل السجود فی الشرائع کلھا و لیس الواو للترتیب بل للجمع۔

کہا گیا کہ یہاں سجدہ کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدہ سے پہلے تھا اور واو ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ جمع کے لئے ہے۔

اقول۔ یہاں اگرچہ تاویل رکوع بخشوع ممکن مگر حدیث شب معراج۔

ثم دخلت المسجد فعرفت النبیین مابین قائم و راکع و ساجد رواہ الحسن بن عرفۃ وابونعیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پھر مسجد میں داخل ہوا تو میں نے نبیوں کو جانا کہ کچھ قیام میں ہیں کچھ رکوع اور کچھ سجود میں۔ اس کو حسن ابن عرفہ اور ابونعیم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مسجد اقصی میں تشریف فرما ہوئے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم کو ملاحظہ فرمایا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں۔ یہ نص مفسر غیر قابل التاویل ہے۔

کیونکہ یہ تقسیم کا فائدہ دیتا ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ خشوع، قیام اور سجود کے بالمقابل ایک قسم ہو۔ اس سے مسترد ہوگئی وہ بات جو علامہ زرقانی نے یہاں ذکر کی ہے۔ انہوں نے "کچھ قیام میں کچھ رکوع میں" کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے یعنی اس طرح خشوع کرنے والے جس طرح رکوع کرنے والا رکوع کرتا ہے کہ رکوع اس امت کی خصوصیات سے ہے، آخر تک جیسا کہ پہلے ہم زرقانی سے نقل کرچکے ہیں۔ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر جو لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں بھی وہی خامی ہے جو ہم زرقانی ہی سے نقل کرچکے ہیں کہ نص جہاں تک ہوسکے اپنی شرعی حقیقت پر حمل کی جائے اور یہاں شرعی حقیقت مراد لینا ممکن ہے اور باقی امتوں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور ہوتا رہا خصوصا ان انبیاء کے وصال کے بعد خصوصا نبی الانبیاء کی تشریف آوری سے شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد، اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کیساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد بھی

کیسے ہوسکتا ہے جب کہ انبیاء کے لئے تین قسم کی عبادتیں مذکور ہیں، یعنی قیام ورکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے، میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔

ثم اقول: پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت علی والی حدیث اگر اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں، تو ملت ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریق اولی دال ہوگی، کیونکہ ہماری ملت تو ملت ابراہیمی ہی ہے۔ باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسماعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کیلئے پاک رکھو۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جب ٹھکانہ بنادیا ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لئے قیام کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔

اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امت محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے۔

بالجملہ مدار کار صحت حدیث مذکور طبرانی وبزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہوگا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق لاحق باہم یکساں ومتوافق ہیں۔ هذا كله ما ظهر و العلم بالحق عند ربى والله سبحنه و تعالىٰ اعلم و علمه جل مجده اتم و احكم ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۹۴ تا ۹۷)

(۴۹) وَرَسُولًا اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ☆

اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ کہتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں

تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھوک مارتا ہوں تو فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو، بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سبحان اللہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جو فرمارہے ہیں۔ میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں، مردے جلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا۔ یعنی ہرگز شرک نہیں۔ (الامن والعلی ۸۰)

(۵۵) اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ ☆

یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالونگا اور تجھے کافروں سے پاک کردوں گا اور تیرے پیروؤں کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آوگے تو میں تم میں فیصلہ فرمادوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا ۔ (الزمر۔ ۴۲)

ایک لفظ 'توفی' کا دونوں کے واسطے فرمایا گیا تو 'فی منام' کو بھی شامل ہے اور موت کو بھی، تو اب معنی یہ ہونگے کہ اے عیسیٰ میں تم کو سلا دینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تم کو کافروں سے۔ اور فرض کیا جائے 'توفی' کے معنی اگر موت ہی کے ہیں تو یہ کہاں سے نکلا کہ تم کو وفات دینے والا ہوں پھر تم کو اٹھانے والا ہوں اپنی

طرف نہیں 'ثم' نہیں 'واو' ہے اور وہ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا ہے صرف جمع کے لئے آتا ہے، اور کاف خطاب جو "رافعك" میں ہے وہ نہ صرف روح سے خطاب نہ صرف جسم سے بلکہ روح مع الجسد مخاطب ہے، اگر صرف روح مراد ہوتی تو "رافعك" نہ فرمایا جاتا بلکہ 'رافع روحك" اسی طرح علمائے کرام نے معراج جسدی کو فرمایا کہ فرمایا گیا ہے "اسری بعبدہ۔ (الاسرء ۔ ۱) عبد روح مع الجسد کا نام ہے اور معراج روحی ہوتی تو 'اسری بروح عبدہ "فرمایا جاتا۔

(الملفوظ ۳/۵۱۔۵۲)

(۸۰) وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ☆

اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرالو کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو لئے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آیت خاص سجدہ تحیت کے بارے میں نازل ہوئی کما اخرج عبد الرزاق فی تفسیرہ ۔ ایسا ہی تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر ابوالسعود، تفسیر مدارک میں ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۲۔۱۷۹)

(۸۱) وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۗ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ ۗ قَالُوْٓا أَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ☆

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کوئی رسول رسالت سے معزول نہیں کیا جاتا ہے، نہ سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام رسالت سے معزول ہوں گے نہ حضور کا امتی ہونا رسالت کے خلاف، وہ قبل نزول اپنے عہد میں بھی ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی تھے اور بعد رفع بھی امتی ہو کر اتریں گے۔تمام انبیاء ومرسلین بھی اپنے عہد میں حضور کے امتی تھے اور اب بھی امتی ہیں۔ جب بھی رسول تھے اور اب بھی رسول ہیں کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ :لتومنن بہ و لتنصرنہ ۔ (آل عمران ۔ ۸۱)

ہاں اس وقت وہ اپنی شریعت پر حکم فرماتے تھے اب کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگلی شریعتیں منسوخ فرمادیں۔ایک حضرت مسیح نہیں جو کوئی رسول بھی اب ظاہر ہو شریعت محمدیہ پر ہی حکم کرے گا کہ منسوخ پر حکم باطل۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:اگر موسیٰ میرا زمانہ پاتے تو میرے اتباع کے سوا انہیں کچھ گنجائش نہ ہوتی۔اور اس کا کہنا کہ ان کی امت بلا رسول کے رہ جائے گی اس کی سخت جہالت پر دلیل ہے اور اگر سمجھ کر کہے تو اس کی نصرانیت، کیا اب نصرانی امت مسیح ہیں؟ کیا اب وہ ان کے دین پر ہیں؟ حاشا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم واللہ تعالیٰ اعلم۔(الکھف ۔ ۵)

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۱/۴۶)

امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

۴۲۲۳۔ **عن** امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم قال :لم یبعث اللہ عزوجل نبیا آدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد ، لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ و لینصرنہ ، و یامرہ فیاخذ العھد علیٰ قومہ ۔

امیر المؤمنین مولی المسلمین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے۔اور اپنی امت سے اس مضمون کا

۴۲۲۳۔ التفسیر لابن جریر، ۳/۳۳۲

عہد لے۔

۴۲۲۴۔ عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال : ثم ذکر ما اخذ علیهم ، یعنی علی اهل الکتاب ، و علی انبیائهم من المیثاق بتصدیقه یعنی بتصدیق محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا جائهم و اقرار هم به علی انفسهم ، فقال : و اذ اخذ الله میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ، الی آخر الآیة۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر اس عہد میثاق کا ذکر فرمایا جو اہل کتاب اور ان کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیا گیا تھا کہ جب نبی آخر الزماں حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوں اور وہ ان کے زمانہ میں موجود ہوں تو سب ان کی نبوت ورسالت کی تصدیق کریں اور اقرار کریں، لہذا اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے و اذ اخذ الآیۃ ۱۲ م　تجلی الیقین ص ۱۵

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بلکہ امام زرکشی وحافظ عماد بن کثیر وامام الحفاظ وعلامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح بخاری کی طرف نسبت کیا، واللہ تعالیٰ اعلم

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشر مناقب و ذکر مناصب حضور سید المرسلین صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے، اور اپنی پاک مبارک مجالس ومحافل ملائک منزل کو حضور کی یاد و مدح سے زینت دیتے، اور اپنی امتوں سے حضور پرنور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے، یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوٰت اللہ "مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کہتا تشریف لایا، اور جب سب ستارے روشن مہ پارے ممکن غیب میں گئے آفتاب عالم تاب ختمیت نے باہزاراں ہزار جاہ وجلال طلوع اجلال فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم دہر الداہرین۔　تجلی الیقین ص ۱۶

۴۲۲۵۔ عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال : ما خلق الله وما ذرأ

۴۲۲۵۔ التفسیر لابن جریر، ۴۴/۱۴

وما برأ نفسا اکرم علیه من محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ما سمعت الله اقسم بحیاۃ احد غیرہ، قال الله تعالیٰ ذکرہ "لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا: مجھے تیری جان کی قسم۔ الآیۃ۔

تجلی الیقین ص ۳۲

۴۲۲۶۔ **عن** ابی هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: اذا صلیتم فاسئلوا الله لی الوسیلة، قیل: یا رسول الله! ما الوسیلة؟ قال: اعلیٰ درجة فی الجنة، لا ینالها الا رجل واحد، ارجو ان اکون انا هو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ پر درود پاک پڑھو تو میرے لئے وسیلہ کی دعا بھی کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا: بلند ترین درجات جنت ہے جسے نہ پائے گا مگر ایک مرد، امید کرتا ہوں کہ وہ مرد میں ہوں۔

ابن عساکر سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔

۴۲۲۷ **عن** عبد الله ابن عباس مالم یزل الله یتقدم فی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی ادم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتبا شربه و تستفتح به حتی اخرجة الله فی خیر امة وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد۔

ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے سب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے پیشین گوئی فرماتا رہا اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتیں۔ اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں ہے۔

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ فلما جاء هم ما عرفوا کفروا به۔ فلعنة الله علی الکفرین۔

یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

علماء فرماتے ہیں جب یہود مشرکوں سے لڑتے دعا کرتے۔

اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد صفته فی التورٰة۔

الٰہی ہمیں مدد دے ان پر صدقہ اس نبی آخر الزماں کا جس کی نعت ہم توراۃ میں پاتے ہیں، اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی۔

اسی پیمان الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لو ان موسی کان حیا الیوم ما وسعه الا ان یتبعنی۔

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو کچھ گنجائش نہ ہوتی۔

اخرجه الامام احمد والدارمی والبیھقی فی شعب الایمان عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنھما وابو نعیم فی دلائل النبوة واللفظ له عن امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالی عنه۔

اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزماں میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت ورسالت پر ہوں گے۔ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے۔ حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ حضور کے ایک امتی ونائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔

کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

اخرجه الشیخان عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالی عنه

اور اس عہد واثق کی پوری تائید وتوکید حق عزوجل نے توریت مقدس میں فرمائی جس

کی بعض آیتیں ان شاء اللہ تابش اول ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "التعظیم والمنہ فی لتو منن بہ ولتنصر نہ" لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوۃ والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام و شامل ہے۔ اور حضور کا ارشاد "کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد" اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسے و عیسی صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے، اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا۔ اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شب اسرا تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زیر لوا آدم و من سوا کافہ رسل و انبیاء ہوں گے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل ہے جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ۔ اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیفہ میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمی و مواہب کبری سمجھا "من شاء التفصیل فلیرجع الی کلماتہم رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین۔"

بالجملہ مسلمان بہ نگاہ ایمان اس آیہ کریمہ کے مفادات عظیمہ پر غور کرے۔ صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصل الاصول ہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے۔ وہ نسبت انبیاء و رسل کو اس سید الکل سے ہے۔ امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں۔ باقی تم سب تابع و طفیلی۔

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل۔

اقول وباللہ التوفیق۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا۔ اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔ اولا انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء معصومین ہیں۔ زنہار

حکم الہی کا خلاف ان سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک وتعالی بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا۔ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا۔ بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا۔ یہ عہد۔ عہد الست بربکم کے بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمہ طیبہ میں لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ تا کہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وشرف وبجل وعظم۔

ثانیا: اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا۔ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ، جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں۔ شاید سوگند بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثا: نون تاکید۔

رابعاً: وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقل تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامسا: یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں ء اقررتم کیا اس امر پر اقرار لاتے ہیں؟ یعنی کمال تعجیل وتسجیل مقصود ہے

سادسا: اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ واخذتم علی ذلکم اصری خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعا: علیہ یا علی ہذا کی جگہ علی ذلکم فرمایا کہ بعد اشارت دلیل عظمت ہو۔

ثامنا: اور ترقی ہوئی کہ فاشہدوا ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ۔ اقرار کر کے مکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعا: کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی۔ بلکہ ارشاد فرمایا۔ وانا معکم من الشہدین۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشرا: سب سے زیادہ نہایت کاریہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی۔ یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ ”فمن تولی بعد ذلک فاولئک ہم الفسقون۔ اب جو اس اقرار سے پھرے گا۔ فاسق ٹھہرے گا۔ اللہ۔ اللہ۔ یہ وہی

اعتنائے تام واہتمام تمام ہے جو باری تعالی کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے۔ ومن یقل منہم انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم کذلک نجزی الظلمین ۔ جوان میں سے کہے گا: میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔ گویا اشارہ فرماتے ہیں۔ جس طرح ہمیں ایمان کے جزء اول لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہے۔ یونہی جزدوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہاں کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ نبی ومرسلین بھی اس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرے میں داخل ہوئے والحمد للہ رب العلمین ۔ وصلی اللہ تعالی علی سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان سیدنا محمد اعبدہ ورسولہ سید المرسلین و خاتم النبیین واکرم الاولین والاخرین صلوات اللہ و سلامہ علیہ وعلی الہ وآصحابہ اجمعین ۔

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادت عامہ وفضیلت تامہ پر کونسی دلیل درکار ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔ (تجلی الیقین ۱۶ تا ۲۳)

(۹۶) اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔☆

بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اجلہ محدثین عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وارزقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں روایت کی قال اثر قدمیہ فی المقام ایۃ بینۃ۔ فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ کھلی نشانی ہے جسے اللہ عزوجل آیات بینات فرمارہا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الفضیلۃ الثانیۃ لھذا البیت مقام ابراھیم وھو الحجر الذی وضع ابراھیم

قدمه عليه فجعل الله ما تحت قدم ابراهيم عليه الصلوة والسلام من ذلك الحجر دون سائر اجزائه كالطين حتى غاض فيه قدم ابراهيم عليه الصلوة والسلام وهذا فيما لا يقدر عليه الا الله تعالىٰ ولا يظهره الا على انبياء ثم لما رفع ابراهيم عليه الصلوة والسلام قدمه عنه خلق فيه الصلابة الحجرية مرة اخرى ثم انه تعالىٰ ابقى ذالك الحجر على سبيل الاستمرار والدوام فهذا انواع من الآيات العجيبة والمعجزات الباهرة اظهر الله تعالىٰ في ذلك الحجر۔

یعنی کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم ہے، یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہوگیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ قاضی قدرت الٰہیہ ومعجزۂ انبیاء ہے، پھر جب ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا، پھر اسے حق سبحانہ تعالیٰ نے اسے مدتہا مدت باقی رکھا، تو اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

ان كل واحد من اثر قدميه في صخرة صماء وغوصه فيها الى الكعبين والانة بعض دون بعض وابقائه دون سائر آيات الانبياء عليهم الصلوة والسلام وحفظه مع كثرة الاعداء الوف سنة اية مستقلة۔

یعنی اسی ایک پتھر کو اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات فرمایا، اس لئے کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا نشان قدم ہوجانا ایک، اور ان کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا دو، اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہوجانا باقی کا اپنے حال پر باقی رہنا تین، اور معجزات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والسلام میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار، اور باوصف کثرت اعداء ہزاروں برس اس کا محفوظ رہنا پانچ۔ یہ ہر بجائے خود ایک آیت ومعجزہ ہے۔

(تبرکات کے آداب ۹ تا ۱۰)

(۱۱۸) يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَا

نَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔☆

اے ایمان والوں غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے، ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آیت کریمہ اپنے ایک ایک جملہ سے اس طوفان بدتمیزی کو جو آج مشرکین ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رد فرماتی ہے۔

(الف) حالات کی کمزوری و عاجزی میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجالائی جائے ضرور ہے کہ اسے اپنا راز دار بنایا جائے اور رب عزوجل فرماتا ہے۔ کسی کافر کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی۔

(ب) ظاہر ہے کہ اسے اپنا خیر خواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا اور رب عزوجل فرماتا ہے۔ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ یہ اللہ کی تکذیب ہوئی۔

(ج) مصیبت میں التجاو استمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچائے گا اور رب عزوجل فرماتا ہے: ان کی دلی تمنا ہے تمہارا مشقت میں پڑنا۔ یہ دوہری تکذیب ہوئی۔

(د) چھپا دشمن جس سے اثر عداوت کبھی ظاہر نہ ہوا آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور جس کے منہ سے بغض کھل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا۔ رب عزوجل نے فرمادیا تھا: کہ دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی۔ پھر بھی ان کی محبت نے وہ اندھا بہرا کردیا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی سنی اور نہ ان کے منہ سے چھلکی یاد رہی۔

(ہ) اگر ایک خفیف حد کی مخالفت و رنجش ظاہر ہوتی اور اطمین ان ہوتا کہ اس سے زائد شائد نہیں تو کچھ گنجائش ہو سکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں سا تھ نہ دے، اس خیال ارزل کو رب عزوجل نے ان تینوں جملوں سے رد فرمایا کہ وہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، یہ گمان نہ کرنا کہ وہ کسی سخت سے سخت مصیبت

میں تم پر کچھ ترس کریں گے، ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ کوئی خفیف رنجش ان کے منہ سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ بغض اور پوری دشمنی، بیر اور عداوت۔ اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس پر بس نہ جانو کہ ان کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے۔ مگر انہوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۹۱)

﴿۱۲۸﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔☆

یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کریکہ وہ ظالم ہیں۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، و لہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کی اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں۔ اس قدر پر تو کلمات علماء متفق ہیں، ہاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہوگیا۔ اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا۔ نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ وجلیلہ ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی۔ اور مسند امام احمد وصحیح مسلم وسنن نسائی وابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شہرا ید عو علی احیاء العرب ثم ترکہ زاد ابن ماجۃ فی صلوۃ الصبح و ھو عند البخاری فی مغازی بزیادۃ بعد الرکوع ثم ترکہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز صبح میں ایک مہینے تک دعائے قنوت پڑھی عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی، ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے، بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی پھر

اسے ترک کر دیا۔ اور صحاح ستہ میں بضمن حدیث ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ترک کا سبب نزول آیت کریمہ:

لیس لك من الامر شیٔ او یتوب علیھم او یعذ بھم فانھم ظالمون۔

(آل عمران۔ ۱۲۸)

آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں، چاہے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے۔ کیونکہ یہ ظالم ہیں۔

یہاں نظر دو طرف جاتی ہے، اگر معنی آیت مطلقا ممانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربنائے ارتفاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلا مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی اور اگر معنی آیت خاص لوگوں کے دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ ان میں بعض علم الٰہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بارے میں ہو نہ مطلقا، تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی۔ یہ ہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں۔ ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔

جب نسخ ثابت ہوا تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابوجعفر رازی یا اس کے مثل دیگر روایات مثلا دینار بن عبداللہ حضرت انس کے خادم سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے، یا غلطی پر محمول کیا جائے گا، کیوں کہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے، یا اسے قنوت نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کر دیا گیا، یعنی قوم کے خلاف دعا ترک کر دی نہ کہ ہر دعا اھ اختصارا۔ اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے۔

نیز کتابین مذکورین میں ہے:

مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملہ کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے، کیوں کہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو طریقوں سے مروی ہے، جما

دبن ابی سلیمان و ابوحمزہ قصاب نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا۔ اس سے پہلے بھی آپ نے قنوت فجر میں کبھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم بھی منقول نہیں ہوا۔ لہذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی۔ لہذا قنوت دائما جائز ہوگی اور یہ ہی محمل ہے اس قنوت کا جو حضور کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہے، یا بایں طور پر کہ غالب گمان ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا قول: لیس لک من الامر شیئ۔ نازل ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ترک کردیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ اھ بزیادۃ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۷/۴۹۹_۵۰۱)

﴿۱۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ص وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔☆

اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حق کسی قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہیں کرتا معاف نہیں ہوتا، حقوق اللہ میں تو ظاہر ہے کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون۔

الحمد للہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ میں ہے والکریم لایاتی منہ الا الکرم۔

حقوق العباد میں بھی ملک دیان عزوجل نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا اگرچہ مولی تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال سب کا مالک

ہے، اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق وعدل ہے۔ کہ ہم بھی اس کے اور ہمارے حق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہمارے خون و مال وعزت وغیرہ کو معصوم ومحترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہونچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا، یونہی اس حرمت وعصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے، مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا، بے ہمارے بخشے معاف ہوجانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے میں اپنی داد کو نہ پہونچا۔ حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواوین ثلثة، فديوان لايغفر الله منه شيئا وديوان لا يعبأ الله به شيئا وديوان لا يترك الله منه شيئا، فاما الديوان الذى لا يغفر الله منه شيئا فالاشراك بالله واما الديوان الذى لا يعبأ الله به شيئا فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه من صوم يوم تركه او صلاة تركها فان الله تعالىٰ يغفر ذلك ان شاء ويتجاوز واما الديوان الذى لا يترك الله منه شيئا فمظالم العباد بينهم القصاص لامحالة۔

(قدیم ۹/۴۸)

۴۲۲۸۔ **عن** أبى ايوب الانصارى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ان للمسلم على اخيه ست خصال واجبة، ان ترك شيئا منها فقد ترك حقا واجبا عليه لاخيه، يسلم عليه اذا لقيه، ويجيبه اذا دعاه، ويشمته اذا عطس ويعوده اذا مرض، ويحضره اذا مات، وينصحه اذا استنصحه۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز چھوڑے تو اپنے بھائی کا حق ترک کرے گا جو اس کے لئے اس پر واجب تھا۔ ملاقات کے وقت اسے سلام کرے، جب وہ دعوت کرے تو قبول کرے، یا جب وہ

۴۲۲۸۔ الصحيح لمسلم، باب من حق المسلم على المسلم، ۲/۲۱۳

پکارے تو جواب دے، جب اسے چھینک آئے (اور وہ حمد الٰہی بجا لائے) تو یہ اسے یرحمك الله کہے۔ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جائے۔ اس کی موت میں حاضر ہو۔ اگر نصیحت چاہے تو نصیحت کرے۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

محقق علی الاطلاق نے فرمایا: ضرور ہے کہ اس حدیث میں وجوب کو ایسے معنی پر حمل کریں جو وجوب کے اس معنی سے کہ فقہ کی اصطلاح میں حادث ہے عام ہو۔ اس لئے کہ ظاہر حدیث یہ ہے کہ ابتدا بالسلام واجب ہو اور نماز جنازہ فرض عین ہو۔ تو حدیث کی مراد یہ ہے کہ یہ حقوق مسلمان پر ثابت ہیں خواہ مستحب ہوں یا واجب فقہی۔

فتاوی رضویہ ۷/۱۸۱

۴۲۲۹۔ **عن** ام المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ما زال جبرئيل يوصينى بالجار حتى ظننت انه يورثه۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل مجھ سے پڑوسی کے حق بیان کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ اسے ترکہ کا وارث بنادیں گے۔

۴۲۳۰۔ **عن** معاوية بن حيدة القشيرى رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: حق الجار على جاره ان مرض عدته، وان مات شيعته، وان استقرضك أقرضته، وان اعور سترته، وان اصابه خير هنأته، وان اصابته مصيبة عزيته، ولا ترفع بناك فوق بنائه فتسد عليه الريح، ولا تؤذيه بريح قدرك الا ان تغرف له منها۔

۴۲۲۹۔ الجامع للترمذى، باب ما جاء فى حق الجوار، ۱۶/۲

۴۲۳۰۔ كنز العمال للمتقى، ۲۵۹۷، ۵۲/۹ ☆ اتحاف السادة للزبيدى، ۳۰۸/۶

الجامع الصغير للسيوطى، ۲۲۸/۱ ☆ المعجم الكبير للطبرانى، [

حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ بیمار پڑے تو، تو اس کو پوچھنے کو جائے، اور مرے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے، اور وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے، اور اس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اسے چھپائے، اور اسے کوئی بھلائی پہونچے تو اسے مبارک باد دے۔ اور کوئی مصیبت پڑے تو اسے دلاسا دے، اور اپنی دیوار اس کی دیوار سے اتنی اونچی نہ کر کہ اس کے مکان کی ہوا رکے، اور اپنی دیگچی کی خوش بو سے اسے ایذا نہ دے مگر یہ کہ اس کھانے میں سے اسے بھی حصہ دے۔

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی تو امیر ہے اور وہ غریب، اور تیرے یہاں عمدہ کھانے پکتے پکاتے ہیں، خوشبو اسے پہونچے گی، وہ ان پر قادر نہیں تو اس سے ایذا پائے گا، لہذا اس میں سے اسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے مبدل ہو جائے۔ احکام شریعت، ۱۴۱

۴۲۳۱۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: من كانت له مظلمة لاخيه من عرضه او شیء فليتحلله منه اليوم قبل ان لا يكون دينار ولا درهم، ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة، و ان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه محمل عليه۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے ذمہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہے قبل اس وقت کے آنے کے، کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا، نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہونگی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لیکر اسے دے دی جائے گی ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے۔ (فتاوی رضویہ، حصہ دوم، ۹/۱۶۷)

۴۲۳۲۔ **عن** أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ

۴۲۳۱۔ الجامع الصحيح للبخاری، باب من كانت مظلمة عند الرجل، الخ، ۳۳۱/۱

۴۲۳۲۔ الصحيح لمسلم، باب تحريم الظلم، ۳۲۰/۲

علیہ وسلم : لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء تنطحھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے۔ یہاں تک کہ منڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے۔

۴۲۳۳۔ **عن** أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : حتی للذرۃ من الذرۃ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہاں تک کہ چیونٹی کا عوض چیونٹی سے لیا جائے گا۔

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں، طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں، اگر ادا ہو گیا غنیمت، ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائینگے یہاں تک کہ ترازوئے عدل میں وزن پورا ہو، احادیث کثیرہ اس مضمون میں وارد۔

(فتاوی رضویہ حصہ اول، ۹/۴۹)

۴۲۳۴۔ **عن** أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اتدرون من المفلس؟ قالوا : المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع ، فقال : ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامۃ بصلاۃ و صیام و زکاۃ، و یاتی قد شتم ھذا ، وقد قذف ھذا ، و اکل مال ھذا ، و سفک دم ھذا و ضرب ھذا، فیعطی ھذا من حسناتہ و ھذا من حسناتہ ، فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار۔

۴۲۳۳۔ المسند لاحمد بن حنبل، ☆ ۳۲۰/۲

۴۲۳۴۔ الصحیح لمسلم، باب تحریم الظلم،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو، فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکاۃ لے کر آئے، اور دوسرا یوں آئے کہ اسے گالی دی، اسے زنا کی تہمت لگائی، اس کا مال کھایا، اس کا خون گرایا، اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں، پھر اگر نیکیاں ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لیکر اس پر ڈالے گئے، پھر جہنم میں پھینک دیا گیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ سبحانہ،

(فتاوی رضویہ، حصہ اول، ۹/۴۹)

۴۲۳۵۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: انہ یکون للوالدین علی ولدھما دین فاذا کان یوم القیامۃ یتعلقان بہ، فیقول: انا ولد کما، فیودان، او یتمنیان لو کان اکثر من ذلک۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا، ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا، تو قیامت کے دن وہ اسے لپٹیں گے کہ ہمارا دین دے، وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں، وہ تمنا کرینگے کاش اور زیادہ ہوتا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں کریم و رحیم مالک و مولی جل جلالہ و تبارک و تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا قصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفو حق پر راضی کردے گا۔ ایک کرشمہ کرم میں دونوں کا بھلا ہوگا۔ نہ اس کی حسنات اس کو دی جائیں گی، نہ اس کا حق ضائع ہوگا، بلکہ حق سے ہزاروں درجہ بہتر و افضل پائے گا۔ حق کی بندہ نوازی، ظالم ناجی، مظلوم راضی، فللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا

۴۲۳۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۰/۲۷۰ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی، ۱۰/۳۵۵
حلیۃ الاولیاء لأبی نعیم، ۴/۲۰۲ ☆ الترغیب والترہیب للمنذری، ۴/۴۰۵

مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضی ۔

(فتاوی رضویہ،حصہ اول،۹/۴۹)

۴۲۳۶۔ **عن** انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال :بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالس اذ رأیناہ ضحک حتی بدت ثنایاہ ، فقال لہ عمر : ما اضحکک ؟ یا رسول اللہ بأبی انت وامی ، قال : رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ ، فقال احدھما : یا رب ! خذلی مظلمتی من اخی ، فقال اللہ: کیف تصنع باخیک و لم یبق من حسناتہ شیٔ ، قال : یارب ! فیحمل من او زاری وفاضت عینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبکاء ثم قال : ان ذلک لیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنھم من او زارھم ، فقال اللہ للطالب: ارفع بصرک فانظر فرفع فقال : یا ربی اری مداین من ذھب وقصورا من ذھب مکللۃ باللؤلؤ، لا ی بنی ھذا ، او لا ی صدیق ھذا ، اولای شھید ھذا ؟ قال : لمن اعطی الثمن، قال : یارب او من یملک ذلک ؟ قال : انت تملکہ ، قال : بماذا ؟ قال بعفوک عن اخیک ، قال: یارب ! فانی قد عفوت عنہ ، قال اللہ تعالیٰ : فخذ بید اخیک و ادخلہ الجنۃ ، فقال : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذلک : اتقوا اللہ و اصلحوا ذات بینکم ، فان اللہ یصلح بین المسلمین یوم القیامۃ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماتھے کہ ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان ، کس بات پر حضور کو ہنسی آگئی ؟ ارشاد فرمایا: دو مرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہوئے ،ایک نے عرض کی: اے رب میرے ! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لئے لے ،رب تبارک

۴۲۳۶۔ المستدرک للحاکم، ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۳/۱۶۱
المطالب العالیۃ لابن حجر، ۴۵۵ ☆

وتعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ کیا کریگا؟ اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں۔ مدعی نے عرض کی: اے رب میرے! تو میرے گناہ وہ اٹھالے، یہ فرماکر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا: بیشک وہ دن بڑا سخت ہوگا، لوگ اس چیز کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل نے مدعی سے فرمایا: نظر اٹھا کر دیکھ! اس نے نگاہ اٹھائی، کہا: اے رب میرے! میں کچھ شہر دیکھتا ہوں سونے کے، اور محل سونے کے سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے۔ یہ کسی نبی کے ہیں، یا کسی صدیق، یا کسی شہید کے؟ مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اس کے ہیں جو قیمت دے، کہا: اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے، فرمایا: تو، عرض کی: کیونکر، فرمایا: یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کردے کہا: اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا، مولیٰ جل مجدہ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بیان کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس میں صلح کرلو کہ مولیٰ عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائیگا۔ (فتاوی رضویہ، حصہ اول، ۹/۵۰)

۴۲۳۷۔ **عن** انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا التقی الخلائق یوم القیامۃ نادی مناد یا اھل الجمع! قد تدارکوا المظالم بینکم و ثوابکم علی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا، اے مجمع والو! آپس کے مظلموں کا تدارک کرلو، اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔

۴۲۳۸۔ **عن** ام ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ یجمع الاولین و الآخرین یوم القیامۃ فی صعید واحد، ثم ینادی مناد من تحت العرش، یا اھل التوحید! ان اللہ عزوجل قد عفا عنکم فیقوم

۴۲۳۷۔ مجمع الزوائد للہیثمی، ۱۰/۳۵۶

۴۲۳۸۔ مجمع الزوائد للہیثمی، ۱۰/۳۵۵

الناس فیتعلق بعضھم ببعض فی ظلامات، فینادی مناد، یا اھل التوحید! لیعف بعضکم عن بعض و علی الثواب۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل روز قیامت سب اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائیگا، پھر زیر عرش سے ایک منادی ندا کریگا، اے توحید والو! مولیٰ تعالیٰ نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے، لوگ کھڑے ہوکر آپس کے مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے، منادی پکارے گا، اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثواب دینا میرے ذمہ ہے۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ دولت کبری ونعمت عظمی کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم وفضل سے اس ذلیل روسیاہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے،

ع　　کہ مستحق کرامت گناہ گار انند"

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ، جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح پانچ فرقوں کے لئے وارد ہوا۔

اول۔ حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے۔ اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرۂ جماع اور ہر قسم کے گناہ ونافرمانی سے بچے۔ اس وقت تک جتنے گناہ کیے تھے بشرط قبول سب معاف ہوجاتے ہیں۔ پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا۔ اتنی مہلت نہ ملی کہ جو حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انہیں ادا یا ادا کی فکر کرتا تو امید واثق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقا درگزر فرمائے، یعنی نماز روزہ، زکوۃ، وغیرہا فرائض کہ جانا ادا یا تھا ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفو پھر جائے۔ اور حقوق العباد دیون ومظالم مثلا، کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو، ان سب کو مولیٰ تعالیٰ اپنے ذمہ کرم پر لے لے، اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرماکر مطالبہ وخصومت سے نجات بخشے۔ یونہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت تدارک حقوق کرلیا یعنی زکوۃ دیدی، نماز روزہ کی قضا ادا کی، جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا، جسے آزار پہونچایا تھا معاف کرالیا، جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کردیا، بوجہ قلت مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ

گیا اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کردی، غرض جہاں تک طرق براءت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لئے امید اور زیادہ قوی کہ اصل حقوق کی تدبیر ہوگئی، اور اثم مخالفت حج سے دھل چکا تھا۔ ہاں اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے، کہ حقوق تو خود باقی تھے ان کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا۔ کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے آئندہ کے لئے پروانہ بے قیدی نہیں ہوتا۔ بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفرلہ القدیر نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب، واحاطۂ اطراف و جوانب اختیار کیا۔ جس سے اقوال ائمہ کرام میں توفیق، اور دلائل حدیث و کلام میں تطبیق ہوتی ہے۔ اس معرکۃ الآراء بحث کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے۔ و باللہ التوفیق۔

۴۲۳۹۔ **عن** انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال: وقف النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعرفات، وقد كادت الشمس ان تغرب، فقال: يا بلال! انصت لى الناس، فقام بلال فقال: انصتوا لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فانصت الناس۔ فقال: يا معشر الناس! اتانى جبرئيل آنفا فاقرآنى من ربى السلام و قال: ان الله عزوجل غفر لاهل عرفات و اهل المشعر وضمن عنهم التبعات، فقام عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه فقال: يا رسول الله! هذا لنا خاصة؟ قال: هذا لكم و لمن اتى من بعد كم الى يوم القيامة، فقال عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه: كثر خير الله و طاب۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا، اس وقت ارشاد ہوا، اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کر، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاموش ہو، لوگ ساکت ہو

گئے، حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا: اے لوگو! ابھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام و پیام پہونچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہو گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ دولت خاص ہمارے لئے ہے؟ فرمایا: تمہارے لئے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لئے۔ حضرت عمر نے کہا: اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے۔ والحمد لله رب العالمین

فتاوی رضویہ، حصہ اول، ۹/۵۱

دوم۔ شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہے اور اس کا بول بالا ہونے کے لئے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ مولیٰ عزوجل خود اپنے دست قدرت سے اس کی روح قبض کرتا، اور اپنے تمام حقوق معاف فرماتا، اور بندوں کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمۂ کرم پر لیتا ہے۔

۴۲۴۰۔ عن أبی امامة الباهلی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: یغفر لشهید البر الذنوب کلها الا الدین، و یغفر لشهید البحر الذنوب کلها والدین۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں مگر حقوق العباد، اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ اور حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔

اللهم ارزقنا بجاهه عندك صلی الله تعالیٰ علیه وسلم آمین۔

سوم۔ شہید صبر، یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے بحالت بیکسی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی، کہ یہ بوجہ اسیری قتال و مدافعت پر قادر نہ

۴۲۳۹۔ الترغیب والترہیب للمنذری، ۲/۳۰۳

۴۲۴۰۔ السنن لابن ماجه، ☆

ارواء الغلیل للالبانی، ۵/۱۷ ☆ التفسیر للقرطبی، ۴/۲۷۴

تھا، بخلاف شہید جہاد کہ مارتا مرتا ہے۔ اس کی بے کسی و بے دست پائی زیادہ باعث رحمت الٰہی ہوتی ہے، کہ حق اللہ وحق العبد کچھ نہیں رہتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۴۲۴۱۔ **عن** ام المؤمنین عائشة الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قتل الصبر لا يمر بذنب الا محاه۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹا دیتا ہے۔

۴۲۴۲۔ **عن** أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قتل الرجل صبرا كفارة لما قبله من الذنوب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں: ظاہر حدیث اس بات پر دال ہے کہ اگرچہ شہید گناہ گار ہو اور بغیر توبہ مر گیا ہو۔ لہذا اس حدیث میں خوارج ومعتزلہ کا رد ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو مخلد فی النار مانتے ہیں۔

اقول۔ بلکہ اس حدیث کا مصداق مرتکب کبیرہ گناہ ہی ہے کہ اگر گنہگار نہ ہوگا تو قتل و شہادت کا گزر ہی کسی گناہ پر نہ ہوا۔ اور اگر توبہ کرلی تو پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب له، کا مصداق ہوکر خود ہی بے گناہ ہوگیا۔ پھر شہادت کا گزر کس گناہ پر ہوا۔ ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے۔

۴۲۴۱۔ مجمع الزوائد للهيثمى، ۲۶۶/۶ ☆ التفسير لابن كثير، ۸۱/۳
زاد المسير، ۳۳۶/۲ ☆ كنز العمال للمتقى، ۱۳۳۷۰، ۲۸۹/۵
تاريخ اصفهان لأبى نعيم، ۱۹۱/۲ ☆ الاسرار المرفوعة للقارى، ص ۳۰۴
كشف الخفاء للعجلونى، ۲۰۸/۲ ☆ الدر المنثور للسيوطى، ۱۳۸
۴۲۴۲۔ مجمع الزوائد للهيثمى، ۲۶۶/۶ ☆ كنز العمال للمتقى، ۱۳۳۶۹، ۲۸۹/۵

٤٢٤٣ـ **عن** انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : لو ان صاحب بدعة مكذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بين الركن والمقام لم ينظر الله فى شئ من امره حتى يدخله جهنم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی بدمذہب، تقدیر ہر خیر وشر کا منکر خاص حجر اسود ومقام ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی ملنے کی نیت بھی رکھے، اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

چہارم۔ مدیون جس نے بحاجت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لئے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں کمی نہ کی، نہ کبھی تاخیر ناروا روا رکھی، بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحد قدرت اس کی فکر کرتا رہا پھر بہ مجبوری ادا نہ ہوسکا اور موت آگئی تو مولیٰ عزوجل اس کے لئے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کر دیگا، اس کے لئے یہ وعدہ خاص اسی دین کے لئے ہے نہ تمام حقوق العباد کے لئے۔

٤٢٤٤ـ **عن** ام المؤمنين ميمونة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من ادان دينا ينوى قضاء ه ادى الله عنه يوم القيامة۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ عزوجل اس کی طرف سے روز قیامت ادا فرمادے گا۔

٤٢٤٥ـ **عن** ابى امامة الباهلى رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى

٤٢٤٣ـ العلل المتناهية لابن الجوزى، ١/١٤٠ ☆ تنزيه الشريعة لابن عراق، ١/٣٢٠

٤٢٤٤ـ السنن لابن ماجه، باب من ادان دينار الخ، ١٧٣/٢

المعجم الكبير للطبرانى، ٤٣٢/٢٣ ☆

٤٢٤٥ـ المستدرك للحاكم، ٢٣/٣ ☆ الترغيب والترهيب للمنذرى، ٥٩٧/٢

لله تعالیٰ علیه وسلم : من تداين بدين و فی نفسه و فاء ه ثم مات تجاوز الله عنه و ارضی غرمة بما شاء۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی معاملہ دین کا کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا پھر موت آ گئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کر دے گا۔

٤٢٤٦۔ **عن** عبدالله بن جعفر رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ان الله تعالیٰ مع الدائن حتی يقضی دينه ما لم يكن فيما يكره الله ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔

٤٢٤٧ ۔**عن** عبدالرحمن بن ابی بکر الصديق رضی الله تعالیٰ عنهما قال : ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : يدعو الله بصاحب الدين يوم القيامة حتی يوقف بين يديه ، فقال : يا ابن آدم! فيم اخذت هذا الدين ؟ و فيم ضيعت حقوق الناس ؟ فيقول: يارب! انك تعلم انی اخذته فلم آكل ، و لم اشرب، و لم البس ، ولم اضيع ، ولكن اتی علی يدی اما حرق ، واما سرق و اما وضيعة ، فيقول الله عزوجل : صدق عبدی، انا احق من قضی عنك اليوم ، فيدعو الله عزوجل بشیء فيضعه فی كفة ميزانه فترجح حسناته علی سيئاته فيدخل الجنة بفضل رحمته۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رب العزت جل وعلا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا، تو نے

٤٢٤٦۔ السنن لابن ماجه، باب من اداں دينا الخ، ١٧٣/٢

٤٢٤٧۔ المسند لاحمد بن حنبل، ١٩٨/١ ☆

کا ہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا؟ عرض کریگا: اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے پینے پہننے، ضائع کردینے کے سبب وہ دین نہ رہ گیا بلکہ آگ لگ گئی، یا چوری ہوگئی، یا تجارت میں ٹوٹا پڑا، یوں رہ گیا۔ مولیٰ عزوجل فرمائے گا: میرا بندہ سچ کہتا ہے۔ سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرمادوں۔ پھر مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلۂ میزان میں رکھ دیگا کہ نیکیاں برائیوں پر غالب آجائینگی اور وہ بندہ رحمت الٰہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔

پنجم ۔ اولیاء کرام، صوفیۂ صدق، ارباب معرفت قدست اسرارہم و نفعنا اللہ ببرکاتھم فی الدنیا و الآخرۃ کہ بنص قطعی قرآن روز قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ و سلامت ہیں۔

قال تعالیٰ: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ توان میں بعض سے اگر براہ تقاضائے بشریت بعض حقوق الہیہ میں اپنے مقام ومنصب کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولیٰ عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف فرماچکا۔ کہ

قد اعطیتکم من قبل ان تسئلونی، وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی، وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی۔

یونہی اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات، کہ

ستکون لا صحابی زلۃ یغفرھا اللہ لھم لسا بقتھم معی،

میرے صحابہ سے کچھ لغزشیں واقع ہونگی تو اللہ تعالیٰ انکو معاف فرمادیگا کہ میری صحبت میں رہے۔

تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لیکر ارباب حقوق کو حکم تجاوز فرمائیگا اور باہم صفائی کراکر آمنے سامنے جنت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا۔ کہ

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔

ان مبارک قوم کے سرور وسردار حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنہیں

ارشاد ہوتا ہے۔

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔

جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔

انہیں کے اکابر سادات سے حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کے لئے بارہا فرمایا گیا۔

ما علی عثمان مافعل بعد ھذہ ، ماعلی عثمان مافعل بعد ھذہ۔

آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ حدیث،

۴۲۴۸۔ **عن** انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو کوئی گناہ اسے نقصان نہیں دیتا۔۱۲م

اس حدیث کا عمدہ محمل یہ ہی ہے کہ محبوبان خدا اول تو گناہ کرتے نہیں۔

ع، ان المحب لمن یحب مطیع۔

محب جس سے محبت کرتا ہے اس کا اطاعت شعار بنتا ہے۔

یہ توجیہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کی پسندیدہ ہے۔

اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ وزاجر الٰہی انہیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے۔ پھر "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" اس حدیث کا ٹکڑا ہے۔ یہ علامہ مناوی کا مسلک ہے۔

اور بالفرض ارادۂ الٰہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو ومغفرت، اور اظہار مکان

۴۲۴۸۔ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۲/۲۸۴ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۲۶۱

قبول ومحبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق وارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بحمد اللہ تعالیٰ ہر طرح مفقود، و الحمد لله الکریم الودود، و هذا ما زدته بفضل المحمود۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ینادی منادی تحت السماء الخ، میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں۔ کہ توحید خالص تام کامل، ہر گونہ شرک خفی و اخفی سے پاک ومنزہ انہیں کا حصہ ہے۔ بخلاف اہل دنیا جنہیں عبد الدینار، عبد الدرہم، عبد طمع، عبد ہوی، عبد رغب، فرمایا گیا۔ وقال تعالیٰ: افرأیت من اتخذ الٰهه هواه۔ اور بیشک بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگان خدا نہ صرف عبادت بلکہ طلب وارادت بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جلیل جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں۔

لا الٰه الا الله کے معنی عوام کے نزدیک لا معبود الا الله، خواص کے نزدیک "لا مقصود الا الله" اہل ہدایت کے نزدیک "لا مشهود الا الله" اور اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک "لا موجود الا الله"۔

تو اہل توحید کا سچا نام انہیں کو زیبا، ولہذا ان کے علم کو علم توحید کہتے ہیں۔ جعلنا الله تعالیٰ من خدامهم و تراب اقدامهم فی الدنیا والآخرة۔ غفرلنا بجاههم عنده، انه اهل التقوی و اهل المغفرة۔ آمین۔

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل، تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن واجود ہو۔ وباللہ التوفیق۔

پھر ان سب صورتوں میں بھی جبکہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دیکر اسی سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ، حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔" غرض معاملہ نازک ہے، اور امر شدید، اور عمل تباہ، اور امل بعید، اور کرم عمیم، اور رحم عظیم، اور ایمان خوف ورجاء کے درمیان۔ وحسبنا الله و نعم الوکیل، ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ وصلی الله تعالیٰ علی شفیع المذنبین، نجاة الهالکین، مرتجی البائسین، محمد وآله و صحبه اجمعین والحمدلله رب العالمین۔ والله سبحانه و تعالیٰ اعلم، وعلمه جل مجده اتم و احکم۔

فتاوی رضویہ، حصہ اول، ۹/۵۳

(۱۴۵) وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ☆

اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے اور جو دنیا کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طاعون سے بھاگنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کافروں کو پیٹھ دیکر بھاگنے والا۔

جسے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ و ماوہ جھنم و بئس المصیر۔ (الانفال۔ ۱۶

وہ بیشک اللہ کی غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہے اور بہت ہی بری جگہ پھرنے کی۔

جو لوگ اس سے بھاگ کر کہیں بھی جاتے ہیں سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں اسی کی تفصیل ہمارے رسالہ "تیسر الماعون" میں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں بے موت مر جاتے ہیں وہ گمراہ ہیں، اس میں قرآن عظیم کا انکار ہے ان پر توبہ فرض ہے اور تجدید اسلام اور تجدید نکاح چاہیے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا۔

(آل عمران۔ ۱۴۰)

کوئی جان بے حکم خدا نہیں مر سکتی لکھا ہوا حکم ہے وقت باندھا ہوا ہے۔

پیڑ سے ایک آدھ پھل ٹپکتا رہتا ہے اس کا ٹپکنا لکھا تھا، اور ایک آندھی آتی ہے کہ

ہزاروں پھل ایک ساتھ جھڑ پڑتے ہیں ان کا ساتھ ہونا ہی لکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکل صغیر و کبیر مستطر ۔(القمر ۔ ۵۳)

ہر چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۲/۱۴۴)

〈۱۴۶〉وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ ۔☆

اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے تو نہ سست پڑے ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہونچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

《۲۲》 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت سے ثابت کہ) جہاد پہلی امتوں میں بھی تھا۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۵۲)

〈۱۴۹〉يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تُطِيۡعُوا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَرُدُّوۡكُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِيۡنَ ۔☆

اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں لوٹا دیں گے پھر ٹوٹا کھا کے پلٹ جاؤ گے۔

《۲۳》 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مشرکوں کا غلام و منقاد بننا ان کا پس رو بننا جو کہیں وہی کرنا خصوصاً جسے امر دینی سمجھا ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے، سخت مخالفت ذو الجلال والاکرام ہے، گمراہی اور کفر اس کا انجام ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۴۶)

〈۱۶۹〉وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۔☆

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

﴿۲۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

موت حقیقۃ صفت بدن ہے نہ کہ وصف روح، ولہذا علامۃ الوجود مفتی ابی سعود محمد عمادی نے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اس آیت کے تحت فرمایا:

فیه دلالة علی ان روح الانسان جسم لطیف لا یفنی بخراب البدن و لا یتوقف علیه ادراکه و تالمه و لا التذاذه۔

اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن کے ہلاک ہونے سے فنا نہیں ہوتی اور اس کا ادراک والم پانا بدن پر موقوف نہیں۔

پھر مجاز ارواح مفارق علی البدن پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

اللهم رب الارواح الفانية و الاجساد البالية الحديث۔ ولفظه عند ابن السنی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا دخل الجبانة یقول: السلام علیکم ایتها الارواح الفانیة والابدان البالیة والعظام النخرة التی خرجت من الدنیا و هی باللہ المؤمنة اللهم ادخل علیهم روحا منك و سلاما منا۔

اے اللہ فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام کے رب الحدیث۔ ابن السنی کے یہاں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: تم پر سلام ہو اے فانی ارواح اور بوسیدہ اجسام اور گلی ہوئی ہڈیو جو دنیا سے خدا پر ایمان کے ساتھ نکلے۔ اے اللہ ان پر اپنی جانب سے آسائش اور ہماری طرف سے سلام پہونچا۔

علامہ عزیزی اس حدیث کے نیچے سراج المنیر میں فرماتے ہیں:

(ارواح الفانیة) ای الفانی اجسادها۔ ارواح فانی کا مطلب یہ ہے کہ جن کے جسم فانی ہیں۔

علامہ زین العابدین مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی الارواح اللتی اجسادھا فانیۃ و الا فالارواح لا تفنی ۔

یعنی وہ ارواح جن کے جسم فانی ہیں ورنہ ارواح تو فنا نہیں ہوتیں۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع الصغیر میں فرماتے ہیں:

قولہ الفانیۃ ای الفانیۃ اجسادھا اذالارواح لا تفنی ولذا اتی بالجملۃ بعدھا مفسرۃ لذلک اعنی ولا بد ان البالیۃ ای فی غیر نحو الشھداء ۔

اس کا قول الفانیۃ یعنی جن روحوں کے جسم فانی ہیں کیونکہ روحیں فنا نہیں ہوتیں اسی لئے اس کی تفسیر کرنے والا جملہ بعد میں لائے، میری مراد الا بدان البالیۃ (بوسیدہ اجسام) یعنی شھداء کے ماسوا اجسام بوسیدہ ہیں۔

ان سب عبارات کا محصل یہ ہے کہ روح پر اطلاق باعتبار جسم واقع ہوا۔ یعنی اے وہ روح جن کے بدن فنا ہو گئے تم پر سلام ہو۔ ورنہ خود روح کے لئے ہرگز فنا نہیں ولہذا دوسرے فقرے میں اس کی تفسیر فرمادی کہ گلے ہوئے بدن یعنی عام لوگوں کے لئے شھداء اور ان کے مثل خواص کے جسم سلامت رہتے ہیں۔ اس کے بعد تیسیر وسراج المنیر دونوں میں ہے۔

فیہ ان الاموات یسمعون اذ لا یخاطب الا من یسمع ۔ یعنی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مردے سنتے ہیں کہ خطاب اس سے کیا جاتا ہے جو سنتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا:

موت کا یہ معنی کہ حس وحرکت ختم ہو جائے اور ادراک وشعور مفقود ہو جائے صرف جسم کے لئے ہوتا ہے اور ارواح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ جیسے پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے، پہلے جو شعور وادراک اس کے پاس تھا وہ اب بھی ہے، بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے تو اس معنی کر روح کو مردہ نہیں کہہ سکتے مطلقا خواہ شہید کی روح ہو یا کافر وفاسق کی روح۔ موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے جو شعور وادراک اور حرکات وتصرفات بدن سے ظاہر ہوتے تھے اب نہیں ہوتے۔ ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ بدن سے جدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ کھانے پینے کی جیسی لذتیں اس کے قبضہ سے نکل جاتی ہیں۔ اسی لئے شریعت میں اس کے لئے بھی موت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف زندہ ہیں ان باتوں میں۔ مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لئے حقیقت میں یہ دو

نوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے اور جسمانی لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں۔

اسی میں ہے۔

آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے، اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے: تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو، یعنی تمہاری جان و روح کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے ابدی اور جاودانی ہے، کبھی بھی فنا ہونے والی نہیں، اور وہ جو عرف میں مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے، موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربی و محافظ کو کھو دینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے، ورنہ جان کے لئے فنا متصور نہیں۔ عالم برزخ اور امکان حشر و نشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے بالجملہ موت بمعنی حقیقی کہ بدن ہی کو عارض ہوتی ہے وہی ایسی چیز ہے کہ جسے لاحق ہو مہمل و معطل و معرض فساد ملحق بالجماد کر دے، موت مجازی کہ روح کے لئے ان سب آفات سے پاک و مبرہ ہے وللہ الحجۃ السامیۃ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۸۴۳ تا ۸۴۷)

〈۱۷۸〉وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔☆

〈۱۷۹〉مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔☆

اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں، اور ان کے لئے ذلت کا

عذاب ہے۔

اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ عام لوگوتمہیں غیب کا علم دیدے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صدر اسلام میں ایسا تھا کہ منافق مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے، مجالس میں ساتھ بیٹھتے، جب یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص جمعہ کے دن علی رؤس الاشھاد نام بنام ایک ایک کو فرمایا: اخرج یا فلان فانک منافق ۔ اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ نماز سے پہلے سب کو نکال دیا۔ یہ برتاؤ ان کا ہے جن کو رب العزت رحمۃ للعالمین فرماتا ہے۔ طبرانی وابن ابی حاتم۔　　(الملفوظ ۱/۴۶)

تو ان کے غیر کو جو علم حاصل ہوگا انہیں کے فیض و مدد اور فائدہ عطا فرمانے اور راہ دکھانے سے ملے گا۔ تو برابری کیسی؟ علاوہ بریں علوم انبیاء میں سے ان کے غیر نہیں جانتے مگر تھوڑا قلیل کہ انبیاء کے علوم غیب کے سمندر چھلک رہے ہیں، ان کے سامنے کسی گنتی وشمار میں نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام روز ازل سے روز آخر تک تمام ماکان و ما یکون کو جانتے بلکہ دیکھ رہے ہیں اور مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو ساری سلطنت آسمانوں اور زمیں کی۔

طبرانی و معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بیشک یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں اسے اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

یہ ایک روشنی ہے اللہ کی طرف سے جو اللہ نے اپنے نبی کے لئے چمکائی جس طرح اگلے انبیاء کیلئے چمکائی تھی، تو مردود نے کل اور بعض دو شقیں رکھیں۔ اور جب کہ پہلی شق موجود نہیں اور ان سے دوسری شق سب کے لئے شامل خیال کیا، تو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم جن کا علم وحلم سارے جہان کو وسیع ہے" اور اللہ نے انہیں سکھا دیا جو کچھ وہ نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل ان پر بہت بڑا ہے۔ تو انہوں نے سب اگلوں پچھلوں کا علم جان لیا اور جو کچھ ہو گزرا ہے اور آنے والا ہے سب ان کے علم میں آ گیا، اور جو کچھ آسمانوں زمین میں ہے سب انہیں معلوم ہو گیا اور مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہے سب سے خبردار ہو گئے اور ہر چیز ان پر روشن ہو گئی اور انہوں نے پہچان لی، اور ان پر قرآن اترا ہر چیز کا روشن بیان اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ہر چیز خوب مفصل بیان فرما دی۔ لیکن مردود (تھانوی) نے ان کے علم کو زید وعمر بلکہ ہر بچے اور پاگل بلکہ ہر جانور اور چوپائے کے علم سے برابر کر دیا اور بدبخت نے نہ جانا کہ بعض میں تو بڑی چوڑی وسعت ہے جو ایک چھوٹی سی بوند کی خوار بے مقدار سے لے کر لاکھوں کروروں چھلکے سمندروں تک کو شامل ہے جن کا گہراؤ نہ جانا جائے اور نہ ان کا کوئی کنارہ نہ انتہاء۔ تو یہ سب کا سب نہیں مگر اللہ کے علموں میں سے بعض اور وہ اس کے علموں سے احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے تو اگر فقط لفظ بعض کو صادق آنا برابری اور مماثلت اور نفی خصوصیت کے لئے کافی ہو جیسا اس مردود ومطرود نے گمان کیا تو یہ بھی حکم لگا دے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت زید وعمر بلکہ ہر بچے و پاگل بلکہ ہر جانور اور چوپائے کی قدرت کے برابر ہے کہ تمام حیوانات کسی نہ کسی فعل وحرکت پر قدرت رکھتے ہیں اگرچہ ان کی قدرت پیدا کرنے والی نہیں تو بعض صادق آیا اور اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ اپنی ذات قدیم اور صفات قدیم پر قدرت رکھے ورنہ تحت قدرت ہو گا تو ممکن ہو جائے گا تو خدا نہ ہو گا اور اس کی صفت مخلوق ناپیدا ٹھہریں گی۔ اس لئے کہ جو قدرت سے موجود ہوا وہ پیدا کرنے والے سے موجود ہوتا ہے، وہ پہلے ناپیدا ہوتا ہے تو یہاں بھی بعض کا لفظ صادق آیا کہ تمام اشیاء کا احاطہ یہاں بھی نہیں تو برابری اور ساری برائیاں لازم آ گئیں۔ تو میں تجھے ایک مثال بیان کروں۔ ایک بادشاہ جبار تمام وکمال دنیا کا مالک ہوا اور ہر چھوٹا بڑا خزانہ سب اسی کے ملک میں تھا اور اس کے نواب سردار تھے جنہیں ایک ایک ضلع کے خزانے پر مسلط کیا تا کہ محتاجوں کی اعانت کریں اور مسکینوں کو خیرات دیں، اور سب پر ایک نائب اعظم کو سردار کیا جس کے اوپر سب سے زیادہ عزت والے بادشاہ کے سوا کوئی نہیں۔ تو بادشاہ نے اپنے تمام خزانے اس کے ہاتھ اختیار میں دیدیے اور خواص اپنی ذات کے سوا سب کے معاملات اس کے سپرد کر دیے تو وہ نائب اعظم سب نوابوں اور سرداروں میں تقسیم کرتا ہے

اور وہ درجہ بدرجہ اپنے ماتحتوں پر بانٹتے ہیں، یہاں تک کہ وہ تقسیم فقیروں تک پہنچتی ہے تو ہر ایک کو اس کا نصیب ملتا ہے۔ اور ان محتاجوں میں ایک بد بخت مطرود گندا مردود ہے جو بادشاہ اور اس کے نوابوں سے جھگڑتا ہے۔ تو نہ ان کی عقیدت رکھے اور نہ ان کی تعظیم کرے اور نہ انہیں اپنے سے کچھ بڑھ کر سمجھے اور وہ نان شبینہ کو محتاج ہے فقیر آفت زدہ مسکین مفلس ہے، اسے امیروں کی تقسیم سے ایک پیسہ پہونچا ملت کھوٹا اور وہ کہتا ہے میں اور نائب اعظم دونوں مال و ملک میں برابر ہیں، اس لئے کہ اگر تمام اموال کی ملک مراد لی جائے تو وہ خلیفہ کو بھی حاصل نہیں اور اگر بعض کی ملک مراد ہے تو اس میں خلیفہ کی خصوصیت کیا ہے کہ بعض کا میں بھی مالک ہوں۔ کیا یہ کالا کھوٹا پیسہ میری ملک میں نہیں۔ تو اس بد بخت بڑے ناشکرے محتاج مغرور، بد کنے والے نے نہ تو عطائے خلیفہ کا حکم مانا نہ منصب خلافت کی تعظیم کی، اور ایک کھوٹے پیسے اور معمولی خزانوں میں جو شرق سے غرب تک زمین کو بھرے ہوئے ہیں کچھ فرق نہ کیا بلکہ اس بادشاہ جبار کی قدر جیسی چاہی نہ پہچانی اور اس کی خلافت اور حکم کی عظمت شان ہلکی جانی، تو بڑے وبال والے عذاب اور سخت مار اور لمبی سزا کا مستحق ہوا۔ تو بادشاہ تو اللہ عزوجل ہے۔ اور اس کے خلیفہ اعظم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور نواب وامیر انبیاء اولیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور ہم فقیر ہیں۔ ان سے بھیک مانگنے والے اور وہ گالی دینے والا مردود وہ کنگال ہے راندہ گیا ہٹ دھرم جھگڑالو و سرکش۔ ہم اللہ سے عفو و عافیت مانگتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اے مسلمان اللہ تیری حمایت کرے، کیا تجھے یہ گمان ہے کہ وہ ذلیل کمینہ اس بڑے فرق کو جانتا نہیں حاشاللہ، بلکہ خوب جانتا ہے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت سے انکار کرنے کے لئے اسے دفع کررہا ہے۔ اگر تو اس کی حقیقت دیکھنا چاہے تو اس کے پاس جا اور اس سے یوں خطاب کر کہ اے علم و عزت میں کتے اور سور کے برابر! ابھی تو اسی کو دیکھ لے گا کہ غیض میں جل جائے گا اور غصہ میں مرنے کے قریب ہو جائے گا۔ تو اب اس سے پوچھ کیا تیرا علم اللہ تعالیٰ کی طرح ہر شئی کو محیط ہے؟ اگر کہے ہاں جب آپ ہی کافر ہے۔ اور اگر کہے نہیں تو اس سے کہہ کے علم میں تیری خصوصیت کیا ہے کہ بعض کا علم تو ہر کتے اور سور کو حاصل ہے، تو کیا سبب کہ تجھے عالم کہا جاتا ہے، نہ تیرے ان مانندوں کتوں اور سوروں کو۔ اور عزت کا بھی یہی حال ہے کہ جمیع عزت تو تیرے لئے ہے نہیں اور کتے اور سور بھی اس کے بعض سے خالی نہیں، اس لئے کہ کافروں سے ز

یادہ ذلیل وخوارتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کہ وہ سارے جہان سے بدتر ہیں۔ اس وقت کم وبیش کے فرق پر ایمان لائے گا چہ جا
یکہ اصلی اور طفیلی، بخلاف تمام جہان کے علم والوں کے کہ ان کو جو کچھ ملا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی امداد سے ملا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ تاکہ تم لوگوں سے بیان کردو جو کچھ ان کی
طرف اتارا گیا ہے۔ اور قصیدہ بردہ شریف میں امام بوصیری کا ارشاد سن چکے۔ رسول اللہ تجھ سے
مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

نظر چہارم

خدا کے مخذول وہابیہ جب عاجز ونا ! ید ہوتے ہیں تو اپنے لئے بچاؤ ڈھونڈتے ہیں
، حالانکہ بچاؤ کا وقت کہاں۔ تو یوں کہتے ہیں کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
بعض وقت بعض غیوب کا علم معجزے کے طور پر دیا مگر ہے یہ کہ وہ اتنا ہی جانتے ہیں جتنا سکھائے
گئے۔ اور کہتے ہیں کہ تم بھی تو اسی کے قائل ہو تو اختلاف اٹھ گیا اور اتفاق حاصل ہوا۔ اور اپنی با
توں سے یہ چاہتے ہیں کہ جاہل کو دھوکہ اور غافل کو شکار کریں لیکن وہ جس نے ان کی باتیں
دیکھیں اور ان کی گالیاں سنیں اس پر پوشیدہ نہیں کہ سب بیہودوں میں بری بیہودہ ہے جو جھانکے اور
دبک جائے، کیا دلی کے وہابی نے نہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ نہ جانتے تھے یہاں
تک کہ خود اپنے خاتمہ کا حال۔ اس ذلیل کو چھوڑو اور اس جیسے نیچے والے کو دھکا دے، کیا ان
کے دہلوی پیشوا نے تقویۃ الایمان میں نہ کہا؟ جو کسی نبی کے لئے غیب کی بات جاننے کا دعویٰ کر
ے اگرچہ ایک پیڑ کے پتوں کی گنتی، اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، چاہے یوں جانے کہ وہ اپنی
ذات سے جانتے ہیں یا خدا کے بتائے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ کیا ان کے بڑے
گنگوہی نے اپنی براہین میں نہ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیوار کے پیچھے کا حال نہ جانتے
تھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کر کے اسے خود حضور کا قول ٹھہرا دیا اور با کمال بے حیا
ئی اس کا روایت کرنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف نسبت کیا حالانکہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نے تو اس کو اشکال کے طور پر ذکر کیا اور اس کا یہ جواب دیا کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اس کی روا
یت صحیح نہیں جیسا کہ مدارج النبوۃ میں تصریح فرمائی۔ تو کہاں یہ قول اور کہاں وہ جس پر قرآن

عظیم ناطق ہے اور جس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں نص فرما رہی ہیں اور ائمہ دین سے اگلوں پچھلوں کا قول کہ وہ جانتے ہیں اور تمام گزشتہ وآئندہ سے آگاہ ہیں اور ہر چیز ان کے لئے روشن ہوگئی اور انہوں نے پہچان لی۔ رہا ان کا کہنا کہ وہ نہیں جانتے مگر جتنا بتائے گئے، یہ حق بات ہے جس سے انہوں نے باطل کا ارادہ کیا۔ اور ایسا ہی انکا کہنا کہ بعض مغیبات اور بعض اوقات، اس لئے کہ ہمارا یہ دعوی نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا احاطہ کرلیا، یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے اور عنقریب ہم تم سے بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھانا بذریعہ قرآن عظیم ہوا، اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اترا اور ہر وقت نہیں اترتا تھا تو اوقات اور معلومات دونوں میں بعض ہونا ثابت ہوا مگر یہ ہے کہ وہابیہ اس بات سے قلیل وحقیر واندک مراد لیتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے کمین نفسوں پر قیاس کرتے ہیں جیسے کہ یہ مشرکین کی قدیم زمانہ سے عادت ہے جب کہ وہ رسولوں سے کہا کرتے تھے: تم تو نہیں ہو مگر ہم جیسے آدمی۔ بلکہ وہابیہ ان مشرکوں سے بھی بڑھ کر کودن وگمراہ ہیں۔ اس لئے کہ مشرک جو رسولوں کو اپنے جیسا بتاتے تھے وہ ان کے اس قول کی بنا پر تھا کہ رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تو جب وہ نزول کتاب وحصول رسالت کا انکار کر چکے تو اب نہ رہی مگر بشریت جو ان کے زعم میں شرکت تھی اور یہ تو رسالت کے قائل ہیں اور پھر بھی رسولوں کو اپنے مرتبہ میں رکھتے ہیں، تو پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیتا ہے اور یہ بیماری انہیں یوں پیدا ہوئی کہ ما کان وما یکون جس معنی پر ہم ذکر کر آئے ہیں انہیں بہت لگتا ہے اور ان کی بودی عقلوں کے اندازہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کا صحیح ہونا نہیں آتا چہ جائیکہ دیگر انبیائے کرام اور اولیائے عظام علیہم الصلوۃ والسلام اور یہ انہیں اس لئے بہت لگا کہ انہوں نے اللہ کی قدر جیسی چاہئے نہ پہچانی۔ اس کے حکم وقدرت کی وسعت نہ جانی اور رسولوں کو اپنی عقل کی ترازو میں تولا تو جس بات کا علم ان کے وہم میں نہ آیا اسے جھٹلا بیٹھے۔

اور ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ روز اول سے جو کچھ ہو گزرا اور روز آخر تک جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم نے ذکر کی وہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کے حضور نہیں مگر ایک تھوڑی سی چیز، اور اس پر دلیل رب عزوجل کا ارشاد ہے کہ اس نے بتایا تمہیں جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اقول: اس آیت کریمہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں بتادیا اور اس احسان جتانے کو ایسی بات سے ختم فرمایا جو اس عظیم منت کی عظمت اور اس بڑی نعمت کی بڑائی پر دلالت کرتی ہے کہ فرمایا: اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے کہ ما کان وما یکون بمعنی مذکور جسکا ہر ہر فرد بہ تفصیل تام لوح محفوظ میں ثبت ہے یہ نہیں مگر دنیا۔ اس لئے کہ آخرت تو قیامت کے بعد آئے گی اور دنیا و آخرت دونوں سے باہر اللہ عزوجل کی ذات وصفات ہیں جو نہ لوح محفوظ میں آسکیں نہ قلم میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بارے میں فرمایا تم کہدو کہ دنیا کی پونجی تھوڑی ہے۔ تو وہ جسے اللہ تعالیٰ قلیل بتارہا ہے اس چیز سے کیا نسبت رکھے جسے اللہ نے عظیم بتایا اور اس کی شان کی بڑائی کی۔ معہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم روز آخر سے بعد کی اشیا تک بڑھا جیسا کہ حشر ونشر، حساب وکتاب جنت ودوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے پہنچیں اور اس کے بعد کی باتیں جتنی خدائے تعالیٰ نے بتانی چاہی اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی ذات وصفات سے پہچانا جس کی قدر خدا ہی جانے جس نے یہ بخششیں اپنے مصطفیٰ کو عطا کیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تو ثابت ہوا کہ تمام گزشتہ وآئندہ کا علم جو لوح محفوظ میں لکھا ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم سے نہ ہو مگر ایک قطرہ۔ اسی لئے امام اجل بوصیری کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکتوں سے نفع دے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتے:

تمہارے جود سے دنیا اور اس کی سوت ایک حصہ تمارے علم سے لوح وقلم کا علم ایک ٹکڑا

تو امام 'مِن' کا لفظ لائے جو بعض پر دلالت کرتا ہے اور ہر بیمار دل پر غم وغصہ کے پہاڑ ڈھائے اس سے کہو کہ اپنے غصہ میں مرجائے، اللہ خوب جانتا ہے سینے کی بات۔

علامہ علی قاری زبدہ شرح بردہ میں شعر مذکور کے تحت میں فرماتے ہیں:

اس مطلب کا ایضاح یہ ہے کہ علم لوح سے مراد وہ قدسی نقش اور غیبی صورتیں جو اس میں ثبت کی گئیں اور علم قلم سے مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھا اور یہ اضافت ادنی علاقہ کے سبب ہے اور لوح وقلم کے علوم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے ایک حصہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوموں میں بہت اقسام ہیں۔ کلیات وجزئیات، حقائق ودقائق اور عوارف ومعارف کہ ذات صفات الٰہیہ سے متعلق ہیں، اور لوح و

قلم کا علم مکتوب نہیں مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے ایک سطر، اور علم حضور کے سمندرو ں سے ایک نہر، پھر بایں ہمہ ان کا علم مکتوب حضور والا ہی کی برکتوں سے ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہی۔

اب کھل گیا حق اور دفع ہوا جھوٹ اور یہاں ٹوٹے میں رہے باطل والحمد للہ رب العالمین۔

نظر پنجم

اگر کہے کہ اللہ تجھ پر رحمت فرمائے جو تو نے ارشاد و اشارے کئے میں نے اس سے مسئلہ کو قرار واقعی سمجھ لیا اور میں نے جان لیا کہ یہاں نہ شرک کی گنجائش ہے، نہ گمراہی کی۔ اس لئے کہ نہ تو ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم سے برابری مانتے ہیں، نہ غیر خدا کے لئے خود بخود حاصل ہونا جانتے ہیں، اور خدا کے دیئے سے بھی بعض ہی ثابت کرتے ہیں، مگر بعض اور بعض میں روشن فرق ہے جیسا کہ آسمان وزمین میں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ، اللہ بہت بڑا ہے۔ تو وہابیہ کا بعض عداوت وتحقیر کا بعض ہے اور ہمارا بعض عزت وتمکین کا بعض ہے۔ اس کی قدر کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ جس کو اس نے عطا کیا۔ اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ سلف وخلف سے اس پر کچھ دلیلیں سناؤں جیسا کہ گزری ہوئی تقریروں میں تو نے اس کا مجھے مشتاق بنادیا۔

میں کہوں گا اے برادر! اللہ ہم پر اور تجھ پر رحم فرمائے، میں نے تو تجھے ان باتوں کی طرف ایما کردیا جو اہل عقل کو بس ہیں، اور اگر تو چھلکتے دریا اور چمکتے چاند کو چاہے تو میری کتاب "مالی الحبیب بعلوم الغیب" اور "اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون" دیکھ۔ اور تیری آنکھوں کے سامنے موجود ہے میرا رسالہ "انباء المصطفی بحال سر واخفی"

اور اگر تو اپنی تمنا پوری کئے بغیر نہ مانے تو تجھے کافی ہے صحیح بخاری کی حدیث، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، انہوں نے فرمایا: ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم ہم میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضور نے ابتدائے آفرینش سے یہاں تک کہ جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے سب کے احوال کی ہمیں خبر دیدی۔

اور صحیح مسلم کی حدیث عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صبح سے غروب تک خطبہ فرمانا مذکور ہے، اس میں یہ لفظ ہیں: تو جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس سب کی ہمیں خبر دیدی۔ ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے فرمایا: ایک بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو حضور نے اس وقت سے روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا کچھ نہ چھوڑا سب بیان فرمادیا۔

اور ترمذی کی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں نے رب عز وجل کو دیکھا جس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔ بخاری و ترمذی اور ابن خزیمہ اور ان کے بعد کے ائمہ نے اس حدیث کی تصریح فرمائی۔

نیز ترمذی کی حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: کہ میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ جان لیا۔ اور دوسری روایت میں جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے سب مجھے معلوم ہوگیا۔

اور مسند امام احمد اور طبقات ابن سعد اور معجم کبیر طبرانی کی حدیث بسند صحیح ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا نہیں جس کا علم حضور نے ہم سے ذکر نہ فرمایا ہو۔

اور صحیحین سورج کی گرہن کی حدیث میں ہے جو کوئی چیز میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی وہ سب میں نے اس مقام میں دیکھ لیا۔ یا حدیث کہ جس طرح لفظ ہوں۔

اور ہم یہ حدیث تم سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو

اٹھالیا تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔

اوران کے سواء اور حدیثیں جنکا شمار کثیر ہے اوران کے بیان کا سلسلہ طویل۔

اور سرداروں اور اماموں اور پیشوا عالموں کے اقوال سے تجھے کافی ہے قصیدہ بردہ شریف کا وہ قول۔

تمہارے علم سے لوح وقلم کا علم ایک ٹکڑا۔

معہذا اس توضیح کے جو علامہ علی قاری سے گزری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب میں نے جان لیا۔ فرماتے ہیں: یہ ارشاد عبارت ہے تمام علوم کلی اور جزئی کے حاصل ہونے سے اور ان کو احاطہ فرما لینے سے۔ اور علامہ قاضی نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض نے اور علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں شرح حدیث ابوذر اور ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس میں ذکر تھا کہ زمین آسمان کے درمیان جو پرندہ پر مارتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حال سے خبر دیدی، فرماتے ہیں: یہ اس بات کی تمثیل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شئی بیان فرمادی کبھی مفصل اور کبھی مجمل۔

امام احمد قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں: اور کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس سے زیادہ پر اطلاع بخشی اور حضور پر تمام اگلوں پچھلوں کے علوم القا فرمائے۔ اور امام بوصیری فرماتے ہیں: محیط جملہ عالم علم وحلم مصطفائی ہے۔

امام ابن حجر مکی اس کی شرح افضل القری لقراء ام القری میں فرماتے ہیں:

یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو سارے جہان کا علم دیا تو حضور نے تمام اگلوں پچھلوں کا علم جو کچھ گذرا ہے سب جان لیا۔

اور نسیم الریاض میں ہے کہ تمام مخلوقات آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے قیام قیامت تک سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئیں تو حضور نے ان سب کو پہچان لیا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے گئے۔

اور امام قاضی پھر علامہ قاری پھر مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعا

لیٰ علیہم میں فرمایا: پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کچھ پردہ نہیں رہتا تو سب کچھ ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں کہ جیسا سامنے ہو رہا ہو۔

اور امام ابن حاج مکی نے مدخل اور امام قسطلانی مواہب میں فرمایا: بیشک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حاجتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں، یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں کچھ پوشیدگی نہیں۔ انتہی۔

اور بیشک رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر۔

شفاء شریف میں جو یہ مسئلہ لکھا کہ جب خالی گھروں میں جاؤ جن میں کوئی نہ ہو تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علامہ قاری اس کی شرح میں اس مسئلہ کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

دنیا میں آدم علیہ السلام سے لے کر صور پھونکنے تک جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا یہاں تک کہ اول سے آخر تک تمام احوال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جان لیا۔

نیز اسی میں ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اشیاء کو جانتے ہیں، اللہ کے کام اور احکام اور صفات اور اسماء اور افعال اور آثار تمام علوم ظاہر و باطن اول و آخر کا احاطہ فرمالیا اور حضور اس آیت کے مصداق ہوئے کہ ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے، ان پر سب سے افضل درود اور سب سے تام و کامل تر سلام انتہی۔

یہ آیت عام ہے جس میں کسی شئی کی تخصیص نہیں۔ تو اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا تمام جہان میں جس طرف نظر کرے تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر علم والے سے بلند و بالا علم والے ہیں، اور جب تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نظر کرے تو اللہ وہ علم والا ہے جس سے اوپر کوئی علم والا نہیں۔ اور ذی علم کا اطلاق اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر نہیں ہو سکتا کہ

تنکیر بعضیت پر دلالت کرتی ہے، تو تخصیص کی کچھ حاجت نہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں: مجھ پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ پاک سے اس کا فیضان ہوا کہ بندہ کیونکر اپنے مقام سے قدس تک ترقی کرتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصہ معراج خواب میں اس مقام سے خبر دی انتہی۔

(الدولۃ المکیۃ۔ اردو ۔۲۲۹ تا ۲۶۹)

﴿۱۸۸﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔☆

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول۔ یفرحون باضلالھم الناس و بنسبۃ الناس ایاھم الی العلم و لیسوا باھل العلم ۔ خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انہیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔

جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہو گی یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ۔ اور جاہل کو ان میں سے کسی چیز کا بیان جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار۔

جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

رواہ الترمذی و صححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۹۶)

۴۲۴۹۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلّم: مَنْ أُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلَائِکَةُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

فتاوی رضویہ ۳۹۲/۷

۴۲۵۰۔ عن عبید الله بن ابی جعفر رضی الله تعالیٰ عنه مرسلا قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلّم: أَجْرَؤُکُمْ عَلَی الْفُتْیَا أَجْرَؤُکُمْ عَلَی النَّارِ۔

حضرت عبید اللہ بن ابی جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تم میں فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے۔ وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔

(فتاوی رضویہ ۹۴/۴)

۴۲۵۱۔ عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلّم: إِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا یَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، فَإِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسَاءَ جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا

۴۲۴۹۔ السنن لابی داؤد، العلم، ۵۱۵/۲ ☆ الفقیه والمتفقه للخطیب، ۱۵۵/۲

الحبائك فی الملائك، ۴۵ ☆ السنن لابن ماجة، المقدمة، ۶/۱

کنز العمال للمتقی، ۲۹۰۱۸، ۱۹۳/۱۰ ☆ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۱۲۶/۱

۴۲۵۰۔ کنز العمال للمتقی ۲۸۹۶۱، ۱۸۴/۱۰ ☆ کشف الخفا للعجلونی، ۵۱/۱

الجامع الصغیر للسیوطی، ۱۸/۱ ☆ مسند الدارمی، المقدمة، ۵۷/۱

۴۲۵۱۔ السنن لابن ماجة، مقدمة، ۶/۱ ☆ الجامع الصحیح للبخاری، العلم، ۲۰/۱

الصحیح لمسلم، العلم، ۳۴۰/۲ ☆ الجامع للترمذی، العلم، ۹۰/۲

المسند لاحمد بن حنبل، ۱۶۲/۲ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۱۱۴/۱

بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ علم دین لوگوں کے دلوں سے محو کر کے نہیں اٹھائیگا بلکہ علماء ہی اٹھا لئے جائیں گے، جب علماء باقی نہ رہیں گے تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ لہذا ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے تو وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (فتاویٰ رضویہ ۵۰۲/۴)

۴۲۵۲ ۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : حفظت عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم وعائين ،فامّا احدهما فبثثته واما الآخر فلو بثثته قطع هذاالبلعوم ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو طرح کے علم سیکھے۔ ایک تو وہ جس کو میں نے شائع کردیا۔ اور دوسرے کو اگر میں عام طور پر شائع کردوں تو میرا یہ حلق کاٹ دیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ۲۸۴/۳)

﴿۱۹۱﴾ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ ☆

جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

﴿۲۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود واجل مقاصد و مغز جملہ عبادات ہے۔

اقم الصلوٰۃ لذکری ۔ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔

وہ ہر حال میں مطلوب ہے۔

یذ کرو ن اللہ قیا ما و قعو دا وعلی جنو بھم۔(آل عمران ۔۱۹۱)
وہ کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذ کر اللہ فی کل احیانہ۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبھی اوقات میں خدا کا ذکر کیا کرتے۔

بلا تقیید اس کی تکثیر کا حکم۔

و اذ کر و اللہ کثیرا لعلکم تفلحو ن ۔ (الجمعۃ ۔ ۱۰)
اللہ کا ذکر زیادہ کروتا کہ فلاح پاؤ۔

اکثر واذ کرا للہ حتی یقو لوا انہ مجنو ن ۔
خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ کہیں کہ مجنون ہے۔

ذکر کے لئے انحاء کثیرہ ہیں، قلبی ولسانی، خفی وجلی۔ تلاوت وثناء، درود ودعاء، عبادات وطاعات، باوصف اطلاع بعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محل جنازہ مقام تفکر ہے کہ ذکر قلبی ہے۔ تفکر ساعۃ خیر من عبا دۃ الثقلین ۔ گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ولہذا افقہائے ذکر ذکر لسانی پر ترجیح دیے گئے ورنہ ذکر پر تفصیل محال ہوتی وذکر اللہ اکبر۔ (اور اللہ کا ذکر سب سے بڑھا ہوا ہے۔)

اس نحو ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، ولہذا افقہاء نے "ینبغی ان یطیل الصمت" طویل سکوت اختیار کرنا چاہئے، فرمایا۔ صدر اول میں غالبا یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے داہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون ہے، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول رہتا، اور اپنے لئے یہ وقت آنا، اور پھر اس وقت کیا ہوگا، کیسے گذرے گی، اپنے اعمال کی حالت کیا ہے، اس دھن میں مستغرق ہوتا۔ گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا۔ بلاشبہ اس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب و ہی صمت مطلق کہ سانس کے سوا اصلا آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور دور اول کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا، صمت محض بہتوں کو باعث پریشان خیالی ہوا، اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ۔ ان ارا دان یذ کر اللہ تعالیٰ یذ کرہ فی نفسہ۔
اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔

اقول: اس میں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہ کوئی شئی مطلوب نہیں کہ قول خیر عدم قول مطلق سے قطعاً افضل ہے، ولہذا ارشاد ہوا۔ ان لا یزال لسانك رطبا من ذکر اللہ۔ ہمیشہ تمہاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔

اگر شرائع نے اسے صوم میں رکھا تھا ہماری شریعت غرا نے اسے منسوخ فرمادیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے۔ ہماری شریعت میں وہ مکروہ ولازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد معین مقصود ہوکر مطلوب ہوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا۔ اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لئے مخل مقصود ہونے لگا، تحصیل اصل مقصود کے لئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں جہر سے اہل تفکر کا ذہن نہ ہٹے، جب زمانہ اور بدلا اور عامۃ الناس غالبا اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

النادر مستثنی و لا یفرد بحکم کما فی فتح القدیر و رد المحتار و غیر ھما۔

اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس و انفع للناس ہے، ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر وسماع کی طرف لاتا ہے، اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہوگئے کہ باوجود قرع وقوت قرع وتکرر بھی متاثر نہ ہوں گے، جہل وسوء ظن ہے۔ تو اب ذکر جہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے۔ جس سے منع عکس ونقیض مقصود شرع ہے۔ علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ اور امام عارف باللہ سید عبدالوھاب شعرانی قدس سرہ الربانی عھود محمدیہ میں فرماتے ہیں:

عالم محلہ یا فقرائے محلہ کے بزرگوں کو چاہئے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو اس کے ساتھ چلنے کے آداب سکھائیں کہ اس میں لغو باتیں نہ ہوں، کون حاکم ہوا، کون معزول ہوا، کون تاجر سفر سے آیا، کون گیا، اس طرح کی باتیں نہ ہوں۔ اس لئے کہ اس جگہ دنیا کی باتوں کا کوئی موقع نہیں۔ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے تھے: جب جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ جنازہ میں لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو انہیں حکم دینا چاہئے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی

علیہ وسلم پڑھیں کہ اسے پڑھنا اس کے ترک سے افضل ہے۔ اور کسی فقیہ کو بغیر نص یا اجماع کے اس سے منع نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کو شارع کی جانب سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا اذن عام ہے وہ جب چاہیں پڑھیں۔ الٰہی اس دل کے اندھے پن سے تعجب ہے جو اس طریقے کے عمل سے روکتا ہے، شاید جنازہ کے راستے میں کلمہ طیبہ پڑھنے کو باطل قرار دیکر حکام سے مال دنیا کی طمع رکھتا ہے جب کہ وہ راستے میں بھنگ بکتے دیکھتے تو بھنگ فروش سے اتنا کہنے کی زحمت نہ اٹھاتے کہ کام حرام ہے بلکہ میں نے ان میں ایسے فقیہ کو بھی دیکھا ہے جو بھنگ فروش کے مال سے اپنی پیش نمازی کی تنخواہ وصول کرتا ہے، تو خدا ہی سے عافیت کا سوال ہے اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

کتاب عھو والمشائخ امام شعرانی پھر حدیقہ مبارکہ میں ہے۔

ہم اپنے دوستوں کو کسی ایسی چیز سے روکنے کی اجازت نہ دیں گے جو مسلمانوں نے خدا کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کی ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں جیسا کہ بارہا اس کی تقریر اسی کتاب عھو میں گذر چکی ہے خصوصا وہ چیز جس کا تعلق رب تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو، جیسے لوگوں کا جنازہ کے سامنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا یا وہاں پر قرآن کی تلاوت کرنا اور اس طرح کی باتیں۔ اسے جو حرام کہے وہ شریعت کے فہم سے قاصر ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز جو عہد رسالت میں نہ رہی ہو وہ بری نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے ترجیح دی ہے کہ کلام صرف خلاف اولیٰ ہے۔

یہ جان لو کہ اگر اس کا دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ تمام اقوال مردود ہو جائیں گے جو انہوں نے اپنے پسند کردہ محاسن کے بارے میں استخراج فرمائے ہیں اور کوئی اس کا قائل کیوں ہوگا جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھلا رکھا ہے اور انہیں اجازت دی ہے کہ ایسے طریقے ایجاد کریں جن کو وہ اچھا جانیں اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں۔ یہ اجازت اس ارشاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے کہ جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس ایجاد کا ثواب اور آئندہ تمام عمل کرنے والوں کا ثواب ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں روکا جائے گا، اس وقت جنازہ میں اکثر لوگ

کے حالات کا جائزہ لو، انہیں دنیوی باتوں میں مشغول پاؤ گے، میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، دل اس سارے واقعے سے جو اسے درپیش ہے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسی کرنے والے بھی نظر آتے ہیں، جب ایک طرف یہ احوال ہوں اور دوسری طرف یہ کہ اس وقت کلمہ پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا تو عمل کیا ہو، ایسے وقت ہم اللہ عزوجل کے ذکر کو مقدم رکھیں گے، بلکہ ہر لغویات جنازہ کے اندر دنیا کی باتوں کی بہ نسبت اچھی ہے تو اگر جنازہ میں کوئی بلند آواز سے لا الہ الا اللہ پڑھے تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہمیں اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملی، اگر اللہ کا ذکر ممنوع ہوتا تو حدیث میں وارد بھی ہوتا تو اسے سمجھو کہ وہ چیز جس سے شارع علیہ السلام نے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں سکوت فرمایا ہے وہ آخر زمانہ میں ممنوع نہیں ہوسکتی۔ بالجملہ بجائے صمت اقامت جہر بالذکر تحصیل مقصود کے لئے تبدیل ذریعہ بمصلحت حالیہ ہے نہ کہ تفویت مقصود، جاہل وہ جو خموشی کو مقصود اصل جانے، مطلوب ذکر ہے۔ جب خموشی میں اور اب جہر بالذکر میں، خادم فقہ جانتا ہے کہ تحصیل مقصود کے لئے بعض مکروہات سے کراہت زائل ہو جاتی ہے۔ جیسے نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے اور خشوع یونہی ملتا ہے تو آنکھیں بند کرنا ہی اولیٰ ہے۔

درمختار میں ہے۔ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس کی ممانعت آئی ہے، لیکن اگر کمال خشوع کے لئے ہو تو مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ ایسا طریقہ کہ طبیعت کو منتشر کرنے والی چیزیں دیکھنے کے سبب خشوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ نہیں، بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ اولیٰ ہے۔ یہ کوئی بعید نہیں حلیہ و بحر۔ اھ

اقول۔ شاید تحقیق یہ ہے کہ خشوع فوت ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے کراہت زائل ہو جاتی ہے اور آنکھ بند کر لینے سے خشوع متحقق ہو جانے سے استحباب حاصل ہو جاتا ہے اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

تو یہاں یہ کہ ذکر اعظم مطلوبات سے تھا اور منع ایک وجہ بعید کے لئے کہ مقصود میں مخل نہ ہو۔ اور اب وہ ذریعہ بھی نہ رہا بلکہ منعکس ہوگیا۔ تو وہ منع اگرچہ تنزیہی باقی رہنا کس قدر فقاہت سے دور بلکہ عقل سے مہجور ہے۔ پھر ذکر کہ عرض عریض ہے۔ ذکر موت اور ذکر قبر و ذکر آخرت ذکر انبیاء و ذکر اولیاء علیہم افضل الصلوۃ والسلام سب ذکر الٰہی ہے۔ ہم نے اپنی

تعلیقات کتاب مستطاب " اذاقۃ الآثام" میں اس پر بارہ دلائل قائم کئے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور ان شعروں کو پڑھنا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا ثابت ہے، اگر چہ یہ اشعار ذکر الٰہی نہ ہوتے، مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیوں کر۔

فا نما بنیت المسا جد لذ کر اللہ و الصلوۃ ۔

کہ مسجدیں خدا کے ذکر اور نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں

اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کے لئے اہتمام ہوتا اور یہ محال ہے۔لا جرم اشعار حمد ونعت وثناء ودعا ووعظ وپند ذکر الٰہی ہیں اور غناوہ کہ ان سے جدا ہو، کہ غنا کو آیت کریمہ: و من النا س من یشتر ی لھو الحدیث ۔لوگوں میں کوئی ایسا ہے جولہو کی بات خریدتا ہے۔میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃ معلوم کہ حمد ونعت ودعاء ووعظ ہر گز لہو الحدیث نہیں، ولہذا جوہرہ ودر منتقی ورد المحتار میں ہے۔

ما نقل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمع الشعر لم یدل علی ابا حۃ الغنا ء و یجو ز حملہ علی الشعر المباح و المشتمل علی الحکمۃ و الو عظ ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شعر سننا جو منقول ہے اس سے غناء کی اباحت ثابت نہیں ہوتی ۔اسے ایسے شعر پر محمول کیا جاسکتا ہے جو جائز اور حکمت ونصیحت پر مشتمل ہو۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۱۵۱ تا ۱۵۷)

(۱۹۴) رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔☆

اے رب ہمارے اور دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کر بیشک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

﴿۲۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

واحدی نے بسیط میں اس آیت سے صرف وعدہ مراد لیا ہے اور وعید پر حمل کرنے سے

انکار کیا کہ اس میں تو تخلف جائز ہے۔ تفسیر کبیر میں فرمایا۔

جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیت مبارکہ سے استدلال کیا، پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کئے پھر کہا: اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہوئے کہا: یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدہ اولیاء پر محمول کر لیا جائے نہ کہ وعید اعداء پر۔ کیونکہ خلاف وعید عربوں کے یہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس حل کی انہیں کیا حاجت تھی کہ انتفاء شرعی جواز عقلی کے کچھ منافی نہیں

قائلان جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلف وعید صرف بحق مسلمیں جائز ہے نہ بحق کفار۔ عبارت حلیہ

الاشبہ ترجیح القول بجواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصتہ دون الکفار۔

مختار یہ کے خلف وعید کا قول مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کفار کے لئے۔

ابھی بحواللہ ردالمحتار گزری۔ مگر اس کی جگہ اور تحفہ پیش کروں، مختصر العقائد میں ہے۔

ملک اللہ کا ہے تمام لوگ اس کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں اپنے ارادہ کے مطابق کر سکتا ہے لیکن اس نے وعدہ فرمایا کسی کو گناہ کے بغیر عذاب نہیں دیگا۔ کسی مومن گناہ گار کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ اور اس سے وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے، اس طرح اس نے مومن گناہ گار کو کچھ وقت کے لئے اور کافر کو ہمیشہ کے لئے عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے۔ لیکن اگر کسی مومن کو معاف فرما دیتا ہے اور اسے عذاب نہیں دیتا تو یہ اس کا سراپا کرم و فضل ہے تو وعید کو ترک فرماتا ہے۔ رہا کفار کا معاملہ تو اس میں عفو نہیں، اگر چہ عفو و کرم فضل ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دیں لیکن میرا قول حق ہے الآیۃ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ فرمائے گا۔

روح البیان میں ہے۔

ان اللہ تعالیٰ لایغفر ان یشرک بہ فینجز وعیدہ فی حق المشرکین و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء فیجوز ان یخلف وعدہ فی حق المومنین۔

اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا ہے تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے

گی۔ اور اس سے نیچے کو معاف فرمادیتا ہے جس کو چاہے۔ تو اہل ایمان کے حق میں خلف وعید جائز ہوگی۔

سبحان اللہ اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماع اشاعرہ بلکہ جماہیر اہل سنت حق کفار میں بھی حاصل۔ و هو التحقيق يفعل الله ما يشاء و يحكم ما يريد۔

اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔

شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے۔

اتفقت الامة ان الله تعالى لا يعفو عن الكفر قطعا وان جاز عقلا ومنع بعضهم الجواز العقلي ايضا لانه مخالف لحكمة التفرقة بين من احسن غاية الاحسان ومن اساء غاية الاسائة وضعفه ظاهر۔

اس امت کا اتفاق ہے کہ کفر قطعا معاف نہیں کیا جائے گا اگر چہ اس کا عقلی جواز ہے، بعض نے تو عقلی کا بھی انکار کیا ہے کہ انتہائی نیکی کرنے والا اور انتہائی برائی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے کی حکمت کے خلاف ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے۔

اسی میں ہے۔

عند شرذمة لا يجوزون العفو فی الحكمة۔

ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکمت کے طور پر کفار سے معافی کو جائز نہیں کہتے۔

لاجرم بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ قائلین جواز جواز شرعی لیتے اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں۔ اب تم نے خلف، کے وہ معنی لئے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعا لازم کہ تمہارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذب الٰہی نہ صرف عقلا بلکہ شرعا بھی جائز ہوا جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

من دان بالوحدانية وصحة النبوة و نبوة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لكن جوز على الانبياء الكذب فيما اتوا به ادعى فی ذلك المصلحة بزعمه او لم يدعها فهو كافر بالاجماع۔

جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعی کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاجماع کافر ہے۔

سبحان اللہ حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا، جناب باری عزوجل کا جواز کذب ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر و مرتد نہ ہوگا۔ اب تو جانا کہ تم نے اپنی جہالت و وقاہت سے کفر و اسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذ اللہ ائمہ دین میں نزع ٹھہرادی۔ سبحان اللہ یہ فہم فقاہت، یہ دین و دیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت۔

و اللہ المستعان علی ما تصفون و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/ ۴۱۷ تا ۴۲۰)

سورۃ النساء ﴿۴﴾

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے

﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًاؕ وَسَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا۔☆

وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئیدم جاتا ہے کہ بھڑکتے دہرے(آتش کدے) میں جائیں گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غالبا ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے نہ ان سے اس کا اذن لیا جا سکتا ہے جب تو یہ امر (دعوت میت) حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔

مال غیر میں بے اذن غیر تصرف خود نا جائز ہے۔ قال تعالی ”لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل “اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔

خصوصا نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اسے ہے، نہ اس کے باپ، نہ اس کے وصی کو’لان الولایۃ للنظر لا للضرر علی الخصوص ۔ اس لئے کہ ولایت فائدے میں نظر کے لیے ہے نہ کہ معین طور پر ضرر کے لئے ۔

اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ رب العلمیں ۔ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں۔ تو سب وارث موجود و بالغ راضی ہوں۔

خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ و ہندیہ میں ہے: ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین وان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ وا ذلک من الترکۃ ۔

اگر فقراء کے لیے کھانا پکوائے تو اچھا ہے جب کہ سب ورثہ بالغ ہوں اور اگر کوئی وارث نابالغ ہو تو یہ ترکہ سے نہ کریں۔

نیز فتاوی قاضی خان میں ہے: ان اتخذ ولی المیت طعاما للفقراء کان حسنا الاان یکون فی الورثۃ صغیر فلا یتخذ ذلک من الترکۃ۔

ولی میت اگر فقراء کے لیے کھانا تیار کرائے تو اچھا ہے لیکن ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے یہ کام نہ کرے۔　(فتاوی رضویہ جدید ۹/۶۶۵)

﴿۱۱﴾ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۔☆

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر نری لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ارث جبری ہے کہ موت مورث پر ہر وارث خواہ مخواہ اپنے حصہ شرعی کا مالک ہوتا ہے، مانگے خواہ نہ مانگے، لے یا نہ لے، دینے کا عرف ہو یا نہ ہو، اگرچہ کتنی ہی مدت ترکہ کو گزر جائے کتنے ہی اشتراک در اشتراک کی نوبت آئے اصلا کوئی بات میراث ثابت کو ساقط نہ کرنے

گی، نہ کوئی عرف فرائض اللہ کو متغیر کر سکتا ہے یہاں تک کہ نہ مانگنا درکنار اگر وارث صراحۃ کہدے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اسکی ملک زائل نہ ہوگی۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۳۵۵)

میراث کا حق مقرر فرمودہ رب العزت ہے، جل جلالہ۔ یہ خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا بلکہ جبرا دلایا جائے گا اگر چہ وہ لاکھ کہتا رہے مجھے اپنی وراثت منظور نہیں، میں حصہ کا مالک نہیں بنتا، میں نے اپنا حق ساقط کیا۔ پھر دوسرا کیونکر ساقط کر سکتا ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۷/۳۲۵)

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے 'قال اللہ تعالی: یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین " ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: من فرعن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ " جو اپنے وارث کو میراث پہونچانے سے بھاگے گا اللہ تعالی جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۴۶۴)

غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقا شرک ہے۔ یا۔ خاص اس صورت میں کہ اس نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے کہ عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہاں شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے وہیں سچے دوست سے نفع کی امید اور پکے دشمن سے ضرر کا خوف ہوتا ہے۔ عالم کی خدمت، حاکم کی اطاعت اسی لئے کرتے ہیں کہ دینی دنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط، سانپ سے احتراز اسی لئے رکھتے ہیں کہ روحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۹/۶۹۱)

۴۲۵۳۔ **عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

۴۲۵۳۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۳/۳۱۵ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۵۱۲
کنز العمال للمتقی، ۲۸۳۷۰، ۱۰/۶۲ ☆ المصنف لابن ابی شیبۃ، ۷/۳۹۳

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔ (فتاوی رضویہ، حصہ دوم ۹/۳)

{۱۲} وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ☆

اور تمہاری بی بیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو اور اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں میت کی وصیت اور دین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حکم والا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وصیت نافذہ شرعیہ اگر چہ فی نفسہ واجب نہ ہو اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعد ادائے دین سے محدود ہے واجب الاتسلیم ہے۔ جس طرح وقف کہ واقف پر اسکی انشاء واجب نہیں اور بعد انشاء لازم و واجب العمل ہے، بلکہ نفس وقف درکنار شرائط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہیں "کما نصوا علیہ بشرائطہ" ورثہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور

دوسرے کے حق پر ظالم وستمگار۔ قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے موخر رکھا ہے"من بعد وصیة توصون بھا او دین" یہی آیت ثبوت ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرور فرض ہے اور وہ بنص قرآن تقدیم وصیت پر محول۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۱۴۵)

(۱۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۔ ☆

اے ایمان والو تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں "وعاشروھن بالمعروف ج" اس بات پر دلالت کرتا کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ۔ اس کی تفسیر ان احادیث میں ہے۔ مرتب)

۴۲۵۴۔ عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ۔

۴۲۵۴۔ الجامع للترمذی، باب حق المرأة علی الزوج ۱/۱۳۸
المسند لاحمد بن حنبل، ۲/۲۵۰ ☆ السنن للدارمی، ۲/۳۲۳
المستدرك للحاكم ۱/۳ ☆ المعجم الصغیر للطبرانی، ۱/۲۱۸
موارد الظمئان للهیثمی، ۱۳۱۱ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۵/۳۰۳
المطالب العالیة لابن حجر، ۲۰۴۱ ☆ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۴۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کامل وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو، اور تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں سے اچھے طریقے پر پیش آئے۔

۴۲۵۵۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر سلوک کرے۔ اور میں اپنے اہل پر تم میں بہتر ہوں۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم، یہاں تک کہ حدیث میں آیا۔ کہ اگر کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے۔ مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ انکے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور انکی بدخوئی پر صبر اور انکی دلجوئی اور جن چیزوں میں مخالفت شرع نہیں انکی مراعات شارع کو پسند ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق ان پر مقرر فرمائے انکے حق بھی مردوں پر مقرر فرمائے۔ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف، از آنجملہ کھلانے پہنانے وغیرہما امور

۴۲۵۵۔ السنن لابن ماجہ، باب حسن معاشرۃ النساء ۱/۱۴۳

السنن للدارمی، ۲/۱۵۹ ☆ السنن الکبری للبیہقی، ۷/۴۶۸

موارد الظمآن للہیثمی، ۱۳۱۲ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی ۴/۳۰۳

المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۹/۳۶۳ ☆ مشکل الآثار للطحاوی، ۳/۲۱۱

السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی، ۴۶۲ ☆ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۵/۳۵۵

الطبقات الکبری لابن سعد، ۸/۱۴۱ ☆ کنز العمال للمتقی، ۴۴۹۴۱، ۱۶/۳۷۱

اختیار یہ میں چند بیویوں کو برابر رکھنا واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر فرق کریگا قیامت کے دن ایک طرف جھکا اٹھیگا۔

(فتاوی رضویہ ۵/۵۷۱)

۴۲۵۶۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم : اِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ ،لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلیٰ طَرِيْقَةٍ، فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا ،وَبِهَا عِوَجٌ ،وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا ،وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ ہرگز کسی طرح تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے تو نفع حاصل کر لے۔ اور اگر سیدہی کرنے کی کوشش کی تو تو اسکو (سیدھا نہیں کر سکے گا بلکہ) توڑ دیگا۔ اور اسکو توڑنا طلاق دینا ہے۔

(فتاوی رضویہ ۵/۵۷۱)

۴۲۵۷۔ عن أياس بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم :لَقَدْطَافَ بَآلِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ،لَيْسَ أُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ ۔

حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آج کی رات بہت سی عورتوں نے ہماری بارگاہ اقدس کا طواف کیا۔ وہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں۔ وہ تم میں کے بہتر لوگ نہیں جو عورتوں کو ایذا دیتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹/۷۹)

(۲۰) وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ لا وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰ

۴۲۵۶۔ الصحيح لمسلم، باب الوصية بالنساء، ۱/۴۷۵
اتحاف السادة للزبيدی، ۵/۳۶۰ ☆ المسند للحميدی، ۱۱۶۸

۴۲۵۷۔ السنن الكبریٰ للبيهقی ۶۶/۴

هُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ☆

اور اگر تم ایک بی بی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا اسے واپس لوگے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شرع شریف میں مہر کی جانب اقل معین ہے یعنی دس درہم، لیکن جانب اکثر کی کوئی حد نہیں جو باندھا جائے گا دینا لازم آئے گا۔ (آیت **"و آتیتم احد ھن قنطا را"** اس پر دال ہے۔ مرتب) (فتاوی رضویہ قدیم ۵/۴۸۰)

﴿۲۳﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ☆

حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری مائیں جنھوں نے دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو تو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں، اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی نواسی بھی اسی حکم حرمت میں داخل اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی

نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں، تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ بھی حلال ٹھہریگی، لقولہ تعالی: "احل لکم ما وراء ذلکم"

لا جرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انہیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنا۔

معالم التنزیل میں ہے: یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلت۔

تفسیر کبیر میں ہے: النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک۔ النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام اھ ملتقطا۔

تفسیر بیضاوی وتفسیر ارشاد العقل میں ہے: بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربی والبعدی۔

تفسیر جلالین میں ہے: وبنت الاخ وبنت الاخت ویدخل فیھن اولادھم۔

فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے: شملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل۔

ملتقی الابحر میں ہے: تحرم علی الرجل اختہ وبنتھا وبنت اخیہ وان سفلتا۔

نقایہ میں ہے: حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القرب۔

شرح وقایہ میں ہے: وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت فیحرم جمیع ھولاء۔

اصلاح میں ہے: حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ وفرعھا وفرع اخیہ۔

درر میں ہے: واختہ وبنتھا وان سفلت۔

فتح القدیر میں ہے: یدخل فی بنات الاخ والاخت بناتھن وان سفلن۔

اختیار شرح مختار وخزانۃ المفتین میں ہے: وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھو لاء محرمات بنص الکتاب نکاحا ووطأ ودواعیہ علی التابید۔

فتاوی قاضی خان وغیرہا میں ہے: وبنات الاخوات وان سفلن۔

محیط سرخسی وفتاوے عالمگیری میں ہے: و کذا بنات الاخ والاخت وان سفلن۔

انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے: المحرمات علی التابید بالنسب الامهات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوة والاخوات وان سفلت۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۲۷۴۔۲۷۵)

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے، وطی کی شرط نہیں "قال تعالیٰ: وامهت نسائکم" اور وطی ہو تو بدرجہ اولے، نکاح ہو تو بالاجماع اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک۔ اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو "قال تعالی وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بهن فان لم تکونوا دخلتم بهن فلا جناح علیکم" ہاں اگر وطی ہو تو تحریم آئیگی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۳۱۴)

اس آیت کریمہ "وربائبکم التی الایة" میں زن مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف "التی فی حجورکم" یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرط حرمت نہیں، مثلا زید کسی پچپن سال کی عمر والی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چاردہ سالہ ہو جسے گود میں پانا درکنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر ودختر دونوں کو تصرف میں لائے "لا اله الا الله" یہ ہرگز شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں، اسی طرح وصف "نسائکم" یعنی ان مدخولات کا زوجہ ومنکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں، کیا لیلے وسلمے ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے، مادر ودختر دونوں ایک کے پلنگ پر، عیاذاً باللہ۔ یہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے حالانکہ ہرگز کنیزیں "نسائکم" میں داخل نہ ان کی بیٹیوں پر "ربائبکم" صادق، غالبا ان حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں، تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمہ آیت "فان لم تکونوا دخلتم بهن" تحریم دختر کے لیے کافی نہیں یونہی شرط وضروری بھی نہیں، یعنی نہ

وہ علت ہے نہ جزء علت، اب آیہ کریمہ میں نہ رہا مگر "التی دخلتم بھن" یعنی ان عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی۔ معلوم ہوا صرف اسی قدر علت تحریم ہے اور یہ قطعا مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لا جرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی۔ نظیر اس کی اسی بیان محرمات میں "قولہ عز شانہ: وحلا ئل ابنا ئکم الذین من اصلا بکم" ہے، حرام کی گئیں تم پر تمہارے ان بیٹوں کی جوروئیں جو تمہاری پشت سے ہیں کہ جس طرح "الذین من اصلا بکم" یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنیٰ کے لئے ہے نہ اخراج نبیرہ وبنسہ کے واسطے یونہی وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں، بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجیے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عموم تحریم صحیح نہ رہیگا کہ بیٹے کی کنیز مطلقا حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو، یہی حال "وامھت نسائکم" کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں، یہاں بھی وصف زوجیت قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام بعینہ اسی دلیل سے "ولا تنکحوا ما نکح آبائو کم من النساء" میں اگر نکاح بمعنی عقد لیجیے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجیے تو وہ ہمارا عین مذہب۔ بالجملہ ان سب مواضع میں مطمح نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگر چہ بلا نکاح وبس، اب "دخلتم بھن" میں مولی عزوجل نے دخول حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعی تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم۔ کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالت حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی اس کی بیٹی اس پر حرام نہ ہوئی؟ قطعا اجماعا حرام ہوئی حالانکہ یہ دخول حرام تھا، بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول عورت ہی کو اس کے لئے حلال نہیں کہہ سکتے اور اس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر موطوہ ہو جاتی ہے۔ مثلا ایک کنیز دو مولی میں مشترک ہے، ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دختر کنیز اس پر حرام ہو جائے گی، یوہیں اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کافرہ غیر کتابیہ یا اپنی اس عورت سے مجامعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کر دیتی ہیں حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول: ان مسائل سے مسئلہ زن مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود

قرآن عظیم دلیل شافی، ظہار بنص قرآن مجید نکاح نہیں، تو زن مظاہرہ بلاشبہ ”نسائکم“ میں داخل اور بعد وطی ” دخلتم بھن “ بھی حاصل تو قطعا اس کی دختر کو حکم حرمت شامل۔ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کرلیا بعدہ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کرلے؟ حاش للہ۔ یہ شریعت محمد رسول اللہ نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حالانکہ بعد ظہار عورت بنص قرآن اس پر حرام ہوگئی اور جب تک کفارہ نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا، تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم، بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح، اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبد اللہ بن مسعود وحضرت عالم القرآن عبد اللہ بن عباس وحضرت اقرء الصحابہ ابی بن کعب وحضرت عمران بن حصین وحضرت جابر بن عبد اللہ وحضرت مفتیہ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین وجماہیر ائمہ تابعین مثل حضرت امام حسن بصری وافضل التابعین سعید بن المسیب وامام اجل ابراہیم نخعی وامام عامر شعبی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح وامام حنبل وامام اسحق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام امالک بن انس کا ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اقول: مع ہذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف۔

قال قائلھم:

التارکین علی طھر نساء ھم　والناکحین بشطی دجلۃ البقرا

وقال آخر:

کبکر تحب لذید النکاح　وتھرب من صولۃ الناکح

تو کریمہ ”لا تنکحوا ما نکح اٰبائکم“ میں لا اقل محتمل تو ضرور اور امر فرج میں شرعا احتیاط واجب تو جانب تحریم ہی غالب بلکہ اصل فرج میں حرمت ہے۔ تو جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا، پھر مصاہرت میں فرق نہیں تو نفس جماع ہی اگرچہ بروجہ حرام بلا نکاح ہو علت تحریم رہیگا۔ ولعلک ان رجعت الی کلما تھم دریت ان تقریر

الدلیل علی هذا الوجه احسن مما قیل اذ لا یرد علیه ما افاده فی الفتح بل هو اصح عندی من الکلام الاول ایضا کما یرشدك الیه ما ذکرته ههنا علی هامشه وبالله التوفیق۔

مخالف کے پاس اس کی حلت پر کوئی دلیل نہیں مگر حدیث "لا یحرم الحرام الحلال" "حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ مگر یہ حدیث جس طرح مخالف کی دلیل ہو سکے سخت ضعیف وساقط ونا قابل احتجاج ہے۔ بیہقی باآنکہ انتصار شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کر کے تضعیف کردی" کما فی التیسیر شرح الجامع الصغیر۔

اقول: دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المومنین خود قائل حرمت ہیں، کما تقدم۔ اگر خاص اس باب میں خود ارشاد اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنے ہوتیں تو خلاف کے کیا معنی تھے، لاجرم امام احمد نے فرمایا: نہ وہ ارشاد اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، نہ اثر ام المومنین بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے، کما فی الفتح۔

روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں عثمان بن عبد الرحمن وقاصی ہے، سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا۔

امام بخاری نے فرمایا: ترکوہ، محدثین نے اسے متروک کردیا۔

امام ابوداؤد نے فرمایا: لیس بشئی، کوئی چیز نہیں۔

امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف بتایا۔

نسائی ودارقطنی نے کہا متروک ہے، حتی کہ امام یحیی بن معین نے فرمایا: یکذب جھوٹ بولتا ہے۔

اقول: یہی عثمان حدیث ام المومنین صدیقہ کا بھی راوی ہے۔ روایت ابن حبان کتاب الضعفا میں یوں ہے۔ "حدثنا الحسن بن سفین نا اسحق بن بهلول نا عبد الله بن نافع نا المغیرة بن اسمعیل بن ایوب بن سلمة عن عثمان بن عبد الرحمن عن ابن شهاب الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت سئل رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم عن الرجل یتبع المرأة حراما اینکح ابنتها او یتبع الابنة

حراما اینکح امها فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یحرم الحرام الحلال، انما یحرم ما کان بنکاح حلال۔

ابن حبان نے اسے روایت کر کے کہا: عثمٰن عبد الرحمٰن ھو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعۃ لا یجوز الاحتجاج بہ "یہ عثمان بن عبدالرحمٰن وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کردیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں آئی "حدثنا یحیی ابن معلی بن منصور ثنا اسحٰق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: لا یحرم الحرام الحلال۔

اولا: اس میں اسحٰق بن ابی فروہ متکلم فیہ ہیں، امام عبدالحق نے احکام میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا: فی اسنادہ اسحق ابن ابی فروۃ وھو متروک "اس کی سند میں اسحٰق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے۔ نقلہ عنہ المحقق فی الفتح۔

امام ابوالفرج نے علل متناہیہ میں فرمایا: "قد رواہ اسحق بن محمد الفروی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یحرم الحرام الحلال، قال یحیی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ۔

یعنی یہ حدیث اسحاق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ امام یحیی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا: محدثین کے نزدیک متروک ہے انتہی۔

واناا قول: وباللہ التوفیق، سبحان من لا ینسی، حافظین جلیلین عبدالحق وابی الفرج کو التباس واقع ہوا، اسحٰق بن ابی فروہ خواہ اسحٰق فروی دو ہیں، ایک اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر وتلمیذ امام زہری رجال ابوداود وترمذی وابن ماجہ سے، یہی متروک ہے، اسی کو امام بخاری نے "ترکوہ" فرمایا "کما فی تذھیب التھذیب ومیزان الاعتدال وغیرھما"

تہذیب التہذیب میں ہے: قال ابوزرعۃ وجماعۃ: متروک۔ امام ابوزرعہ اور ایک جماعت ائمہ نے فرمایا متروک ہے، میزان میں ہے: لم ار احدا مشاہ وقال ابن معین

وغیرہ لا یکتب حدیثہ" میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اسے رواں کیا یعنی اس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو، امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا: اس کی حدیث لکھی تک نہ جائے۔

دونوں کتابوں میں ہے: نھی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراھیم الجوز جانی سمعت احمد بن حنبل یقول: لا تحل الروایۃ عندی عن اسحق بن ابی فروۃ "امام احمد نے اس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا، ابراہیم جوزجانی نے کہا: میں نے امام احمد کو فرماتے سنا کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی فروہ سے روایت حلال نہیں۔

امام ترمذی نے "ابواب الفرائض باب ما جاء فی ابطال میراث القاتل" میں حدیث "القاتل لا یرث بطریق اسحق ابن عبد اللہ عن الزھری عن حمیدبن عبد الرحمن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ" روایت کر کے فرمایا: "ھذا حدیث لا یصح اسحق بن عبد اللہ بن ابی فروۃ قد ترکہ بعض اھل العلم منھم احمد بن حنبل۔

ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث "الصبحۃ تمنع الرزق بطریق اسمعیل بن ابی عیاش عن ابن ابی فروۃ عن محمد بن یوسف عن عمرو بن عثمن بن عفان عن ابیہ رضی اللہ تعالی عنہ" روایت کر کے کہا: لا یصح ابن ابی فروۃ متروک۔ امام خاتم الحفاظ نے اللآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح نہ کی۔ غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے ۱۳۶ھ میں انتقال کیا "قالہ ابن ابی فدیک ۱۴۴ھ میں کما قالہ ابن سعد وغیر واحد وھو الصحیح کما فی تذھیب التھذیب۔

اول یحیی بن معلی نے کہ طبقہ حادیہ عشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا۔

دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحاق بن محمد بن اسمعیل بن عبد اللہ بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں، ان کے تلامذہ سے ہیں، رجال بخاری و ترمذی و ابن ماجہ سے، امام بخاری کے استاذ ہیں ۲۲۶ھ میں انتقال کیا، یہ ہرگز متروک نہیں، امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی، تو وہ ان کی نسبت "ترکوہ" کیونکر فرماتے۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا اور ابوحاتم وغیرہ نے صدوق کہا۔ البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں، امام نسائی نے کہا: ثقہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا: ضعیف ہیں۔ ائمہ محدثین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں

معترض ہیں۔ امام ابوحاتم نے کہا: مضطرب الحدیث ہیں، آنکھیں جانے کے بعد بارہا ہوتا کہ جیسا کوئی سکھا دیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے۔

عقیلی نے کہا: امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر ان کا کوئی متابع نہیں۔ امام ابوداؤد نے سخت ضعیف کہا۔ امام الشان نے فرمایا آنکھیں جا کر حفظ خراب ہوگیا تھا۔ امام عبدالعظیم منذری کی ترغیب میں ہے "اسحق بن محمد بن اسمعیل بن ابی فروۃ الفروی صدوق روی عنه البخاری فی صحیحه وقال ابو حاتم وغیرہ صدوق وذکرہ ابن حبان فی الثقات ووھاہ ابو داود وقال النسائی لیس بثقة۔

میزان الاعتدال میں ہے: ھو صدوق فی الجملة صاحب حدیث قال ابو حاتم صدوق ذھبت بصرہ فربما لقن وکتبه صحیحة وقال مرۃ مضطرب وقال العقیلی جاء عن مالك باحادیث کثیرۃ لا یتابع علیها وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال النسائی لیس بثقة وقال الدار قطنی لا یترك وقال ایضا ضعیف قد روی عنه البخاری ویو بخونه علی ھذا وکذا ذکرہ ابو داود ووھاہ جدا۔

تقریب میں ہے: صدوق کف فساء حفظه۔

تذہیب التہذیب میں ہے: قال البخاری مات سنة ۲۶۔

بر ظاہر کہ اس حدیث کے روای یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک۔ بہر حال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے۔

ثانیاً اقول: دوسرا محل کلام اسحٰق مذکور کے شیخ عبداللہ میں ہے، ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے، امام ترمذی نے باب "فیمن یستیقظ ویری بللا ولا یذکر احتلاما" میں ایک حدیث ان سے روایت کر کے فرمایا: عبد الله ضعفه یحیی بن سعید من قبل حفظه فی الحدیث۔ عبداللہ کو امام یحیٰی بن سعید قطان نے نقصان حافظہ کی رو سے حدیث میں ضعیف بتایا۔

اسی کے "ابواب الصلاۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل" میں ہے: عبد الله بن عمر العمری لیس بالقوی عند اھل الحدیث" وہ محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں، امام نسائی نے کہا قوی نہیں۔ امام علی بن المدینی نے کہا ضعیف ہیں۔ ابن

حبان نے کہا "کان ممن غلب علیه الصلاح والعبادة حتی غفل عن حفظ الاخبار وجودة الحفظ للآثار فلما فحش خطؤه استحق الترك"

صلاح وعبادت نے ان پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظ احادیث سے غافل ہوئے، حدیثیں خوب یاد نہ رہیں، جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہو گئے۔ امام احمد و یحیی سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قول فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا ضعیف عابد۔

ثالثا اقول:۔ اس حدیث سے جواب کو وہی آیہ کریمہ و مسئلہ زن مظاہرہ کافی، ظہار میں جماع حرام تھا پھر اس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کر دیا۔

رابعا: یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابل ذکر ہے تو یہی اگر اس کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اس حدیث متروک و ساقط کی طرح نہیں، صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، یہ اپنے ظاہر پر تو یقیناً صحیح نہیں، کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈالدیں تو اسے حرام نہ کر دینگے۔

اقول: کیا اگر کوئی زنا سے جنب ہو تو اسے نماز و قراءت قرآن و دخول مسجد و طواف کعبہ کہ حلال تھے حرام نہ ہو جائیں گے؟ کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو اس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعت مال حرام تھا اور مال غیر کے ساتھ ظلماً حرام در حرام اس حلال جانور کو حرام نہ کر دیگا؟ کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ہفتہ میں تین طلاقیں دے خصوصاً ایام حیض میں تو اس فعل حرام در حرام سے وہ زن حلال اس پر حرام نہ ہو جائے گی؟ صدہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کر دیتا ہے۔ تو یہ اطلاق کیونکر مراد ہو سکتا ہے۔ لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

اقول: یعنی بول و شراب نے جو آب و گلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس جہت سے کہ یہ نجس تھے اس سے ملکر اسے بھی نجس کر دیا، اب اس کی نجاست باعث حرمت ہوئی، اور اگر کوئی چیز طاہر حرام کسی حلال میں ایسی مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ حلال خود حرام ہو گیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لئے ناجائز کہ بوجہ اختلا ط اس کا تناول تناول حرام سے خالی نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہو سکے اور جدا کر لیں تو حلال

بدستور اپنی حلت پر ہو کما لا یخفی۔ یونہی زنا نے نماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں کیا دخل، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ فرج مشتہی میں ایلاج مشتہی ہے، وقس علی ذلک البواقی۔

اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں۔ یہاں بھی عورت سے زنا کرنے دختر زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں بھی دخل نہیں بلکہ اسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی واد خال ہے، تو" دخلتم بھن" صادق آیا اور دختر موطوءہ کی حرمت لایا، تو اس حدیث ضعیف میں بھی مخالف کے لئے اصلا حجت نہیں وللہ الحمد۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں از انجملہ "قال رجل یا رسول اللہ انی زنیت بامراۃ فی الجاهلیة افا نكح ابنتها قال لا اری ذلك ولا یصح ان تنكح امراۃ تطلع من ابنتها علی ما تطلع علیه منها" ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا، کیا اس کی بیٹی سے نکاح کرلوں؟ فرمایا: میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اسکی ماں سے مطلع تھا۔

اقول: نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایہ سمعانیہ میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:" من نظر الی فرج امراۃ بشهوۃ حرمت علیه امها و بنتها" جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائیں۔ دوسری حدیث میں ہے۔"ملعون من نظر الی فرج امراۃ و بنتها" ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی "من نظر الی فرج امراۃ و بنتها لم ینظر اللہ الیه یوم القیمة" جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالی روز قیامت اس پر نظر رحمت نہ کرے۔

نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے "فی الذی یزنی بام امراته قال حرمتا الیه" یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہو گئیں واللہ تعالی اعلم۔

اس حرمت کے پیدا ہونے سے مرد وزن کو جدا ہو جانا اور اس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کر دینا فرض ہو جاتا ہے۔ مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہو جاتا یہاں تک کہ شوہر جب تک متارکہ نہ کرے اور بعد متارکہ عدت نہ گزرے عورت کو روا نہیں کہ دوسرے سے نکاح کر لے۔ اور قبل متارکہ شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے ولہذا اس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے۔ ایسے نکاح کے ازالہ کو جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متارکہ کہلاتے ہیں اگر چہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ ان سے عدد طلاق کم نہیں ہوتا۔

درمختار میں ہے۔ بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة والوطوبها لا يكون زنا"

ردالمحتار میں ہے۔"قال في الذخيرة ذكر محمد في نكاح الاصل ان النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد حتى لو وطئها الزوج قبل التفريق لا يجب عليه الحد اشتبه عليه او لم يشتبه عليه۔"

اسی میں ہے"قال في الحاوي الوطؤ فيها لا يكون زنا لانه مختلف فيه وعليه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة ولا حد عليه ويثبت النسب"

اسی میں ہے"في البزازية المتاركة في الفاسد بعد الدخول لا تكون الا بالقول كخليت سبيلك او تركتك ومجرد انكار النكاح لا يكون متاركة اما لو انكر وقال ايضا اذهبي و تزوجي كان متاركة والطلاق فيه متاركة لكن لا ينقص به عدد الطلاق۔"

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور پر ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دونوں کی وارث ہے، ماں کی وارث تو ظاہر کہ اولاد زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے" كما نصوا عليه والمسألة في الدر وغيره "اور باپ کی وارث یوں کہ ابھی منقول ہو چکا کہ ایسی حالت کی اولاد ولد الزنا نہیں صحیح النسب ہے، ہاں زن وشوہر آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہونگے۔ والله سبحنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۴۶/۵ تا ۲۵۲)

لا تنکح المراۃ علی عمتها ولا علی خالتها ۔" یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔ مع ہذا وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ" وان تجمعوا بین الاختین " کی تفسیر ہے۔ کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے، علاوہ بریں کریمہ "واحل لکم ما وراء ذلکم " عام مخصوص منہ البعض ہے۔" قال اللہ تعالی :ولاتنکحوا المشرکت حتی یومن ولا مۃ مو منۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم " حدیث "کلامی لا ینسخ کلام اللہ "محض بے اصل ہے خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۵/۱۸۵)

۴۲۵۸۔ **عن** أبی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :لَا أُلْفِیَنَّ أَحَدَکُمْ مُتَّکِئاً عَلیٰ أَرِیْکَتِہٖ یَاتِیْہِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِہٖ أَوْ نَھِیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ:لَا أَدْرِیْ مَا وَجَدْ نَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۱۹)

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کو نہ پاؤں مسہری پر تکیہ لگا کر یہ کہتے ہوئے حالانکہ اسکے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا، یا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہونچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے، جو قرآن کریم میں پائینگے ہم اسکی پیروی کریں گے۔ ۱۲م

۴۲۵۸۔ الجامع للترمذی، العلم، ۲/۹۱ ☆ السنن لابی داؤد، السنۃ، ۲/۶۳۵
السنن لابن ماجہ، المقدمۃ، ۱/۳ ☆ المسند للشافعی، ۱۵۰
المسند لاحمد بن حنبل، ۲/۳۶۷ ☆ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۴/۲۰۹
المسند للحمیدی، ۵۵۱ ☆ التمہید لابن عبدالبر، ۱/۱۵۱
دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱/۲۴ ☆ المستدرک للحاکم، ۱/۱۰۸
الدر المنثور للسیوطی، ۲/۱۷ ☆ شرح السنۃ للبغوی، ۱/۲۰۱
کنز العمال لعلی المتقی، ۸۷۹، ۱/۱۷۴ ☆ جامع العلم لابن عبد البر، ۲/۱۸۹
المعجم الکبیر للطبرانی، ۱/۲۹۵ ☆

۴۲۵۹۔ عن المقداد بن معدی کرب الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلَا اِنِّی اُوْتِیْتُ الْکِتَابَ وَ مِثْلَهٗ مَعَهٗ۔ اَلَا یُوْشَكُ رَجُلٌ یَنْثَنِیْ شَبْعَاناً عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَقُوْلُ: عَلَیْکُمْ بِالْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَ مَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ، اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمْ لَحْمُ الْحِمَارِ الْاَهْلِیِّ وَ لَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، اَلَا وَ لَا لُقْطَةٌ مِنْ مَالِ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ یَّسْتَغْنِیَ عَنْهَا صَاحِبُهَا، وَ مَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَیْهِمْ اَنْ یَقْرُوْهُمْ، فَاِنْ لَمْ یَقْرُوْهُمْ فَلَهُمْ اَنْ یُعْقِبُوْهُمْ وَ زَادَ بَعْضٌ۔ وَ اِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔

(فتاوی رضویہ ۹/۱۱۹)

حضرت مقداد بن معدی کرب کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خبردار! بیشک مجھے قرآن کریم دیا گیا اور اسکے مثل بھی (یعنی حدیث شریف) خبردار! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسہری پر تکیہ لگا کر کہے: صرف قرآن کو تھام لو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا حرام فرمایا ہوا، دیکھو! نہ تمہارے لئے پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کیلے والا درندہ جانور، اور نہ ذمی کافر کی گمشدہ چیز۔ ہاں جب اس چیز کا مالک اس سے لاپرواہ ہو جائے، اور سنو! جو کسی کے پاس مہمان بن کر جائے تو ان پر اسکی مہمانی لازم ہے۔ اگر مہمانداری نہ کریں تو وہ اپنی مہمانی کی مقدار ان سے وصول کرے۔ ۱۲م

۴۲۶۰۔ عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَیَحْسِبُ اَحَدُکُمْ مُتَّکِئاً عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ یُحَرِّمْ شَیْئاً اِلَّا مَا فِیْ هٰذَا الْقُرْآنِ۔ اَلَا اِنِّیْ وَ اللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَ وَعَظْتُ وَ نَهَیْتُ عَنْ اَشْیَاءَ اِنَّهَا کَمِثْلِ الْقُرْآنِ اَوْ اَکْثَرَ۔ (فتاوی رضویہ ۹/۱۱۹)

۴۲۵۹۔ السنن لابی داؤد، السنۃ، ۲/۶۳۲ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۴/۱۳۱

۴۲۶۰۔ السنن لابی داؤد، السنۃ، ۲/۴۳۲ ☆

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں کوئی اپنے تخت پر تکیہ لگائے گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بس یہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں لکھی ہیں، سن لو! خدا کی قسم! میں نے حکم دئے اور نصیحتیں فرمائیں اور بہت چیزوں سے منع فرمایا کہ وہ قرآن کی حرام فرمائی اشیاء کے برابر بلکہ بیشتر ہیں۔

۴۲۶۱۔ عن علقمة عن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما قال: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ الْمُوتَشِمَاتِ وَ الْمُتَنَمِّصَاتِ وَ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ اِمْرَأَةً من بني أسد يقال لها أم يعقوب فجاء ت فقالت :إنه بلغني أنك لعنت كيت و كيت فقال: و مالي لا ألعن من لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و من هو في كتاب الله فقالت : لقد قرأت ما بين اللوحين فما وجدت فيه ما تقول، قال: لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه ، أما قرأت "وَ مَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" قالت :بلى ، قال : فإنه قد نهى عنه ، قالت : فإني أرى أهلك يفعلونه ، قال : فاذهبي و انظري ، فذهبت و نظرت فلم ترمن حاجتها شيئا فقال: لو كانت كذلك ماجا معتها ۔ (فتاوی رضویہ حصہ اول ۱۲۲/۹)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت بدن گودنیوالیوں اور گدوانے والیوں پر، منہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اور اللہ تعالیٰ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔ یہ سن کر ایک بی بی اسدیہ جنکی کنیت ام یعقوب تھی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں، عرض کی: میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر

۴۲۶۱۔ الجامع الصحيح للبخاري، التفسير، ۷۲۵/۲ ☆ الصحيح لمسلم، اللباس، ۲۰۴/۲
الجامع للترمذي، الادب، ۲۰۸/۱ ☆ السنن لابن ماجه، النكاح، ۱۴۴/۱
المسند لاحمد بن حنبل، ۴۳۴/۱ ☆ السنن للنسائي، الزينة، ۲۳۸/۲
السنن لابي داؤد، الترجل، ۵۷۴/۲ ☆

لعنت فرمائی ہے، فرمایا: مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔ ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اسکا ذکر نہ پایا۔ فرمایا: تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو یہ آیت ضرور پڑھی ہوتی۔ کیا تم نے نہ پڑھا کہ "جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔ کہنے لگیں: میں نے تو آپ کی اہلیہ کو بھی اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ فرمایا: جاؤ، اور دیکھو۔ وہ گئیں اور دیکھا تو انکے مطلب کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔ آپ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتیں تو میں کبھی انکو اپنے پاس نہ رکھتا۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

منکر حدیث دیکھے! کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ہے۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں، کبار تابعین و ثقات صالحات سے ہونے میں تو کلام نہیں، اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ معلوم ہوتی ہیں۔ بہرحال انکی فضیلت وصلاح قبول حق پر باعث ہوئی۔ سمجھ لیں اور اسکے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتیں۔ ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہیئے۔

ع ولا مردانگی زیں زن بیاموز

ولکن الهداية لن تنالا ۔ بلا فضل من المولی تعالیٰ

ایک بار عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو! میں قرآن سے جواب دوں گا۔ کسی نے سوال کیا احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم ۔ مَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اللہ عزوجل نے تو فرمایا: کہ ارشاد رسول پر عمل کرو۔

وحدثنا سفيان بن عيينة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن خراش عن حذيفة بن اليمان عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ

بَعْدِی أَبِی بَکْرٍ وَّ عُمَرَ ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہونچی کہ حضور نے فرمایا: ان دو کی پیروی کر جو میرے جانشین ہونگے، ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ‘‘ و

حدثنا سفیان بن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شھاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ أمر بقتل المحرم الزنبور ۔

یعنی ہمیں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پہونچی کہ انہوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا۔ ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان ۔

(فتاوی رضویہ حصہ اول ۱۲۲/۹)

خود رب العزہ تبارک وتعالی قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے۔ ” ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ “ کافر حرام نہیں جانتے ان چیزوں کو جنہیں اللہ اور اللہ کے رسول نے حرام کیا۔ (فتاوی رضویہ قدیم ۱۸۵/۵)

(۲۹) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ☆

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں یاایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل “ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بغیر مرضی کسی مسلمان کا مال لینا درست نہیں، مزید وضاحت اس حدیث میں ہے۔ مرتب)

۴۲۶۲ ۔ عن أبی حمید الساعدی رضی اللہ تعالی عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لا یحل لمسلم ان یا خذ عصا اخیہ بغیر طیب نفس منہ ۔

۴۲۶۲ ۔ الصحیح لابن حبان ۱۱۶۶ ☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۱۷۱/۴
الترغیب والترھیب للمنذری، ۱۷/۳ ☆

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اس کی مرضی کے لے۔ (فتاوی رضویہ،۵/۱۳۵)

(۳۴) اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ☆

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کئے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں، خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں عورت پر شوہر کی بڑائی اور اس کے عظیم حقوق کا ذکر ہے، ساتھ ہی عورت کے حق کو بھی بیان فرمایا ہے، مزید وضاحت وتفسیر میں ان احادیث کو ملاحظہ کیجئے۔ مرتب)

۴۲۶۳۔ عن أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: جاءت امرأة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقالت: یا رسول اللہ! اخبرنی ماحق الزوج علی الزوجة؟ قال: لَوْ كَانَ يَنْبَغِي لِبَشَرٍ اَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا لِمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شوہر کا عورت پر کیا حق ہے

۴۲۶۳۔ المستدرك للحاكم، ۲/۱۸۹ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۲/۱۵۲

؟فرمایا: اگر کسی بشر کو لائق ہوتا کہ دوسرے بشر کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم فرماتا کہ جب شوہر گھر میں آئے اسے سجدہ کرے، اس فضیلت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اس پر رکھی ہے۔

٤٢٦٤ـ عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لَوْ کُنْتُ آمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا ـ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو پہلے عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ۱۲م

٤٢٦٥ـ عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: دخل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حائطا، فجاء بعیر فسجدله، فقالوا: هذه بهیمة لا تعقل سجدت لك ونحن نعقل، فنحن أحق أن نسجدلك، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لَایَصْلَحُ لِبَشَرٍ اَنْ یَّسْجُدَ لِبَشَرٍ، لَوْ صَلَحَ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لِمَالَهٗ مِنَ الْحَقِّ عَلَیْهَا ـ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ ایک اونٹ نے حاضر ہوکر حضور کو سجدہ کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یہ بے عقل چوپایہ ہے۔ اس نے حضور کو سجدہ کیا، ہم تو عقل رکھتے ہیں تو ہمیں زیادہ لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: آدمی کو لائق نہیں کہ آدمی کو سجدہ کرے، ایسا مناسب ہوتا تو میں عورت کو فرماتا: کہ شوہر کو سجدہ کرے اس حق کے سبب جو

٤٢٦٤ـ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة ١/١٣٨

السنن لابی داؤد، باب حق الزوج علی المرأة، ١/٢٩١

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے ☆

٤٢٦٥ـ کنز العمال للمتقی، ٤٤٧٧٧، ١٦/٣٣٣ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ٤/٩

الدر المنثور للسیوطی، ٢/١٥٤ ☆ اتحاف السادة للزبیدی، ٢/٢٠٦

امام سیوطی نے مناہل الصفا میں اس حدیث کی سند کو حسن فرمایا۔

اس کا اس پر ہے۔

۴۲۶۶۔ عن أنس بن مالك رضی الله تعالىٰ عنه قال: كان اهل بيت من الانصار لهم جمل يسنون عليه، وان الجمل استصعب عليهم فمنعهم ظهره، وان الانصار جاء وا الىٰ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالوا: انه كان لنا جمل نسنى عليه وأنه استصعب علينا ومنعنا ظهره، وقد عطش الزرع والنخل فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: لأصحابه، قوموا: فقاموا فدخل الحائط والجمل فى ناحية، فمشى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نحوه فقالت الانصار: يا نبى الله! انه قد صار مثل الكلب الكلب، وانا نخاف عليك صولته، فقال: ليس على منه بأس، فلما نظر الجمل الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اقبل نحوه حتى خر ساجدا بين يديه، فأخذ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بنا صيته اذل ما كانت قط حتى أدخله فى العمل، فقال له أصحابه: يارسول الله اهذه بهيمة لا تعقل تسجدلك ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لك؟ فقال: لَايَصْلَحُ لِبَشَرٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ، لَوْ صَلَحَ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا مِنْ عَظْمِ حَقِّهٖ عَلَيْهَا، وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ! لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهٖ اِلىٰ مَفْرَقِ رَاْسِهٖ قُرْحَةٌ تَنْبَجِسُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ لِلَحْسَتِهٖ مَااَدَّتْ حَقَّهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری گھرانے کا اونٹ تھا جس پر وہ لوگ کھیتی کے لئے پانی لاد کر لاتے تھے۔ ایک دن وہ اونٹ قابو سے باہر ہوگیا اور پیٹھ پر بوجھ نہیں لادنے دیا۔ انصاری قبیلہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہمارا ایک اونٹ تھا جس پر ہم پانی لاد کر لاتے تھے لیکن اب وہ ہمارے قابو سے باہر ہے۔ اور ہماری کھیتیاں اور کھجور کی فصلیں قحط کا شکار ہیں۔ حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا: چلو چل کر دیکھیں حضور باغ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اونٹ ایک طرف

۴۲۶۶۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۱۵۹/۳ ☆ الترغیب و الترہیب للمنذری، ۵۵/۳

امام منذری نے اس حدیث کی سند کو جید کہا۔ اور اسکے راوی مشاہیر ثقہ ہیں

کھڑا ہے۔ حضور اسکی طرف تشریف لے گئے۔ انصاری بولے: یارسول اللہ! یہ بورائے ہوئے کتے کی طرح ہورہا ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں حضور پر حملہ کردے۔ فرمایا: مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ جب اونٹ نے حضور کو دیکھا تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر سجدہ میں گر پڑا حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پکڑی تو وہ ایسا تابع ہوگیا کبھی نہیں تھا یہاں تک کہ حضور نے اسکو کام پر لگا دیا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بے عقل جانور آپکو سجدہ کرتا ہے ہم تو ذی عقل ہیں۔ لہذا ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: کسی انسان کو یہ جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے۔ اگر کسی انسان کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ شوہر کا بیوی پر نہایت حق عظیم ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر شوہر کے قدم سے سر تک زخم ہو جس سے خون اور پیپ بہتا ہو۔ پھر وہ اسکو چاٹ کر صاف کرے جب بھی شوہر کے حق سے سبکدوش نہ ہو۔ ۱۲م (فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹/ ۲۱۸)

۴۲۶۷۔ عن أنس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال: دخل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حائطا للأنصار ومعه أبو بكر و عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فی رجال من الأنصار، وفی الحائط غنم فسجدن له فقال أبو بكر: یا رسول الله! كنا نحن احق بالسجود لك من هذه الغنم، قال: اِنَّهٗ لَا یَنْبَغِی فِی اُمَّتِی اَنْ یَسْجُدَ أَحَدٌ لِأَحَدٍ، وَلَوْكَانَ یَنْبَغِی اَنْ یَسْجُدَ اَحَدٌ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف فرما ہوئے۔ صدیق وفاروق اور کچھ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب تھے۔ باغ میں بکریاں تھیں۔ انہوں نے حضور کو سجدہ کیا۔ صدیق نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان بکریوں سے ہم زیادہ حقدار ہیں اس کے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: بیشک میری امت میں نہ چاہئے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے۔ اور ایسا مناسب ہوتا

۴۲۶۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱۳۶ ☆

ملا علی قاری اور علامہ خفاجی نے شرح شفا میں اس کی سند کو صحیح کہا

تو میں عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم فرماتا۔

٤٢٦٨ ۔ **عن** عبد الله بن أبی أوفی رضی الله تعالیٰ عنه قال: بینما نحن قعود مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذ أتاه آت فقال: یارسول الله! ناضح آل فلان قد ابق علیهم، فنهض رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم (فذکر القصة وفیه سجود البعیر له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) فقال اصحابه: یا رسول الله! بهیمة من البهائم تسجد لك لتعظیم حقك، فنحن احق ان نسجد لك، قال: لا، لَوْ کُنْتُ آمُرَ أحَدًا مِنْ أُمَّتِی أنْ یَّسْجُدَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَأمَرْتُ النِّسَآءَ أنْ یَّسْجُدْنَ لِأزْوَاجِهِنَّ۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے، کسی نے آکر عرض کی: فلاں گھر کا شتر آبکش بے قابو ہوگیا۔ حضور اٹھے اور ہم ہمراہ رکاب اٹھے ہم نے عرض کی حضور اس کے پاس نہ جائیں، حضور تشریف لے گئے۔ اونٹ کی نظر جمال انور پر پڑنا اور اسکا سجدہ میں گرنا ہم نے دیکھا۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک چوپایہ تو حضور کی تعظیم حق کے لئے حضور کو سجدہ کرے، ہم زیادہ اس کے لائق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہیں، اگر میں اپنی امت میں ایک دوسرے کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو فرماتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں۔

٤٢٦٩ ۔ **عن** یعلی بن مرة الثقفی رضی الله تعالیٰ عنه قال: خرج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یوما فجاء بعیر یرغو حتی سجد له، فقال المسلمون: نحن احق أن نسجد للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: لَوْ کُنْتُ آمُرُ أحَدًا أنْ یَّسْجُدَ لِغَیْرِ

٤٢٦٨۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ٦/٢٩ ☆ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ١٣٧

٤٢٦٩۔ السنن لابن ماجه، باب حق الزوج علی المرأۃ، ١/١٣٣

الترغیب والترہیب للمنذری، ٣/٥٦ ☆ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ٢٧٣

مطالع المسرات میں کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اللہِ تعالیٰ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَۃَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا۔

حضرت یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لئے جاتے تھے۔ایک اونٹ بولتا ہوا آیا اور قریب آکر سجدہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا: ہمیں تو زیادہ لائق ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کسی کو غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۷۰۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی الله تعالیٰ عنها قالت : ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان فى نفر من المهاجرين والانصار فجاء بعير فسجد له ، فقال اصحابه : يا رسول الله ! تسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك ، فقال: أُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَأَكْرِمُوْا أَخَاكُمْ ، وَلَوْ كُنْتُ آمُرُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جماعت مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے۔ایک اونٹ نے آکر سجدہ کیا۔صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! چوپائے اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں۔تو ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں۔فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم۔اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۷۱۔ عن ثعلبة بن أبى مالك رضى الله تعالى عنه قال: اشترى انسان من بنى سلمة جملا ينضح عليه فادخله فى مربد ، فجاء لما يحمل فلم يقدر احد ان يدخل عليه الا تخبطه ، فجاء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فذكر له ذلك، فقال:افتحوا عنه ! فقالوا: انا نخشى عليك يا رسول الله ! قال: افتحوا عنه ! ففتحوا ، فلما رآه الجمل خر ساجدا، فسبح القوم وقالوا: يارسول الله ! كنا احق

۴۲۷۰۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۷۶/۶ ☆ مجمع الزوائد للهيثمی، ۳۱۰/۴

۴۲۷۱۔ دلائل النبوة لابی نعیم، ۲۷۲ ☆

بالسجود من هذه البهيمة، قال: لَوْ يَنْبَغِى لِشَىْءٍ مِّنَ الْخَلْقِ أَنْ يَّسْجُدَ لِشَىْءٍ دُوْنَ اللّٰهِ يَنْبَغِى لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

حضرت ثعلبہ ابن ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنوسلمہ میں سے کسی نے ایک اونٹ آب کشی کو خریدا اور سار میں کردیا۔ جب اسے لادنا چاہا جو پاس جاتا اس پر حملہ کرتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے سرکار میں حال معروض ہوا ارشاد ہوا: دروازہ کھولو عرض کی: حضور اندیشہ ہے، فرمایا: کھولو، کھولدیا گیا۔ اونٹ کی نگاہ جمال انور پر پڑی تھی کہ حضور کے لئے سجدہ میں گرا۔ حاضرین میں سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور پڑ گیا۔ پھر عرض کی: یارسول اللہ! ہم تو اس چوپائے سے زیادہ سجدہ کرنے کے سزاوار ہیں۔ فرمایا: اگر مخلوق میں کسی کو کسی غیر خدا کے لئے سجدہ مناسب ہوتا تو عورت کو چاہیئے تھا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۷۲۔ عن غيلان بن سلمة الثقفى رضى الله تعالىٰ عنه قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى بعض اسفاره فرأينا عجبا من ذلك، ثم مضينا فنزلنا منزلا، فجاء رجل فقال: يا رسول الله! انه كان لى حائط فيه عيشى و عيش عيالى، و لى فيه ناضحان، فاغتلما على فمنعا نى انفسهما، و حائطى و ما فيه، لايقدر أحد أن يدنو منهما، فنهض نبى الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم باصحابه حتى أتى الحائط فقال: لصاحبه: افتح فقال: يا نبى الله امرهما اعظم من ذلك، قال: إفتح! فلما حرك الباب أقبلا، لهما جلبة كخفيف الريح، فلما انفرج الباب و نظرا الى نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بركا، ثم سجدا فاخذ نبى الله صلى الله تعالى عليه وسلم برأسهما ثم دفعهما الى صاحبهما فقال: استعملهما و احسن علفهما، فقال القوم: يا نبى الله! تسجد لك البهائم فما لله عندنا بك احسن من هذا حين هدانا الله من الضلالة و استنقذنا بك من المهالك، افلا تاذن لنا فى السجود لك؟ فقال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إِنَّ السُّجُوْدَ لَيْسَ إِلَّا لِلْحَىِّ الَّذِى لَا يَمُوْتُ، وَلَوْ أَنِّى آمُرُ أَحَدًا مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ

۴۲۷۲۔ دلائل النبوة لابى نعيم، ۱/ ۳۴۶ ☆ كنز العمال للمتقى، ۳۵۳۹۰، ۱۲/ ۳۷۴

بِالسُّجُوْدِ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا۔

حضرت غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رکاب انور میں تھے۔ ہم نے ایک عجب دیکھا۔ ایک منزل میں اترے۔ وہاں ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی: یا نبی اللہ! میرا ایک باغ ہے کہ میری اور میرے عیال کی وہی وجہ معاش ہے اس میں میرے دو شتر آبکش تھے۔ دونوں مست ہوگئے ہیں۔ نہ اپنے پاس آنے دیں، نہ باغ میں قدم رکھنے دیں۔ کسی کی طاقت نہیں کہ قریب جائے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع صحابۂ کرام اٹھکر اس باغ کو گئے۔ فرمایا: کھول دے عرض کی: یا نبی اللہ! ان کا معاملہ اس سے سخت تر ہے۔ فرمایا: کھول! دروازے کو جنبش ہوئی تھی کہ دونوں شور کرتے ہوئے ہوا کی طرح جھپٹے دروازہ کھلا اور انہوں نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ فوراً سجدہ میں گر پڑے۔ حضور نے ان کے سر پکڑ کر مالک کے سپرد کردئے۔ اور فرمایا: ان سے کام لے اور چارہ بخوبی دے، حاضرین نے عرض کی: یا نبی اللہ! چوپائے حضور کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو حضور کے سبب ہم پر اللہ کی نعمت تو بہتر ہے۔ اللہ نے گمراہی سے ہم کو راہ دکھائی اور حضور کے ہاتھوں پر ہمیں دنیا و آخرت کے مہلکوں سے نجات دی کیا حضور ہم کو اجازت نہ دیں گے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک سجدہ میرے لئے نہیں۔ وہ تو اسی زندہ کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ میں امت میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا حکم دیتا۔

۴۲۷۳۔ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رجلا من الانصار کان لہ فحلان، فاغتلما فادخلہما حائطا فسد علیہما الباب، ثم جاء الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فأراد أن یدعو لہ، والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاعد ومعہ نفر من الأنصار، فقال: یانبی اللہ! انی جئت فی حاجۃ، وإن فحلین لی اغتلما، وانی أدخلتہما حائطا وسددت الباب علیہما، فأحب أن تدعو لی أن یسخرہما اللہ لی، فقال لاصحابہ: قوموا معنا! فذہب حتی أتی الباب فقال: افتح! فاشفق الرجل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقال: افتح، ففتح الباب، فاذا أحد الفحلین قریب من الباب، فلما رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سجدله، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ائتنی بشیٔ أشدبه رأسه وامكنك منه، فجاء بخطام فشد به رأسه وامكنه منه، ثم مشى الى أقصى الحائط الى الفحل الآخر، فلما رأه وقع له ساجدا، فقال لرجل: ائتنی بشیء أشد به رأسه، فشد رأسه وامكنه منه، فقال: اذهب فانهما لا یعصیا نك، فلما رأى أصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ذلك، قالوا: یا رسول اللہ! هذين فحلين لا یعقلال سجدا لك، أفلا نسجد لك؟ قال: لَا آمُرُ أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ، وَلَوْ اَمَرْتُ أَحَدًا يَسْجُدُ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص کے دو اونٹ مست ہو گئے، انہوں نے دونوں کو باغ میں بند کر دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے حاضر آئے۔ حضور اسوقت چند انصار کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ عرض کیا: یا نبی اللہ! میں ایک ضرورت کے تحت حاضر آیا ہوں۔ میرے دو اونٹ مست ہو گئے ہیں۔ میں نے دونوں کو باغ میں بند کر دیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ حضور دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ انکو میرے تابع بنادے۔ حضور نے صحابہ کرام سے فرمایا: ہمارے ساتھ چلو! حضور دروازے کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا: دروازہ کھولو! وہ صاحب حضور کے بارے میں ڈرے کہ کہیں کوئی تکلیف پہونچائیں۔ فرمایا: کھولو! دروازہ کھول دیا گیا۔ دیکھا کہ ایک اونٹ تو دروازہ کے قریب ہی موجود ہے۔ جب اس نے حضور کو دیکھا تو فوراً سجدہ کیا۔ حضور نے فرمایا: کوئی چیز لاؤ جس سے میں اس کا سر باندھوں اور تمہارے قبضہ میں دیدوں۔ لہذا ایک مہار لائی گئی، حضور نے اسکا سر باندھا اور اس کے حوالے کر دیا۔ پھر باغ کے دوسرے کنارے پر دوسرا ملا اس نے بھی ایسا کیا۔ حضور نے اسکے لئے بھی ایسا ہی کیا اور مالک کے حوالے کر دیا۔ پھر ان سے فرمایا: تمہاری تابعداری میں رہیں گے اور بے قابو نہیں ہونگے۔

۴۲۷۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۲۸۲ ☆ مجمع الزوائد للھیثمی، ۹/۵
البدایة و النهایة لابن کثیر، ۶/۱۵۶ ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۵۹۴۷، ۱۶/۳۳۶
مجمع بحرین میں کہا: اس حدیث کہ جملہ رجال ثقہ ہیں۔

صحابہ کرام نے جب یہ دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! یہ دونوں بے عقل اونٹ آپکو سجدہ کرتے ہیں۔ تو کیا ہمیں اجازت نہیں کہ ہم حضور کو سجدہ کریں؟ فرمایا: میں کسی کو کسی کے سجدہ کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر کسی مخلوق کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے۔۱۲م

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث میں پہلی حدیث کی طرح دو اونٹوں کا مست ہونا ہے۔ وہ سفر کا واقعہ تھا۔ اور یہاں انکے مالک انصاری خود دعا کرانے آئے۔ تغایر سیاق دلیل ہے کہ جدا واقعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹/۲۱۹

۴۲۷٤۔ **عن** جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنهما قال: خرجت مع رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی سفر وکان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا أراد البراز تباعد حتی لا یراه أحد، فنزلنا منزلا بفلات من الأرض لیس فیها علم ولا شجر، فقال لی: یا جابر! خذ الأداوة وانطلق بنا! فملأت الأداوة ماء، فانطلقنا فمشینا حتی لانکاد نری، فاذا شجرتان بینهما أربعة أذرع، فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: یا جابر! انطلق، فقل لهذه الشجرة! یقول لك رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم: ألحقی بصاحبتك حتی اجلس خلفکما، ففعلت، فرجعت حتی لحقت بصاحبتها، فجلس خلفهما حتی قضی حاجته ثم رجعنا فرکبنا رواحلنا فسرنا کانما علینا الطیر یظلنا، فاذا نحن بامرأة قد عرضت لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم معها صبی تحمله، فقالت: یا رسول الله! ان ابنی هذا یاخذه الشیطان کل یوم ثلاث مرات لایدعه، فوقف رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم، فتناوله، فجعله بینه و بین مقدمة الرحل، فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: اخسأعدو الله! انا رسول الله، فاعاد

۴۲۷٤۔ دلائل النبوة للبیهقی، ۶/۱۸ ☆ المصنف لابن ابی شیبة، ۳/۵۰۳
السنن للدارمی، ۱/۱۱ ☆ مجمع الزوائد للهیثمی، ۹/۷
التمهید لابن عبدالبر، ۱/۲۲٤ ☆

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ذلک ثلث مرات، ثم ناولها اياه، فلما رجعنا فکنا بذلك الماء عرضت لنا المرأة معها كبشان تقودهما و الصبی تحمله ،فقالت : يا رسول الله ! أقبل منى هديتى ! فوالذی بعثك بالحق ان عاد اليه، فقال رسول الله صلی اللہ تعالی علیہ وسلم : خذوا أحدهما منها وردوا الآخر۔ ثم سرنا و رسول الله صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بيننا فجاء جمل ناداً، فلما كان بين السما طين خر ساجدا، فقال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیہ وسلم : ايها الناس ! من صاحب هذا الجمل فقال فتية من الأنصار : هو لنا يا رسول الله ! قال: فماشانه ؟ قال : ما سنونا عليه منذ عشرين سنة ، فلما كبرت سنة و كان عليه شحمة واردنا نحره لنقسمه بيننا غلمنا فقال رسول الله صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: تبيعونه ؟ قالوا:يا رسول الله ! هو لك ، قال فأحسنوا اليه حتى ياتيه اجله ، قالوا يا رسول الله !نحن احق ان نسجد لك من البهائم ، فقال رسول الله صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لَا يَنْبَغِي لِبَشَرٍ أَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ ، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ كَانَتِ النِّسَآءُ لِأَزْوَاجِهِنَّ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں ہمراہ رکاب والا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ رفع حاجت کے لئے دور لوگوں کی نگاہوں سے غائب تشریف فرما ہوتے۔ ہم نے ایک میدان میں قیام کیا۔ جہاں نہ کوئی ٹیلہ تھا اور نہ درخت، مجھ سے فرمایا: اے جابر! مشکیزہ لے کر ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے مشکیزہ پانی سے بھرا۔ پھر لوگوں کی نگاہوں سے دور چلے گئے۔ وہاں دو پیڑ چار گز کے فاصلہ پر تھے۔ مجھ سے فرمایا: اے جابر! اس پیڑ سے کہدے کہ دوسرے سے مل جا۔ فورا مل گئے۔ بعد فراغ اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ پھر سوار ہوئے۔ گویا ہمارے سروں پر پرندہ سایہ کئے ہیں۔ راہ میں ایک عورت ایک اپنا بچہ لئے ہوئے ملی عرض کی: یارسول اللہ! اسے ہر روز تین دفعہ شیطان دبا تا ہے۔ بچہ اس سے لے کر تین بار فرمایا: دور ہو اے خدا کے دشمن! میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر بچہ اسکی ماں کو دیدیا۔ جب ہم پلٹتے ہوئے اس منزل میں پہونچے۔ وہی بی بی اپنا بچہ اور دو دنبے لئے حاضر ہوئی۔ عرض کی: یارسول اللہ! میرا یہ ہدیہ قبول فرمالیں۔ قسم اسکی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جب سے بچہ کو خلل نہ ہوا۔ حضور نے فرمایا: ایک دنبہ لے لو اور ایک پھیر دو۔

پھر ہم چلے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے۔ ناگاہ ایک اونٹ چھوٹا ہوا آیا۔ جب دونوں قطاروں کے بیچ میں ہوا سجدہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسکا مالک حاضر ہو۔ کچھ انصاری جوان حاضر ہوئے۔ بولے یارسول اللہ! یہ ہمارا ہے۔ فرمایا: اس کا کیا قصہ ہے۔؟ عرض کی: بیس برس سے اس پر ہم نے آبلشی نہ کی۔ یہ فربہ چربی دار ہے۔ اب چاہا کہ اسے حلال کر کے بانٹ لیں۔ یہ ہم سے چھوٹ آیا۔ فرمایا: یہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ عرض کی: بلکہ یارسول اللہ وہ حضور کی نذر ہے۔ فرمایا: میرا ہے تو مرتے دم تک اسکے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ یہ دیکھکر مسلمانوں نے عرض کی؛ یارسول اللہ! چوپایوں سے زیادہ ہمیں لائق ہے کہ حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: کسی کو کسی کا سجدہ مناسب نہیں۔ ورنہ عورتیں شوہروں کو کرتیں۔

۴۲۷۵۔ **عن** بریدۃ بن حصیب رضی اللہ تعالی عنہ قال: جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! قد اسلمت فارنی شئیا ازداد بہ یقینا، فقال: مالذی ترید قال ادع تلک الشجرۃ ان تاتیک قال: اذھب فادعھا فاتاھا الاعرابی فقال: أجیبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمالت علی جانب من جوانبھا فقطعت عروقھا، ثم مالت علی الجانب الآخر فقطعت عروقھا حتی اتت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقالت: السلام علیک یا رسول اللہ! فقال الأعرابی: حسبی حسبی فقال لھا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: ارجعی فرجعت فجلست علی عروقھا اوفروعھا، فقال الأعرابی إئذن لی یا رسول اللہ ان اقبل رأسک و رجلیک، ففعل ثم قال إئذن لی أن أسجد لک! قال لَا یَسْجُدُ اَحَدٌ لِأَحَدٍ، وَلَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا لِعَظْمِ حَقِّہٖ عَلَیْھَا۔

۴۲۷۵۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۲۸۱ ☆ المستدرک للحاکم، ۱۷۲/۴
مجمع الزوائد للھیثمی، ۹/۷ ☆
حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ ☆

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں۔ مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیے کہ میرا یقین بڑھے۔ فرمایا: کیا چاہتا ہے؟ عرض کی: حضور اس درخت کو بلائیں کہ حضور میں حاضر ہو۔ فرمایا: جا بلا، وہ اعرابی درخت کے پاس گیا اور کہا: تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں وہ فوراً ایک طرف کو اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے۔ پھر ادھر اتنا جھکا کہ ادھر کے ریشے ٹوٹ گئے۔ پھر چلا۔ اور حضور میں حاضر ہو کر صاف زبان سے کہا: سلام حضور پر اے اللہ کے رسول! اعرابی نے کہا: مجھے کافی ہے، مجھے کافی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت سے فرمایا: پلٹ جا، فوراً واپس ہوا اور انہیں ریشوں پر مع شاخوں کے بدستور جم گیا۔ اعرابی نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے اجازت عطا ہو کہ سر اقدس اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دوں۔ حضور نے اجازت دی۔ پھر عرض کی: اجازت عطا ہو کہ حضور کو سجدہ کروں۔ فرمایا: مجھے سجدہ نہ کرنا۔ مخلوق میں کوئی کسی کو سجدہ نہ کرے۔ میں کسی کے لئے اس کا حکم کرتا تو عورت کو حکم فرماتا کہ حق شوہر کی تعظیم کے لئے اسے سجدہ کرے۔

۴۲۷۶۔ **عن** عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالی عنہ قال: لما قدم معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الشام سجد للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قال: مَا هٰذَا يَامُعَاذُ؟ قال: أتيت الشام فوافقتهم يسجدون لاسافقتهم و بطارقتهم فوددت فی نفسی ان نفعل ذلك بك، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فَلَا تَفْعَلُوْا، فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ آمُرَ أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا، وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَ هِيَ عَلٰى قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ

۴۲۷۶۔ السنن لابن ماجہ، باب حق الزوج علی المراۃ، ۱۳۳/۱

المسند لاحمد بن حنبل، ۳۸۱/۴

تعالٰی عنہ جب ملک شام سے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ حضور نے فرمایا: معاذ! یہ کیا؟ عرض کی: میں ملک شام کو گیا تو وہاں نصاری کو دیکھا کہ اپنے پادریوں سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو میرا دل چاہا کہ ہم حضور کو سجدہ کریں۔ فرمایا: نہ کرو۔ میں اگر سجدۂ غیر خدا کا حکم دیتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا حکم دیتا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کے حق سے سبکدوش اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ اگر شوہر عورت کو بلائے اور وہ کجاوے پر ہو تب بھی منع نہ کرے۔

﴿۱۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث حسن ہے اسکی سند میں کوئی ضعف نہیں۔ ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ اور امام منذری نے اس کے صالح ہونے کا اشارہ کیا۔

(فتاوٰی رضویہ دوم ۹/۲۲۰)

۴۲۷۷۔ **عن** معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ قال : انہ اتی الشام فرأی النصاری یسجدون لاساقفتھم و قسیسیھم و بطارقتھم ، و رأی الیھود یسجدون لاحبار ھم و رھبانھم و ربانیھم و علمائھم و فقھائھم ، فقال : لای شیٔ تفعلون ھذا ؟ قالوا : ھذہ تحیۃ الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام ، قلت ، فنحن احق ان نصنع بنبینا ، فقال نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اِنَّھُمْ کَذِبُوْا عَلٰی اَنْبِیَائِھِمْ کَمَا حَرَّفُوْا کِتَابَھُمْ ، لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا مِنْ عَظْمِ حَقِّہٖ عَلَیْھَا ، وَ لَا تَجِدُ اِمْرَاَۃٌ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی تُؤَدِّیَ حَقَّ زَوْجِھَا وَلَوْ سَاَلَھَا نَفْسَھَا وَھِیَ عَلٰی ظَھْرِ قَتَبٍ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ وہ شام کو گئے تو دیکھا نصاری اپنے پادریوں، فقیروں، کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور یہود اپنے عالموں اور عابدوں کو، ان سے پوچھا یہ کیوں کرتے ہو؟ بولے یہ انبیاء کی تحیت ہے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں میں نے

۴۲۷۷۔ المستدرک للحاکم، ۴/۱۷۲ ☆ الترغیب والترھیب للمنذری، ۳/۵۶
حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

کہا: تو ہمیں زیادہ سزاوار ہے کہ ہم اپنے نبی کو کریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے انبیاء پر بہتان کرتے ہیں۔ جیسے انہوں نے اپنی کتاب بدل دی ہے میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم فرماتا تو شوہر کے عظیم حق کے سبب عورت کو حکم دیتا۔ کوئی عورت ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پا سکتی جب تک اپنے شوہر کا حکم نہ بجالائے خواہ شوہر اسکو پالان پر ہی کیوں نہ بلائے۔ ۱۲م

۴۲۷۸۔ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما رجع من الیمن قال: یارسول اللہ! رأیت رجالا بالیمن یسجد بعضهم لبعضهم، افلا نسجد لك؟ قال: لَوْ كُنْتُ آمُرُ بَشَرًا يَسْجُدُ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب یمن سے واپس آئے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ فرمایا: اگر میں کسی بشر کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو سجدۂ شوہر کا۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث صحیح ہے۔ اسکے سب راوی رجال بخاری و مسلم ہیں۔ اور جب دونوں حدیثیں صحیح ہیں لاجرم دو واقعے ہیں۔ اول بار شام میں یہود و نصاری کو دیکھ کر آئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ جس پر ممانعت فرمائی دوبارہ اہل یمن کو دیکھ کر آئے۔ اب اپنے مولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کے کمال شوق میں یا تو پہلا واقعہ ذہن سے اتر گیا۔ یا اس میں بوجہ مخالفت یہود و نصاریٰ کہ آخر میں عمل نبوی اس پر تھا۔ نہی ارشاد کو محتمل سمجھا اور سبب احتمال نہی حتمی اس بار پہلے کی طرح سجدہ کیا نہیں۔ صرف اذن چاہا اور ممانعت فرمادی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ دوم ۹/۲۲۱)

۴۲۷۹۔ عن قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتیت الحیرۃ فرأیتهم -----

---

۴۲۷۸۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۲۲۸ ☆ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۰/۱۷۵

۴۲۷۹۔ السنن لابی داؤد، باب فی حق الزوج، ۱/۲۹۱

یسجدون لمرزبان لهم، فقلت: رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم احق ان یسجد له، قال: فاتیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقلت: انی اتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم، فانت یا رسول الله! احق ان نسجد لك، قال: ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد له، قال: قلت: لا، قال: فَلَا تَفْعَلُوْا، لَوْ كُنْتُ آمِرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ يَسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں شہر حیرہ میں (کہ قریب کوفہ ہے) گیا۔ وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے شہریار کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ مستحق ہیں۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر یہ حال وخیال عرض کیا: فرمایا: بھلاتم ہمارے مزار کریم پر گزرو تو کیا سجدہ کروگے۔ میں نے عرض کی: نہ، فرمایا: تو نہ کرو۔ میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورتوں کو شوہروں کے سجدہ کا حکم فرماتا۔ اس حق کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے انکا ان پر رکھا ہے۔

﴿۱۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابوداؤد نے سکوتا اس حدیث کو حسن بتایا۔ حاکم نے تصریحا کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ذہبی نے تلخیص میں اسے مقرر رکھا۔ کما فی الاتحاف۔

(فتاوی رضویہ حصہ دوم ۹/۲۲۱)

۴۲۸۰۔ عن سراقة بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله تعالیٰ علیه وسلم: لَوْ كُنْتُ آمِرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دینا ہوتا تو عورت کو فرماتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

۴۲۸۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۷/۱۲۹ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۴/۳۸۱
مجمع الزوائد للهیثمی، ۴/۳۱۰ ☆ کنز العمال للمتقی، ۴۴۷۷۶، ۱۶/۳۳۳

٤٢٨١۔ **عن** أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: لَوْ کُنْتُ آمُرُ أحَدًا أنْ یَسْجُدَ لِأحَدٍ لَأمَرْتُ الْمَرْأۃَ أنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم فرماتا۔ ۱۲م

(فتاوی رضویہ حصہ دوم ۲۲۱)

٤٢٨٢۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: اِنَّ حَقَّ الزَّوْجِ عَلَی الزَّوْجَۃِ اِنْ سَألَھَا نَفْسَھَا وَھِیَ عَلیٰ ظَھْرِ قَتَبٍ أنْ لَاتَمْنَعَہٗ نَفْسَھَا، وَمِنْ حَقِ الزَّوْجِ عَلَی الزَّوْجَۃِ أنْ لَا تَصُوْمَ تَطَوُّعًا اِلَّا بِاِذْنِہٖ، فَاِنْ فَعَلَتْ جَاعَتْ وَعَطِشَتْ وَلَا یُقْبَلُ مِنْھَا، وَلَاتَخْرُجَ مِنْ بَیْتِھَا اِلَّا بِاِذْنِہٖ، فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْھَا مَلَائِکَۃُ السَّمَاءِ وَمَلَائِکَۃُ الْأرْضِ وَمَلَائِکَۃُ الرَّحْمَۃِ وَمَلَائِکَۃُ الْعَذَابِ حَتّٰی تَرْجِعَ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شوہر کا حق بیوی پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اسی سواری پر اس سے قربت چاہے تو یہ منع نہ کرے۔ اور شوہر کا حق بیوی پر یہ بھی ہے کہ نفلی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ اگر روزہ رکھا تو بھوکی اور پیاسی رہنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اسکا روزہ قبول نہ ہوگا۔ اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے قدم نہ نکالے کہ اگر ایسا کیا تو اس پر آسمان و زمیں کے فرشتے اور رحمت و عذاب کے فرشتے اس وقت تک لعنت کرتے رہیں گے جب تک وہ واپس نہ لوٹ آئے۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ایک زن خثعمیہ نے خدمت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر

٤٢٨١۔ الجامع للترمذی، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ، ١٣٨/١

٤٢٨٢۔ الترغیب والترہیب للمنذری، ٥٧/٣ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ١٥٢/٢

المطالب العالیۃ لابن حجر، ١٦١٢ ☆ کنز العمال للمتقی، ٤٤٨٠٨

ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! حضور مجھے سنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے۔ میں زن بے شوہر ہوں اسکی ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ بیٹھی رہوں۔ یہ سنکر سرکار نے مندرجہ بالا فرمان ذی شان سنایا۔ یہ سنکر ان بی بی نے کہا: بلاشبہ اب میں کبھی شادی کا نام نہ لونگی۔
(فتاوی رضویہ ۵/۵۸۴)

۴۲۸۳۔ عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: جاء ت امرأة الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقالت: یا رسول الله! انا فلانة بنت فلان، قال: قد عرفتك فما حاجتك، قالت: حاجتی الی ابن عمی فلان العابد، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: قد عرفته، قالت: یخطبنی فاخبرنی ما حق الزوج علی الزوجة؟ فان کان شیئا اطیقه تزوجته وان لم اطق لا اتزوج۔ قال: مِنْ حَقِّهٖ لَوْ سَالَ مَنْخَرَاهُ دَمًا أَوْ قَیْحًا فَلَحِسَتْهُ بِلِسَانِهَا مَا أَدَّتْ حَقَّهٗ، لَوْ کَانَ یَنْبَغِی لِبَشَرٍ أَنْ یَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا إِذَا دَخَلَ عَلَیْهَا لِمَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَیْهَا۔ اذا سمعت هذا فقالت: والذی بعثك بالحق لا اتزوج ما بقیت الدنیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بی بی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں فلاں بنت فلاں ہوں۔ سرکار نے فرمایا: میں نے تم کو پہچان لیا۔ انہوں نے عرض کیا: مجھے اپنے چچازاد بھائی سے کام ہے۔ فرمایا: میں نے اسے بھی پہچان لیا۔ انہوں نے عرض کیا: اس نے مجھے نکاح کا پیام دیا ہے، تو آپ مجھے شوہر کے حقوق سے باخبر فرمائیں۔ اگر وہ میرے قابو کی چیز ہیں تو میں اس سے شادی کرلونگی۔ سرکار نے ارشاد فرمایا: شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اگر اسکے دونوں نتھنے خون اور پیپ سے بہ رہے ہوں اور بیوی اسے اپنی زبان سے چاٹے تو بھی شوہر کا حق ادا نہیں کرسکتی۔ اگر کسی انسان کا کسی انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ کہ مرد جب بھی باہر سے اسکے سامنے آئے تو یہ اسے سجدہ کرے۔ کیونکہ خداوند قدوس نے مرد کو فضیلت ہی اس طرح کی دی ہے۔ یہ ارشاد سن کر ان بی بی نے عرض کیا: قسم اس ذات کی جس نے آپکو مبعوث فرمایا۔ رہتی دنیا تک میں نکاح کا نام نہ لونگی۔

٤٢٨٤ ـ عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالی عنه قال: جاء رجل الی رسول الله صلی الله تعالی علیه و سلم با بنة له فقال: یا رسول الله ! هذه ابنتی قد ابت ان تزوج فقال لها النبی صلی الله تعالی علیه وسلم : أَطِیْعِی اَبَاكِ ـ فقالت : والذی بعثك بالحق لا أتزوج حتی تخبر نی ما حق الزوج علی الزوجة ؟ قال: حَقُّ الزَّوْجِ عَلیٰ زَوْجَتِهٖ لَوْ كَانَتْ بِهٖ قُرْحَةٌ فَلَحِسَتْهَا ، أَوِ انْتَثَرَ مَنْخَرَاهُ صَدِیْدًا أَوْ دَمًا ثُمَّ ابْتَلَعَتْهُ مَا اَدَّتْ حَقَّهٗ، قالت:و الذی بعثك بالحق لا اتزوج ابدا ، قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : لَا تُنْكِحُوْ هُنَّ اِلَّا بِاِذْنِهِنَّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی اپنی صاحبزادی کو لے کر بارگاہ عالم پناہ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے والد محترم کا حکم مان، اس لڑکی نے عرض کیا: قسم اس پروردگار عالم کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میں اس وقت تک نکاح نہ کرونگی جب تک حضور یہ نہ بیان فرمادیں۔ کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے۔ فرمایا: شوہر کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے کوئی پھوڑا ہوا اور عورت اسکو چاٹ کر صاف کرلے، یا اسکے نتھنوں سے خون یا پیپ نکلے اور عورت اس کو نگل لے۔ تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی اس لڑکی نے عرض کیا: قسم اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں کبھی شادی نہ کروں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کا نکاح انکی مرضی کے بغیر نہ کرو۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام حافظ زکی الملت والدین کا قول ہے: اس حدیث کی سند جید اور اسکے سب راوی ثقات مشہورین ہیں۔ سبحان اللہ، اس حدیث جلیل کو دیکھئے! دختر ناکتخدا کو نکاح سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم

٤٢٨٤ ـ المستدرك للحاكم ٢/٢٠٥ ☆ السنن الكبرى للبيهقي، ٧/٢٩١
الترغيب والترهيب للمنذري، ٣/٥٣ ☆ الدر المنثور للسيوطي، ٢/١٥٤

کھاتی ہیں کبھی نکاح نہ کرونگی، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں اور نہ اعتراض کرتے ہیں، بلکہ اولیاء کو ہدایت کرتے ہیں، جب تک انکی مرضی نہ ہو انکا نکاح نہ کرو۔

(فتاوی رضویہ ۵/۵۸۶)

۴۲۸۵۔ **عن** أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ زَوْجُهَا ۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت پر سب سے بڑھکر حق شوہر کا ہے۔

(فتاوی رضویہ ۵/۲۶۷)

بالجملہ شوہر عورت کے لئے سخت واجب التعظیم ہے اور بدمذہب کی تعظیم حرام۔ متعدد حدیثوں میں ہے۔

۴۲۸۶۔ **عن** عبد الله بن بسر رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ أَعَانَ عَلىٰ هَدْمِ الْإِسْلَامِ ۔

حضرت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے اسلام کو ڈھادینے میں مدد کی۔

(فتاوی رضویہ ۶/۱۰)

۴۲۸۷۔ **عن** معاذ بن جبل رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: مَنْ مَشىٰ إِلىٰ صَاحِبِ بِدْعَةٍ لِيُوَقِّرَهُ فَقَدْ أَعَانَ عَلىٰ هَدْمِ الْإِسْلَامِ ۔

(فتاوی رضویہ ۶/۱۰۴)

۴۲۸۶۔ كنز العمال للمتقى، ۱۱۰۲، ۱/۲۱۹ ☆ اللآلي المصنوعة للسيوطي، ۱/۱۳۰
التفسير للقرطبي، ۷/۱۳ ☆ الجامع الصغير للسيوطي، ۲/۵۴۵
حلية الاولياء لابي نعيم، ۵/۲۱۸ ☆ الفوائد المجموعة للشوكاني، ۲۱۱
۴۲۸۷۔ المعجم الكبير للطبراني، ۲/۹۶ ☆ كنز العمال للمتقى، ۱۱۲۳، ۱/۲۲۲

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی بدمذہب کی طرف اسکی توقیر کرنے کو چلے اس نے اسلام کو ڈھانے میں اعانت کی۔

و فی الباب عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن ابراھیم بن میسرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلا۔

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی شرعاً واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز، علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں "الفاسق العالم تجب اھانتہ شرعا فلا یعظم۔

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابو السعود ازہری فتح المعین پھر علامہ سید احمد مصری حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

قد وجب علیھم اھانتہ شرعا"

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی مقاصد و شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ والطعن اللعن" بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں روگردانی کریں اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

لاجرم ثابت ہوا کہ بدمذہب کو سنیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۲۶۸/۵)

﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا ☆

اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دونی کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے۔

﴿۱۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں مولی عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں بلا جی! جو ظلم پر قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجیے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی

طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے عقلا اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھے گا، سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملک غیر میں تصرف بے جا کو، جب باری سبحانہ وتعالی کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزور زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو، خود سچے پکے کافر مشرک بن جایئے۔

قال تعالی: لله ما فی السموٰت وما فی الارض ۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔

وقال تعالی: قل لمن مافی السموات و الارض قل لله ۔ تو فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرماؤ اللہ تعالی کا ہے۔

قال تعالی :ام لهم شرك فی السموٰت ۔ کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں۔

ولہذا اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہ سے ظلم ممکن ہی نہیں،

شرح فقہ اکبر میں ہے: لا یو صف الله تعالی بالقدر ۃ علی الظلم لا ن المحال لا یدخل تحت القدرة وعند المعتزلة انه یقدر ولا یفعل ۔ باری تعالی کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی و عمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے:

الظلم یستحیل صدوره عنه تعالی اه ملخصا ۔ اللہ تعالی سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے: الظلم محال منه تعالی ۔ اللہ تعالے سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے: الذی یدل علی ان الظلم محال من الله تعالی ان الظلم عبارة عن التصرف فی ملك الغیر والحق سبحانه لا یتصرف الا فی ملك نفسه فیمتنع کونه ظالما وایضا الظالم لا یکون الها والشئ لا یصح الا اذا کانت لوا زمه صحیحة فلو صح منه الظلم لکان زوال الهیته صحیحا وذالك محال اه ملخصا ۔

ظلم الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ جو تصرف کرے اپنے ہی ملک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم خدا نہیں ہوتا اور شئے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلم الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۸۵ تا ۳۸۷)

﴿۴۶﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ ☆

کچھ یہودی کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبانیں پھیر کر اور دین میں طعنہ کے لئے اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرمائیں تو ان کے لئے بھلائی اور راستی میں زیادہ ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو یقین نہیں رکھتے مگر تھوڑا۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کچھ یہودی جب دربار نبوت میں حاضر ہوتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یوں کہتے: سنئے آپ سنائے نہ جائیں جس سے ظاہر تو دعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سناتے اور دل میں بددعا کا ارادہ کرتے کہ سنائی نہ دے، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے مہلت چاہتے تو "راعنا" کہتے جس کا ایک پہلوئے ظاہر یہ ہے کہ ہماری رعایت فرمایئے اور مراد خفی رکھتے، رعونت والا۔ اور بعض کہتے ہیں زبان دبا کر "راعینا" کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔

جب پہلودار بات دین میں طعنہ ہوئی تو صریح وصاف کتنا سخت طعنہ ہوگی بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں کا صریح بھی ان کلمات کی شناعت کو نہیں پہونچتا۔ بہرا ہونے کی دعا یا رعونت یا بکریاں چرانے کی

طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان سے علم میں کمتر یا پاگلوں چوپایوں سے علم میں ہمسر۔ اور خدا کی نسبت وہ کہ جھوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے جو اسے جھوٹا بتائے مسلمان سنی صالح ہے" والعیاذ باللہ رب العالمین"

اس فرقہ باطلہ وہابیہ کا مکر اول یہ ہے کہ اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے،

مکر اول:۔ اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے۔ حدیث میں فرمایا:۔

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔

(ترمذی۔ باب ماجاء فی من یموت۔ ۹۲/۲)

جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہوسکتا ہے؟

مسلمانو! ذرا ہوشیار خبردار! اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اسے گالیاں دے، جوتیاں مارے، کچھ کرے اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا۔ یوں ہی جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اب وہ چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے، اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا جواب ایک تو اسی آیت کریمہ الم احسب الناس میں گزرا، کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دئے جائیں گے۔ اور امتحان نہ ہوگا؟ اسلام اگر فقط کلمہ گوئی کا نام تھا۔ تو وہ بیشک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قرآن عظیم رد فرمارہا ہے۔

تمہارا رب عزوجل فرمارہا ہے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ۔

(پ ۲۶۔ ع ۱۴۔ سورۃ الحجرات)

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو فرمادو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو۔ کہ ہم مطیع الاسلام ہوئے۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔

اور فرماتا ہے۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ

یَشھَدُ اِنَّ المنافقینَ لکاذبُونَ:۔ (پ ۲۸۔ع ۱۳۔ سورۃ المنافقین)

منافقین جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بیشک تم ضرور اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی کیسی، کیسی تاکیدوں سے مؤکد کیسی، کیسی قسموں سے مؤید ہرگز مو جب اسلام نہ ہوئی اور اللہ واحد قہار نے ان کے جھوٹے کذاب ہونے کی گواہی دی تو من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ کا یہ مطلب گڑھنا صراحۃ قرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ، کوئی حرکت، کوئی فعل منافی اسلام نہ صادر ہو۔ بعد صدور منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دیگی۔

(تمہید ایمان۔ ۵۴۔ ۵۵)

مکر دوم:۔ یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ "لا نکفر واحداً من اھل القبلہ" ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے اور حدیث میں ہے جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔

مسلمانو! اس مکر خبیث میں ان لوگوں نے نری کلمہ گوئی سے عدول کر کے صرف قبلہ روئی کا نام ایمان رکھو یعنی جو قبلہ رو ہو کر نماز پڑھے، مسلمان ہے اگرچہ اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے، کسی صورت، کس طرح ایمان نہیں ٹلتا۔ ع چوں وضوئے محکم بی بی تمیز۔ اولاً اس مکر کا جواب۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:۔

"لَیسَ البِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وجوھَکُم قِبَلَ المشرقِ والمغربِ ولٰکِنَّ البِرَّ مَنْ اٰمَنَ باللّٰہِ والیومِ الاٰخرِ والملٰئکۃِ والنبیینَ۔ (پ ۲۔ ع ۶۔ سورۃ البقرہ)

اصل نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منہ نماز میں پورب یا پچھم کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اور اللہ پر قیامت اور فرشتوں اور قرآن اور تمام انبیاء پر۔

دیکھو صاف فرمادیا کہ ضروریات دین پر ایمان لانا ہی اصل کار ہے بغیر اس کے نماز میں قبلہ کو منہ کرنا کوئی چیز نہیں۔

اور فرماتا ہے:۔

"وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كَارِهُوْنَ"۔

(پ۔۱۰۔ع۱۳۔سورۃ التوبہ)

وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے رہے اور خرچ نہیں کرتے مگر برے دل سے۔

دیکھو ان کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انھیں کافر فرمایا کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے؟ فقط قبلہ کیسا؟ قبلۂ دل وجان، کعبۂ دین وایمان، سرور عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جانب قبلہ نماز پڑھتے تھے۔

اور فرماتا ہے:

"فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ وَاِنْ نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ"۔

(پ۱۰۔ع۸۔سورۃ التوبۃ۔)

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز برپا رکھیں اور زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم پتہ کی بات صاف بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے اور اگر قول واقرار کرکے پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو، ان کی قسمیں نہیں شاید وہ باز آئیں۔

دیکھو نماز وزکوۃ والے اگر دین پر طعنہ کریں تو انھیں کفر کا پیشوا کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا اور رسول کے شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعنہ نہیں۔

ثانیاً:۔ اس کی رو سے سوا دہریئے کے کہ سرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہو تمام کافر، مشرک، مجوس، ہنود، نصاریٰ، یہود، وغیرہم دنیا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی آخر وجود خدا کے تو قائل ہیں، ایک ہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے خصوصاً کفار، فلاسفہ، وآریہ وغیرہم کہ بزعم خود توحید کے بھی قائل ہیں اور یہود ونصاریٰ تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بہت سے کلاموں اور

ہزاروں نبیوں اور قیامت وحشر وحساب ثواب وعذاب، جنت ونار وغیرہ بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں

ثالثاً:۔اسکے رد میں قرآن عظیم کی وہ آتیں کہ اوپر گذریں کافی ووافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی و نماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرمادیا۔

کہیں ارشاد ہوا۔

"کفروا بعدَ اسلا مِهم ۔ (پ۱۰۔ع۱۶۔سورۃ التوبہ۔)

وہ مسلمان ہوکر اس کلمہ کے سبب کافر ہوگئے ۔

کہیں فرمایا:۔

'لَا تَعْتَذِ روا قَد كفَرْ تُم بعدَ ایما نِكم "۔

(پ۱۰۔آیت ۶۶ سورۃ التوبہ)

بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ۹۹/ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہوجاتیں صرف ایک کلمہ پر حکم کفر صحیح تھا۔ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرہ اسلام کو تنگ کردیا، کلمہ گویوں کو اہل قبلہ کو دھکے دیکر صرف ایک ایک لفظ پر

اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ " لا تعتذروا "عذر بھی نہ کرنے دیا، نہ عذر سننے کا قصد کیا۔افسوس ہے خدا نے پیر نیچر یا ندویہ لکچر یا ان کے ہم خیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا "الا لعنة الله على الظا لمين "

(تمہید ایمان ۔۶۷)

(۴۹)اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۔☆

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور ان پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر۔

﴿۱۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ ومخالف قرآن عظیم ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ۔اور حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:من قال انا عالم فهو جاهل۔

جواب پ آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما"

ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالم دین ہو اور لوگ اس کے فضل سے ناواقف ہوں تو یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں جیسے سیدنا یوسف علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا تھا۔ انی حفیظ علیم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۹۶)

(۵۹) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔☆

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔

﴿۱۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اصح قول کے مطابق "اولوا لامر" سے مراد علماء ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱/۱۰۳)

امیر شریعت دو قسم ہے : اختیاری وقہری۔ اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا۔ احکام شریعت بتا دینا اس کا کام ہے۔ ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیر شریعت متدین فقہائے اہل سنت ہیں۔

قال اللہ تعالی : یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم، اولو الامر ھم العلماء علی اصح الاقوال کما قال تعالی ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: اے اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں ان کی۔ اصح قول کے مطابق اولو الامر سے مراد

علماء ہیں جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔اور کاش وہ اسے لوٹائیں رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیں گے وہ جو استنباط کرتے ہیں ان میں سے۔

عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امور دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہل سنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی لازم تر ہو جاتا ہے کہ بعض خاص دینی کام جنہیں ولاۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں ان میں بھی تاحد ممکن انہیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے۔جیسے معاملہ عنین وتنفیذ انکحہ وخیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں۔

فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر باتباع علماء ه فانه كثرو افالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بينهم كما في الحديقة الندية عن الفتاوى العتابية۔

جب ایک پر اتفاق دشوار ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کر لیں۔اگر علماء کثیر ہوں تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے،اگر علم میں برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کر لی جائے۔جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے ہے۔

یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود با نتخاب الہی منتخب ہے۔دیانت وفقاہت میں اس کا تفرد وتفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعداء کہ بوجہ بددینی یا حسد شیاطینی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں،اور زبردستی اس پر اپنی تعلی چاہتے ہیں،مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اس کے محتاج رہتے ہیں،اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں۔

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔ یہ اللہ تعالی کا فضل ہے عطا کرتا ہے جسے وہ چاہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کا دستور،نہ اس کا ترک گناہ

ومحذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور، اس کے فیصلے کو بہار و اڑیسہ کے جملہ علماء پر نظر تفصیل صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو آپ ہی منظور، واللہ علیم بذات الصدور۔ الا الی اللہ تصیر الامور" اور اللہ سینوں کے رازوں کو جانتا ہے اور سنو تمام امور اللہ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں۔

دوسرا امیر قہری۔ اس کے ذمہ وہ کام ہیں جو بغیر تسلط وغلبہ وقہر کے انجام نہیں پاتے، مثلاً قصاص وحدود وتعزیرات واخذ عشور واخذ خراج۔ یہ ضرور نصب وانتخاب مسلمین پر ہے اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کا دستور اور بلاوجہ شرعی اس سے انکار محظور، یہ اگر عام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے تو خلیفہ وامیر المومنین ہے اور اس کے لئے سات شرطیں لازم کہ ایک بھی کم ہو تو خلیفہ نہیں متغلب ہے۔ اسلام، حریت، ذکورت، عقل، بلوغ، قدرت، قرشیت۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں:

اما عندنا فالشروط انواع، بعضها لازم لا تنعقد بدونه، وهی الاسلام والذکورة والحریة والعقل واصل الشجاعة وان یکون قرشیا۔

لیکن ہمارے نزدیک شروط مختلف طرح کی ہیں، بعض ان میں سے لازم ہیں جن کے بغیر امارت کا انعقاد نہیں ہوسکتا اور وہ مسلمان ہونا، مذکر ہونا، آزاد ہونا، عقل والا ہونا، دلیر ہونا اور قرشی ہونا ہے۔

اور اگر کسی قطر یا شہر یا موضع خاص پر تو وہاں کا صوبہ یا والی ہے اس کے لئے بھی عقل وبلوغ وقدرت یقیناً شرط اور قرشیت کی کچھ حاجت نہیں اور تعمیم احکام کے لئے اسلام وحریت وذکورت بھی ضرور ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ عدم سلطان کے وقت مسلمانوں پر ایسا والی مسلم تلاش کرنا واجب ہے، کمافی المبسوط وجامع الفصولین ومعراج الدرایۃ وغیرہا۔

مگر ہر واجب بقدر قدرت ہوتا ہے اور ہر فرض بشرط استطاعت۔

قال اللہ تعالی: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔

یہاں مسلمان ایسا والی مقرر کرنے پر ہرگز قادر نہیں اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ سو برس سے آج تک ہندوستان میں ہزارہا مشائخ وعلما وصلحا وکبراء گزرے کبھی اس طرف متوجہ نہ ہو

ئے، کیا وہ مسئلہ نہ جانتے تھے؟ یا قصداً فاسق وتارک واجب رہے۔ حاشا ہر گز نہیں، بلکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ وجوب ہم پر نہیں۔

شرح مقاصد میں ہے:

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامة فی اکثر الاعصار علی ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بما یجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولة العباسیة قلنا انما یلزم الضلالة لو ترکوہ عن قدرة واختیار لا عجز واضطرار۔

اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ اگر امام کا مقرر کرنا واجب ہے تو لازم آئے گا کہ امت نے اکثر زمانوں میں واجب کا ترک کیا، کیونکہ ایسا کوئی امام ہی نہیں ملا جو مذکورہ صفات کا حامل ہو خصوصاً حکومت عباسیہ کے گزرنے کے بعد، ہم جواباً کہتے ہیں امت کا گنہگار ہونا تب لازم آئے گا اگر انہوں نے قدرت واختیار ہونے کے باوجود اسے ترک کیا ہو اور اگر عجز واضطرار کی وجہ سے ہو تو پھر گناہ نہ ہوگا۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۱۶۸۔ تا ۱۷۱)

مقدمہ اولی۔ حقیقت امر یہ ہے کہ ولالت مجبرہ جس کی تعریف "تنفیذ القول علی غیر شاء اوابی" دو قسم ہے، عرفیہ ودنیویہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو محکومین پر ہوتی ہے، اسی کے سبب سلاطین کو والیان ملک کہا جاتا ہے۔ اور شرعیہ دینیہ کہ حقیقۃً اللہ عزوجل پھر اس کی عطا سے اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے وبس، جسکی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں ہے "مالهم من دونه ولی" اور حقیقت عطائیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں "النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم" اور دونوں کا جمع اس آیہ کریمہ میں "وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من انفسهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبینا" پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریح وتفویض وانابت سے اسے ہے جسے انہوں نے جتنی بات میں اپنی ولایت اصلیہ سے اختیار ظلی عطا فرمایا، ماذون مطلق کو مطلق اور ماذون امر خاص کو اس امر خاص میں جس کا بیان آیت کریمہ "الذی بیدہ عقدة النکاح" اور آیہ کریمہ "اسمعوا واطیعوا" میں ہے۔ اور ان انواع ثلثہ یعنی ذاتیہ وعطائیہ وظلیہ کا اجتماع آیۃ اس کریمہ میں "اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

اقول: یہی سر ہے کہ نوع دوم پر اطیعوا مکرر آیا کہ ذاتیہ وعطائیہ دو حقیقتیں ہیں اور نوع

سوم کو اسی اطیعوا دوم کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظل اصل سے جدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

مقدمہ دوم: دونوں ولایتوں میں بحسب مناشی ونتائج ولوازم ومقاصد جوفرق ہیں ان کی بہت تعبیرات ہیں۔

(۱) ولایت عرفیہ غلبہ واستیلا سے حاصل ہوتی ہے اور شرعیہ بعطائے شرع۔

(۲) عرفیہ ملکی مسئلہ ہے اور شرعیہ مذہبی ودینی۔

(۳) عرفیہ مقصد سلاطین ہے اور شرعیہ مقصود خاص دین۔

(۴) عرفیہ عالم اسباب میں احکام تکوینیہ الہی کا آلہ ہے یعنی کن لا تکن۔ یہ امر واقع ہو یہ نہ ہو، اور شرعیہ احکام تشریعیہ الہیہ کا مثلا کن مکن یہ کرو یہ نہ کرو۔

(۵) عرفیہ تصرفات کے ثمرات حسیہ کی مثمر ہوتی ہے اور شرعیہ معانی دینیہ کی۔

(۶) عرفیہ سے شئے غیر موجود موجود ہو جاتی ہے اور شرعیہ سے حکم شرعی غیر حاصل حاصل۔

(۷) عرفیہ دنیا میں موثر ہے اور شرعیہ عقبیٰ میں معتبر۔

(۸) عرفیہ کی نافرمانی قوانین سلاطین کی خلاف ورزی ہے اور شرعیہ کی نا حفاظی اللہ عزوجل کی معصیت۔

(۹) عرفیہ کا لحاظ عام ہے کہ بادشاہ کی ہر رعیت پر ہے مسلم ہو یا کافر اور شرعیہ کا لحاظ خاص کہ اس سے صرف مسلمانوں کو کام ہے۔

(۱۰) عرفیہ کا عمل خاص ہے کہ ہر بادشاہ کی قلمرو تک محدود اور شرعیہ کا عمل دنیائے اسلام پر عام ہے مشرق میں ہو یا مغرب میں۔

(۱۱) عرفیہ فوج وسپاہ وتیغ وسلاح کے سایہ میں ہے اور شرعیہ فقیر محتاج کو بھی بقدر عطا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظلی عطیہ۔

یہ تمام مضامین اور ان دونوں ولایتوں میں عموم وخصوص من وجہ ہونا اس مثال سے روشن۔ سلطان نے زید کی قاصرہ کا اپنے پسر سے نکاح کرلیا اور زید راضی نہیں اس نے انکار کر دیا، اس تصرف کے تمام ثمرات حسیہ دنیا میں مرتب ہو جائیں گے، شئے غیر موجود موجود ہو جائے گی یعنی عورت کہ پہلے قبضہ میں نہ تھی اب آجائے گی، دوسرا شخص مزاحمت پر قدرت نہ پائے گا،

مزاحمت کرے گا تو جب غضب سلطانی وسزائے نافرمانی ہوگا، عورت مرجائے گی تو یہ بزعم زوجیت اسکا ترکہ لے گا، پھر اگر بادشاہ نومسلم ہے تو اس واقع میں بھی نکاح ومباح جانے گا اور اپنے تصرف کو صحیح وصاف مانیگا۔ یہ تمام امور احکام تکوینیہ الہیہ سے صادر ہوجائیں گے، مگر احکام تشریعیہ کہ نکاح شرعی بولایت شرعیہ سے پیدا ہوتے اصلا متحقق نہ ہوں گے، نہ وہ عورت اس کیلئے شرعا حلال ہوگی، نہ بعد مرگ ایک کو دوسرے کا مال وراثۃ جائز ہوگا کہ باپ کے سامنے سلطان کو دربارۂ نکاح ولایت شرعیہ نہ تھی، تو نکاح نکاح فضولی ہوا، اور ولی شرعی کے رد سے باطل ہو گیا۔ لان الولایة الخاصة اقوی من الولایةالعامة کمافی الاشباہ وغیرھا۔

اقول: یعنی الظلیة اما الاصلیه فما کان لظل ان یقاوم الظل بل یضمحل دونه ولذا لو زوج النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قاصرة رجل من قاصر رجل تم النکاح ولزم ولم یکن لابویهما خیرة اصلا بل کذلك لو زوج صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رجلا عاقلا بالغا من امرأة کذابدون رضا هما لزم النکاح ولم یکن لهما الخیرة من انفسهما کمانصوا علیه وقدنطق به القرآن العزیز۔

اور اگر زید نے اپنی قاصرہ کا نکاح عمرو سے کردیا اور سلطان کی ناراضی ہے اس نے حکما اس نکاح کو ناجائز رکھا اور رخصت سے روک دیا عند اللہ اس تصرف کے تمام معانی شرعیہ ترتیب پائینگے، عورت کہ اس کے لئے حلال نہ تھی حلال ہوگئی، حکم غیر موجود موجود شرعی ہوگیا، دوسرا اگر بے افتراق بموت وطلاق اس سے نکاح کریگا مستحق غضب جبار وسزائے نار ہوگا، عورت مر جائیگی تو عمرو بحکم زوجیت اس کے ترکہ کا شرعا بقدر حصہ مالک ہوگا، یہ تمام باتیں احکام تشریعیہ الہیہ سے ثابت ہوجائیں گی، مگر احکام تکوینیہ کہ ولایت عرفیہ سے آتے اصلا حاصل نہ ہونگے ، نہ وہ عورت اس کے قبضہ میں آئے گی، نہ یہ دعوی ارث کرسکے گا کہ سلطان کے سامنے باپ کو کیا اختیار اور یہ نکاح کے رائے سلطانی میں خلاف قانون تھا قانونا باطل ہوچکا۔ "لان الولایة العامة املك من الولایة الخاصة فی الدنیا" اسی قیاس پر صدہا صورتیں ہیں۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا ولایت عرفیہ میں تنفید سے مراد تحصیل ثمرات حسیہ دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل نہ ہوں اور ولایت شرعیہ میں مراد اثبات معانی شرعیہ دینیہ اگرچہ موانع صوریہ زائل نہ ہوں۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۷/۴۹۲ تا ۴۹۴۔)

اولی الامر میں اصح القول یہی ہے کہ اس سے مراد علمائے دین ہیں "کما نص علیه الزرقانی وغیرہ۔" نہ سلاطین جن کے بہت احکام خلاف شرع ہوتے ہیں، یزید پلید کے وقت میں بکثرت صحابہ کرام وتابعین اعلام تھے وہی اولوالامر تھے۔ نہ یزید علیہ مایستحقہ۔ ہر رسالت کے زمانہ میں وہ رسول اور اس کی کتاب امام ہوتی ہے۔"قال تعالی: کتب موسی اماما ورحمة" زمانہ ختمیت میں آخر دہر تک قرآن عظیم وحضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام ہیں جس نے انہیں نہ پہچانا ظاہر کہ وہ جاہلیت کی موت مرا، واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲/۳۸)

(۶۴) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۔☆

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

﴿۱۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے۔ مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیما وحدیثا علماء وصلحا اس آیہ کریمہ کو زمانہ حیات ووفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کئے اور اوقات زیارت میں یہی آیہ کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالی سے استغفار کرتے رہے، اس مضمون کی بہت روایات وحکایات مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ ومدارج النبوۃ وجذب القلوب الی دیار المحبوب وخلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفی وغیرہا تصانیف علماء میں مذکور ومشہور، بعض ان سے حضرت مقدام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس سے اثبات فرمایا۔ "من شاء فلیتشرف بمطالعته (جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو۔

مثلاً: تنبیہ۔ اس آیت سے تین مطلب نہایت نفیس ثابت ہوئے۔

اول: وعدہ قبول شفاعت کہ تو ان کی بخشش چاہے گا تو ہم انہیں بخش دیں گے۔

دوم: توسل مقبولان خدا کہ موجب حصول مدعا ہے، جو بات ان کے وسیلہ اور واسطے سے ہوتی ہے بغیر اس کے نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ "جاء وك" اس مضمون کی طرف صاف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا مغفرت میں اثر تمام رکھتا ہے۔

حکایت: تفسیر مدارک میں نقل کیا، بعد دفن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک بادیہ نشین آیا اور قبر پر گر کر خاک پاک اس کی اپنے سر پر ڈالی اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کو فرمایا تو ہم نے سنا اور جو آپ پر اتارا گیا اس میں یہ آیت ہے:

ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وك الآية ۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ کے پاس حاضر ہوا اور خدا سے اپنے گناہ کی مغفرت چاہتا ہوں، آپ میرے رب سے میری بخشش چاہیں۔ قبر مبارک سے ندا آئی "قد غفر لك" تو بخشا گیا۔

حکایت: محمد بن حرب ہلالی سے منقول ہے: میں قبر مبارک کے نزدیک بیٹھا تھا، ایک بادیہ نشین آیا، جب زیارت سے فارغ ہو کر کہا: اے خیر الرسل ۔ خدائے تعالیٰ نے تم پر سچی کتاب نازل کی اور اس میں فرمایا۔ "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك الآيه، میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی شفاعت چاہتا ہوں۔ راوی کہتا ہے: بعد اس واقعہ کے میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: اس بادیہ نشین سے ملاقات کر اور بشارت دے کہ حق تعالیٰ نے میری شفاعت سے گناہ اس کے بخش دیئے۔

حکایت: منقول ہے کہ ایک بادیہ نشین نے قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کہا خدایا تو نے ہمیں بندوں کے آزاد کرنے کا حکم دیا۔ یہ تیرا حبیب ہے اور میں تیرا بندہ، اپنے حبیب کی قبر پر مجھے دوزخ سے آزاد فرما۔ ہاتف نے آواز دی اے شخص تو صرف اپنی آزادی چاہتا ہے۔ سب خلق کی کیوں نہ چاہی۔ جا ہم نے تجھے آزاد کیا۔

ان الملوك اذا شابت عبيدهم ۔ فی رقهم اعتقو هم عتق ابرار وان یا سیدی اولی بذا کرما ۔ قد شئت فی الرق فاعتقنی من النار ۔

حکایت: کہتے ہیں حاتم اصم جب روضہ مقدس پر پہنچے کہا: الٰہی ہم زیارت قبر پیغمبر سے

مشرف ہوئے۔ اس مقام شریف سے تو ہمیں محروم مت پھیر۔ ندا آئی ہم نے تجھے زیارت قبر حبیب کی بدوں قبول کے نہ دی یعنی ہم نے پہلے تجھے قبول کر لیا جب اس دولت سے مشرف کیا پھر جا اور جو زائر تیرے ساتھ ہیں تم سب بخشے گئے۔

حکایت: منصور دوانقی جب حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا، امام مالک سے پوچھا دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف؟ فرمایا: اپنا منہ حضرت کی طرف سے کیوں پھیرتا ہے، وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا خدا کی جناب میں وسیلہ ہیں، ان کی طرف منہ کر کے درخواست شفاعت کیا کر وہ تیری شفاعت جناب الٰہی میں عرض کریں گے۔ اور یہ آیت پڑھی۔" ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك الآيه ۔

سوم: یہ آیت پروردگار کی کمال عنایت پر دلالت کرتی ہے کہ ہمیں ایسے مہربان پیغمبر کی امت پیدا میں کیا پھر ہماری محبت اور ہماری مغفرت کی خواہش ان کے دل میں پیدا کی پھر ان سے وعدہ کیا، اگر تم گناہ گاران امت کے لئے استغفار کرو گے تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور ان پر رحم فرماؤں گا۔ چنانچہ وہ جناب بمقتضائے اس محبت کے ہمارے لیے ہر روز ستر بار استغفار آپ کی ہمارے حق میں قبول فرمائے اور ہمارے گناہ بخش دے کہ کریم جس سے وعدہ کرتا ہے وفا فرماتا ہے۔ ولنعم ما قیل: اللہ کریم است ورسول او کریم۔ صد شکر کہ ہستم میان دو کریم

ایک روز سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جناب باری میں عرض کیا: الٰہی میری امت کا حساب میرے روبرو کر کہ سوا میرے ان کے گناہوں سے کوئی خبردار نہ ہو، حکم آیا اے محمد وہ تیری امت اور میرے بندے ہیں میں تجھ سے زیادہ مہربان ہوں۔ ان کا حساب اور کسی سے متعلق نہ کروں گا۔ تا کہ تو بھی ان کے گناہوں سے خبردار نہ ہو۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قیامت کو منادی ندا کرے گا۔ اے امت محمد! میں نے اپنا حق تمہیں معاف کیا۔ تم اپنے حق ایک دوسرے کو معاف کرو اور بہشت کو چلے جاؤ۔

اسی طرح بہت علماء مصنفان مناسک باب زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں، جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام ابوحنیفہ کے مزار فائض الانوار کے ساتھ کیا کرتے۔ اب یہ کہ دعائے سرکار قادر یہ اس

آستان فیض نشان سے دور و مہجور ہے۔ گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اس سمت چل کر ان چلنے والوں کی شکل بنانا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث حسن میں فرمایا۔

من تشبه بقوم فهو منهم ۔ اخرجه الطبراني في الاوسط عن حذيفة رضي الله تعالى عنه باسناد حسن وان كان طرق ابي داود عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ليس بذلك۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں سے ہے۔ اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے، یہ سند جید ہے اگرچہ ابوداؤد کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی قوی نہیں ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۶۰۶/۷ تا ۶۲۰)

آیت کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پرنور عفوعفو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سبب قبول توبہ و دفع بلائے عذاب ہے بلکہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزۃ قادر تھا یونہی گناہ بخش دے مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین ۔ (الامن والعلی ص ۶۳)

﴿۶۵﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۔☆

تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہیں ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم فرما دو اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

﴿۱۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زید نے کہا: قسم کھا کر اس آیت میں فرمایا جاتا ہے کہ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات کو موافق احادیث و آیات نہ طے کریں پھر کوئی رنجش یا کراہت بھی دل میں نہ رہے۔ اب بتایئے ہم لوگ اپنے مقدمات کو بجائے آیات واحادیث کے انگریزی قوانین سے طے کراتے ہیں تو ہم تو دیوبندیوں سے بدتر ہیں، گویا نص قرآنی ہماری تکفیر فرما رہی

ہے۔ جب ہمارا خود یہ حال ہے تو دوسروں کو کیوں کر کافر کہیں، ہم تو خود ہی کفر میں مبتلا ہیں ۔انتھی کلامہ۔اب استفتاء یہ ہے کہ زید کا کیا حکم ہے؟ اور آیہ کریمہ کی صحیح تفسیر کیا ہے۔؟

الجواب: جو مدعی حق پر ہیں وہ تحکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زور حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبور ہے، جوابدہی نہ کرے تو یک طرفہ ڈگری ہوجائے ان دونوں فریق پر اگر آیہ کریمہ وارد ہوتو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صدہا سال سے مدعی مدعا علیہ وکیل گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرع مطہر سے جدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں، اور جو مدعی جھوٹا ہے وہ ناحق دوسروں کا مال مثلا چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی چرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے، یونہی جھوٹا مدعی علیہ مثلا دوسرے کا دیا ہوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد ان ذرائع کاذبہ سے لیتا ہے، یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے۔آیت اس کے بارے میں ہے جو حکم شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہوتو نہ نفس امارہ کی ناگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو برا جانے ۔یہ لوگ کافر ہیں۔یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے۔رمضان خصوصا گرمیوں کے روزے نماز خصوصا جاڑوں میں صبح وعشا کہ نفس امارہ پر شاق ہوتی ہے اس سے کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے احکام کو حق ونافع جانتا ہے۔ہا ں اگر دل سے نماز کو بیکار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے۔اگلی آیہ کریمہ اس معنی کو خوب واضح فرماتی ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۳۶۵)

(۶۶) وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۔☆

اور اگر ہم ان پر فرض کرتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر وہ کرتے جس بات کی انہیں نصیحت دی جارہی ہے تو اس میں ان کا بھلا اور ایمان پر خوب جمنا۔

﴿۲۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب ہے تو ثابت ہوا کہ

حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجا آوری حکم سے باز رہنا کفر نہیں ورنہ معاذا للہ یہ ٹھہرے کہ صحابہ کرام بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے: "ما فعلوہ الا قلیلا منھم" اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے۔ حالانکہ رب عزوجل جا بجا ان کے سچے پکے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۳۶۶)

یہاں تک کہ فرماتا ہے:

ولکن اللہ حبب الیکم الایما ن وزینہ فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر والفسوق و العصیان اولئک ھم الرشدون فضلا من اللہ و نعمتہ واللہ علیم حکیم۔

اے محبوب کے صحابیو! اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی و نافرمانی تمہیں ناگوارا کر دی۔ یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کے فضل اور اس کی نعمت سے اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے۔

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگوار جس پر زیادت ثواب کی بناء ہے۔ حدیث میں فرمایا:

افضل العبادات احمز ھا۔ سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۳۶۶)

(۷۷) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۔☆

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روک لو نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں بعضے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرے یا اس سے بھی زائد تو بولے اے رب ہمارے تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا تم فرمادو دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی اور تم پر تاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔

﴿۲۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو آدمی بادشاہوں کے دربار میں حاضری دیتا ہے خوب جانتا ہے کہ جب کوئی شخص دربار کے باہر رہتا ہے اور بادشاہ اس کو بلانے کا حکم دیتا ہے تو دربان دربار کے اندر سے ہی اسے پکارنے نہیں لگتے بلکہ باہر نکل کر آواز دیتے ہیں، اگر یہ دربان بادشاہ کے سر پر ہی کھڑے ہوکر چلانے لگیں تو بے ادبی کے مرتکب ہوں گے، بادشاہ کے غضب کے مستحق اور سزا کے مستوجب ہوں گے۔

اور جو بادشاہوں کے دربار میں نہ جاسکا ہو تو وہ ہمارے علاقہ کے ججوں کی کچہری میں حاضر ہو جج مسلمان ہوں یا غیر مسلم وہ دیکھے گا کہ جج جب گواہوں یا مدعی و مدعا علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیتے ہیں تو چپراسی انہیں کچہری کے کمرہ کے اندر سے نہیں بلاتے بلکہ دروازہ کے باہر آکر پکارتے ہیں یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، اور جو اس کے بے ادبی ہونے میں شبہ کرے وہ خود ہی اس کا تجربہ کرے، کہ جج کے سامنے کھڑے ہوکر فلاں حاضر ہو! فلاں حاضر ہو! پکارنے لگے۔ تو ہمارا بیان اس کے لئے مشاہدہ میں تبدیل ہو جائے گا۔ تو اس کا سبب کچہری کا ادب اور حکام کا خوف ہی ہے۔ پس اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔ (حالانکہ وہ لوگوں سے ڈرتے ہیں اور بہت زیادہ ڈرتے ہیں جیسا کہ اس آیت "یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً" میں ہے۔ مرتب)

اور اس قسم کے امور تعظیم و اظہار ادب میں جہاں کوئی شرعی حکم منصوص نہ ہو معاملہ مشاہدہ پر ہی موقوف ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ کا حال ہم بیان کرچکے تو اسی کی طرف پلٹنا چاہیے۔ اور غائب مصلیوں کو مصلی کے اندر کھڑے ہوکر پکارنے کو بارگاہ الوہیت میں بے ادبی ہی تصور کرنا چاہیے۔

ہم نے جو مسئلہ کو مشاہدہ پر محمول کرنیکی بات کہی وہ عقل سلیم کے نزدیک مسلم ہے اور تتبع اور تلاش سے بزرگوں کے کلام میں اس کی بہت ساری نظیریں مل سکتی ہیں۔

چنانچہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الثابت هو يد اليمنى على اليسرى و كونه تحت السرة او الصدر كما قال الشافعي لم يثبت فيه حديث يوجب العمل فيحال على المعهود وضعها حال

قصد التعظیم فی القیام المعہود فی المشاھد منہ تحت السرۃ۔

حدیث شریف سے اتنا ثابت ہے کہ قیام کی حالت میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے یہ امر کہ وہ ناف کی نیچے ہو یا سینہ کے نیچے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ اس باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس پر عمل واجب ہو۔ تو اس معاملہ کو مشاہدہ پر محمول کرنا چاہئے کہ حالت تعظیم میں جہاں ہاتھ باندھنا معلوم ومشہور ہو وہی اختیار کیا جائے اور یہ زیر ناف ہے انہیں نظیروں میں سے حضرت محقق کا یہ قول بھی ہے جس کی ان کے شاگرد ابن امیر الحاج نے تحسین بھی کی ہے۔

لا اری تحریر النغم فی الدعاء کما یفعلہ القراء فی ھذا الزمان ویصدر ممن فھم معنی الدعاء والسوال وما ذلک الانوع لعب فانہ لو قدر فی الشاھد سائل حاجتہ من ملک ادی سوالہ بتحریر النغم فیہ من الرفع والخفض والتغریب والرصوع کالتغنی نسب الی التھمۃ الی قصد السخریۃ واللعب اذ مقام طلب الحاجۃ التضرع لا التغنی۔

دعاء میں گلے بازی (گانا) کو میں جائز نہیں تصور کرتا جیسا کہ آج کل کے قاری کرتے ہیں اور یہ فعل ایسے لوگوں سے بھی صادر ہوتا ہے جو سوال اور دعاء کے معنی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک قسم کا کھیل اور مذاق ہے۔ اگر مشاہدے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کوئی سائل جو بادشاہ سے اپنی حاجت کی درخواست کررہا ہو اپنے سوال کو گویوں کی طرح گا کر آواز کی بلندی اور پستی اور آواز کی آرائش کی ساتھ مانگے تو ایسے سائل کو کھیل اور مذاق کی تہمت دیجائے گی کہ مقام الحاح وزاری کا ہے نہ گانے کا۔

حلیہ میں اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا:

قد اجاد رحمہ اللہ فیما اوضح وافاد۔ حضرت محقق نے بہت عمدہ توضیح وافادہ فرمایا۔

اس قسم کی بہت سی نظیریں فتح القدیر، حلیہ، غنیۃ وغیرہ میں ہیں بلکہ میرا کہنا تو یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس طرف رہنمائی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

استحیی من اللہ استحیائک من رجلین من صالحی عشیرتک رواہ ابن

عدی عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تم اللہ تعالیٰ سے ایسا ہی شرم کرو جیسا اپنے خاندان کے دو نیک مردوں سے شرم کرتے ہو۔ اس حدیث کو ابن عدی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حضور سے روایت کیا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

ان اللہ احق ان یستحی منہ من الناس ۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا زیادہ حق ہے کہ آدمی اس سے انسانوں کی بہ نسبت زیادہ شرم کرے۔

اس حدیث کو احمد وابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور نسائی وابن ماجہ اور حاکم نے معاویہ ابن حیدۃ سے روایت کیا۔

اور یہ حدیث:

اذا صلی للہ فلیلبس ثوبیہ فان اللہ احق من تزین لہ۔

نماز پڑھو تو پورے لباس میں کہ اللہ کے لئے زینت وآرائش کا سب سے زیادہ حق ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور سے روایت کیا اور اس کی وضاحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہوئی کہ۔

انہوں نے اپنے غلام نافع کو دونوں کپڑے پہنائے (یعنی مکمل جوڑا دیا۔) پھر انہیں مسجد کے اندر ایک ہی چادر میں لپٹا ہوا دیکھا تو فرمایا: کیا تمہارے پاس پہننے کے لئے پورا جوڑا نہیں ہے۔ اگر میں تم کو گھر سے باہر کسی کام کے لئے بھیجتا تو مکمل جوڑا پہن کر جاتے یا ایک چادر لپیٹ کر؟ حضرت نافع نے جواب دیا ضرور پورا لباس پہنتا۔ اس پر ابن عمر نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے۔

(شمائم العنبر ۔۲۵۸۔۲۶۱)

(۸۰) مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۚ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۔☆

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔

﴿۲۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رب تبارک وتعالیٰ اس آیت اوراس کے امثال میں حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا حکم بعینہ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہ اپنی اطاعت بتاتا ہے، تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں، جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

احمد و بخاری و مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند وصحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات لخلق الله ۔

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور مونھ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی میں نے سنا ہے آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی؟ فرمایا:

ما لی لا العن من لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومن هو في كتاب الله ۔

مجھے کیا ہوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔ ان بی بی نے کہا: میں نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا فرمایا:

ان كنت قراتيه لقد وجدتيه ۔ اگر تم نے قران پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔

اما قرأت ما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا ۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو، انہوں نے عرض کی ہاں فرمایا۔ "فانه قد نهى عنه" تو بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔

منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی ان بی بی کا خیال اور ہمارا جواب بعینہ حضرت عبداللہ بن

مسعود کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی ام یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین وثقات صالحات سے، ہو نے میں تو کلام نہیں اور حافظ الشان نے فرمایا صحابیہ میں سے معلوم ہوتی ہیں، بہرحال ان کی فضیلت وصلاح قبول حق پر باعث ہوئی، سمجھ لیں اور اس کے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتیں، کما رواہ البخاری من طریق عبد الرحمن بن عابس عنھا عنہ رضی اللہ تعالی عنھما"

ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہیے کہ ع۔ دلا مردانگی زین زن بیاموز۔

ولکن اللھدایہ لن تنا لا　　بلا فضل من المو لی تعالی

ایک بار عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو میں قرآن سے جواب دوں گا، کسی نے سوال کیا احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ اللہ عزوجل نے تو یہ فرمایا کہ ارشاد رسول پر عمل کرو۔

حدثنا سفین بن عینیۃ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن خراش عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ قال اقتد وابالذین من بعدی ابی بکر وعمر"

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا: ان دو کی پیروی کرو جو میرے جانشین ہونگے ابوبکر وعمر۔

حدثنا سفین عن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شھاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ انہ امر بقتل المحرم الزنبور۔ ' اور ہمیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث پہنچی کہ انہوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتل زنبور کا حکم دیا۔" ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۲۲)

(۸۵) مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا ۚ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً یَّکُنْ لَّہٗ کِفْلٌ مِّنْھَا ۭ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

مُّقِيتًا۔☆

جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿۲۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فاقول: اولا۔ نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میت کی شفاعت ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: "من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ" کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے۔ اور اذن اللہ عزوجل کا قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے، اور صورت مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں "ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوی کرے دلیل اس کے ذمہ) لاجرم ان مجتہد صاحب نے ثبوت اذن الہی بارگاہ عزت میں شفاعت پر جرائت وبیبا کی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمانوں کو بھی اس بلا میں ڈالا اور "من ذا الذی یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها (جو کوئی بری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصہ ملے) سے حصہ لیا دیا۔ (فتاوی رضویہ جدید ۹/۳۰۵)

〈۸۶〉وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ۔☆

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

﴿۲۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

۴۲۸۸۔ **عن** أبی ذر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: تسلیمه علی من لقیه صدقة۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس سے ملاقات ہو اور سلام کہا جائے تو یہ اس کے لئے باعث ثواب

۴۲۸۸۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۱۷۸ ☆

ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۴/۲۰۱)

۴۲۸۹۔ **عن** انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یا بنی !اذا دخلت علی اهلك فسلم ! یکون برکة علیك و علی اهل بیتك۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے !جب تو اپنے اہل پر داخل ہوتو سلام کر، وہ برکت ہوگا تجھ پر اور تیرے اہل خانہ پر۔

۴۲۹۰۔ **عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اذا دخلتم بیوتکم فسلموا علی اهلها، فان الشیطان اذا سلم احدکم لم یدخل بیته ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اہل خانہ پر سلام کرو، کہ جب تم میں سے کوئی گھر میں جاتے وقت سلام کرتا ہے تو شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔

(فتاوی رضویہ حصہ دوم، ۹/۹۰)

۴۲۹۱۔ **عن** عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی اللہ تعالی عنهم قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : لیس منا من تشبه بغیرنا ، لا تشبهوا

۴۲۸۹۔ الجامع للترمذی، ۲۶۹۸، باب ما جاء فی التسلیم اذا دخل بیته، ۲/۹۵

۴۲۹۰۔ المستدرك للحاکم، ۴۰۲/۲ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۵/۵۹

کنز العمال للمتقی، ۴۱۵۴۵، ۱۵/۳۹۹ ☆ اتحاف السادة للزبیدی، ۹/۲۷۴

۴۲۹۱۔ الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۴۳۴ ☆ کنز العمال للمتقی، ۲۵۲۳۳، ۹/۱۲۸

الترغیب والترهیب للمنذری، ۳/۴۳۴ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/۴۷

بالیھود و لا بالنصاری ، فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع و ان تسلیم النصاری بالا کف۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عن ابیہ عن جدہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے۔ یہود ونصاری سے تشبہ نہ کرو کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے۔ اور نصاری کا سلام ہتھیلیوں سے۔

﴿۲۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث بطور ترمذی وموافقین ترمذی ضعیف ہے۔ اور ایک جماعت محققین کے نزدیک حسن ہے۔ کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ متصل ہے۔

(صفائح اللجین، ۴۸)

۴۲۹۲۔ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رجل ایا رسول اللہ ! الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ ،اینحنی لہ ؟ قال : لا،۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے۔ فرمایا: نہ۔

(ابر المقال، ۱۹)

۴۲۹۳۔ عن نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : انطلقت مع عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقضی ابن عمر حاجتہ، و کان من حدیثہ یومئذان قال : مر رجل علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سکۃ من السکک و قد خرج من غائط او بول ،فسلم علیہ فلم یرد علیہ حتی اذا کاد الرجل ان یتواری فی السکۃ فضرب بیدیہ علی الحائط ، و

۴۲۹۲۔ الجامع للترمذی، الستئذان ۳۱، باب ما جاء فی المصافحۃ، ۹۷/۲

المسند لاحمد بن حنبل، ۱۹۸/۳

۴۲۹۳۔ السنن لأبی داؤد، باب التیمم، ۴۷/۱

مسح بهما وجهه، ثم ضرب ضربة اخرى فمسح ذراعيه ثم رد على الرجل السلام وقال: انه لم يمنعنى ان ارد عليك السلام الا انى لم اكن على طهر۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک ضرورت سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں پہونچا۔ حضرت ابن عمر نے اپنا کام کیا۔ اس دن حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک حدیث بیان فرمائی۔ کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گلی میں گزرے اسی وقت حضور نے رفع حاجت فرمائی تھی۔ کہ انہوں نے حضور کو سلام عرض کیا۔ تو آپ نے جواب مرحمت نہیں فرمایا یہاں تک کہ وہ شخص جب گلی میں مڑنے لگے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیوار پر ہاتھ مارا اور چہرے کا مسح فرمایا۔ پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مارا اور دونوں مبارک کلائیوں کا مسح فرمایا۔ پھر سلام کا جواب عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: میں نے سلام کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کہ باوضو نہیں تھا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۳/ ۴۲۸)

﴿۸۷﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۔☆

اللہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ ضرور تمہیں اکٹھا کرے گا قیامت کے دن جس میں کچھ شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

﴿۲۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر بیضاوی شریف میں ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وہو علی اللہ تعالی محال۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من الله حديثا ۔ تميز وهو استفهام بمعنى النفى اى لا احد اصدق منه فى اخباره ووعده ووعيده لا ستحالة الكذب عليه تعالى لقبحه لكونه

اخبار اعن الشئی بخلاف ما هو علیه ۔

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر ووعدہ ووعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رو سے قبیح ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے۔

تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے۔

ومن اصدق من الله حدیثا ۔ انکار لان یکون احد اصدق منه تعالی فی وعده وسائر اخباره وبیان لاستحالته کیف الا والکذب محال علیه سبحنه دون غیره ۔

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

ومن اصدق من الله حدیثا ۔ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منه فان الکذب نقص وهو علی الله محال دون غیره اه ۔ ملخصا

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے نہ اس کے غیر پر، اھ ملخصا۔

شرح السنوسیہ میں ہے۔

الکذب علی الله تعالی محال لانه دنائة ۔

اللہ تعالی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔

فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے۔

ممتنع علیه الکذب اتفاقا لانه نقص والنقص علی الله تعالی محال اجماعا ۔

کذب الہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالی پر بالاجماع محال ہے۔

شرح عقائد جلالی میں ہے۔

الکذب نقص والنقص علیه محال فلا یکون من الممکنات ولا تشمله القدرة کسائر وجوه النقص علیه تعالی کالجهل والعجز۔

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالی پر محال تو کذب الہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالی کی قدرت اسے شامل، جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الہی کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

اسی میں ہے۔

لا یصح علیه تعالی الحرکة والانتقال ولاالجهل ولاالکذب لانها نقص والنقص علی اللہ تعالی محال۔

اللہ تعالی پر حرکت وانتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں اور عیب اللہ تعالی پر محال۔

کنز الفوائد میں ہے۔

قدس تعالی شانه عن الکذب شرعا وعقلا اذ هو قبیح یدرک العقل قبحه من غیر توقف علی شرع فیکون محالا فی حقه تعالی عقلا و شرعا کما حققه ابن اللهمام وغیره۔

اللہ عزوجل بحکم شرع وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا۔ اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالی کے حق میں عقلا وشرعا ہر طرح محال ہے جیسے کہ امام ابن اللہمام نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ میں فرماتے ہیں:

الکذب علیه تعالی محال ۔ اللہ تعالی پر کذب محال ہے۔

مسلم الثبوت میں ہے۔

المعتزلة قالوا لولا کون الحکم عقلیالم یمتنع الکذب منه تعالی عقلا۔ والجواب انه نقص فیجب تنزیهه تعالی عقلا کیف وقد مرانه عقلی باتفاق العقلا

ء لان ما ینافی الوجوب الذاتی من جملة النقص فی حق الباری تعالی ومن الاستحالات العقلیه علیه سبحنه اه ۔ ملخصا مع الشرح۔

حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہل سنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہوتو اللہ تعالی کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تمام بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب اس کے لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالی کو اس سے منزہ مانیں، اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلاء کا اجماع ہے، وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالی کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے اھ ملخصا۔ مع الشرح۔

مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ الکذب نقص لان ماینا فی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیه بذلك اثبت الحکماء الذین هم غیر متشرعین بشریعة الاستحالة المذکو رةفان الوجوب والکذب لا یجتمعان کما بین فی الکلام اه ملخصا۔

جھوٹ عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اسی دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان نہیں رکھتے کہ خدائی ودروغ گوئی جمع نہ ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے۔ اھ ملخصا؛۔

مولانا بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

الله تعالی صادق قطعا لا ستخالة الکذب هنا ك ۔ (ملخصا)

اللہ تعالی یقیناً سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۲۷۔۳۳۱)

اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہوسکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادث نہیں۔ اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا۔ تو لازم کہ صدق الہی محال ہو جائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل۔ تو کذب سے اتصاف ناممکن۔ یہ دلیل تفسیر کبیر ومواقف وشرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالی " ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ (اللہ تعالی سے بڑھ کر کون ہے سچی بات فرمانے والا) امتناع کذب الہی پر اہل سنت کی دلیل

بیان کرتے ہیں۔

اما اصحابنا فدليلهم انه لو كان كاذبا لكان كذبه قديما، ولو كان كذبه قديما لا متنع زوال كذبه لا متناع العدم على التقديم، ولو امتنع زوال كذبه قديما الا متنع كونه صادقا۔ لان وجود احد الضدين يمنع وجود الضد الاخر فلو كان كاذبا لامتنع ان يصدق لكنه غير ممتنع ۔ لا تانعلم بالضرورة ان كل من علم شيئا فانه لا يمتنع عليه ان يحكم عليه بحكم مطابق للمحكوم عليه ۔ والعلم بهذه الصحة ضروري ۔ فاذا كان امكان الصدق قائما كان امتناع الكذب حاصلا لا محالة۔

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم ممتنع ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیما ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا۔ کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے۔ تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃ جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شئے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے میں کوئی امتناع نہیں، اس ضابطہ کی صحت کا علم ویقین ضروری ہے جب امکان صدق قائم تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا، اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہے نا تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے۔ اور اگر کہے ہاں تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی، شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم۔ اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالۃ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا۔ اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم "تحقیقا

لمعني اللزوم حيث كان ذاتيا لا لعارض كما ههنا "۔(معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے کہ ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے جیسا کہ یہاں ہے) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہو جانا ہرگز ممکن نہیں، ورنہ انقلاب لازم آئے اور یہ قطعاً باطل۔ تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالیٰ کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا۔ لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل اور استحالۂ کذب قطعاً حاصل۔

والحمد لله اصدق قائل الدلائل الفائضة على قلب الفقير بعون القدير عز جده وجل مجده۔

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کی ان سچے دلائل پر جو قدیر عز جدہ وجل مجدہ کی مدد سے فقیر کے دل پر وارد ہوئے۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۴۱۔۳۴۲)

﴿۸۹﴾ وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ☆

وہ تو یہ چاہتے ہیں کہیں تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ بھی کافر ہوئے تو تم سب ایک سے ہو جاؤ تو ان میں کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک اللہ کی راہ میں گھر بار نہ چھوڑیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مددگار۔

﴿۲۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں "ولی" کے ساتھ لفظ "نصیر" خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انہیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الايمان (فخذوهم واقتلوهم حيث وجدتموهم ولا تتخذوا منهم وليا ولا نصيرا) وان بذلوا لكم الولاية والنصرة فلا تقبلوا منهم (الا الذين يصلون الى قوم) ويتصلون بهم والا ستثناء من قوله فخذوهم واقتلوهم دون الموالاة۔

اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار۔ اور اگر وہ بلا معاوضہ بھی تمہاری دوستداری و مددگاری بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر وہ اہل معاہدہ سے ملیں، یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی سے کہ وہ تو ہر کافر سے مطلقا حرام ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای جانبوھم راسا ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ۔

یعنی ان سے بالکل دور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابی السعود میں ہے:

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ ابدا۔

یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور کبھی ان کی دوستی و مدد قبول نہ کرو۔

تفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے:

ھذا مستثنی من الاخذ والقتل اما الموالاۃ فحرام مطلقا لا تجوز بحال۔

یہ استثناء گرفتاری و قتل سے ہے۔ رہی کافر سے موالات وہ تو مطلقا حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

ھذا استثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاۃ لان موالاۃ الکفار والمنافقین لا تجوز بحال۔

یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ کہ موالات کی جانب۔ اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال میں حلال نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے:

استثناء من مفعول فاقتلوھم لا من قولہ ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا وان کان اقرب مذکور لان اتخاذ الولی منھم حرام بلا استثناء بخلاف قتلھم۔

معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انہیں قتل کرو اس ارشاد سے استثناء نہیں کہ ان میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر

ہے، اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف ان کے قتل کے کہ اس سے معاہدین مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی: لا من الضمیر فی ولا تتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم حرام مطلقا۔

طیبی نے کہا: کہ دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگر چہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقا حرام ہے اگر چہ معاہد ہو۔

اقول: اس پر خود سیاق کریمہ دال کہ قتل وقتال ہی کے منع ورخصت کا ذکر ہے، یونہی عموم حکم نفس استثنا کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین ومعاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنیٰ فرمائے واللہ تعالیٰ اعلم۔　(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۲۹۴ـ تا ـ ۲۹۶)

﴿۹۳﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۔☆

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

﴿۲۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بدمذہب اگر چہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نمازی سے بدر جہا برا ہے کہ فسق عقیدہ فسق عمل سے سخت تر ہے۔ اور صرف گناہان جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمدا ناحق قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے۔ اس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر اس آیت میں حکم خلود فی النار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاوی رضویہ جدید ۵/۱۰۹)

﴿۹۷ـ ۹۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ

لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلاً۔ ☆

وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی مگر وہ جو دبا لئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں۔

﴿۲۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں ہجرت کا بیان ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ مرتب)

ہجرت دو قسم ہے۔ عامہ وخاصہ۔ عامہ یہ کہ تمام اہل وطن ترک وطن کر کے چلے جائیں۔ اور خاصہ یہ کہ خاص اشخاص، پہلے ہجرت دار الحرب سے ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جس کا بیان آیہ کریمہ "ان الذین توفھم الملئکة ظالمی انفسھم الآیة" وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے الآیۃ۔ میں ہے، اس سے صرف عورتیں اور بچے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے مستثنی ہیں۔ جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیہ کریمہ "الا المستضعفین الآیة" میں ہے۔ باقی سب پر فرض ہے جو باوصف قدرت دار الحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحق عذاب ہے۔ رہا دار الاسلام اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی وبے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہو گی۔

اور ہجرت خاصہ میں تین صورتیں ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ خاص سے کسی مقام خاص، میں اپنے فرائض دینیہ بجانہ لا سکے اور دوسری جگہ ممکن ہو، تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا جائے، اور اگر اس محلہ میں معذور ہو تو دوسرے محلہ میں اٹھ جائے، اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں وعلی ہذا القیاس۔ "کما بینه فی مدارك التنزیل واستشهد بحدیث" (جیسا کہ مدارک التنزیل میں اس کی تفصیل ہے اور اس پر حدیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔) دوسرے وہ کہ یہاں اپنے فرائض مذہبی بجا لانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے۔ وہ نہ جا سکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو

دارالاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے۔حدیث میں ہے:

"کفی بالمرء اثماا ن یضیع من یقوت"

کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کردے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا۔

یا وہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی حرام ہے"وقد نص فی البزازیۃ والدر المختار انہ لا یجو ز لہ السفر الطویل منہا فضلا عن المھاجرۃ "(بزازیہ اور درمختار میں تصریح ہے کہ ایسے آدمی کے لئے طویل سفر جائز نہیں چہ جائیکہ وہ وہاں سے ہجرت کرجائے۔)

تیسرے وہ کہ نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت، اسے اختیار ہے رہے یا چلا جائے جو اس کی مصلحت سے ہو۔یہ تفصیل دارالاسلام میں ہے۔" کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوی میں کی ہے۔واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۱۳۱۔۱۳۲)

(۱۰۳) فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ج فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ج اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ☆

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

﴿۳۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا۔بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ (فتاوی رضویہ جدید ۵/۲۷۰)

(تفصیل ان احادیث میں ملاحظہ کیجئے۔مرتب)

۴۲۹۴۔ عن أمیر المؤمنین علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ قال: قال رسول اللہ

۴۲۹۴۔ الجامع للترمذی، الصلوۃ، ۱/۲٤ ☆ السنن لابن ماجہ، الجنائز، ۱/۵۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ثَلاثٌ لَا تُؤَخِّرُ وُهُنَّ،الصَّلٰوةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں میں دیر نہ کرو۔ نماز جب اسکا وقت آ جائے ۔ جنازہ جس وقت حاضر ہو۔ اور زن بے شوہر جب اسکا کفو ملے۔

(فتاوی رضویہ ۴/۵۰) (فتاوی رضویہ ۵/۱۳۸)

۴۲۹۵۔ **عن** حنظلة الكاتب رضى الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ رُكُوعِهِنَّ وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِيتِهِنَّ وَعَلِمَ أَنَّهُنَّ حَقٌّ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ قَالَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ أَوْ قَالَ حُرِّمَ عَلَى النَّارِ ۔ (فتاوی رضویہ ۲/۳۷۷)

حضرت حنظلہ کاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی انکے رکوع وسجود واوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں جنت میں جائے۔ یا فرمایا: جنت اسکے لئے واجب ہو جائے۔ یا فرمایا: دوزخ اس پر حرام ہو جائے۔

۴۲۹۶۔ **عن** عبد الله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال: سألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اى العمل احب الى الله تعالىٰ ؟قال: اَلصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ پیارا کونسا عمل ہے۔ فرمایا:

۴۲۹۵۔ المسند لاحمد بن حنبل ، ۲/۱۶۰ ☆ مجمع الزوائد للهيثمى، ۱/۲۸۸

العلل المتناهية لابن الجوزى ، ۴۲۰ ☆ الترغيب و الترهيب للمنذرى ، ۱/۲۴۷

۴۲۹۶۔ الجامع الصحيح للبخارى ، المواقيت، ۱/۷۶ ☆ المسند للدارمى، ۱۴۴

الجامع للترمذى ☆ المسند للدارمى، ۱۴۴

السنن للنسائى، فضل الصلوٰة لمواقيتها ، ۱/۷۱ ☆ المسند لاحمد بن حنبل ۲/۱۷۶

نماز اسکے وقت پر ادا کرنا۔

۴۲۹۷۔ **عن** أمیر المؤمنین عمربن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء رجل فقال: یا رسول اللہ! ای شیء احب الی اللہ تعالیٰ فی الاسلام قال: اَلصَّلٰوۃُ لِوَقْتِہَا، وَمَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ فَلَا دِیْنَ لَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اسلام میں کیا چیز سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے۔فرمایا: نماز وقت پر پڑھنی۔جس نے نماز چھوڑی اسکے لئے دین نہ رہا۔نماز دین کا ستون ہے۔

۴۲۹۸۔ **عن** أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ثَلٰثٌ مَنْ حَفِظَہُنَّ فَہُوَ وَلِیٌّ حَقًّا وَمَنْ ضَیَّعَہُنَّ فَہُوَ عَدُوٌّ حَقًّا، اَلصَّلٰوۃُ وَالصِّیَامُ وَالْجَنَابَۃُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ہیں کہ جو انکی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے۔اور جو انہیں ضائع کرے وہ پکا دشمن۔نماز، روزے، اور غسل جنابت۔

۴۲۹۹۔ **عن** نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب الی عمالہ اِن أھم أمرکم عندی الصلوۃ فمن حفظھا و حافظ علیھا حفظ دینہ ومن ضیعھا فھو ما سواھا أضیع۔

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم

۴۲۹۷۔الترغیب و الترھیب للمنذری، ۱/۳۸۵ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۲۹۲
کنز العمال للمتقی، ۲۱۶۱۸ ☆ السنن للنسائی، الصلوۃ ۱/۸۸

۴۲۹۸۔کنز العمال للمتقی، ۴۳۲۲۱ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۲۹۵
مجمع الزوائد لھیثمی، ۱/۲۹۳ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی ۱/۲۰۶

۴۲۹۹۔الموطا لمالک،

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے۔ جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کرلی۔ اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ ترک کریگا۔

(فتاوی رضویہ ۲/۳۸۰)

۴۳۰۰۔ **عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: سأل رجل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن مواقیت الصلوۃ ، فقال : صل معی، صلی الظہر حین زاغت الشمس، والعصر حین کان فی کل شیء مثلہ ،والمغرب حین غابت الشمس، والعشاء حین غاب الشفق ، قال: ثم صلی الظہر حین کان فی الانسان مثلہ والعصر حین کان فی الانسان مثلیہ والمغرب حین کان قبیل غیبوبۃ الشفق ، قال: عبد اللہ بن الحارث ثم قالفی العشاء اری ثلث اللیل۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اوقات نماز معلوم کیے تو حضور نے فرمایا: میرے ساتھ نماز پڑھ، چنانچہ حضور نے ظہر کی نماز سورج ڈھلنے پر پڑھی اور عصر کی ایک مثل سایہ ہونے کے بعد۔ اور مغرب کی غروب آفتاب کے وقت۔ اور عشا کی شفق غائب ہونے پر۔ پھر دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے پر ظہر پڑھی۔ دو مثل پر عصر ادا کی۔ شفق کے غائب ہونے سے کچھ پہلے مغرب پڑھی حضرت عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں پھر فرمایا: مجھے خیال ہے کہ عشا تہائی رات گزرنے پر پڑھی ۔۱۲م

۴۳۰۱۔ **عن** ابی موسی الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سائلا سأل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یرد علیہ شیئا حتی امر بلالا فاقام للفجر حین انشق الفجر فصلی حین کان الرجل لایعرف وجہ صاحبہ او ان الرجل لا یعرف من الی جنبہ ثم امر بلالا فاقام الظہر حین زالت الشمس حتی قال القائل انتصف النہار وھو اعلم، ثم امر بلالا فاقام العصر والشمس بیضاء مرتفعۃ، وامر بلالا فاقام

۴۳۰۱۔ السنن لابی داؤد، المواقیت ۱/۵۷ ☆ الصحیح لمسلم، الصلوۃ ۱/۲۲۳

المغرب حین غابت الشمس، وامر بلالا فاقام العشاء حین غابت الشفق، فلما کان من الغد صلی الفجر وانصرف، فقلنا اطلعت الشمس فاقام الظہر فی وقت العصر الذی کان قبلہ وصلی العصر وقد اصفرت الشمس او قال امسی وصلی المغرب قبل ان یغیب الشفق وصلی العشاء الی ثلث اللیل ثم قال: اَیْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوۃِ فِیْمَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ۔

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے نماز کے اوقات پوچھے۔ حضور نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہانتک کہ حضرت بلال کو صبح صادق کے وقت اذان کا حکم دیا۔ اور نماز پڑھی جبکہ اتنا اندھیرا تھا کہ آدمی برابر والے کے چہرہ کو صاف نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ یا برابر والے کو اچھی طرح نہیں پہچان پاتا۔ پھر حضرت بلال کو ظہر کی اذان کا حکم دیا جبکہ سورج ڈھل چکا تھا اور نماز پڑھی یہانتک کہ کہنے والے نے کہا ابھی تو دوپہر ہوئی ہے حالانکہ حضور خوب جانتے تھے کہ کیا وقت ہوا ہے۔ پھر حضرت بلال کو عصر کی اذان کا حکم ملا جبکہ سورج خوب چمک رہا تھا اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر حکم ملا مغرب کی اذان کا جب سورج غروب ہوا اور نماز ادا کی۔ پھر عشا کی اذان کا حکم ملا جب شفق غائب ہوگئی اور نماز ادا کی۔ جب دوسرا دن آیا تو فجر کی نماز پڑھی۔ جب واپس ہوئے تو ہم کہنے سے لگے کیا سورج نکل آیا۔ اور ظہر کی نماز کل کے عصر کے وقت میں پڑھی۔ اور عصر کی نماز جب سورج خوب زرد ہوگیا تھا یہانتک کہ ہم بولے شام ہوگئی۔ مغرب کی نماز شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھی۔ اور عشا کی نماز تہائی رات کے گزر جانے پر۔ پھر فرمایا: کہاں ہے نماز کے اوقات پوچھنے والا شخص؟ ان اوقات کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ ۱۲ م

۴۳۰۲۔ **عن** عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: وَقْتُ الظُّھْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ کَطُوْلِہٖ مَالَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا تَصْفَرُّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ یَغِبِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ الْاَوْسَطِ، وَوَقْتُ صَلٰوۃِ

۴۳۰۲۔ الصحیح لمسلم، الصلوۃ، ۲۲۳/۱

الصُّبحِ مِنْ طُلُوعِ الفَجرِ مَالَمْ يَطلَعُ الشَّمسُ، فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمسُ فَامسِكْ عَنِ الصَّلوٰةِ فَاِنَّهَا تَطلَعُ بَينَ قَرنَى الشَّيطَانِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور ایک مثل سایہ تک رہتا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ آ جائے۔ اور عصر کا وقت جب تک سورج پیلا نہ ہو جائے۔ مغرب کا وقت جب تک شفق غائب نہ ہو۔ عشا کا وقت درمیانی رات کے نصف تک۔ فجر کا وقت صبح صادق سے سورج طلوع ہونے تک۔ جب سورج طلوع ہو تو نماز سے رک جائے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

(فتاوی رضویہ ۲/ ۳۴۵)

۴۳۰۳۔ **عن** عبد الله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: وقت الظهر الى العصر ووقت العصر الى المغرب ووقت المغرب الى العشا والعشاء الى الفجر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ظہر کا وقت عصر تک اور عصر کا مغرب تک اور مغرب کا عشا تک اور عشا کا فجر تک ہے۔

(فتاوی رضویہ ۲/ ۳۸۵)

۴۳۰۴۔ **عن** عبد الله بن عمرو رضى الله تعالىٰ عنهماقال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: وَقتُ صَلوٰةِ الظُّهرِ مَالَمْ يَحضُرِ العَصرُ، وَوَقتُ صَلوٰةِ العَصرِ مَالَمْ تَصفَرَّ الشَّمسُ، وَوَقتُ صَلوٰةِ المَغرِبِ مَالَمْ يَسقُطْ فَورُ الشَّفَقِ، وَوَقتُ صَلوٰةِ العِشَاءِ اِلىٰ نِصفِ اللَّيلِ، وَوَقتُ صَلوٰةِ الفَجرِ مَالَمْ يَطلَعْ قَرنُ الشَّمسِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظہر کی نماز کا وقت عصر شروع ہونے تک ہے۔ اور عصر کا سورج کے زرد ہونے تک، اور مغرب کا شفق غائب ہونے تک۔ عشاء کا نصف رات تک اور فجر کا جب تک

۴۳۰۳۔ کنز العمال لعلی المتقی، ۲۱۷۳۳، ۳۵/۸

۴۳۰۴۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۲/ ۲۱۰ ☆ الصحیح لمسلم، ۱/ ۲۲۳

سورج طلوع نہ ہو۔ ۱۲م (جد الممتار ۱/۱۹۲)

۴۳۰۵۔ **عن** أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِنَّ لِلصَّلٰوۃِ اَوَّلًا وَآخِرًا وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ حِیْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ، وَآخِرُ وَقْتِھَا حِیْنَ یَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ، وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْعَصْرِ حِیْنَ یَدْخُلُ وَقْتُھَا، وَاِنَّ آخِرَ وَقْتِھَا حِیْنَ تَصْفَرُّ، وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِیْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ، وَاِنَّ آخِرَ وَقْتِھَا حِیْنَ یَغِیْبُ الشَّفَقُ، وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَۃِ حِیْنَ یَغِیْبُ الْاُفُقُ، وَاِنَّ آخِرَ وَقْتِھَا حِیْنَ یَنْتَصِفُ اللَّیْلُ، وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتَ الْفَجْرِ حِیْنَ یَطْلَعُ الْفَجْرُ، وَاِنَّ آخِرَ وَقْتِھَا حِیْنَ تَطْلَعُ الشَّمْسُ۔ (فتاوی رضویہ ۳/۶۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک نماز کے اوقات کی ابتداء اور انتہاء ہے۔ تو ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو کر عصر کا وقت آنے تک رہتا ہے۔ اور عصر کا وقت سورج کے زرد ہونے تک، اور مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شفق غائب ہونے تک، اور عشا کا وقت شفق کے غائب ہونے سے نصف شب تک، اور فجر کا وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک۔ ۱۲م

۴۳۰۶۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَمَّنِی جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَرَّتَیْنِ عِنْدَ بَابِ الْبَیْتِ فَصَلّٰی بِیَ الظُّھْرَ حِیْنَ مَالَتِ الشَّمْسُ، وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَہٗ، وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ حِیْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَی الصَّائِمِ، وَصَلّٰی بِیَ الظُّھْرَ مِنَ الْغَدِ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَہٗ، وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلَیْہِ، وَصَلّٰی الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَاءَ حِیْنَ مَضٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ وَصَلّٰی بِیَ الْغَدَاۃَ عِنْدَمَا اَسْفَرَ، ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ! اَلْوَقْتُ فِیْمَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ وھٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِکَ۔

۴۳۰۶۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۱/۸۸

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دومرتبہ باب بیت اللہ کے پاس میری امامت فرمائی۔ تو ظہر کی نماز سورج کے زوال کے وقت پڑھائی۔ اور عصر کی ایک مثل سایہ ہونے پر۔ اور مغرب کی افطار کے وقت۔ اور عشا کی شفق غاب ہونے پر اور فجر کی سحری کے اختتام پر پھر دوسرے دن ظہر کی نماز ایک مثل پر اور عصر کی دو مثل پر اور مغرب کی وہی افطار کے وقت اور عشاء تہائی رات گزرنے پر۔ اور فجر کی خوب روشن کر کے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہا: یارسول اللہ! نمازوں کے اوقات ان کے درمیان ہیں۔ اور یہ اوقات آپ سے قبل انبیاء کرام کے لئے بھی متعین تھے۔

۴۳۰۷۔ عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: أَمَّنِی جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الصَّلٰوۃِ فِی الظُّھْرِ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، وَ صَلَّی الْعَصْرَ حِیْنَ قَامَتْ قَائِمَۃٌ، وَ صَلَّی الْمَغْرِبَ حِیْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّی الْعِشَاءَ حِیْنَ غَابَتِ الشَّفَقُ، وَصَلَّی الصُّبْحَ حِیْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ، ثُمَّ أَمَّنِی فِی الْیَوْمِ الثَّانِی فَصَلَّی الظُّھْرَ وَفَیْءُ کُلِّ شَیْءٍ مِثْلُہٗ، وَ صَلَّی الْعَصْرَ وَالْفَیْءُ قَامَتَانِ، وَصَلَّی الْمَغْرِبَ حِیْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَصَلَّی الْعِشَاءَ الْآخِرَۃَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ الْأَوَّلِ، وَصَلَّی الصُّبْحَ حِیْنَ کَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَطْلُعَ ثُمَّ قَالَ: اَلصَّلٰوۃُ فِیْمَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ

(فتاوی رضویہ ۳/۶۲۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میری امامت فرمائی ظہر کی نماز میں جب سورج ڈھل گیا۔ اور عصر کی ایک مثل سایہ ہونے پر۔ اور مغرب کی غروب آفتاب کے وقت، اور عشا کی شفق ڈوبنے پر۔ اور صبح کی صبح صادق پر۔ پھر دوسرے دن امامت فرمائی تو ظہر کی نماز ایک مثل سایہ پر پڑھی۔ اور عصر کی دو مثل سایہ پر۔ اور مغرب کی سورج غروب ہونے پر۔ اور عشا کی تہائی رات گزرنے پر۔ اور صبح کی سورج طلوع ہونے کے قریب، پھر کہا: نماز کے

۴۳۰۷۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۱/۸۸ ☆ السنن للنسائی، المواقیت، ۱/۸۹

اوقات ان وقتوں کے درمیان ہیں۔۱۲م

٤٣٠٨ ۔ **عن** جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنه قال: ان جبرئيل عليه السلام اتى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يعلمه مواقيت الصلوة فتقدم جبرئيل ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خلفه والناس خلف رسول الله صلى تعالىٰ عليه وسلم فصلى الظهر حين زالت الشمس و اتاه حين كان الظل مثل شخصه فصنع كما صنع فتقدم جبرئيل و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خلفه و الناس خلف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فصلى العصر، ثم أتاه جبرئيل عليه السلام حين وجبت الشمس فتقدم جبرئيل عليه الصلوة والسلام و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خلفه والنا س خلف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فصلى المغرب، ثم أتاه حين غابت الشفق فتقدم جبرئيل عليه السلام ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خلفه والناس خلف رسول الله تعالىٰ عليه وسلم فصلى الغداة، ثم أتاه اليوم الثاني حين كان ظل الرجل مثل شخصه فصنع مثل ما صنع بالأمس فصلى الظهر، ثم أتاه حين كا ن ظل الرجل مثل شخصيه فصنع مثل ما صنع بالأمس فصلى العصر ثم أتاه حين وجبت الشمس فصنع كما صنع بالأمس فصلى المغرب فنمنا ثم قمنا ثم نمنا ثم قمنا فأتاه فصنع كما صنع بالأمس فصلى العشاء ثم أتاه حين امتد الفجر والصبح والنجوم باقية مشتبكة فصنع كما صنع بالأمس فصلى الغداة ثم قال: مَا بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلٰوتَيْنِ وَقْتٌ۔

(فتاوی رضویہ ۲/۳۴۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اوقات نماز بتانے آئے۔ تو حضرت جبرئیل آگے کھڑے ہوئے اور حضور پیچھے اور بقیہ تمام لوگ حضور کی اقتدا میں لہذا سورج ڈھلنے پر ظہر کی

٤٣٠٨ ۔ السنن للنسائي، المواقيت، ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ٣/١١٢
المعجم الاوسط للطبراني، ٢/١٩٢ ☆ المستدرك للحاكم، المواقيت، ١/١٩٦

نماز پڑھائی اور جب سایہ ایک مثل ہوا تو پہلی مرتبہ کے مطابق حضرت جبرئیل آگے کھڑے ہوئے اور حضور پیچھے اور باقی لوگ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پیچھے تھے ۔ اور عصر کی نماز پڑھائی ۔ پھر غروب آفتاب کے وقت ایسا ہی ہوا کہ سب لوگ حضور کی اقتدا میں تھے اور حضور حضرت جبریل کے پیچھے ۔ اور نماز مغرب پڑھائی ۔ پھر شفق غائب ہونے پر عشا کی نماز اسی طرح پڑھائی ۔ پھر صبح صادق کے وقت فجر کی نماز میں بھی ایسا ہی ہوا ۔ پھر دوسرے دن سایہ ایک مثل ہونے پر ظہر کی نماز مثل سابق پڑھی ۔ اور دو مثل سایہ ہونے پر دوسرے دن عصر اسی طرح پڑھی ۔ پھر آفتاب غروب ہونے پر گذشتہ کل کی طرح نماز مغرب ادا کی ۔ پھر ہم لوگ سوگئے ۔ پھر جاگے ۔ پھر سو گئے ۔ پھر جاگے تو تشریف لائے اور کل کی طرح کیا اور نماز عشا پڑھائی ۔ پھر جب صافی پھیل گئی اتنی کہ ستارے باقی تھے اور آپس میں گتھے ہوئے تو کل کی طرح کیا اور فجر کی نماز پڑھائی ۔ پھر فرمایا: ان نمازوں کے درمیان وقت ہے ۔ ۱۲م

۴۳۰۹ ۔ **عن** زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: تسحر نامع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلوۃ، قلت کم کان قدر ما بینھما؟ قال: خمسین آیۃ ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز فجر کے لئے کھڑے ہوگئے ۔ میں نے کہا: بیچ میں کتنا فاصلہ دیا ۔ فرمایا: پچاس آیت پڑھنے کا ۔

علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر اور دعا کی مداومت کرو ۔ بیضاوی میں ہے:

داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال ای داوموا علی ذکر اللہ تعالی فی جمیع الاحوال ۔

تمام احوال میں وہ ذکر پر مدامت کرتے ہیں ۔ یعنی وہ تمام احوال میں اللہ تعالی کے

۴۳۰۹ ۔ الجامع الصحیح للبخاری، الصوم ۱/۲۵۷ ☆ الصحیح لمسلم، الصیام، ۱/۳۵۰
الجامع للترمذی، الصوم ۱/۸۸ ، ☆ السنن للنسائی الصوم، ۱/۳۰۴

ذکر پر دوام اختیار کرتے ہیں۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

داوموا علی ذکر اللہ تعالی وحافظوا علی مواقیتہ ومنا جاتہ و دعائہ فی جمیع الاحوال۔

یہ تمام احوال میں اللہ تعالی کے ذکر پر مداومت کرتے ہیں اور مراقبہ، مناجات اور رب سے دعا کی محافظت کرتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ جدید ۸/۵۳۶۔۵۳۷)

(۱۱۳) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ☆

اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل ورحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے کہ تمہیں دھوکہ دے دیں اور اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

﴿۳۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں علم غیب کا ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کو عطا فرمایا۔ تفصیل ان احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔ مرتب)

۴۳۱۰۔ **عن** عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان اللہ عزوجل قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا و الی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ہذہ، جلیان من امر اللہ عزوجل جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین قبلہ۔

۴۳۱۰۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۶/۱۰۱ ☆ جمع الزوائد للہیثمی، ۸/۲۸۷
جمع الجوامع للسیوطی، ۴۸۴۹، ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۱۸۱۰، ۱۱/۳۷۸

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں اسے اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے میرے لئے تمام چیزیں روشن ہیں جیسے دیگر انبیاء کے لئے روشن فرمائیں۔

﴿۳۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سماوات وارض میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا ہوا تھا اور حضرت عزت عز جلالہ نے اس تمام کان و ما یکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا۔ مثلاً مشرق سے مغرب تک سماک سے سمک تک ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہزار ہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں یہ نہ قدرت الٰہی پر دشوار اور نہ عزت و جاہت انبیاء کے مقابل بسیار مگر معترض بیچارے جن کے یہاں خدا ہی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو ائمۂ کرام و علمائے اعلام ان سے سند لائے، انہیں مقبول مسلم رکھتے آئے، جیسے امام خاتم الحفاظ جلال الملت والدین سیوطی مصنف خصائص کبریٰ و امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ و امام ابو الفضل شہاب ابن حجر مکی ہیثمی شارح ہمزیہ و علامہ شہاب احمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شارح شفاء قاضی عیاض و علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ، انہیں مشرک کہیں، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

امام اجل سیدی بوصیری قدس سرہ ام القریٰ میں فرماتے ہیں:۔

وسع العالمین علما و حکما۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمام جہان کو محیط ہوا۔

امام ابن حجر مکی، اس کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں:۔

لان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم فعلم علم الاولین و الآخرین و ما کان و ما یکون۔

یہ اس لئے کہ بیشک اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہان پر اطلاع بخشی تو سب اگلے پچھلوں اور ما کان وما یکون کا علم حضور پرنور کو حاصل ہو گیا۔

امام جلیل، قدوۃ المحدثین سیدی زین الدین عراقی استاذ امام حافظ ابن حجر عسقلانی شرح مہذب میں پھر علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:۔

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرضت علیہ الخلائق من لدن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الی قیام الساعۃ فعرفھم کلھم کما علم آدم الاسماء۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک تمام مخلوقات الٰہی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کی گئی حضور نے جمیع مخلوقات گزشتہ اور آئندہ سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام سکھائے گئے تھے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:۔

النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملاء الاعلیٰ و لم یبق لھا حجاب فتری و تسمع الکل کالمشاھد۔

پاکیزہ جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہو کر عالم بالا سے ملتی ہیں ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا۔ وہ ہر چیز کو ایسا دیکھتی اور سنتی ہیں جیسے پاس حاضر ہیں۔

امام ابن الحاج مکی مدخل اور امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:۔

قد قال علماءنا رحمھم اللہ تعالیٰ لا فرق بین موتہ و حیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مشاھدتہ لامتہ و معرفتہ باحوالھم و نیاتھم و عزائمھم و خواطرھم و ذلک جلی عندہ لا خفاء نہ۔

بیشک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں اس بات میں کہ حضور اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کے ہر حال ان کی ہر نیت ان کے ارادے ان کے دلوں کے خطرے کو پہچانتے ہیں اور یہ سب چیزیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جن میں اصلا کسی طرح کی پوشیدگی نہیں۔

یہ عقیدے ہیں علمائے ربانیین کے محمد رسول اللہ کی جناب ارفع میں جل جلالہ و صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شیخ شیوخ علمائے ہند مولانا شیخ محقق نور اللہ تعالی مرقدہ الکریم مدارج شریف میں فرماتے ہیں:۔

ذکر کن او را و درود بفرست بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، وباش درحال ذکر گویا حاضر ہست پیش تو درحالت حیات ومی بینی تو او را متادب با جلال وتعظیم وہیبت وامید بداں کے وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می بیند ومی شنود کلام ترا زیرا کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصف است بصفات اللہ ویکے از صفات الہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں شیخ محقق پر، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارا دیکھنا ذکر کیا گویا فرمایا: اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیکھنا ہمیں بیان کیا۔ بدانکہ بڑھایا۔ تاکہ اسے کوئی گویا کہ نیچے داخل نہ سمجھے، غرض ایمانی نگاہوں کے سامنے اس حدیث پاک کی تصویر کھینچ دی کہ۔

اعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك ۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کر، گویا تو اسے دیکھ رہا اور اگر تو اسے نہ دیکھے تو وہ یقیناً تجھے دیکھتا ہے۔ (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ وآلہ وبارک وسلم۔)

نیز فرماتے ہیں:۔

ہر چیز در دنیا است زمان آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند، تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد۔

نیز فرماتے ہیں:۔

وهو بكل شئ عليم ۔ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا است بہمہ چیز از شیونات واحکام الہی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار وجمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق، فوق كل ذى علم عليم، عليه من الصلوٰت وافضلها و من اتمها واكملها۔

شاہ ولی اللہ دہلوی فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:۔ کہ

فاض علىّ من جنابه المقدس صلى الله تعالىٰ عليه و آله و سلم كيفية

العبد من حیزہ الی حیز القدس فیتجلی لہ کل شئ کما اخبر عن ھذا المشھد فی قصة المعراج المنامی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں مجھ پر اس حالت کا علم فائض ہوا کہ بندہ اپنے مقام سے مقام مقدس تک کیونکر ترقی کرتا ہے کہ اس پر ہر چیز روشن ہو جاتی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس مقام سے معراج خواب کے قصے میں خبر دی۔

قرآن وحدیث واقوال ائمہ قدیم وحدیث سے اس مطلب پر دلائل بے شمار ہیں اور خدا انصاف دے تو یہی اقل قلیل کہ مذکور ہوئے بسیار ہوئے۔ غرض شمس وامس کی طرح روشن ہوا کہ عقیدۂ مذکورۂ زید کو معاذ اللہ کفر وشرک کہنا خود قرآن عظیم پر تہمت رکھنا اور احادیث صحیحہ صریحہ شہیرہ کثیرہ کو رد کرنا اور بہ کثرت ائمہ دین واکابر علمائے عاملین واعاظم اولیائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہاں تک کہ شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز صاحب کو بھی عیاذا باللہ کافر ومشرک بنایا اور بحکم ظواہر احادیث صحیحہ وروایات معتمدہ فقہیہ خود کافر ومشرک بننا ہے۔ اس کے متعلق احادیث وروایات واقوال ائمہ وترجیحات وتصریحات فقیر کے رسالہ "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید" ورسالہ "الکوکبة الشھابیة علی کفریات ابی الوھابیة"۔ وغیرہما میں ملاحظہ کیجئے۔

افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی ہے اور علم خلق عطائی۔ وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقاء یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل، ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنوں کو، بصیرت کے اندھے اس علم ما کان وما یکون بمعنی مذکور کے ثابت جاننے کو معاذ اللہ! علم الٰہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں حالانکہ العظمة للہ علم الٰہی تو علم الٰہی جس میں غیر متناہی علوم تفصیلی فراوانی بالفعل کے غیر متناہی سلسلے غیر متناہی یا وہ جسے گویا مصطلح حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہیے بالفعل وبالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں، یہ شرق تا غرب وسماوات وارض وعرش تا فرش وما کان وما یکون من اول یوم الی اخر الایام سب کے ذرے ذرے کا حال تفصیل سے جاننا وبالجملہ جملہ مکتوبات لوح ومکنونات قلم کو تفصیلا محیط ہونا علوم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ یہ تو ان کے طفیل سے ان کے بھائیوں حضرات مرسلین کرام علیہ و علیہم افضل الصلوٰۃ واکمل السلام بلکہ ان کی عطا سے ان کے غلاموں، بعض اعاظم اولیائے عظام قدست اسرارہم کو ملا، اور ملتا ہے، ہنوز علوم محمدیہ میں وہ بحار ذخار ناپیدا کنار ہیں جن پر ان کی فضیلت کلیہ اور افضلیت مطلقہ کی بنا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

فان من جودك الدنيا و ضرتها

و من علومك علم اللوح والقلم

یعنی یا رسول اللہ! دنیا اور آخرت دونوں حضور کے خوان جود وکرم سے ایک ٹکڑا ہیں اور لوح وقلم کا تمام علم جن میں ما کان وما یکون مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک حصہ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ آلک وصحبک وبارک وسلم۔

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زبدہ شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں:۔

توضيحه ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فيه من النقوش القدسيه و الصور الغيبية و بعلم القلم ما اثبت فيه كما شاء و الاضافة لادنى ملابسة و كون علمها من علومه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان علومه تتنوع الى الكليات و الجزئيات و حقائق و معارف وعوارف تتعلق بالذات و الصفات و علمهما انما يكون سطرا من سطور علمه و نهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من بركته و وجوده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

یعنی، توضیح اس کی یہ ہے کہ علوم سے مراد نقوش قدس وصور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور علم سے مراد وہ علم ہیں جو اللہ عزوجل نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقہ یعنی محلیت نقش واثبات کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک پارہ ہونا اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء، وعلوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کی ذات وصفات حضرت عزت جل جلالہ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر، اور ان کے دریاؤں

سے ایک نہر ہیں، پھر یہ ایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت وجود سے تو ہیں کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے نہ ان کے علوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ بارک وسلم۔

منکرین کو صدمہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے روز اول سے قیامت تک کے تمام ما کان وما یکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ تعالیٰ وہ جمیع علم ما کان وما یکون علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم سمندروں سے ایک نہر بلکہ بے پایاں موجوں سے ایک لہر قرار پاتا ہے۔

و الحمد لله رب العالمين ۔ و خسرهنا لك المبطلون ۔ في قلوبهم مرض فزاد هم الله مرضا و قيل بعداً للقوم الظالمين ۔

نصوص حصر:۔ یعنی جن آیات واحادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علم غیب خاصۂ خدا تعالیٰ ہے۔ مولیٰ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، قطعا حق اور بحمدہ تعالیٰ مسلمان کے ایمان ہیں مگر منکر مستکبر کا اپنے دعوائے باطلہ پر ان سے استدلال اور اس کی بنا پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان وما یکون بمعنی مذکور ماننے والے پر حکم کفر وضلال، نص جنون وخام خیال بلکہ خود مستلزم کفر وضلال ہے۔

علم بہ اعتبار منشا دو قسم کا ہے، ذاتی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو۔ اور بہ اعتبار متعلق بھی دو قسم ہے، علم مطلق یعنی محیط حقیقی تفصیلی فعلی فروانی کہ جمیع معلومات الٰہیہ عزوجل کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناہیہ سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلا مستغرق ہو، اور مطلق علم یعنی جاننا اگر محیط باحاطۂ حقیقیہ نہ ہو۔

ان تقسیمات میں علم ذاتی وعلم مطلق یعنی مذکورہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہیں اور ہرگز کسی غیر خدا کے لئے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ہم ابھی بیان کر آئے ہیں کہ علم ما کان وما یکون بمعنی مسطور اگر چہ کیسا ہی تفصیلی بروجہ اتم واکمل ہو، علوم محمدیہ کی وسعت عظیمہ کو نہیں پہونچتا پھر علوم الٰہیہ تو علوم الٰہیہ ہیں، (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، اور مطلق علم ہرگز حضرت حق عزوعلا سے خاص نہیں بلکہ قسم عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مولیٰ عزوجل کا علم عطائی ہونے سے پاک ہے تو نصوص حصر میں یقینا قطعا وہی قسم اول مراد ہو سکتی ہے نہ کہ قسم اخیر، اور بداہۃً ظاہر کہ علم تفصیلی جملہ ذرات ما

کان وما یکون بمعنی مزبور بلکہ اس سے ہزار در ہزار ازید وافزوں علم بھی کہ بہ عطائے الٰہی مانا جائے اسی قسم اخیر سے ہوگا، تو نصوص حصر کو مدعائے مخالف سے اصلا مس نہیں بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہے وللہ الحمد، یہ معنی باآنکہ خود بدیہی واضح ہے ائمۂ دین نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

امام اجل ابوذکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوی پھر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں:۔

لا یعلم ذلک استقلالا و علم الاحاطۃ بکل المعلومات الا اللہ تعالیٰ اما المعجزات و الکرامات فباعلام اللہ تعالیٰ لھم علمت و کذا ما علم باجراء العادۃ۔

یعنی آیت میں غیر خدا سے نفی علم غیب کے یہ معنی ہیں کہ غیب اپنی ذات سے بے کسی کے بتائے جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو جائے یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ رہے انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں یہاں تو اللہ عزوجل کے بتانے سے انہیں علم ہوا ہے۔ یوں ہی وہ باتیں کہ عادت کی مطابقت سے جن کا علم ہوتا ہے۔

مخالفین کا استدلال محض باطل وخیال محال ہونا تو یہیں سے ظاہر ہو گیا مگر فقیر نے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے کہ یہ استدلال ان ضلال کے خود اقراری کفر وضلال کا تمغہ ہے، نیز انہیں میں وہ روشن کیا کہ خلق کے لئے ادعائے علم غیب پر فقہاء کا حکم کفر بھی درجہ اولائے حقیقت حق میں اسی صورت علم ذاتی اور درجہ اخرائے طرز فقہاء میں علم مطلق بمعنی مرقوم کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ محققین کے کلام میں منصوص ہے۔

بکر پر مکر کا وہ زعم مردود جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت (کچھ نہیں جانتے) کا لفظ ناپاک ہے کہ وہ بھی کلمہ کفر وضلال بیباک ہے، بکر نے جس عقیدے کو کفر وشرک کہا اور اس کے رد میں یہ کلام بدفرجام بکا، خود اسی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حق جل شانہ نے یہ علم عطا فرمایا ہے لاجرم بکر کی یہ نفی مطلق شامل علم عطائی بھی ہے اور خود بعض شیاطین الانس کے قول سے استناد بھی اس تعلیم پر دلیل جلی ہے کہ اس قول میں خواہ یوں اور خواہ یوں، دونوں صورت پر حکم شرک دیا ہے۔ اب اس لفظ قبیح کے کلمۂ کفر صریح ہونے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ قرآن عظیم کی روشن آیتوں کی تکذیب بلکہ سارے قرآن کی تکذیب رسالت

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار بلکہ نبوت تمام انبیاء کا انکار، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص مکان بلکہ رب العزۃ جل جلالہ کی توہین شان، ایک دو کفر ہوں تو گنے جائیں، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

۴۳۱۱۔ **عن** حذيفة بن اليمان رضى الله تعالىٰ عنه قال : قام فينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مقاما ما ترك شيئا الى قيام الساعة الا حدث به۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو حضور نے وقت قیام سے روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا کچھ نہ چھوڑا سب بیان فرمادیا۔ (الدولۃ المکیۃ ۲۲۹)

۴۳۱۲۔ **عن** معاذ بن جبل رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : انى نعست فاستثقلت نوما فرأيت ربى فى احسن صورة فقال : فيم يختصم الملأ الاعلىٰ و الحديث بطوله عن ابن عباس۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور پھر میں نیند سے بوجھل ہوا، میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی شان میں دیکھا، فرمایا، ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں، پوری حدیث حضرت ابن عباس سے یوں منقول ہے۔

۴۳۱۳۔ **عن** عبد الله بن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال : ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال : اتانى ربى عزوجل الليلة فى احسن صورة، احسبه يعنى فى

۴۳۱۱۔ الجامع الصحيح للبخارى، باب و كان امر الله قدرا مقدورا، ۹۷۷/۲
الصحيح لمسلم، كتاب الفتن و اشراط الساعة، ۳۹۰/۲
۴۳۱۲۔ الجامع للترمذى، تفسير سورة الصافات، ۱۵۶/۲
شرح السنة للبغوى، ۳۸/۴ ☆
۴۳۱۳۔ الجامع الصحيح للبخارى، تفسير سورة الصافات، ۱۵۵/۲
المسند لاحمد بن حنبل، ۳۶۸/۱ ☆ الدر المنثور للسيوطى، ۳/۵

النوم، فقال: یا محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم هل تدری فیما یختصم الملأ الاعلیٰ؟ قال: قلت: لا، قال فوضع یدہ بین کتفی حتی و جدت بردها بین ثدی او قال: نحری، فعلمت ما فی السموٰت و ما فی الارض، ثم قال: یا محمد! هل تدری فیم یختصم الملأ الاعلیٰ؟ قال: قلت: نعم، یختصمون فی الکفارات والدرجات، قال: و ما الکفارات و الدرجات؟ قال: المکث فی المساجد و المشی علی الاقدام الی الجمعات، و ابلاغ الوضوء فی المکارہ، و من فعل ذلک عاش بخیر، و کان من خطیئته کیوم ولدته امه، و قل یا محمد اذا صلیت: اللهم! انی اسألك الخیرات و ترك المنکرات و حب المساکین، و اذا اردت بعبادك فتنة ان تقبضنی الیك غیر مفتون، قال: و الدرجات بذل الطعام و افشاء السلام و الصلوٰۃ باللیل و الناس نیام۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے رات اللہ عزوجل کا دیدار ہوا یعنی خواب میں، فرمایا: اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جانتے ہو یہ مقربین بارگاہ فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: نہیں، اس کے بعد اللہ عزوجل نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے سینے میں محسوس کی، پھر میں نے آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جو چیزیں تھیں ان کو جان لیا۔ پھر فرمایا: اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا جانتے ہو یہ ملائکہ عالم بالا کس چیز میں متنازع اور مختلف ہیں؟ میں نے عرض کی: ہاں، یہ کفارات اور درجات کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں، فرمایا: کفارات و درجات کیا ہیں؟ عرض کی: مساجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنا یا جماعت کے لئے مسجدوں میں پیدل چل کر آنا، اور جبکہ طبیعت پر بار ہو خوب اچھی طرح وضو کرنا، جس نے ایسا کیا وہ بھلائی پر زندہ رہا اور جب انتقال کیا تو ساتھ ایمان کے گیا، اس دن گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے روز پیدائش تھا، فرمایا: اے محبوب! جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو یہ دعا پڑھا کرو، اللھم! انی اسألك الخیرات و ترك المنکرات و حب المساکین، و اذا اردت بعبادك فتنة ان تقبضنی الیك غیر مفتون ـ الٰہی! میں تجھ سے اچھے کاموں کے کرنے، برائیوں کو چھوڑنے اور مساکین سے محبت کرنے کی توفیق چاہتا

ہوں، اور تیری بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ جب تو بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہے تو بغیر آزمائش مجھے اپنی بارگاہ میں بلالے۔ اور درجات یہ ہیں کہ سلام کو خوب رواج دیا جائے، لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اور اس وقت نماز پڑھی جائے جب لوگ سو رہے ہوں۔ ۱۲م

۴۳۱۴۔ **عن** ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرلنا منہ علما

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں اڑنے والے پرندے کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ بتایا۔ ۱۲م (الدولۃ المکیہ ۲۶۱)

۴۳۱۵۔ **عن** مجاھد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فی قولہ تعالیٰ: "ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب" قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وما یدریہ بالغیب۔

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت "ولئن سألتھم الآیۃ" کی تفسیر میں فرمایا: کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا: محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفصیل یوں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا: عنقریب ایک شخص آئیگا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا، وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا، کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کنجی آنکھوں والا سامنے سے گذرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا: تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں، وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا، سب نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اس پر اللہ عزوجل نے آیت اتاری، کہ خدا کی

۴۳۱۴۔ مجمع الزوائد للھیثمی، ۸/۲۶۳ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/۱۵۳

۴۳۱۵۔ التفسیر لابن جریر، ۱۰/۱۷۳ ☆

قسمیں کھاتیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک وہ ضرور یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمۂ کفر ہے اور اسکا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو کافر ہو جاتا ہے۔

مسلمانو دیکھو! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ وہ غیب کیا جانیں، کلمہ گوئی کام نہ آئی، اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں، دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالیٰ نے اللہ ورسول اور قرآن سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا، اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جاننی شان نبوت ہے، جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی، امام احمد قسطلانی، مولانا علی قاری، علامہ محمد زرقانی وغیرھم اکابر نے تصریح فرمائی جسکی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ مذکور ہوئی۔ پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی نبی کو معلوم ہونا محال وناممکن بتاتا ہے، اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے۔ ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے۔ (تمہید ایمان ۱۱۲)

۴۳۱۶۔ **عن** عمرو بن اخطب الانصاری رضی الله تعالیٰ عنه قال : صلی بنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یوما الفجر وصعد المنبر حتی حضرت الظهر فنزل فصلی، ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبر بما هو کائن الی یوم القیامة، قال : فاعلمنا احفظنا۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہمیں

۴۳۱۶۔ الصحیح لمسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، ۳۹۰/۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے یہانتک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا، منبر سے اتر کے نماز پڑھائی اور پھر منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور عصر تک خطبہ ارشاد فرمایا، پھر مصلیٰ پر تشریف لاکر نماز پڑھائی اور پھر غروب آفتاب تک خطبہ دیا، ان خطبات میں حضور نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کی اجمالی خبر دی، اب ہم میں وہی زیادہ جانتا ہے جس نے ان خطبات کو زیادہ یاد رکھا۔۱۲م

۴۳۱۷۔ **عن** امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قام فینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم، حفظ ذلك من حفظ ونسیه من نسیه۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان تشریف فرما ہوکر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخلہ تک کا حال بیان فرمایا، جس نے یاد رکھایا درکھا اور جو بھول گیا بھول گیا۔　　(انباء المصطفیٰ ۷)

۴۳۱۸۔ **عن** ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ان اللہ تعالیٰ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمیں کو سمیٹ دیا تو میں نے مشرق ومغرب سب کو دیکھ لیا۔۱۲م　　(انباء المصطفیٰ ۹)

۴۳۱۹۔ **عن** امیر المؤمنین علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: سلونی قبل ان تفقدونی، فانی لا اسئل عن شئ دون العرش الا اخبرت عنه۔

۴۳۱۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب بدء الخلق، ۱/۴۵۳

۴۳۱۸۔ حلیة الاولیاء لابی نعیم، ۲/۲۸۹

۴۳۱۹۔ ابن النجار، اتحاف السادة للزبیدی ۱۰۱/۴۹۶

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے میرے وصال سے پہلے پہلے جو کچھ معلوم کرنا ہے کرلو، کہ عرش کے نیچے کی جس چیز کے بارے میں سوال کروگے میں اس کی خبر دوں گا۔

(مالی الجیب ۲)

۴۳۲۰ـ **عن** حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: واللہ انی لاعلم الناس بکل فتنة هی کائنة فیما بینی وبین الساعة، وما ذلك ان یکون رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حدثنی من ذلك شیئا اسره الی لم یکن حدث به غیری، ولکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال وهو یحدث مجلسا انا فیه ـ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قسم بخدا! میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا ہوں کہ حضور نے میرے علاوہ کسی کو نہ بتائے، بلکہ بات یہ ہے کہ حضور نے جب بھی کسی مجلس میں کوئی واقعہ آئندہ بیان فرمایا تو میں اس میں موجود تھا۔

۴۳۲۱ـ **عن** ابی ذر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: عرضت علی امتی باعمالها حسنها وسیئها، فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق، ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد ولاتدفن ـ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر میری امت کے نیک وبد اعمال پیش ہوئے، میں نیک اعمال میں یہ بھی دیکھا کہ بندے کو راستہ سے اذیت ناک چیز روڑا پتھر وغیرہ ہٹانے پر جو نیکی ملتی ہے، اور

۴۳۲۰ـ المسند لاحمد بن حنبل، ۵۳۶/۶

۴۳۲۱ـ الصحیح لمسلم، کتاب المساجد، ۲۰۷/۱

السنن لابی داؤد، کتاب الصلوۃ، ۶۶/۱

الادب المفرد للبخاری، ۳۶، المسند لاحمد بن حنبل، ۲۲۷/۹

بداعمال میں یہ بھی ملاحظہ کیا کہ مسجد میں تھوک وغیرہ ڈالا جائے اور پھر اس کو صاف نہ کیا جائے۔۱۲م

۴۳۲۲۔ **عن** حذیفة بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنه قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم : عرضت علی امتی البارحة لدن هذه الحجرة حتی لا عرف بالرجل منهم من احد کم بصاحبه ۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گذشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، بیشک ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔ (انباء المصطفی ۱۸)

۴۳۲۳۔ **عن** عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال : خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وفی یدیه کتابان ،فقال اتدرون ماهذان الکتابان ؟ قلنا :لا یارسول اللہ ! الا ان تخبرنا ،فقال للذی فی یده الیمنی : هذا کتاب من رب العالمیں ،فیه اسماء اهل الجنة واسماء آبائهم وقبائلهم ثم اجمل علی آخرهم ،فلا یزاد فیهم ولا ینقص منهم ابدا ، ثم قال للذی فی شمالله :هذا کتاب من رب العالمیس ،فیه اسماء اهل النارواسماء آبائهم وقبائلهم ثم اجمل علی آخرهم فلایزاد فیهم ولا ینقص منهم ابدا ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما ہوئے تو آپکے دونوں مبارک ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، فرمایا: جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں؟ ہم نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ! ہاں آپ خبر دیں تو معلوم ہو

۴۳۲۲۔ الصحیح لمسلم ، کتاب المساجد ، ۲۰۷/۱
السنن لابی داؤد ، کتاب الصلوٰۃ ، ۶۶/۱
۴۳۲۳۔ الجامع للترمذی ، باب ما جاء ان اللہ کتب کتابا لاهل الخ ، ۳۶/۲
مشکوۃ المصابیح للتبریزی ، ۲۱/۱ ☆ المسند لاحمد بن حنبل ، ۱۲۷/۲

جائے گا، داہنے دست مبارک میں جو کتاب تھی اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کتاب ہے، اس میں اہل جنت کے نام، ان کی ولدیت ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر آخر میں ان سب کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے، اب نہ ان میں زیادہ ہوسکتے ہیں اور نہ کم۔ پھر بائیں دست اقدس کی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کتاب ہے، اس میں اہل جہنم کے نام، ان کی ولدیت اور ان کے خاندانوں کے نام ہیں، پھر اس میں بھی آخر میں جوڑ لگا دیا گیا ہے، اب ان میں نہ کبھی کمی ہوسکتی ہے اور نہ زیادتی۔۱۲ام

(مالی الجیب ۱۹)

۴۳۲۴۔ **عن** جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه انه قال للامام باقر رضی الله تعالیٰ عنه وهو سفیر رسول الله تعالی علیه وسلم یسلم علیك، فقیل له: وکیف ذلك؟ قال: کنت جالسا عنده صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والحسین رضی الله تعالیٰ عنه فی حجره وهو یلاعبه، فقال: یاجابر! یولد له مولود اسمه علی، اذا کان یوم القیامة نادی مناد لیقم سید العابدین، فیقوم ولده، ثم یولد له ولد اسمه محمد فان ادرکته یاجابر فاقرأه منی السلام۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے حضور کا سلام کہا۔ ان سے حاضرین نے کہا: آپ نے یہ کیونکر کہا؟ آپ نے فرمایا: میں ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی مبارک گود میں تھے اور حضور آپ سے کھیل رہے تھے، حضور نے فرمایا: اے جابر! حسین کا ایک بیٹا ہوگا جسکا نام علی ہوگا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو ایک منادی ندا کریگا، عابدوں کے سردار کھڑے ہوں، تو وہ لڑکا کھڑا ہوگا، پھر ان کے ایک لڑکا ہوگا جسکا نام محمد ہوگا، اگر تم ان کو پاؤ تو میرا سلام ان سے کہنا۔۱۲ام

(مالی الجیب ۱۳)

۴۳۲۴۔ الصواعق المحرقة لابن حجر، ۱/۱۷۷ ☆

۴۳۲۵۔ **عن** انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه قال :قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بعد وصال میرا علم ویسا ہی ہے جیسے اس ظاہر حیات مبارک میں ۔۱۲م

(مالی الجیب ۸۹)

۴۳۲۶۔ **عن** سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی الله تعالیٰ عنهما قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : غفر الله عزوجل لزید بن عمرو ورحمه، فانه مات علی دین ابراهیم ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور ان پر رحم فرمایا کہ وہ دین ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر تھے۔

۴۳۲۷۔ **عن** عامر بن ربیعة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : رایته فی الجنة یسحب ذیولا ۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا۔

(فتاوی رضویہ ۱۱/۱۶۰)

۴۳۲۸۔ **عن** ابی وفرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال : لما انهزم المشرکون لحق مالك بن عوف بالطائف ،فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : لواتانی

۴۳۲۴۔ الصواعق المحرقة لابن حجر، ۱/۱۷۷ ☆

۴۳۲۵۔ الکامل لابن عدی،

۴۳۲۶۔ الطبقات الکبری لابن سعد، ۳/۲۷۷ ☆ کنز العمال للمتقی، ۳۴۰۷۳، ۱۲/۷۷

۴۳۲۷۔ الطبقات الکبری لابن سعد، ۱/۲۷۷ ☆

۴۳۲۸۔ الاصابه لابن حجر، ۵/۵۰۰ ☆

مسلما لرددت عليه اهله وماله ،فبلغه ذلك ، فلحق به ، وقد خرج من الجعرانة فاسلم ، فاعطاه اهله وماله ، واعطاه مائة من الابل كالمؤلفة ، فقال مالك بن عوف يخاطب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من قصيده ۔

ما ان رأيت ولا سمعت بواحد

في الناس كلهم كمثل محمد

اوفى فاعطى للجزيل لمختدى

ومتى تشاء يخبرك عما في غد

قال : واستعمله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن من اسلم من قومه ، ومن تلك القبائل من ثمالة وسلمة وفهم ۔

حضرت ابو وفرہ یزید بن عبید سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب غزوہ حنین میں مشرکین بھاگ گئے اور مالک بن عوف کہ (لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے ، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل ومال اسے واپس دیں ، یہ خبر مالک بن عوف کو پہونچی ، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ حضور مقام جعرانہ سے رخصت فرما چکے تھے ، سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اھل ومال انہیں واپس دیئے اور سو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کئے ۔

اس وقت حضرت مالک بن عوف نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی : میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل کوئی نہ دیکھا نہ سنا ، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائل کو نفع اور کثیر عطا بخشنے والے ، اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کل کی خبر بتادیں ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ ، سلمہ اور فہم پر سردار فرمایا ۔ (الامن والعلی ۲۰۷)

﴿۱۴﴾ لا خير في كثير من نجوٰهم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بين الناس ۔ ومن يفعل ذلك ابتغاء مرضات الله فسوف نؤتيه اجرا عظيما ۔☆

ان کے اکثر مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں مگر جو حکم دے خیرات یا اچھی بات یا لوگوں میں صلح کرنے کا اور جو اللہ کی رضا چاہنے کو ایسا کرے اسے ہم عنقریب بڑا ثواب دیں گے۔

﴿۳۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں ''لا'' نفی جنس کے لئے ہے، جس سے مطلق خیر کی نفی کی جارہی ہے، اس حرف کی نفی کا مفاد متعدد مقامات امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا۔ مرتب)

ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

لا خیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانہ من الشیطان ۔

وضو میں بہت سا پانی بہانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

نفی خیر اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ جب طرفین برابر ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر، لہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس وبعد نماز عشا میں فرمایا: المراد ما لیس بخیر وانما یتحقق فی کلام ھو عبادۃ اذا لمباح لا خیر فیہ کما لا اثم فیہ فیکرہ فی ھذہ الاوقات کلما نقلۃ السید ابو السعود فی فتح اللہ المعین ۔

مراد یہ ہے کہ جو خیر نہو اور یہ اس کلام میں متحقق ہوگا جو عبادت ہو کہ مباح میں کوئی خیر نہیں جیسے کہ کوئی گناہ نہیں، تو ان تمام اوقات میں مکروہ ہوگا جیسا کہ سید ابو السعود نے فتح اللہ المعین میں نقل فرمایا۔

اقول: مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لا خیر فیہ میں فرق کرتی ہے، مباح ضرور نہ خیر نہ شر مگر اس کے فعل پر مواخذہ نہیں اور مواخذہ نہ ہونا خود خیر کثیر و نفع عظیم ہے تو ''لا خیر فیہ'' وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہے۔

فاصاب رحمہ اللہ تعالی فی قولھا المراد ما لیس بخیر وتسامح فی قولہ لا خیر فیہ فحق العبارۃ المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر۔

علامہ صاحب النہر اپنے قول ''المراد ما لیس بخیر'' میں اصابت رائے کو پہنچے اور اپنے قول ''لا خیر فیہ'' میں لغزش سے نہ بچ سکے، مناسب عبارت یہ ہے ''المباح لیس بخیر کما انہ لیس بشر''

ولہذاجب کہ ھدایہ میں فرمایا: لا خیر فی السلم فی اللحم (گوشت میں بیع سلم بہتر نہیں) محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا: ھذہ العبارۃ تاکیدفی نفی الجواز (نفی جواز کی اس عبارت میں تاکید ہے)

اقول: رب عزوجل فرماتا ہے:

لا خیر فی کثیر من نجواھم الامن امر بصدقہ او معروف اواصلاح بین الناس۔

ان کی سرگوشیوں میں سے اکثر میں کوئی خیر نہیں سوائے اس کے کہ جوبھلائی کاحکم دیتے یانیکی کایالوگوں کے درمیان اصلاح کا۔

ہرمعروف کواستثنافرمالیااور ہرطاعت معروف توباقی نہ رہے مگر مباح یامعاصی تواگر "لا خیرفیہ" مباح کوبھی شامل ہوتا" فی کثیر" نہ فرماتے بلکہ"فی شی من نجواھم" لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۷/۳۲۔۲۳۳)

(۱۱۵) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ☆

اور جورسول کاخلاف کرے بعداس کے حق راستہ اس پرکھل چکااور مسلمانوں کی راہ سے جداراہ چلے ہم اسے اس کے حال پرچھوڑدیں اور دوزخ میں داخل کریں گےاور کیا ہی بری راہ پلٹنے کی۔

﴿۳۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں اجماع مسلمین کاثبوت ہے۔مرتب)

نماز میں قرأت کلام مجید پراجماع مسلمین ہےاوراس کاخلاف جہنم کاخیال ہے۔

(فتاوی رضویہ جدید ۶/۱۹۳)

(۱۱۶) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ☆

اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مجوزین خلف وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اور پر ظاہر کہ دعوی دلیل پر متفرع اور اس کے مفاد کا تابع ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! جب جواز خلف خود ارشاد متکلم بالوعید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرما دیا۔ ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے تو دلیل امکان کذب کو اصلاً راہ نہیں دیتی مگر مدلول میں زبر دستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا، اس جہالت کی کوئی حد ہے۔ آپ کے نزدیک یہ علماء اپنے دعوی و دلیل کی بھی سمجھ نہ رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکان کذب لازم۔ اور دلیل وہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع وحاسم، خدارا اپنی جہالتیں، سفاہتیں علماء کے سر کیوں باندھتے ہو۔ ع۔

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

للہ انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا یہ سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ تو کیا اگر وہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا، یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وہ احمق جاہل دعوی کرتا ہے۔ یا اگر کوئی شخص بدلیل اس دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضروری نہیں کہ ہو کر ہی ہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے۔ ذرا آدمی سمجھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے،

سبحن اللہ! جس ردالمحتار سے سند لائے اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں وہ صاف وروشن تصریحیں موجود ہیں جن سے اس تفریع ناپاک کی پوری قلعی کھلتی ہے۔ حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائیں اور باقی بالکل ہضم، گویا دیکھا ہی نہیں، اسی کا نام دین و دیانت ہے۔ اسی پر دعوی رشد وہدایت ہے۔ مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقل عبارت میں قطع وبرید ان صاحبوں کا داب قدیم رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے متکلمین نے رسالے کے رسالے

جی سے گڑھ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کردیئے۔ انتہا یہ کہ عالم وامام دل سے تراشنے کہ با وجود تکرار مطالبہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتا نہ دے سکے، فقیر کے بعض احباب سلمہم اللہ تعالیٰ نے رسالۃ "سیف المصطفے علی ادیان الافتراء" اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد واکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عبارتوں، بددیانتیوں کا ثبوت دیا۔ واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح عمر بھر کے عمل کو بس سمجھی ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اذالم تستحیی فاصنع ما شئت" جب کوئی بے حیا ہو جائے تو وہ جو چاہے کرے۔

ع۔ بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتا رہ

حجت سادسہ، اقول: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابو عمر وبن العلا لعمر وبن عبید: ما تقول فی اصحاب الکبائر ؟قال اقول: ان اللہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ ۔ قال ابو عمر وانك رجل اعجم ، لا اقول اعجم اللسان ولکن اعجم القلب ، ان العرب تعدالرجوع عن الوعد لوما وعن الایعاد کرما ، والمعتزلۃ حکوا ان ابا عمر وبن العلاء لما قال ھذا الکلام قال لہ عمر وبن عبید یا اباعمر وفھل یسمی اللہ مکذب نفسہ ؟فقال لا ، فقال عمر وبن عبید فقد سقطت حجتك ، قالوافا نقطع ابو عمر وبن العلاء ، وعندی انہ کان لابی عمر ان یجیب عن ھذا السوال ان ھذا انما یلزم لو کان الوعید ثابتا جزما من غیر شرط وعندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو،فلا یلزم من ترکہ دخول الکذب فی کلام اللہ تعالیٰ اھ ملخصا۔

یعنی امام ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا: اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا: تو عجمی ہے، میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائق جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں: اس پر عمرو نے جواب دیا، کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرایئے گا؟ امام نے فرمایا: نہ، عمرو نے کہا: تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہو گئے، امام رازی فرماتے ہیں: میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید

یقینی بلاشرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدم عفو سے مشروط ہیں تو خلف وعید سے معاذ اللہ کلام الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظر انصاف غور کرے۔

اولاً: اگر تجویز خلف امکان کذب ماننا ہوتی تو بر تقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی، انہیں صاف کہنا تھا میں جواز خلف مانتا ہوں تو امکان کذب میرا عین مذہب، اور بر تقدیر کذب معتزلہ علمائے اہل سنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گڑھی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے۔ مجوزین خلف تو امکان کذب مانتے ہی ہیں۔ پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیاً: آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں۔ سبحان اللہ جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے علماء کرام پر جیتا طوفان باندھا۔

(فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۴۰۹ تا ۴۱۱)

﴿۱۱۷﴾ اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰـثًا‌ ۚ وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡـطٰنًا مَّرِيۡدًا۔☆

﴿۱۱۸﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ‌ ۘ وَقَالَ لَاَ تَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا۔☆

﴿۱۱۹﴾ وَّلَاُضِلَّـنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَـتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡـطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا۔☆

یہ شرک والے اللہ کے سوا نہیں پوجتے مگر کچھ عورتوں کو اور نہیں پوجتے مگر سرکش شیطان کو جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انہیں آرزو دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو

چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

﴿۳۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ آخری آیت ہی وہ آیت کریمہ ہے جس کی رو سے حضور پرنور سید المرسلین اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں پر لعنت فرمائی اور اس کی علت یہ ہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی۔ بعینہ یہ ہی کیفیت داڑھی منڈانے کی ہے۔ مونھ کے بال نوچنے والیاں تغیر خلق اللہ کرتی ہیں، یونہی داڑھی منڈانے والے، تو یہ سب اسی "فلیغیرن خلق اللہ" میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ ورسول کے ملعون ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی اکلیل فی استنباط التنزیل میں زیر آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

یستدل بالآیة علی تحریم الخصاء والوشم وما یجری مجراہ من الوصل فی الشعر وبرد الاسنان والتنمص وھو نتف الشعر من الوجہ"

تفسیر مدارک شریف میں ہے:

"فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء او الوشم او تغیر الشیب بالسواد والتخنث اہ باختصار"

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث مذکور "المغیرات خلق اللہ" فرماتے ہیں:

علت حرمت مثلہ وحلق لحیہ وامثال آں نیز ہمیں ست۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۴۲)

(۱۲۲) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔☆

اور جو ایمان اور اچھے کام کیے کچھ دیر جاتی کہ ہم انہیں باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں اللہ کا سچا وعدہ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

﴿۳۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق۔ آیہ کریمہ "ومن اصدق من اللہ قیلا" نص جلی کہ کذب الٰہی محال عقلی ہے، وجہ دلالت سنئے، خادم تفسیر وحدیث وواقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات

اگر چہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃ تفضیل مطلق ونفی برتر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں' ومن احسن من اللہ صبغۃ" یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے۔"ومن احسن قولا ممن دعاالی اللہ ، ای ھو احسن قولا من کل من دعاہ "(اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے ،یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔)

علامۃ الوجود سیدی ابوالسعود علیہ رحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر' قول تعالی عزوجل ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا " (اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا بولنے والے سے کون بڑا ظالم ہے)فرماتے ہیں:

ھو انکار واستبعاد لا ن یکو ن احد اظلم ممن فعل ذٰلک او مساویا لہ وان کا ن سبک الترکیب غیر متعرض لا نکا ر المساواۃ ونفیھا یشھد بہ العرف الفاشی والاستعمال المطرد ، فا نہ اذا قیل من اکرم من فلا ن او لاافضل من فلا ن فالمرادبہ حتما انہ اکرم من کل کریم وافضل من کل فاضل ۔ الایری الی قولہ عزوجل لا جرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون ۔ بعد قولہ تعالی ومن اظلم ممن افتریٰ علیٰ اللہ کذبا الخ والسر فی ذٰلک ان النسبۃ بین الشیئین انما تتصور غالبا لا سیما فی باب المغالبۃ بالتفاوت زیادۃ و نقصانا فاذالم یکن احدھما ازید یتحقق النقصان لا محالۃ ۔

یہ انکارواستبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہوسکتا اگر چہ بظاہر ترکیب انکارونفی مساوات پرضرب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلمہ استعمال شاہد ہے، مثلا جب یہ کہا جاتا ہے،فلاں فلاں سے زیادہ بزرگ ہے،یا فلاں سے کوئی افضل نہیں ، تو اس سے یقیناً مراد یہ ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے۔کیا رائے ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک میں۔وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں۔جس کے بعد فرمایا"ومن اظلم ممن افترای علی اللہ کذب "اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالبادوچیزوں کے درمیان خصوصاغلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان

میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو بہر حال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔

تو لاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولیٰ عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور پر ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہ اصلا قابل تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ اختلاف قدم وحدوث کلام یا بقاوفنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم خواہ کسی وجہ اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ذرا بھی فرق ہوا تو سرے سے سچ ہی نہ رہا، اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگر چہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنہیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی وتنبیہ ہوتی ہے۔

قرآن عظیم نے فرمایا: محمد رسول الله، اور ہم بھی کہتے ہیں: محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ کیا وہ جملہ محمد رسول الله کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول الله کہا کم مطابق ہے۔ حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، فرقان عزیز نے فرمایا: "وحمله وفصاله ثلثون شهرا۔" (اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ ہم کہتے ہیں "لا اله الاالله الملك الحق المبين"(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی مالک حق واضح ہے) کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں ہے۔ زیادہ سچا ہے اور اس کے قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقۃ للواقع غیر معقول ہے۔ ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود ومعتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ وقعت قبول میں زائد ہے، مثلا رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول، اگر وہی بعینہ رسول سے ثابت ہو جائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا، اگر چہ بات حرف بحرف ایک ہے۔

دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا، مثلا مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر

ہے، یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے۔ اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پوری ہوگی۔

جب یہ امر ممہد ہو گیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک ومنزہ ہے۔ کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی، اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ تو خوف خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہۃ بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرت الہیہ سے خارج نہیں، تلویح میں ہے:

المتواتر یوجب علم الیقین بمعنی ان العقل یحکم حکما قطعیا بانہم لم یتواطؤا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض لا بمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطئہم علی الکذب اہ ملخصا۔

متواتر سے علم یقین حاصل ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل یہ حکم لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقیناً نہیں ہوسکتا۔ جس پر ان کا اتفاق ہوا ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کا امکان عقلی کا سلب ہو گیا ہے۔

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا" کما حققہ فی المواقف وشرحھا واشار الیہ فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرھما" (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے اور اس کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔)

اسے پیش نظر رکھ کر کلام باری تعالی کی طرف چلئے، امکان کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم دفرق امور عادیہ وارادہ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلہ ہوں گے، جیسا کہ احتمال کذب یعنی نافی قطع و منافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظر امکان ذاتی جو

احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الٰہی میں بھی باقی، پھر کلام اللہ کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقاً بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفاد آیہ کریمہ تھا معاذاللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت وقایۃ اللہ لہم دامت (ان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت دائمی ہو) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولیٰ اجل وعلا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ امکان رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص، محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہو جائے، عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمداللہ شمس تابندہ کی شرح روشن ودرخشندہ صادق آیا کہ" من اصدق من الله قیلا" (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی) اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر" من اصدق من الله حدیثا" (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہو سکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن والحمدللہ رب العلمین۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۵/۳۵۱ تا ۳۵۴)

﴿۱۲۶﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ☆

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہر چیز اللہ کا قابو ہے۔

﴿۳۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس لئے کہ ذات الٰہی محدود نہیں تو اس کی مخلوق میں کسی کو ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل کو جیسا وہ ہے تمام وکمال ایسا پہچان لے کہ یہ کہنا صحیح ہو جائے کہ اب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی جس کے بعد اس کی معرفت سے کچھ باقی نہ رہا اس لئے ایسا ہوتا تو یہ علم اللہ عزوجل کی ذات کو محیط ہو جاتا تو اللہ عزوجل اس کے احاطہ میں آجاتا اور وہ برتر ہی کہ اسے کوئی چیز احاطہ کر سکے بلکہ وہی ہر چیز کو محیط ہے اور اللہ عزوجل کو جاننے والے انبیا اور اولیا اور صالحین اور مومنین

ان میں جو باہم مراتب کا فرق ہے وہ اللہ تعالیٰ کو جاننے ہی میں فرق کی بنا پر ہے۔ جو جتنا زیادہ جانتا ہے اتنا ہی زیادہ اس کا مرتبہ ہی۔ تو ہمیشہ ابدالآباد تک انہیں علم پر علم بڑھتا رہے گا اور کبھی

اس کے علم میں سے قادر نہ ہوں گے مگر قدر متناہی پر۔ اور ہمیشہ معرفت الٰہی سے غیر متناہی باقی رہے گا تو ثابت ہوا کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو پوری تفصیل کے ساتھ کسی مخلوق کا محیط ہو جانا عقلا اور شرعا دونوں طرح محال ہے بلکہ اگر تمام اولین وآخرین سب کے علوم جمع کر لئے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے اصلا کوئی نسبت نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور وہ دریائے ذخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہم بوند کے اس حصہ کے برابر یکے بعد دیگرے ان سمندروں میں سے پانی لیتے جائیں تو ضرور ان سمندروں پر ایک دن وہ آئے گا کہ ختم وفنا ہو جائیں گے کہ آخر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی ہیں لیکن غیر متناہی میں سے کتنے ہی بڑے متناہی حصے متناہی باقی رہے گا تو بھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہو سکتی یہ ہے ہمارا ایمان اللہ عزوجل پر۔ اور اسی طرف حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے اشارہ فرمایا اپنے اس قول میں جو موسی علیہ الصلواۃ والسلام سے کہا جس وقت چڑیا نے سمندر سے ایک چونچ بھر کر پانی لیا تو یہ قسم اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے۔ رہی باقی تین قسمیں یعنی علم مطلق اجمالی اور مطلق علم اجمالی اور تفصیلی یہ قسمیں اللہ سبحانہ وتعالی کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ اگر اجمالی کو ہم مرتبہ بشرط لاشے میں لیں یعنی وہ جس میں ایک معلوم دوسرے سے پوری طور پر ممتاز نہ ہو جب تو اجمالی کی دونوں قسمیں اللہ سبحانہ وتعالی کے لئے محال ہونگی اور بندوں کے ساتھ ان کا خاص ہونا واجب ہوگا، علم مطلق اجمالی کا بندوں کے لئے حاصل ہونا عقلا بدیہی اور ضروریات دین سے ہے اس لئے کہ ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالی ہر شئے جانتا ہے تو ہر شے کہنے میں ہم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا لحاظ کر لیا اور ان سب کو ایک اجمالی طور پر جان لیا تو جسے اپنے لیئے ثابت نہ جانے وہ اپنے نفس سے اس آیت پر ایمان کی نفی کرتا ہے تو خود اپنے کفر کا مقر ہوا اور اللہ کی پناہ اور معلوم ہے کہ جب علم مطلق اجمالی بندوں کے لئے ثابت ہوا تو مطلق علم اجمالی اپنے آپ ثابت ہو گیا اور اسی طرح تفصیلی اس لئے کہ ہم قیامت وجنت ونار اور اللہ تعالی اور اس کی صفتوں میں سے ساتوں صفات اصول پر ایمان لائے اور یہ سب کا سب غیب ہے اور ان میں ہر ایک ہم نے علیحدہ علیحدہ دوسرے سے ممتاز پہچانا تو واجب ہوا کہ غیبوں کا مطلق علم تفصیلی ہر مسلمان کو حاصل ہو پھر انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا کیا کہنا اور کیونکر نہ ہو، حالانکہ

ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے تو جو غیب کو جانتا نہیں اس کی تصدیق کیونکر کرے گا اور جو تصدیق نہ کریگا اس پر ایمان کیونکر لا ئے گا۔ تو ثابت ہوا کہ وہ علم جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے لائق ہے وہ نہیں مگر علم ذاتی اور علم مطلق تفصیلی کہ جمیع معلومات الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو تو جن آیتوں میں غیر خدا سے نفی فرمائی ان میں ضرور ہے کہ یہی دونوں معنی مراد ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ علم جسے بندوں کے لئے ثابت کر سکتے ہیں وہ علم عطائی ہے خواہ علم مطلق اجمالی ہو یا مطلق علم تفصیلی اور مدح اسی قسم اخیر سے ہوتی ہے اور بیشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم سے اپنے بندوں کی مدح فرمائی کہ فرماتا ہے ملئکہ نے ابراہیم کو ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری دی۔ اور فرمایا کہ بے شک یعقوب ہمارے علم دیئے سے ضرور علم والا ہے۔ اور فرمایا ہم نے خضر کو علم لدنی عطا کیا اور فرمایا اے نبی اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا دیا۔ جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور ان کے سوا اور بکثرت آیتیں تو یہی قسم ان آیتوں میں مراد ہے جن میں بندوں کے لئے علم غیب دیا جانا ثابت فرمایا ہے تو آیت کے یہ وہ سچے معنی ہیں جن سے اصلا مفر نہیں اور نہ انکے غیر کا امکان اور تجھے روشن ہو گیا کہ جو کچھ ہم نے یہاں تک بیان کیا سب دین متین سے ایسا بالضرورۃ ثابت ہے کہ جو ان میں سے کسی شے کا انکار کرے وہ دین کا انکار کرتا ہے اور اسلامی جماعت سے جدا ہوتا ہے اور یہ وہ معنی ہیں جن سے معتمد عالموں نے آیات نفی واثبات میں تطبیق کی ہے جیسا کہ امام اجل ابوزکریا نودی نے اپنے فتاوے میں فرمایا ان کے بعد امام ابن حجر مکی نے فتاوی حدیثیہ میں اور علما نے اور کتابوں میں کہ غیر خدا سے نفی علم غیب کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ذات سے کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کا علم جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہے تو آفتاب اور گزرے ہوئے کل کی طرح روشن ہو گیا کہ وہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غیبوں کے مطلق علم کی نفی کرتا ہے اگرچہ خدا کی عطا سے ہوا جیسا کہ ہمارے ملک کے وہابی صاف کہہ رہے ہیں یہانتک کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اپنے خاتمہ کا حال جانتے تھے نہ امت کے خاتمہ کا جیسا کہ اس گمراہی کی نسبت میرے پاس ۱۳۱۸ھ میں دہلی سے سوال آیا تھا میں نے اس کے جواب میں رسالہ انباء المصطفی بحال سر واخفی لکھا اور میں نے وہابیہ پر قیامت کبری قائم کی تو ایسا شخص اس چیز کی نفی کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ثابت فرمائی اور اس کا یہ قول اس کے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اس کے

زیان کار ہونے کے لئے کافی ووافی ہے وہ اپنے اس کفران کے سبب کافر ومرتد ہے اور اس کا کہنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اپنے خاتمہ کا حال جانتے تھے نہ امت کے یہ دوسرا کفر ہے کہ وہ بہت سی روشن آیتوں کا انکار ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور بیشک آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

اور فرماتا ہے: کہ بیشک عنقریب تمہیں تمہارا رب اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اور فرماتا ہے: جس دن اللہ رسوانہ کریگا نبی کو نہ ان ایمان والوں کو جو اس کے ساتھ ہیں ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

اور فرماتا ہے: کہ عنقریب تمہارا رب تمہیں حمد والے مقام میں بھیجے گا۔

اور فرماتا ہے: اللہ یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح کردی تاکہ اللہ تمہارے سبب بخشدے تمہارے اگلوں پچھلوں کے گناہ اور اپنی نعمت تم پر تمام کردے اور تمہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے اور اللہ تمہاری مدد کرے عزت والی مدد یہاں تک کہ فرمایا: داخل کرے اللہ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں کہ ہمیشہ ان میں رہیں اور ان کے گناہ ان سے مٹادے اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

اور فرماتا ہے: برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر کردے جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور کرے گا تمہارے لئے اونچے اونچے محل، لام کے پیش کے ساتھ جو ابن کثیر وعامر کی قرأت اور عاصم سے ابو بکر کی روایت ہے اور ان کے سوا اور آیتیں ہیں ۔ اس بات میں وہ حدیثیں کہ معنی واحد پر متواتر آئیں وہ تو ایک عمیق دریا جن کا گہراؤ نہ جانا جا سکے اور وہ کبھی پایاب نہ ہو، مگر اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کونسی حدیث پر ایمان لائیں گے۔ الٰہی میں تجھ سے معافی اور عافیت چاہتا ہوں اور کافروں کے کوتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نظر دوم

تقریر سابق سے ایسا چمک اٹھا جس کی نگاہ خیرہ ہو کہ تمام وکمال جملہ مخلوقات کے مجموعہ

علوم کی ہمارے رب اللہ العالمین کے علوم سے برابری کا شبہہ اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل میں اس کا خطرہ بھی گزرے کیا اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ اللہ کا علم ذاتی ہے اور خلق کا علم عطائی اور اللہ کا علم اس کے ذات کے لئے واجب اور خلق کا علم اس کے لئے ممکن اللہ سبحانہ وتعالی کا علم ازلی سرمدی قدیم حقیقی ہے اور مخلوق کا علم حادث اس لئے کہ تمام مخلوق حادث ہے اور صفت موصوف سے پہلے نہیں ہوسکتی اور اللہ سبحانہ تعالی کا علم مخلوق نہیں اور خلق کا علم مخلوق ہے۔ اللہ تعالی کا علم کسی کے زیر قدرت نہیں اور خلق کا علم اللہ کی قدرت میں اور اس کا زیر دست ہے علم الہی کا ہمیشہ رہنا واجب اور علم مخلوق کی فنا ممکن علم الہی کسی طرح بدل نہیں سکتا اور علم خلق میں تغیر روا اور ان فرقوں کے ہوتے ہوئے برابری کا وہم نہ کرے گا مگر وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ تو اگر ہم فرض کریں کہ کوئی گمان کرنے والا علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو جمیع معلومات الہیہ کا محیط جانے تو اتنا تو ضرور ہے کہ اس کا گمان باطل اور اس کا وہم خطا مگر علم الہی سے برابری اب بھی نہ ہوئی ان ہولناک فرقوں کے سبب جو ہم اوپر ذکر کر آئے جو علم خالق سے علوم مخلوق کے لئے سوا (ع۔ل۔م) یعنی شرکت نام کے کچھ باقی نہیں رکھتے، نہ کہ اس حالت میں کہ ہم دلائل قطعیہ قائم کر آئے کہ علم مخلوق کا جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہونا یقیناً عقل سے بھی باطل اور شرع سے بھی باطل۔ اور وہابیہ وہ کہ جب ائمہ کے پیرووں کو سنتے ہیں کہ وہ ائمہ کی پیروی اور قرآن وحدیث کے اتباع سے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لئے روز اول سے روز آخر تک کی تمام گزشتہ وآیندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان پر شرک وکفر کا حکم لگاتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے علم الہی سے علم نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو برابر کردیا ۔ یہ حکم لگانے والے خود ہی خبط وغلطی میں بڑے ہیں اور آپ ہی شرک وکفر کے گڑھے میں گرے ہیں اس لئے جب انہوں نے اس گھرے ہوئے حد باندھے ہوئے گنتی کے علم کے ثابت کرنے میں علم الہی سے مساوات ٹھہرادی تو وہ گواہی دے چکے کہ اللہ تعالی کا علم بس اسی قدر ہے کم چھوٹا قلیل تھوڑا کیونکہ علم الہی ان کے نزدیک اس مقدار سے زیادہ ہوتا تو زیادہ کم کے کیسے برابر ہوجاتا تو وہ مساوات کا حکم نہ کرتے لیکن وہ اس کا حکم لگارہے ہیں تو اللہ ہی کے علم سے ٹھٹھا کررہے ہیں اور زبردستی اسے ناقص بتارہے ہیں خدا انھیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ فتنہ سے بچائے۔

(الدولۃ المکیہ اردو۔ ۱۹۳ تا ۲۲۳)

(۱۳۸۔ ۱۳۹) بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔☆ اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا۔ ☆

خوش خبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔

﴿۴۰﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی، ہماری کمزوری وذلت غلبہ وعزت سے بدلے گی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: یہ ان کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزت کی تمنا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے: کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی آیہ کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخیبة رجائهم، ایطلبون بموالاة الکفر القوة والغلبة (فان العزة لله جمیعا) تعلیل لبطلان رائهم، فان انحصار جمیع افراد العزة فی جنابه عزوعلا بحیث لا ینالها الااولیاءه قال تعالی :ولله العزة ولرسوله وللمومنین یقضی ببطلان التعززبغیره واستحالة الانتفاع به (مختصرا)۔

اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے: کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ وقوت چاہتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عزت صرف اللہ ورسول اور مسلمانوں کے لئے ہے۔ تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور ان سے نفع پہونچنا محال (مختصر) (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۴۹۲)

(۱۴۰) وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ

یَكْفُرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ☆

اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جھنم میں اکٹھا کرے گا۔

﴿۴۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کر دیں یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کرلیا؟ اور جب کچھ نہیں تو ان جمگھٹوں کے کیا معنے ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں، ان جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا اور رسول وقرآن پر اعتراضوں کے لیے منعقد کیے جاتے ہیں۔

بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ "انکم اذا مثلھم" ان لکچروں پر جمگھٹ والے ان جلسوں میں شرکت کرنے والے سب انہیں کافروں کے مثل ہیں، وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے یہ زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا اور رسول وقرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں ان کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں، تو یہ منافق ہوئے جب تو فرمایا: کہ اللہ انہیں اور انہیں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ اب یہاں تم لکچر دو اور تم سنو "ذق انك انت العزيز الكريم" الٰہی اسلامی کلمہ پڑھنے والوں کی آنکھیں کھول، ولا حول ولا قوة الا بالله والعلی العظیم۔

مسلمان اگر قرآن عظیم کی اس نصیحت پر عمل کریں تو ابھی دیکھیں کہ اعداء اللہ کے سب بازار ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں، ملک میں ان کے شور وشر کا نشان نہ رہے گا، جہنم کے کندے شیطان کے بندے آپس ہی میں ٹکرا ٹکرا کر سر پھوڑیں گے، اللہ ورسول وقرآن عظیم کی توہینوں سے مسلمانوں کا کلیجا پکانا چھوڑیں گے اور اپنے گھر بیٹھ کر بکے بھی تو مسلمانوں کے کان ٹھنڈے رہیں گے۔ اے رب میرے توفیق دے "وحسبنا الله ونعم الوكيل وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد واله وصحبه اجمعين۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱/۷۸۵)

(۱۴۱) اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ

قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۔ ☆

وہ جوتمہاری حالت تکا کرتے ہیں تو اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے کہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کا حصہ ہوتو ان سے کہیں کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچایا تو اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کردے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

﴿۴۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں "ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا۔ سے استدلال فرماتے ہیں۔)

حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں۔ ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔ جیسا کہ اس آیت سے ثابت۔

یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو۔؟ مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات سا س کی مقبول اور گوشت حلال۔ اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اس کا ماخوذ اور لحم حرام۔

"وکم من شئی یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا۔　(فتاوی رضویہ جدید ۴/۴۸۱)

اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کوئی ولایت نہیں رکھی کافروں کے واسطے مسلمانوں پر۔ ولایت کہتے ہیں حکم نافذ التصرف کو شاء اوابی، چاہے مانے یا نہ مانے۔ اور شریعت بھی اس کو قبول کرلے، یہ بات بھی حاصل نہ ہوگی کسی کافر کو کسی مسلم پر۔ والد اپنی نابالغ اولاد پر ولایت رکھتا ہے یہ ان کا نکاح کردے اور وہ چلاتے رہیں ہمیں نہیں منظور نکاح نافذ ہوگیا، بعد بالغ ہونے کے بھی کچھ اختیار نہیں، یا دو عادل مسلمان کسی پر گواہی دیں وہ کہہ رہا ہے یہ جھوٹے ہیں میں نے ایسا نہیں کیا، وہ کہدیں کہ اسنے ایسا کیا گواہی نافذ ہوگی۔

(الملفوظ ۴/۲۶۔۲۷)

(۱۴۵) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۔ ☆

بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا مددگار نہ پائے گا۔

﴿۴۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل ہر قسم کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر و منافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے

ان المنافقين في الدرك الاسفل من النار ۔

بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اول: دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم: مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے۔ جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں، اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں مگر قدیم و غیر مخلوق جانتے ہیں۔ دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم: مجوسی آتش پرست۔

چہارم: کتابی یہود و نصاری کہ دہریہ نہ ہوں۔

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے، اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع و گناہ ہے۔ کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مجاہر و منافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں کسی شئے کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں۔ حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے، اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا، اس کا

نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے خصوصا وہابیہ خصوصا دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز، روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے۔ اور اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو" فاللہ خیر حفظا وھوارحم الراحمین " (تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان) واللہ تعالی اعلم۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/ ۳۲۷۔تا ۳۲۹)

(۱۵۰ تا ۱۵۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا۔☆

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ج وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ☆۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ ط وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔☆

وہ جو اللہ اور جو اس کے رسولوں کو نہیں مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں۔

یہی ہیں ٹھیک کافر اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۴۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ نے صاف فرما دیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں جدائی ڈالنے والا پکا کافر ہے۔ اور یہ کہ جو ان سب کا منکر ہو وہ اللہ اور سب رسولوں کا منکر اور ویسا ہی پکا

کھلا کافر ہے۔ یہ نہیں کہ جو سب کو مانیں وہ مسلمان اور جو سب سے منکر وہ کافر، اور یہ جو بعض کو مانتے اور بعض کے منکر ہیں کچھ اور ہوں نہیں نہیں یہ بھی کل کے منکر کی طرح پورے کافر ہیں بیچ میں کوئی اور راہ نکل ہی نہیں سکتی۔ (فتاوی رضویہ جدید ۱۴/۷۰۲)

〈۱۵۷〉وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا۔☆

〈۱۵۸〉بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔☆

〈۱۵۹〉وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔☆

اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسی بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔

بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

《۴۵》 امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی شبیہ انہیں میں سے ایک کافر پر ڈالکر شبہ ڈال دیا گیا، جب اس خبیث پر سیدنا عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی شبیہ آگئی انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اب وہ کہتا ہے میں تمہارا وہی ہوں۔ سب کہتے ہیں ہم تم کو جانتے ہیں تو وہی مکار ہے جس نے لوگوں میں فتنہ ڈالدیا یہاں تک کہ اسے قتل کردیا۔

یہود ونصاری جو اختلاف کرتے ہیں کوئی بات یقین سے نہیں کہتے۔ اپنے اوہام کے متبع ہیں۔ اس وقت کے نصاری یہ ہی کر رہے ہیں سوائے مہملات کے ان کے پاس کیا ہے۔ اور

انہیں پر کیا منحصر عام کفار کو یہی فرمایا۔ " ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ۔" وہ سوائے اپنی خواہش نفسانی اور ظن کے کسی اور کا اتباع نہیں کرتے۔ بلکہ تمام کفار اسلام کی حقانیت پر یقین رکھتے چلے آئے ہیں عناداً اس کے منکر ہیں۔

کتابیوں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں ان کی وفات سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے، پھر زمانہ بدلے گا خیر سے شر کی طرف، اسلام سے کفر کی طرف، یہود ونصاریٰ باقی نہ رہے ہونگے سب مسلمان ہوگئے ہوں گے لیکن جو ان کی نسلیں ہونگی اس میں یہود بھی ہونگے، نصاری بھی ہونگے، ہنود بھی ہوں گے، غرض سب طرح کے کافر ہونگے ان کے آپس میں قیامت تک دشمنی وعداوت ہوگی۔

اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔ اگر "موتہ" کی ضمیر عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف پھیری جائے تو یہ آیت ان سب کے واسطے ہوگی جو ان کے زمانہ میں ہونگے، اب پہلے جو ہیں وہ کفر پہ مرتے ہیں اسی طرح جو بعد میں ہوں گے وہ بھی کفر پر مرینگے، ہاں آپ کے زمانہ میں جو کتابی ہوں گے ان میں سے جو تلوار سے بچ رہے ہوں گے کوئی ایسا نہ ہوگا جو آپ پر ایمان نہ لائے۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ "موتہ" کی ضمیر کتابی کی طرف پھرتی ہے، اب یہ آیت عام ہو گی، کوئی کتابی نہیں مرتا مگر مرتے وقت جب اسکو عذاب دکھایا جاتا ہے۔ پردے اٹھا دیے جاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں ایمان لایا اس عیسی پر جس نے بشارت دی تھی احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، لیکن یہ ایسے وقت کا ایمان ہوگا جب کہ نفع نہ دیگا، ایمان یاس بیکار ہے، جب نار سامنے، ملائکہ عذاب سامنے اس وقت کا ایمان مفید نہیں، جب فرعون ڈوبنے لگا بولا "آمنت بالذی امنت بہ بنو اسرائیل " میں ایمان لایا اس پر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، فرمایا گیا: "الئن وقد عصیت من قبل "اب ایمان لاتا ہے اور اس کے پہلے نافرمان تھا۔

(الملفوظ ۳/۵۹۔۵۰)

(۱۷۶) یَسْتَفْتُوْنَکَ ؕ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَکَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَکَ ۚ وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ ؕ وَاِنْ کَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ یُبَیِّنُ

اللّٰہُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوا ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ ☆

اے محبوب تم سے فتوی پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ انہیں کلالہ میں فتوی دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

﴿۴۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس صورت کو فقہ میں تخارج کہتے ہیں کہ ورثہ باہم بتراضی صلح کرلیں کہ فلاں وارث اپنے حصہ کے عوض فلاں شئے لے کر جدا ہو جائے۔ اس کا حاصل یہ نہیں ہوسکتا کہ گویا وہ وارث کہ جدا ہو گیا سرے سے معدوم تھا کہ بقیہ ترکہ کی تقسیم اس طرح ہو جو اس کے عدم کی حالت میں ہوتی، اس نے تو ترکہ سے حصہ پایا ہے تو معدوم کیونکر قرار پاسکتا ہے۔ کہیں معدوم وقت موت المورث کو بھی ترکہ پہنچا ہے، بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ترکہ میں جتنے سہام کل ورثہ کے لئے تھے ان میں سے اس وارث نے اپنے سہام پالئے، اب باقی میں باقی وارثوں کے سہام رہ گئے تو واجب ہے کہ وہ باقی ان بقیہ کے (اتنے اتنے سہام ہی پر تقسیم ہو جس جس قدر انہیں اصل مسئلہ سے پہونچتے تھے، یہاں کہ مورث نے ایک زوجہ، ایک بہن، ایک بھتیجا چھوڑا مسئلہ چار سے ہوا، ایک زوجہ دو بہن ایک بھتیجے کا۔ زوجہ ترکہ سے اتنا مال لے کر جدا ہوگی تو چار میں سے اس کا ایک ادا ہو لیا، باقی تین رہے جن میں دو بہن کے ہیں اور ایک بھتیجے کا، تو لازم ہے کہ باقی مال یو نہی تقسیم ہو، بہن کو دو بھتیجے کو ایک، نہ کہ دونوں کو نصف نصف کہ اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصف باقی بعد فرض الزوجہ ہو جائیگا یعنی زوجہ کا حصہ نکالکر جو بچا اس کا آدھا حالانکہ نص قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا "قال اللہ تعالی ان امرؤ ھلك لیس له ولدوله اخت فلھا نصف ما ترك۔" لاجرم یہ سراسر غلط اور حسب تصریح علمائے کرام خلاف اجماع ہے۔

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۰/۲۱۵)

فہرست آیات جلد ہشتم

عَلِیم۔☆______________۷/۱۷۶

۲۳ (۳۱) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ لا فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔☆______________۷/۱۷۷

۲۴ (۳۴) وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔☆______________۷/۱۸۲

۲۵ (۳۶) فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْھَا فَاَخْرَجَھُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ ص وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ۔☆______________۷/۱۸۴

۲۶ (۴۱) وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ ص وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ☆______۱۸۵/

۲۷ (۵۹) فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ☆۔۱۸۶/

۲۸ (۶۷) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ط قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا ط قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔☆______________۷/۱۸۶

۲۹ (۸۰) وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً ط قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰہِ عَھْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰہُ عَھْدَہٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔☆______________۷/۱۹۰

۳۰ (۸۵) ثُمَّ اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْکُمْ مِّنْ دِیَارِھِمْ ز تَظٰھَرُوْنَ عَلَیْھِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْھُمْ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُھُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔☆______________۷/۱۹۲

۳۱ (۹۷) قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔☆ ـ ۷/ ۲۱۰

۳۲ (۱۰۲) وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ☆ ـــــــــ ۷/ ۲۲۵

۳۳ (۱۱۴) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ط أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ط لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔☆ ـ ۷/ ۲۲۵

۳۴ (۱۱۵) وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔☆ ـــــــــ ۷/ ۲۲۷

۳۵ (۱۲۴) وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ط قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ☆ ـــــــــ ۷/ ۲۲۸

۳۶ (۱۲۵) واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا ط واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى ط وعهدنا الى ابراهيم واسمعيل ان طهرا بيتى للطائفين والعكفين والركع السجود ۔☆ ـــــــــ ۷/ ۲۲۹

۳۷ (۱۲۹) ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم آيتك ويعلمهم الكتب والحكمة ويزكيهم ط انك انت العزيز الحكيم ۔ ـــــــــ ۷/ ۲۳۰

۳۸ (۱۴۴) قد نری تقلب وجھک فی السماء ج فلنولینک قبلۃ ترضھا ص فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما
________ ۲۳۰/۷

۳۹ (۱۵۴) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون۔☆ ________ ۲۳۲/۷

۴۰ (۱۵۸) اِنَّ الصَّفَا وَالمَروَۃَ مِن شَعَائِرِ اللّٰہ ج فَمَن حَجَّ البَیتَ اَو اعتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیہِ اَن یَّطَّوَّفَ بِھِمَا ط وَمَن تَطَوَّعَ خَیراً لا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیمٌ ________ ۲۳۲/۷

۴۱ (۱۷۳) انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ ج فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ط ان اللہ غفور رحیم۔☆ ________ ۲۳۹/۷

۴۲ (۱۷۷) لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتب والنبیین ج واٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب ج واقام الصلوۃ واٰتی الزکوٰۃ ج والموفون بعھدھم اذا عاھدوا ج والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس ط اولئک الذین صدقوا ط واولئک ھم المتقون۔☆ ________ ۲۴۰/۷

۴۳ (۱۸۵) شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان ج فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ط ومن کان مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر ط یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ز ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھدکم ولعلکم تشکرون۔☆ ________ ۲۴۱/۷

۴۴ (۱۸۶) واذا سالک عبادی عنی فانی قریب ط اجیب

دعوۃ الداع اذا دعان لا فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلکم یرشدون۔ ☆ ـــــــــــــــــ ۲۴۳/۷

۴۵ (۱۸۷) احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نساءکم ط ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ط علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم ج فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم ص وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ص ثم اتموا الصیام الی الیل ج ولا تباشروھن وانتم عاکفون لا فی المسجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا ط کذلک یبین اللہ اٰیتہ للناس لعلھم یتقون۔ ☆ ـــــــــــــــــ ۲۵۳/۷

۴۶ (۱۸۹) یسئلونک عن الاھلۃ ط قل ھی مواقیت للناس والحج ط ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی ج واتوا البیوت من ابوابھا ص واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ ☆ ـــــــــــــــــ ۲۵۷/۷

۴۷ (۲۰۰) فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا ط فمن الناس من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا وما لہ فی الاٰخرۃ من خلاق۔ ☆ ـــــــــــــــــ ۲۶۱/۷

۴۸ (۲۰۸) یا یھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کآفۃ ص ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن ط انہ لکم عدو مبین۔ ☆ ـــــــــــــــــ ۲۶۱/۷

۴۹ (۲۰۹) فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز ـــــــــــــــــ ۲۶۱/۷

۵۰ (۲۱۰) ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر ط والی اللہ ترجع الامور۔ ☆ ـــــــــــــــــ ۲۶۲/۷

۵۱ (۲۱۷) یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ ط قل قتال

فیہ کبیر ط و صد عن سبیل اللہ و کفر بہ والمسجد الحرام ق واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ ج والفتنۃ اکبر من القتل ط ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ط و من یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ ج واولئک اصحب النار ج ھم فیھا خلدون۔☆ ________ ۲۶۲/۷

۵۲　〈۲۲۰〉فی الدنیا والآخرۃ ط و یسئلونک عن الیتمی ط قل اصلاح لھم خیر ط ان تخالطوھم فاخوانکم ط واللہ یعلم المفسد من المصلح ط ولو شآء اللہ لاعنتکم ط ان اللہ عزیز حکیم۔ ☆ ۲۶۳/۷

۵۳　〈۲۲۱〉ولاتنکحوا المشرکت حتی یؤمن ط ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ج ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ط ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم ط اولئک یدعون الی النار ج واللہ یدعوا الی الجنۃ والمغفرۃ باذنہ ج ویبین ایتہ للناس لعلھم یتذکرون۔☆ ------ ۲۶۵/۷

۵۴　〈۲۲۶〉للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر ج فان فاء وفان اللہ غفور رحیم۔☆ ------------ ۲۶۶/۷

۵۵　〈۲۲۹〉الطلاق مرتن ص فامساک بمعروف او تسریح باحسان ط ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ ط فان خفتم الا یقیما حدود اللہ لا فلاجناح علیھما فیما افتدت بہ ط تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ج ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون۔☆ ________ ۲۶۶/۷

۵۶　〈۲۳۰〉فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ط فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما

حدود الله ۚ وتلک حدود الله يبينها لقوم يعلمون ۔☆۔ ۷/۲۶۹

۵۷ ﴿۲۳۳﴾ والوالدت يرضعن اولادهن حولين كاملين لمن اراد ان يتم الرضاعة ۚ وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف ۚ لا تكلف نفس الا وسعها ۚ لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده ۚ وعلى الوارث مثل ذلک ۚ فان ارادا فصالا عن تراض منهما وتشاور فلا جناح عليهما ۗ وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما آتيتم بالمعروف ۗ واتقوا الله واعلموا ان الله بما تعملون بصير ۔☆ ۷/۲۶۶

۷/۲۷۰

۵۸ ﴿۲۳۴﴾ والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ۚ فاذا بلغن اجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن فى انفسهن بالمعروف ۗ والله بماتعملون خبير ۔☆ ۷/۲۷۱

۵۹ ﴿۲۳۸﴾ حفظوا على الصلوات والصلوة الوسطى ۚ وقوموا لله قنتين ۔☆ ۷/۲۷۲

۶۰ ﴿۲۴۸﴾ وقال لهم نبيهم ان آية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مماترک اٰل موسىٰ واٰل هارون تحمله الملئكة ۚ ان فى ذلک لاية لكم ان كنتم مؤمنين ۔ ۷/۲۷۳

﴿۲۵۱﴾ فهزموهم باذن الله لا وقتل داود جالوت واٰته الله الملک والحكمة وعلمه مما يشاء ۗ ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لا لفسدت الارض ولكن الله ذو فضل على العلمين ۔☆ ۷/۲۸۰

۶۱ ﴿۲۵۳﴾ تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من

کلم الله ورفع بعضهم درجات ط واٰتینا عیسی بن مریم البینت وایدناه بروح القدس ط ولوشاء الله مااقتتل الذین من بعدهم من بعد ما جاءتهم البینت ولکن اختلفو فمنهم من اٰمن ومنهم من کفر ولوشاء الله مااقتتلوا قف ولکن الله یفعل مایرید ☆۔۔۔ ۲۸۷/۷

۶۲ ﴿ ۲۵۵ ﴾الله لااله الا هو الحی القیوم ج لاتأخذه سنة ولانوم ط له ما فی السموات ومافی الارض ط من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ج ولا یحیطون بشیٔ من علمه الا بما شاء ج وسع کرسیه السموات والارض ج ولا یؤده فظهما ج وهو العلی العظیم ۔☆۔۔۔ ۲۸۹/۷

۶۳ ﴿ ۲۶۷ ﴾یا ایها الذین اٰمنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ص ولاتیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باٰخذیه الا ان تغمضوا فیه ط واعلموا ان الله غنی حمید۔☆۔۔۔ ۲۹۲/۷

۶۴ ﴿ ۲۷۵ ﴾الذین یاکلون الربوالایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس ط ذلک بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا م واحل الله البیع وحرم الربوا ط فمن جاءه موعظة من ربه فانتهی فله ما سلف ط وامره الی الله ط ومن عاد فاولئک اصحاب النار هم فیها خلدون۔☆۔۔۔ ۲۹۵/۷

۶۵ ﴿ ۲۷۶ ﴾یمحق الله الربوا ویربی الصدقات والله لا یحب کل کفار اثیم ۔ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحات واقاموا الصلوٰة واٰتوا الزکوٰة لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولاهم یحزنون۔☆۔۔۔ ۳۰۳/۷

۶۶ ﴿۲۷۸۔۲۷۹ ﴾یا ایها الذین اٰمنوا اتقوا الله وذروا مابقی من

الربوا ان کنتم مؤمنین۔فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ ج وان تبتم فلکم رءوس اموالکم ج لا تظلمون ولا تظلمون۔☆ ـــــــــــ ۳۰۶/۷

۶۷ (۲۸۰) وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الیٰ میسرۃ ط وان تصدقو اخیر لکم ان کنتم تعلمون۔☆ ـــــــــــ ۳۰۶/۷

۶۸ (۲۸۲) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡهُ ؕ وَ لۡیَکۡتُبۡ بَّیۡنَکُمۡ کَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ ص وَ لَا یَاۡبَ کَاتِبٌ اَنۡ یَّکۡتُبَ کَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلۡیَکۡتُبۡ ۚ وَ لۡیُمۡلِلِ الَّذِیۡ عَلَیۡهِ الۡحَقُّ وَ لۡیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا یَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَیۡـًٔا ؕ☆ ـــــــــــ ۳۰۸/۷

سورۃ آل عمران

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۶۹ (۷) ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیات محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت ط فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغآء الفتنۃ وابتغآء تاویلہ ج وما یعلم تاویلہ الا اللہ ۔ والرسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ لا کل من عند ربنا۔ وما یذکر الا اولوا الالباب ☆ ـــــــــــ ۳۱۱/۷

۷۰ (۲۷) تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل ز وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی ز وترزق من تشآء بغیر حساب۔☆ ـــــــــــ ۳۲۴/۷

۷۱ (۲۸) لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ج ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ شیء الا ان تتقوا منھم تقتہ ط ویحذرکم اللہ نفسہ ط والی اللہ المصیر۔☆ ـــــــــــ ۳۳۲/۷

۷۲ (۳۵) اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی

۸۱ ﴿۱۲۸﴾ لیس لک من الا مر شی او یتوب علیهم او یعذبهم فا نهم ظلمون ۔☆ ______ ۷/۳۵۱

۸۲ ﴿۱۳۵﴾ والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم ص ومن یغفر الذنوب الا الله ص ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وهم یعلمون ۔☆ ______ ۷/۳۵۳

۸۳ ﴿۱۴۵﴾ وما کان لنفس ان تموت الا باذن الله کتابا مؤجلا ط ومن یرد ثواب الدنیا نؤته منها ومن یرد ثواب الآخرة نؤته منها ط وسنجزی الشا کرین ۔☆ ______ ۷/۳۷۰

۸۴ ﴿۱۴۶﴾ وکاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر ج فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل الله وما ضعفوا وما استکانوا ط والله یحب الصبرین ۔☆ ______ ۷/۳۷۱

۸۵ ﴿۱۴۹﴾ یا ایها الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خسرین ۔☆ ______ ۷/۳۷۱

۸۶ ﴿۱۶۹﴾ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا ط بل احیاء عند ربهم یرزقون ۔☆ ______ ۷/۳۷۱

۸۷ ﴿۱۷۸﴾ ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم ط انما نملی لهم لیزدادوا اثما ج ولهم عذاب مهین ۔☆

۸۸ ﴿۱۷۹﴾ ما کان الله لیذر المؤمنین علیٰ ما انتم علیه حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب ط وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء ص فاٰمنوا بالله ورسله ج وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم ۔☆ ______ ۷/۳۷۴

۸۹ ﴿۱۸۸﴾ لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمد وا بما لم یفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ج ولهم عذاب الیم ۔☆ ______ ۷/۳۸۵

۹۰ ﴿۱۹۱﴾ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلیٰ جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ج ربنا ما خلقت ھذا باطلاع سبحنک فقنا عذاب النار ☆ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۸۷/۷

۹۱ ﴿۱۹۴﴾ ربنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ ط انک لا تخلف المیعاد ۔☆۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹۲/۷

سورۃ النساء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۹۲ ﴿۱۰﴾ ان الذین یا کلون اموال الیتمٰی ظلما انما یا کلون فی بطونھم نارا ط وسیصلون سعیرا ۔☆۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹۶/۷

۹۳ ﴿۱۱﴾ یوصیکم اللہ فی اولادکم ق للذکر مثل حظ الانثیین ج فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک ج وان کانت واحدۃ فلھا النصف ط ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد ج فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابوہ فلامہ الثلث ج فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین ط اٰباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا ط فریضۃ من اللہ ط ان اللہ کان علیما حکیما ۔☆۔۔۔ ۳۹۷/۷

۹۴ ﴿۱۲﴾ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ج فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا اودین ط ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا اودین ط وان کان رجل یورث کللۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس ج فان کانوا اکثر من

ذلک فهم شرکآء فی الثلث من بعد وصية يوصیٰ بها او دين لا
غير مضار وصية من الله ط والله عليم حكيم ۔ ☆____۷/۳۹۹
۹۵(۱۹) يا يها الذين اٰمنوا لا يحل لكم ان ترثوا النسآء كرها
ط ولا تعضلوهن لتذهبوا ببعض مآ اٰتيتموهن الا ان ياتين بفا
حشة مبينة ج وعاشروهن بالمعروف ج فان كرهتموهن فعسیٰ
ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا ☆ ______۷/۴۰۰
۹۶ (۲۰) وان اردتم استبدال زوج مكان زوج لا واٰتيتم احد
______۷/۴۰۲
۹۷ (۲۳) حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخوتكم وعمتكم
وخلتكم وبنات الاخ وبنت الاخت وامهتكم التی ارضعنكم و
اخوتكم من الرضاعة وامهت نسآئكم وربائكم التی فی
حجوركم من نسآءكم التی دخلتم بهن زفان لم تكونوا دخلتم
بهن فلا جناح عليكم زوحلائل ابنآئكم الذين من اصلابكم لا
وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف ط ان الله كان غفورا
رحيما ☆______۷/۴۰۳
۹۸ (۲۹) يا ايها الذين اٰمنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل
الا ان تكون تجارة عن تراض منكم قف ولا تقتلوا انفسكم ط ان
الله كان بكم رحيما ☆______۷/۴۱۹
۹۹ (۳۴) الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم
على بعض وبما انفقوا من اموالهم ط فالصلحت قنتت حفظت
للغيب بما حفظ الله ط والتی تخافون نشوزهن فعظوهن
واهجروهن فی المضاجع واضربوهن ج فان اطعنكم فلا
تبغوا عليهن سبيلا ط ان الله كان عليا كبيرا ☆______۷/۴۲۰
۱۰۰ (۴۰) ان الله لا يظلم مثقال ذرة ج وان تك حسنة

یضاعفھاویؤت من لد نہ اجرا عظیما۔☆ــــــــــــ ۷/۲۴۰

۱۰۱ ﴿۴۶﴾ من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنافی الدین ۔ ولو انھم قالوا سمعناواطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لھم واقوم لا ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا۔ ☆ــــــــــــ ۷/۲۴۲

۱۰۲ ﴿۴۹﴾الم تر الی الذین یزکون انفسھم ۔بل اللہ یزکی من یشاء ولا یظلمون فتیلا۔ ☆ــــــــــــ ۷/۲۴۶

۱۰۳ ﴿۵۹﴾ یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ج فان تنا زعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤ منون با للہ والیوم الاٰخر ۔ ذلک خیر واحسن تاویلا۔ ☆ــــــــــــ ۷/۲۴۷

۱۰۴ ﴿۶۴﴾وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ۔ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجد وا اللہ توابا رحیما ۔☆ــــــــــــ ۷/۲۵۳

۱۰۵ ﴿۶۵﴾فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجد وافی انفسھم حرجا مّمّا قضیت ویسلموا تسلیما ۔☆ــــــــــــ ۷/۲۵۶

۱۰۶ ﴿۶۶﴾ولو ان کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم اواخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم ۔ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیرا لھم واشد تثبیتا ۔☆ــــــــــــ ۷/۲۵۷

۱۰۷ ﴿۷۷﴾الم تری الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ ج فلما کتب علیھم القتال اذا فریق منھم یخشون الناس کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ ج وقالوا ربنا لم کتبت

علینا القتال ج لو لا اخرتنا الی اجل قریب ط قل متاع الدنیا قلیل ج والاٰخرۃ خیر لمن اتقیٰ قف ولا تظلمون فتیلا۔☆ ____۷/ ۴۵۸

۱۰۸ (۸۰) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ج ومن تولیٰ فمن ارسلنک علیھم حفیظا۔☆ ____۷/ ۴۶۱

۱۰۹ (۸۵) من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ج ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا ط وکان اللہ علیٰ کل شئی مقیتا۔☆ ____۷/ ۴۶۳

۱۱۰ (۸۶) واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا ط ان اللہ کان علیٰ کل شئی حسیبا۔☆ ____۷/ ۴۶۴

۱۱۱ (۸۷) اللہ لا الہ الا ھو ط لیجمعنکم الیٰ یوم القیامۃ لا ریب فیہ ط ومن اصدق من اللہ حدیثا۔☆ ____۷/ ۴۶۷

۱۱۲ (۸۹) ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منھم اولیا حتیٰ یھاجروا فی سبیل اللہ ط فان تولوا فخذوا ھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ص ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا۔☆ ____۷/ ۴۷۲

۱۱۳ (۹۳) ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خلدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔☆ ____۷/ ۴۷۴

۱۱۴ (۹۷۔۹۸) ان الذین توفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین فی الارض ط قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا ط فاولئک ماوھم جھنم ط وساءت مصیرا۔ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا۔☆ ____۷/ ۴۷۴

۱۱۵ (۱۰۳) فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیما وقعودا وعلیٰ جنوبکم ج فاذا اطمأننتم فاقیموا الصلوۃ ج ان الصلوۃ

کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا۔☆ ——————— ۷/۴۶۱

۱۱۶ 〈۱۱۳〉ولو لا فضل اللہ علیک ورحمتہ لھمت طائفۃ منھم ان یضلوک ط وما یضلون الا انفسھم وما یضرونک من شیٔ ط وانزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ وعلمک ما لم تکن تعلم ط وکان فضل اللہ علیک عظیما۔☆ ——————— ۷/۴۸۶

۱۱۷ 〈۱۱۴〉لا خیر فی کثیر من نجوٰھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ط ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیما۔☆۵۰۳ 〈۱۱۵〉ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم ط وساء ت مصیرا۔☆ ——— ۷/۵۰۵

۱۱۸ 〈۱۱۶〉ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ط ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا۔☆ ۔۷/۵۰۵

۱۱۹ 〈۱۱۷〉 ان یدعون من دونہ الا انثا ج وان یدعون الا شیطنا مریدا۔☆ ——————— ۷/۵۰۵

۱۲۰ 〈۱۱۸〉لعنہ اللہ وقال لا تخذن من عبادک نصیبا مفروضا۔☆ ——————— ۷/۵۰۵

۱۲۱ 〈۱۱۹〉 ولا ضلنھم ولا منینھم ولا مرنھم فلیبتکن اذان الانعام ولا مرنھم فلیغیرن خلق اللہ ط ومن یتخذ الشیطن ولیا من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا۔☆ ——————— ۷/۵۰۸

۱۲۲ 〈۱۲۲〉 والذین آمنو وعملوا الصلحت سندخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ط وعد اللہ حقا ط ومن اصدق من اللہ قیلا۔☆ ——————— ۷/۵۰۹

۱۲۳ 〈۱۲۶〉 وللہ ما فی السموت وما فی الارض ط وکان اللہ بکل شیٔ محیطا۔☆ ——————— ۷/۵۱۳

وما قتلوه یقینا ۔☆ ــــــــــــــ ۷/۵۲۲

۱۳۰ (۱۵۸) بل رفعه الله الیه ط وکان الله عزیزا حکیما ☆ ــــــــــــــ ۷/۵۲۲

۱۳۱ (۱۵۹) وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته ج ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا ۔☆ ــــــــــــــ ۷/۵۲۳

۱۳ (۱۷۶) یستفتونک ط قل الله یفتیکم فی الکللة ط ان امرؤا هلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک ج وهو یرثها ان لم یکن لها ولد ط فان کانتا اثنتین فلهما الثلثن مما ترک ط وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین ط یبین الله لکم ان تضلوا ط والله بکل شیء علیم ۔ ☆ ــــــــــــــ ۷/۵۲۴